حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
ملفوظات
حکیم الامت
ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسلسلہ ــــ الافاضات الیومیہ من الافادات القومیۃ

ملفوظاتِ حکیم الامت

جلد نمبر ۶

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

061-540513
061-519240

E-MAIL: Ishaq90@hotmail.com // Website : www.Taleefat-e-Ashrafia.com

نام کتاب .... ملفوظات حکیم الامت

تاریخ اشاعت .... محرم ۱۴۲۲ھ

مطبع .... سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

☆ ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان
☆ ادارہ اسلامیات انارکلی ، لاہور
☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ
☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
☆ یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
☆ دارالاشاعت اردو بازار کراچی
☆ صدیقی ٹرسٹ لسبیلہ چوک کراچی نمبر ۵

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اس کی اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔

تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان موجود ہے۔

لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

اظہارِ مسرت و تحسین:

از حضرت اقدس مرشدی و مربی مولانا الحاج محمد شریف صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ ارشد: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ مجھے دلی خوشی ہے کہ عزیز القدر حافظ محمد اسحاق صاحب مجدد الملت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات شائع کرنے کے حریص ہیں انہیں حضرت سے صرف محبت ہی نہیں محبت کا نشہ ہے۔ حضرت کے مسلک اور مذاق کی تبلیغ کے بہت خواہشمند ہیں اور زر کثیر صرف کر کے حضرت کی کتابیں جو نایاب ہیں چھپواتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکی سعی کو قبول فرما کر ناظرین کے لئے نافعیت اور ہدایت اور ان کے لئے سرمایۂ آخرت بنا دیں۔ دُعاگو! احقر محمد شریف عفی عنہ

مکتوب گرامی

حضرت اقدس ڈاکٹر عبد الحیٔ صاحب عارفی دامت برکاتہم

خلیفہ ارشد مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

شفقی و مکرمی دامت برکاتہم ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

عنایت نامہ باعث عزت و شرف ہوا۔ آپ کے ادارہ تالیفات سے جو بھی مجموعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ یا ملفوظات شائع ہوتا ہے آپ از راہ کرم تحفۃً اس ناکارہ کو ارسال فرماتے رہتے ہیں۔ آپکی اس خیال فرمائی کا بہ دل ممنون ہوں۔ اور دل سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو ہمیشہ قائم رکھیں اور مسلمانوں کو اس اشاعت علوم دینیہ سے زیادہ سے زیادہ مستفیض فرمادیں۔ حضرت رحمۃ اللہ کے مواعظ اور ملفوظات کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے حضرتؒ اس دور حاضر کے عقائد اور اعمال کی اصلاح کے ایسے ایسے علوم شرعیہ مسنونہ بیان فرما رہے ہیں جسکی تشنگی خواص و عوام اب بھی محسوس کر رہے ہیں۔ اسی سے حضرت رحمۃ اللہ کی شانِ مجددیت نمایاں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپکے ادارہ کے جذبۂ تبلیغ کو اور زیادہ قوت عطا فرمائے۔ اور مطبوعات کی اشاعت کو عالمگیر فروغ عطا فرماویں۔ آمین!

احقر، محمد عبد الحیٔ عفی عنہ

فہرست مضامین

نمبر | صفحہ

الافاضات اليومية من الافادات القومية

۱۴؍ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۱) مراۃ المواعظ اور عنوانات التصوف

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مواعظ کی جو فہرست تیار ہو گئی (اس کا نام مراۃ المواعظ ہے چھپ بھی گئی) اس سے بڑی سہولت ہو گئی بڑے کام کی چیز ہے اور اب خیال ہے کہ ایک فہرست مسائل تصوف کی تیار ہو جائے یہ بھی بڑے کام کی چیز ہو جائے گی اس کا کام بھی شروع ہو گیا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ قرآن و حدیث سے کس قدر مسائل تصوف کے ثابت ہیں اس لئے بھی یہ بڑے کام کی چیز ہو گی خدا کرے یہ بھی پوری ہو جائے (چنانچہ بعد میں یہ بھی مکمل ہو کر چھپ گئی عنوانات التصوف اس کا نام ہے) خدا کا فضل ہے کہ سب کام بقدر ضرورت پورے ہو گئے جی چاہتا ہے کہ اب تصنیف کا کام چھوڑ دوں اس لئے کہ اب متحمل نہیں تکلیف ہوتی ہے مگر کوئی نہ کوئی چیز ایسی سامنے آجاتی ہے کہ اس کی وجہ سے کام کرنا پڑتا ہے گو تعب ہوتا ہے مگر کرتا ہوں۔

(ملفوظ ۲) اکابرین دیوبند کی خیر و برکات

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فلاں مدرسہ میں ایک وقت میں اکابر کی ایسی جماعت تھی کہ ہر قسم کی خیر و برکات موجود تھیں ظاہر کے اعتبار سے بھی اور باطن کے اعتبار سے بھی اس وقت تعمیر اتنی بڑی نہ تھی۔ کتب خانہ اتنا زبردست نہ تھا آمدنی ایسی زائد نہ تھی جماعت کثیر نہ تھی مگر ایک چیز اتنی بڑی تھی کہ مدرسہ خانقاہ معلوم ہوتا تھا ہر چہار طرف بزرگ ہی بزرگ نظر آتے تھے در و دیوار سے اللہ اللہ کی آوازیں آتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں اب سب کچھ ہے اور پہلے سے ہر چیز زائد ہے مگر وہی ایک چیز نہیں جو اس وقت تھی گویا جسد ہے

روح نہیں میں نے مہتمم صاحب سے کہا تھا کہ اگر اسی موجودہ حالت پر مدرسہ نے ترقی بھی کی تو یہ ترقی ایسی ہو گی جیسے مر کر لاش پھول جاتی ہے جو کہ ضخامت میں ترقی ہے مگر پھولنے کے بعد وہ جس وقت پھٹے گی اہل محلہ اہل بستی کو اس کا تعفن پاس نہ آنے دے گا۔ اسی زمانہ خیر و برکت میں ایک مرتبہ مدرسہ میں ایک انجمن قائم ہوئی تھی فیض رسان اس کا نام رکھا گیا ایک لڑکا تھا فیض محمد اس کے نام پر انجمن کا نام رکھا گیا تھا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے سنا فرمایا کہ خبیثو ایک ایک آؤ سب کو ٹھیک کروں گا میں انجمن قائم کراؤں گا اور سب نالائقوں کو نکالوں گا بس فیض کے بجائے حیض جاری ہو گیا اور اب تو اسی جگہ ایک دو کیا پچاسوں انجمنیں ہیں تعلیم تربیت تو ختم ملک کا انتظام قوم کی خدمت سیاسی معاملات کا ہر وقت شغل ہے لیکن ایک وقت میں دو کام ہونا کیسے ممکن ہے بس نتیجہ یہی ہو گا کہ علم ختم ہو جاوے گا اور ملک داری کی نقالی رہ جانے گی دو کاموں کے جمع نہ ہونے پر یاد آیا میں نے دیوبند میں بزمانہ طالب علمی حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی حضرت نے فرمایا کہ جب تک تحصیل علم سے فراغ نہ ہو اس قسم کے خیال کو شیطانی وسوسہ سمجھنا اس وقت تو سمجھ میں نہ آیا تھا مگر اب سمجھ میں آیا کہ شیطان کا ایک کید یہ بھی ہے کہ بڑے حسنہ کو چھڑا کر چھوٹی حسنہ میں لگا دیتا ہے ذکر و شغل عبادت ہے مگر مندوب اس میں لگ کر اگر فریضہ علم متروک ہو گیا کتنا بڑا دینی ضرر ہے اور دین کو ضرر پہنچانا یہ عین مقصود ہے شیطان کا ہم نے تو ان حضرات کو دیکھا ہے اور اب تو نہ اساتذہ کا ادب نہ مہتمم صاحب کا ادب نہ پیر کا ادب نہ باپ کا ادب آزادی کا وہ زہریلا اثر پھیلا ہے کہ سب ہی کو مسموم کر دیا الا ماشاء اللہ سن سن کر دل کو رنج ہوتا ہے کہ یا اللہ ایک دم میں کیسی کایا پلٹ ہو گئی اس وقت اساتذہ خود طلباء سے دبتے ہیں نہ معلوم کس وجہ سے اور وہ کیا اغراض ہیں جن کی وجہ سے طلباء کا اساتذہ پر غلبہ ہو گیا ضرور دال میں کالا ہے اس قسم کی باتیں کانوں میں پڑی ہیں ایک معتبر اور ثقہ راوی کی زبانی معلوم ہوا

کہ زمانہ فساد میں ایک طالب علم مدرسہ کا ایک استاد کے پاس آیا استاد بیمار تھے ان کو کچھ وظیفہ تو حیدر آباد سے ملتا تھا اور کچھ تنخواہ مدرسے سے۔ مدرسہ کا ان کے ذمہ کچھ قرض بھی تھا تنخواہ اس میں وضع ہو جاتی تھی اور کسی عارض کی وجہ سے حیدر آباد دکن سے وظیفہ بند ہو گیا اس صورت میں خرچ کی تنگی ظاہر ہے اس طالب علم نے مزاج پرسی کے ایک رومال میں ایک بندھی ہوئی رقم جس کی تعداد پانچ سو روپیہ تھی پیش کی اور یہ ظاہر کیا کہ تنخواہ وہاں وضع ہوتی ہے اور وظیفہ کسی وجہ سے بند ہے آپ کو خرچ کی تنگی ہے آپ تکلیف نہ اٹھائیں اس کو صرف کر لیں انہوں نے جواب دیا کہ تم طالب علم ہو مسافرانہ تمہاری حالت ہے نہ معلوم کس وقت اور کب یہاں سے چل دینے کا ارادہ کر لو تو میں اتنی بڑی رقم کس طرح ادا کر سکوں گا۔ اس طالب علم نے کہا کہ آپ اس کی فکر نہ کریں آپ صرف کر لیں میں واپس کی نیت سے پیش نہیں کر رہا ہوں اب بتلایئے کہ طالب علم اور پانچ سو روپیہ اور وہ بھی واپسی کی نیت سے نہیں اگر رئیس کا لڑکا بھی ہو تب بھی ایسا کرنا مشکل ہے۔ یہ ہیں وہ باتیں جن کیوجہ سے اساتذہ پر طلباء کا غلبہ ہے اب چاہے انجمن قائم کریں کیا کمیٹیاں قائم کریں اسباق پڑھیں یا نہ پڑھیں کون پوچھ سکتا ہے اور کون مواخذہ کر سکتا ہے۔

(ملفوظ ۳۳) خلفاء راشدین کی حکومت میں قوت اخلاص

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض حکومتوں میں سلاطین کی شان نہیں ہوتی تجار ہوتے ہیں۔ حکومت اس طرح نہیں ہوا کرتی ایسی حکومت میں ایک بڑی کمی یہ ہوتی ہے کہ حب دنیا کی وجہ سے اس میں استغنا نہیں ہوتی تو ایسی حکومت خواہ کتنی ہی بڑی قاہر سلطنت ہو مگر لوگوں پر اس کا ذرہ برابر اثر نہیں ہوتا اس کا اصلی سبب وہی حب دنیا ہے کہ زوال حکومت کے اندیشہ سے رعایا کی اغراض غیر صحیحہ میں بھی تابع ہو جاتے ہیں اگر کوئی یہ سمجھے کہ سلطنت خواہ رہے یا جائے تو کیا مجال تھی کہ کوئی زبان بھی کھولتا اور جو

شخص یہ سمجھے گا حکومت وہی کر سکتا ہے ورنہ خسر الدنیا والاخرۃ کا ظہور ہو گا۔ اور راز اس کا یہ ہے کہ حب الدنیا راس العاصی ہے اور معصیت میں خاصیت ہے مسخ عقل کی یہ تجربہ کی بات ہے آخر خلفاء راشدین میں کیا بات تھی زیادہ تجربہ بھی نہ تھا اور بھی کوئی ایسی ظاہری ممتاز بات نہ تھی مگر ہر بات میں نور ہوتا تھا پھر دیکھ لیجئے کیسی حکومت کر گئے کسی نے دم تک نہیں مارا۔ وہ قوت اخلاص کی تھی۔

(ملفوظ ۴) شجاعت کا خاصہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شہوت پرست آدمی کبھی بہادر نہیں ہو سکتا اس کی عقل مغلوب ہو جاتی ہے اور بزدل ہو جاتا ہے محمد ابن قاسم نے جس وقت ہندوستان پر چڑھائی کی اس وقت ان کی عمر تقریباً سترہ سال کی تھی ایک راجہ کا قلعہ فتح کیا اس کی دو لڑکیاں تھیں محمد ابن قاسم کو دیکھ کر عاشق ہو گئیں نکاح کی درخواست کی صاف انکار کر دیا اور یہ کہا کہ ہم کو کوئی اختیار نہیں ہم اپنے امیر کے پاس تم کو بھیج دیں گے وہاں سے جو حکم اور جو فیصلہ ہو ویسا کیا جاوے گا۔ یہ شجاعت کا خاصہ ہے کہ ان لڑکیوں کی طرف التفات نہیں ہوا یہ قوت قلب کا اثر تھا اور قوت قلب ہی حاصل ہے شجاعت کا محمد ابن قاسم صحابی نہیں شیخ نہیں ایک نوجوان لڑکے تھے حجاج بن یوسف کے داماد تھے جو مشہور ظالم ہے مگر اس وقت کے ظالموں کی بھی یہ حالت تھی یہی حجاج بن یوسف جس کے مظالم سب دنیا جانتی ہے کہ کتنا بڑا ظالم تھا۔ ہر رات میں تین سو رکعت نفل پڑھنے کا اس کا معمول تھا ایک بزرگ نے حجاج بن یوسف کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ کیسی گذری کہا کہ جتنے بے گناہ میں نے قتل کئے سب کے بدلے ایک ایک مرتبہ قتل کیا گیا اور حضرت سعید بن جبیر کے بدلے ستر مرتبہ قتل کیا گیا اور اس وقت بھی عذاب میں مبتلا ہوں دریافت کیا کہ اب نجات کے متعلق کیا امید ہے کہا کہ جو سب مسلمانوں کو امید ہے نجات ضرور ہو گی انشا ضرور جاؤں

گا اس کا واقعہ ہے کہ جس وقت اس کی جان کندنی کا وقت تھا تو اس وقت یہ کہا کہ اے اللہ ساری دنیا یہ کہتی ہے کہ حجاج نہیں بخشا جا سکتا ہم تو جب جانیں کہ آپ مجھ کو بخش دیں اس واقعہ کی اطلاع ایک بزرگ کو کی گئی ان بزرگ نے فرمایا کہ بڑا ہی چالاک تھا یہ چالاکی سے جنت بھی لے مرے گا۔

(ملفوظ ۵) بہائم میں عدم عقل کا استدلال صحیح نہیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں بہائم میں عقل ہونے کے متعلق فرمایا کہ بہائم کے مکلف نہ ہونے سے ان پر عدم عقل کا حکم لگا دیا جاتا ہے مگر یہ استدلال صحیح نہیں ممکن ہے کہ عقل ہو مگر بقدر مکلّف ہونے کے نہ ہو کیونکہ عقل کی کچھ مقدار ہے شریعت کی نظر میں اور اس مقدار کی علامت احکام میں بلوغ کو قرار دیا گیا ہے دیکھئے انسان کے نابالغ بچوں میں اچھی خاصی عقل ہوتی ہے مگر اتنی نہیں کہ جس سے وہ احکام کا مکلّف ہوں تو اسی طرح اگر جانوروں میں عقل ہو مگر اتنی نہ ہو کہ جس سے وہ احکام کے مکلّف ہوں تو اس میں کیا محذور ہے چنانچہ بہت سے واقعات اور مشاہدات ایسے ہیں کہ ان کو دیکھ کر اضطراراً جانوروں میں وجود عقل کو تسلیم کرنا پڑے گا ان سے ایسی ایسی باتیں اور کام صادر ہوتے ہیں جن کا تعلق عقل سے ہے حواس ان کے لئے کافی نہیں۔

(ملفوظ ۶) پرانے لوگوں میں بزرگوں کا ادب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پرانے لوگوں میں دین کا بزرگوں کے ادب کا پھر بہت اثر تھا اس وقت کے بگڑے ہوئے ان نئے سنورے ہوؤں سے اچھے تھے مولوی شبلی صاحب کا واقعہ ہے کانپور میں ان کا لیکچر ہوا تھا مولوی فاروق صاحب جو ان کے استاد تھے وہ اس وقت کانپور کے ایک مدرسہ میں مدرس تھے وہ بھی اس بیان میں شریک تھے جب بیان ختم ہو چکا تو استاد کے پاس آکر بیٹھ

گئے استاد نے محض سادگی سے پیر پھیلا دئے کہ شبلی پیر دکھ گئے ہیں ذرا دبا دیجئے تو بس دبانے لگے اور کوئی اثر ناگواری کا ظاہر نہیں ہوا یہ اثر تھا پرانے ہونے کا اور پہلے بزرگوں کی صحبت کا اب یہ باتیں کہاں یورپ کے مذاق نے ناس کر دیا نہ ادب رہا نہ تہذیب مسلمانوں نے بھی وہی طرز معاشرت اختیار کر لیا ہے کہ اعتراف جرم پر بھی جو معافی مانگی جاتی ہے وہ بھی معافی نہیں صرف واپس لینے کے الفاظ پڑھ دئے جاتے ہیں یہ اس تعلیم انگریزی کے کرشمے ہیں حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے ایک حکایت سنی ہے کہ ایک باپ بیٹے کرسی پر آمنے سامنے بیٹھے تھے بیٹے نے انگڑائی لی اس میں جو پیر پھیلائے تو اس کے جوتے باپ کی داڑھی میں لگ گئے کسی نے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے باپ ہیں تو بیٹے ابھی کچھ نہ بولے تھے خود باپ ہی بولے کہ حرج کیا ہوا یہاں تک بے حسی بڑھ گئی ہے۔

(ملفوظ ۷) اسلام میں بیعت واجب نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا بیعت سے پہلے کچھ شرائط ہیں ان کی تکمیل کے بعد بیعت کا مضائقہ نہیں اور بدون شرائط بیعت کی درخواست کرنے کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کہے کہ نماز پڑھا دو اس سے کہا جائے کہ پہلے وضو کر لو وہ نماز کے لئے شرط ہے وہ کہے مہربانی کر کے وضو کو حذف کر دو اور نماز پڑھا دو سو وہ شرائط بیعت بھی مثل وضو کے ہیں جو قبل بیعت کے مکمل کرنے چاہئیں۔ دوسرے بیعت اسلام میں کوئی واجب بھی تو نہیں۔

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۸) پختہ قبر بنانے میں قباحت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ قبروں پر مٹی ڈالنے کی رسم گو جائز ہے مگر کچھ پسندیدہ بھی نہیں۔ ایک شخص نے لکھنؤ میں عجیب بات کہی کہ موت تو

منانے ہی کے واسطے بے خواہ مخواہ لوگ قبروں کو اجالتے ہیں۔ ایک شخص نے اس سے بھی عجیب بات کہی کہ یہ جو قبروں کو پختہ بناتے ہیں بعد تامل اس کا منشاء مردے سے محبت کا نہ ہونا ہے اس لئے کہ کچی قبر رہنے سے تو اس کی حفاظت کے خیال سے جانا بھی ہو جاتا ہے وہاں پہنچ کر توفیق فاتحہ کی بھی ہو جاتی ہے اور پختہ بنا کر تو بے فکر بن جاتا ہے۔ اور ایک بات بھائی اکبر علی صاحب مرحوم نے بڑی نفیس کہی کہ اگر سب مردوں کی قبریں پختہ بنائی جاتیں تو زندوں کے رہنے کو تو دنیا میں جگہ بھی نہ ملتی تو اس بناء پر تو یہ مسئلہ عقلی بھی ہے کہ قبریں کچی ہوں مگر اہل ہوی کو بیٹھے بیٹھے ایسی ہی باتیں سوجھتی ہیں جن سے ضروریات دین کو نظر انداز کر کے فضولیات میں مشغول ہو گئے۔

(ملفوظ ۹) رسالہ تحدید العرش‘ تحریر فرمانے کا سبب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک امرتسری غیر مقلد صاحب نے آیت استویٰ علی العرش کی تفسیر پر خواہ مخواہ کا اعتراض کر کے گڑبڑ مچائی اس وجہ سے مجھ کو رسالہ تحدید العرش لکھنا پڑا میں چاہتا نہیں تھا کہ اس پر رسالہ لکھوں اس لئے کہ یہ ذات و صفات میں کلام ہے اور میں اس کو بہت ہی خطرناک سمجھتا ہوں مگر اللہ سے دعا کی تو اس کا مضمون اور عنوان ایسا سمجھ میں آگیا کہ سلف میں سے کسی سے اس کا خلاف منقول نہیں گو بعینہ جزئیا بھی منقول نہ ہو۔ کیونکہ عموماً مفسرین نے قواعد شرعیہ و عربیہ کی رعایت کی ساتھ بہت سی تفسیریں کی ہیں کہ عموماً علماء اہل حق نے ان پر نکیر نہیں کیا تو ایسی تفسیر کی جواز پر گویا اس پر اجماع ہو گیا کہ کسی مقتضی شرعی کی وجہ سے اصل تفسیر کے مناسب اگر تفسیر کر دی جائے تو جائز ہے اس کا ماخذ خود حدیث شریف میں آیا ہے جیسا اس رسالہ میں منقول ہے اور اس کو فرق مبتدعہ کی تفسیر پر قیاس کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ خلف اہل سنت نے سلف کی تفسیر کی نفی نہیں کی اپنی تفسیر کو درجہ احتمال میں رکھتے ہیں اور بدعتی سلف کے اقوال کی نفی کرتے ہیں اور اپنی تفسیر جو کہ

معارض ہے سلف کی تفسیر سے حق اور سلف کی تفسیر کو باطل سمجھتے ہیں اس لئے وہ تفسیر بالرای کی فرد ہے اور علماء سلف تو بڑی چیز ہیں اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے قلب میں تو عام علماء کا حتی کہ غیر مقلدین علماء کا بھی جو واقع میں علماء کہلائے جانے کے قابل ہیں ادب ہے اور اس ادب ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میری مدد فرماتے ہیں بے ادب کو حقیقت تک کبھی راہ نہیں ملتا میں نے ان معترض کے ساتھ ضروری چیز میں تو موافقت کی جیسا میرا مذاق ہے کہ حق بات کو بچہ سے بھی قبول کر لیتا ہوں یعنی میں نے پہلے تفسیر کے متن میں متاخرین کی تفسیر کو لیا تھا اور حاشیہ میں سلف کی تفسیر کو مگر ان کے مشورہ سے میں نے اس کا عکس کر دیا۔ اب آگے انہوں نے زیادتی شروع کی کہ خلف کی تفسیر کا بالکل ابطال اور نفی کی جاوے سو چونکہ اس میں تضلیل اور تجہیل تھی ایک مقبول جماعت کی اس لئے میں نے اس میں ان کی موافقت نہیں کی اور اس کی مزید تحقیق میں رسالہ لکھنا پڑا مگر وہ راضی نہیں ہوئے۔

(ملفوظ ۱۰) تحریک خلافت میں عدم شرکت کا سبب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس زائد کام میں دوسرے کی مدد کی ضرورت ہو اس کو کرنے کو جی نہیں چاہتا اس لئے کہ ساتھ ہو جانے والوں سے یہ امید نہیں کہ آخر تک عہد پورا بھی کریں گے علاوہ شرعی اصول اور احکام کے معاوصہ کے کہ یہ تو اصل بناء تھی یہی میری عدم شرکت خلافت کی ایک وجہ یہ بھی تھی جس سے میں تحریک خلافت میں شرکت نہیں کر سکا مجھ کو لوگوں کی حالت کا اندازہ ہے تجربہ ہے میں تجربات اور مشاہدات کو کیسے مٹادوں میں رات دن دیکھتا ہوں کہ اگر چھوٹے سے چھوٹا کام کسی کے سپرد کر دیتا ہوں تو بیٹھا انتظار کرتا رہتا ہوں اور جس کے سپرد کیا گیا ہے اس کو پروا بھی نہیں ہوتی۔ اس قدر پستی دنات لوگوں میں آگئی ہے جس کے یہ آثار ہیں کہ ایک کام کی ضرورت تو اس وقت ہے مگر ان کو چار پانچ دن تو مشورہ ہی کے لئے چاہئیں پھر بعد مشورہ

طے ہو جانے کے کچھ دن ٹال مٹول کے لئے چاہئیں سو ایسے کام اس طرح تھوڑا ہی ہوتے ہیں پھر ایک یہ ہوتا ہے کہ اب تو جوش ہے ہلڑ شروع کر دیا مگر جب ہوش کا وقت آئے گا ایک بھی نظر نہ آئے گا جن لوگوں نے غدر کے واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں ان سے پوچھو پناہ مانگتے ہیں کہ خدا وہ دن نہ دکھلائے بہت سے علماء کو ان کے معتقدین نے آمادہ کیا مگر جب وقت آیا سب غائب بیچارہ مولوی صاحب ہی پر آفت آئی۔ ان بچوں کو ابھی خبر ہی کیا ہے سب سے پہلے دین کے قلب میں راسخ ہونے کی ضرورت ہے اس کے بعد آگے قدم رکھنا چاہئے سو ابھی یہاں رسوخ ہی کے نام صفر ہے اس لئے ان کی کوئی بات قابل اعتماد نہیں۔

(ملفوظ ۱۱) آخر دم تک فکر اصلاح کی ضرورت

ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ کیا بات یہاں ہی آکر تم لوگوں میں تمامتر بیوقوفی اور جہل تازہ ہو جاتا ہے کیا ساری دنیا ایسے ہی بدفہموں سے آباد ہے میرے ہی پاس چھنٹ چھنٹ کر آتے ہو یا تعلیم حماقت کا کوئی سر ہے جس میں تم لوگ تعلیم پا کر آتے ہو میں سچ عرض کرتا ہوں کہ مجھ کو خود رنج ہوتا ہے کہ ایک شخص دور دراز سے سفر کر کے خرچ کر کے آیا اور میری طرف سے اس کے ساتھ ایسا برتاؤ ہو دل دکھتا ہے مگر کلفت کہاں تک برداشت کروں۔ ہاں اگر آپ بھی فرمائیں کہ کلفتیں اٹھایا کر اذیتیں سہا کر تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں مگر آپ کا جو مقصود ہے آنے سے وہ اس صورت میں حاصل نہ ہو گا یعنی نفع کیونکہ وہ موقوف ہے بشاشت پر اور جب اذیتوں کو برداشت کیا تو بشاشت کہاں بلکہ انقباض ہو گا اور انقباض میں تعلق رکھنا بھی طبعاً دشوار ہے دیکھئے آخر حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا واقعہ کیا ہوا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حاضری کی اجازت دینے پر قادر نہ تھے ضرور قادر تھے مگر پھر بھی حضور کا یہ فرمانا کہ ساری عمر مجھ کو صورت نہ دکھلاؤ انہیں کی مصلحت سے

تھا کہ ان کو دیکھ کر حضور کو کلفت ہوتی اور اس میں حضرت وحشی کا نقصان تھا۔ میں نے یہی واقعہ ایک اور صاحب کو لکھ کر ان سے تعلق خاص رکھنے سے معذوری ظاہر کی انہوں نے بھی بہت ستایا تھا وہ صاحب جواب میں لکھتے ہیں کہ حضرت وحشی نے تو قتل کیا تھا میں نے قتل تھوڑا ہی کیا ہے مطلب یہ کہ یہ قیاس مع الفارق ہے اور استدلال غلط ہے میں نے جواب میں لکھا کہ بیشک حضرت وحشیؓ کا جرم تمہارے جرم سے زیادہ عظیم تھا مگر انہوں نے کفارہ بھی تو ایسا ہی زبردست کیا تھا کہ اسلام لے آئے تھے اور تم نے اس درجہ کا کفارہ کونسا کیا بس لاجواب ہوئے جب تک ذہن میں تاویل رہی بانکتے رہے آج کل بولنا بھی کمال میں داخل ہو گیا مگر اس طریق میں چوں وچرا اور قیل وقال سے کام نہیں چل سکتا بڑی ضرورت اس کی ہے کہ جس سے تعلق محبت کا کیا جاوے اس کو کلفت نہ پہنچائی جاوے نہ معاملہ سے نہ زبان سے اور یہ فکر اور غور سے ہو سکتا ہے مگر مشکل تو یہ ہے کہ لوگوں نے فکر و غور کرنا قطعاً ہی چھوڑ دیا میں تحدث بالنعمۃ کے طور پر کہتا ہوں کہ الحمد للہ میں جس طرح دوسروں کے لئے اصلاح کے طریق سوچتا رہتا ہوں اسی طرح اپنی اصلاح کے بھی طریق سوچتا رہتا ہوں اور سب مسلمانوں کو تو مرتے دم تک اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہنا ضروری ہے اور اسی میں خیر ہے اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

اندریں رہ می تراش و می خراش
تادم آخر دمے فارغ مباش

دیکھئے اگر کوئی شخص بیمار ہو اور لوگ اس کو بے فکر دیکھیں تو ہر چہار طرف سے اس پر لتاڑ پڑتی ہے جس سے وہ اپنے فکر میں لگ جاتا ہے اور لتاڑ کرنے والوں کو وہ مریض بھی اپنا ہمدرد اور خیر خواہ سمجھتا ہے مگر اصلاح دین کے لئے نہ کوئی لتاڑ کرتا ہے اور نہ لتاڑ کرنے والوں کو کوئی خیر خواہ اور ہمدرد سمجھتا ہے بہر حال۔ اس بیمار کی صحت کی امید ہے اور جو شخص بیمار تو ہے مگر وہ خود بھی اور دوسرے لوگ بھی اس کو تندرست سمجھے ہوئے ہیں ایسے شخص کی صحت

کی امید بھی نہیں ہو سکتی سوائے ہلاکت کے پھر اس کے ساتھ اس راہ میں اس کی بھی سخت ضرورت ہے کہ کوئی اس کے سر پر ہو اور وہ جو تعلیم کرے یہ اس کا اتباع اور اس پر عمل کرے ورنہ بدون طبیب کا نسخہ پئے ہوئے نفع کی امید ایسی ہی ہے جیسے بدون نکاح کئے ہوئے اولاد کی امید پھر جس شخص کا اتباع کلید طریق ہے وہ بھی اس کا اہل ہونا چاہئے ورنہ ہر شخص کے ہاتھ میں ہاتھ دیدینا بھی سخت مضر ہے۔ ہزاروں راہ زن اس راہ میں لٹیرے ڈاکو بنے پھرتے ہیں لباس ان کا درویشانہ ہے وضع ان کی صوفیانہ ہے صورت ان کی عالمانہ ہے مگر اقوال اور افعال ان کے جاہلانے یوں ہی کچھ اڑنگ بڑنگ ہانک دیا کہ یہ رموز ہیں اسرار ہیں حقائق اور معارف ہیں مگر بالکل بے خبر اور جاہل جنہوں نے طریق کو ایسا بدنام کیا کہ لوگوں کو خود طریق ہی سے وحشت ہو گئی انہوں نے تصوف کو ایک بھیانک صورت بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا مگر بحمد اللہ اب وہ بے غبار مثل آفتاب کے روشن نظر آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ صدیوں تک اس کو کسی کی خدمت کی ضرورت نہیں رہی اور اگر فرضاً ہوئی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنے کسی خاص بندے کو پیدا فرما دیں گے۔

(ملفوظ ۱۲) فہم و یقین کی باتیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو تو اس پر تحدثا بالنعمۃ فخر ہے کہ میں نے آج تک کسی پر تنگی نہیں ڈالی اللہ کا شکر ہے میں تو خاص اپنے گھروں میں بھی کوئی ایسی فرمائش نہیں کرتا کہ جس سے گھر والوں پر گرانی یا تنگی ہو بعض مرتبہ گھر والے کہتے ہیں کہ کبھی تو کوئی کھانے پکانے کے متعلق فرمائش کر دیا کرو۔ میں کہتا ہوں کہ اچھا تم چند چیزوں کا نام لو میں فرمائش کر دوں گا وہ نام لیتے ہیں میں ان میں سے ایک کی تعیین کر دیتا ہوں تو وہ میری فرمائش اور تجویز تھوڑا ہی ہوئی میں تو محض انتخاب کنندہ بن جاتا ہوں باقی صورۃً فرمائش ہونے میں یہ مصلحت ہے کہ اس سے اجنبیت کا شبہ جاتا رہا اور حقیقۃً فرمائش نہ کرنے سے

گرانی کا شبہ جاتا رہا یہ باتیں ہیں جس کی بناء پر مجھ کو وہمی اور شکی کہا جاتا ہے اگر ایسے احتمالات کا استحضار جس میں دوسروں کی راحت کی رعایت ہو وہم اور شک ہے تو ایسا وہم اور شک یقیناً محمود ہے حضرت ان معاملات میں بلکہ ہر معاملہ میں ضرورت ہے تدبر و تفکر کی اور بدون فکر اور غور کے تو اکثر جائز ناجائز کا بھی پتہ نہیں چلتا مجھ کو بحمد اللہ ان اشخاص کی حالت معلوم ہے جو مجھ سے تعلق رکھنے والے ہیں ان میں غور و فکر کر کے ان کے مصالح کی رعایت کرتا ہوں جس کو میں ہی جانتا ہوں دوسروں کو کیا خبر دوسرے تو اعتراض کرنا فتوے لگانا ہی جانتے ہیں مثال کے طور پر گھروں ہی میں دیکھ لو روزانہ نئے قصے پیش آتے ہیں مثلاً کوئی مہمان ایسے وقت آگیا جبکہ گھر کھانا پک چکا ہو اور سب کھا چکے ہوں اب گھر والوں کو میں اس وقت تکلیف نہیں دیتا تو اس کا اثر یہ ہے کہ وہ ان مہمانوں کا بھی نہایت بشاشت اور خوشدلی سے کھانا پکاتی ہیں جو جبر کی حالت میں ممکن نہ تھا اس کے علاوہ جبر ان امور میں جائز بھی تو نہیں تو اب ایسے امور کی رعایت کرنا یہ وہم اور شک کی باتیں ہیں یا فہم اور یقین کی۔

(ملفوظ ۱۴۳) سفارش کے احکام

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی کی سفارش کرنا تو صرف مستحب ہے اور اگر جس سے سفارش کی جاوے اس کو سفارش سے تکلیف ہو تو اس سے بچنا واجب ہے اور عقلی شرعی مسئلہ ہے کہ جلب منفعت سے دفع مضرت زیادہ اہم ہے مثلاً کسی کو ایک روپیہ دیدینا تو واجب نہیں مگر لاٹھی نہ مارنا واجب ہے اس لئے ایسی سفارش کہ مخاطب کو گرانی ہونا جائز ہے یہ اخلاق کا باب نہایت دقیق ہے اکثر لوگ اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں بتلانے والے بھی نہ رہے تھے سب ایک ہی ڈھیرے پر پڑے ہوئے چل رہے تھے اب بحمد اللہ ذرا آنکھیں کھلی ہیں گو اب بھی بہت لوگ آنکھ کھول کر پھر بند کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں مگر انشاء اللہ اب کھل ہی کر رہیں گی یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ

مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْکَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ یہ نور تمام ہی ہو کر رہے گا۔

(ملفوظ ۱۴) اصلاح کا باب بہت نازک ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصلاح کا باب نہایت ہی نازک ہے ہر شخص اصلاح نہیں کر سکتا جیسے ہر شخص طبیب نہیں بن سکتا اور علاج نہیں کر سکتا۔ صالح بننا سہل ہے مصلح بننا مشکل ہے جیسے تندرست ہونا آسان ہے معالج بننا مشکل ہے۔

(ملفوظ ۱۵) محبت عقلی کی ضرورت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ محض محبت طبعی سے کام نہیں چلتا محبت عقلی کی ضرورت ہے۔ ابو طالب کو حضور کی ساتھ طبعی محبت تھی مگر عقلی نہ تھی وہ کچھ بھی کام نہ آئی اگر ان کو عقلی محبت ہوتی تو سب سے پہلے وہ ایمان لاتے۔

(ملفوظ ۱۶) طلب صادق کے بغیر اصلاح ممکن نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصلاح بدون طلب صادق اور بدون اپنے ارادہ کے نہیں ہو سکتی اس طریق میں اپنے کو بالکل مٹا کر قدم رکھنا پڑتا ہے یہ کوئی آسان کام نہیں اور پھر ساری عمر کی ادھیڑ بن ہے یہ بھی نہیں کہ اس کے لئے کوئی مدت یا وقت مقرر ہے بلکہ اگر عمر نوح بھی کسی کو عطاء ہو تب بھی اس ادھیڑ بن سے فراغ نصیب نہیں ہو سکتا اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

اندریں رہ می تراش و می خراش
تادم آخر دمے فارغ مباش

(۱۷) اصلاح کے لئے طلب اور ہمت کی ضرورت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آدمی صاحب

نسبت تو ہو سکتا ہے مگر اصلاح اور چیز ہے۔ اس اصلاح کا کام وہ کر سکتا ہے جو سارے عالم کی نظروں میں خار بنے اپنے اخلاق خراب کرے دوسروں کے سنوارے۔ اس سنوارنے ہی کی بدولت اس کو ایسی نوبت آتی ہے کہ لوگ اس کو بدخلق سمجھتے ہیں اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ میری بدخلقی کا منشا خوش خلقی ہے۔

مولوی ظفر احمد نے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ حضرت دعاء فرما دیجئے کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں فرمایا کہ صاحب نسبت تو تم ہو مگر اصلاح کی ضرورت ہے اور اگر اصلاح کراؤ تو اپنے ماموں سے کرانا۔ مولوی ظفر احمد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہیں۔ مولانا کی ہجرت کے بعد اس طرف رجوع کیا تھا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس مرید کا پیر ٹرانہ ہو اس مرید کی اصلاح نہیں ہو سکتی حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ جو مجسم اخلاق تھے آخر میں یہ فرمانے لگے تھے کہ ان متکبروں کو تھانہ بھون بھیجنا چاہئے وہاں ان کے اخلاق اور دماغ درست ہو سکتے ہیں۔ تو غرض مردوں اور زندوں سب کی یہی رائے ہے کہ اصلاح بدون اس خاص طریق اور طرز کے نہیں ہو سکتی جس کو میں نے اختیار کر رکھا ہے بدون رگڑے کہیں برتن قلعی کی قابل ہو سکتا ہے مربی بننا آسان نہیں پہلے مربا بنے تب کہیں مربی ہو مربا جانتے ہی ہو کس طرح بنتا ہے اول سیب کو بازار سے خرید کر لاتے ہیں پھر اس کا چاقو سے چھلکا الگ کرتے ہیں پھر اس کو چاقو کی نوک سے کوچتے ہیں اس لئے تاکہ مٹھائی اندر تک اثر کر سکے پھر اس کو پانی میں جوش دیتے ہیں پھر قوام کر کے اس میں ڈالتے ہیں پھر ایک بوتل میں بند کر کے یا مرتبان میں ایک وقت مقرر تک رکھتے ہیں جب کہیں مربا بنتا ہے اور اس مرض کے لئے نافع ہوتا ہے جس کے لئے طبیب نے تجویز کیا تھا۔ اب چاہتے یہ ہیں کہ کچھ کرنا دھرنا نہ پڑے اور سب کچھ ہو جائے یاد رکھو کہ بدون ارادہ اور طلب اور ہمت کے تو اگر کوئی لقمہ بنا

کر بھی منہ میں دیدے تو وہ بھی حلق سے نیچے نہیں اتر سکتا اس میں بھی ضرورت ہے ہمت اور طلب کی۔

(ملفوظ ۱۸) روح طریق

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ روح طریق کی یہ ہے کہ آدمی میں عبدیت پیدا ہو اس سے روحانیت کو قوت ہوتی ہے وہ اپنے مرکز کا ادراک کرتی ہے اس سے نفس کو اضمحلال ہوتا ہے اس سے شان فنا کو غلبہ ہوجاتا ہے یہ سب خاصیتیں ہیں عبدیت کی اور یہ عبدیت افعال سے پیدا ہوتی ہے نہ کہ انفعالات سے گو بوالہوس آج کل بکثرت انفعالات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

۲۱ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۱۹) ادب کی حقیقت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ادب تو اس زمانہ میں آیا گیا ہو گیا تعظیم و تکریم کو ادب سمجھتے ہیں حالانکہ ادب کی حقیقت کا حاصل راحت رسانی ہے کیونکہ اصل حقیقت حفظ حدود ہے اور حفظ حدود کے لوازم میں سے راحت مگر اب تو ادب کی تفسیر صرف یہ رہ گئی ہے کہ جھک کر سلام کرنا مخدوم کی طرف پشت نہ کرنا پچھلے پیروں ہٹنا نگاہ کو نیچے سے اوپر نہ کرنا۔ بولنے کی ضرورت ہو تو اس قدر آہستہ بولے کہ اپنا کہا ہوا آپ بھی بمشکل سن سکے اور اسی قسم کی لغویات ہیں حالانکہ اصل ادب اور حقیقت ادب وہی ہے جو ابھی مذکور ہوا یعنی حفظ حدود ادائے حقوق جس کو باعتبار حاصل کے راحت رسانی سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں اور اس معنے کے اعتبار سے یہ ادب صرف چھوٹوں ہی کے ذمہ نہیں کہ وہ بڑوں کے حقوق کو ادا کیا کریں بلکہ بڑوں کے ذمہ بھی ہے کہ چھوٹوں کے حقوق ادا کریں۔ غرض تعظیم و تکریم اور چیز ہے ادب اور چیز ہے اور تعظیم و تکریم بھی اگر محل اور حد پر ہو تو اچھی اور ضروری چیز ہے۔ ادب کے اس نوع پر ایک حکایت یاد آگئی

ایک سب جج صاحب کسی مقام پر تعینات تھے مگر ایک مدت سے گھر پر خرچ نہ بھیجتے تھے وجہ اس کی یہ تھی کہ وہاں کسی عورت سے تعلق پیدا ہو گیا تھا اس میں غلطیاں پیچان ہو گئے تھے ان کے باپ زندہ تھے وہ غصہ میں اس مقام پر پہنچے جہاں یہ تعینات تھے اول مکان پر پہنچے محلہ والوں سے تحقیق ہوئی کہ واقعہ سچا ہے اس وقت سب جج اجلاس پر تھے باپ نے صبر بھی نہ کیا کہ اجلاس سے تو آنے دیتے وہیں اجلاس پر پہنچے ہاتھ پکڑ کر کرسی پر سے زمین پر ڈال کر جوتا بجانا شروع کیا لوگ دوڑے تو سب جج کہتے ہیں کہ خبردار کوئی کچھ نہ بولے یہ میرے قبلہ و کعبہ ہیں میرے والد ہیں ان کو ہر قسم کا حق ہے۔ جب فراغت ہوئی تو عورت سے قطع تعلق کیا۔ والد صاحب سے معافی چاہی اور خرچ بھیجنا شروع کر دیا۔ اس موقع کا ادب بھی تھا۔ ایک واقعہ سنا ہے کہ کسی بندرگاہ پر سمندر کے کنارے ویسرائے کی کسی تقریب کا جلسہ تھا ایک جہاز آکر کھڑا ہوا اور مسافر اتر کر چلنے شروع ہوئے راستہ مسافروں کے گذرنے کا جلسہ گاہ کے سامنے ہی سے تھا۔ دفعتہً ویسرائے کے میر منشی مسافروں کی طرف دوڑے ایک لنگوٹی بند مسافر کے قدموں پر جا گرے اور نہایت تعظیم سے اپنے ساتھ لائے۔ سب لوگوں کو حیرت ہو گئی کہ یہ کون شخص ہے جس کے اثر سے میر منشی نے اتنے بڑے جلسہ کو چھوڑ کر ویسرائے کی موجودگی میں یہ معاملہ کیا۔ ویسرائے نے ان میر منشی صاحب سے دریافت کیا یہ کون ہیں۔ عرض کیا کہ حضور یہ میرے باپ ہیں معلوم ہوا کہ کہیں راستہ میں کسی جزیرہ میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا تھا ویسرائے کے دل میں اس واقعہ سے میر منشی کی بڑی وقعت ہوئی اور گورنمنٹ سے ترقی کی سفارش کی اور جلسہ گاہ سے اپنی گاڑی میں باپ بیٹے کو بٹھلا کر اپنی کوٹھی یا بنگلہ تک پہنچایا۔

(ملفوظ ۲۰) تنہا سفر نہ کرنے میں حکمت۔

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر کوئی باہر بلاتا ہے تو میں بدون واقفی

کے سفیر کے تنہا سفر نہیں کرتا کیونکہ اس حالت میں کوئی مجھ سے پوچھے کہ کہاں جاتے ہو تو مجھ کو اس جواب سے بڑی غیرت آتی تھی کہ فلاں جگہ جارہا ہوں۔ اس جواب سے یہی سمجھیں گے کہ یہ ملا لوگ بھیک مانگتے مارے مارے پھرتے ہیں اور داعی کے ساتھ ہونے میں یہ مصلحت ہے کہ جو کوئی سوال کرتا ہے میں کہہ دیتا ہوں کہ اس سے پوچھ لو۔ وہ کہتا ہے کہ فلاں جگہ بلایا گیا ہے۔ میں جب ڈھاکہ گیا نواب سلیم اللہ خان صاحب نے مدعو کیا تھا ان کے چچا پہلے سے انتظام کے لئے کلکتہ آگئے تھے نواب صاحب نے ان کو تار دیا کہ ہم یہاں پر فلاں شخص (یعنی احقر) کے استقبال کا اس پیمانہ پر انتظام کرنا چاہتے ہیں جیسا دیسرائے وغیرہ کا ہوتا ہے میں نے جواب لکھ دیا کہ یہ خلاف شریعت ہے۔ اس میں جھنڈے اور گولے اور خدا معلوم کیا کیا خرافات ہوتے۔ ہزاروں سینکڑوں روپیہ کا خون ہو جاتا غرض اس میں اسراف اور تفاخر دونوں ہوتے پھر تار آیا کہ صرف مسلمانوں کا مجمع ہو اور کثرت سے ہو اور اس قسم کی کوئی بات نہ ہو اس کی بھی اجازت ہے یا نہیں میں نے لکھوا دیا کہ خلاف طبیعت ہے۔ پھر کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی نواب صاحب نہایت ہی سلیم الطبع تھے۔ میں جس وقت تک ڈھاکہ رہا نواب صاحب نہایت معمولی کپڑوں میں رہے کسی معتمد کے دریافت کرنے پر نواب صاحب نے کہا کہ مہمان کے کپڑوں سے اچھا کپڑا پہننا خلاف ادب ہے۔ اس معتمد نے یہ بھی دریافت کیا کہ کھانا آپ ساتھ کیوں نہیں کھاتے کہا کہ میری مجال ہے کہ ایک دستر خوان پر برابر بیٹھ کر کھانا کھاؤں پھر میری واپسی میں بھی کوئی خاص انتظام نہ تھا اسٹیشن پر میرے پہنچنے کے بعد آئے ایک دو خاص خادم ہمراہ تھے اور ملاقات کر کے واپس ہو گئے نہایت ہی سمجھدار اور فہیم شخص تھے۔

(ملفوظ ۴۱) فہم سلیم کی خاصیت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر فہم سلیم ہو تو باریک سے باریک بات

بھی نہایت اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے اور کوڑ مغزبد فہم کی سمجھ میں موٹی سے موٹی بھی نہیں آتی بعضے لوگ یہاں کوئی حالت لیکر آتے ہیں اور سیدھی بات ہے کہ گھر سے کوئی خیال ضرور دل میں لیکر چلے تھے وہ آکر کہہ دینا چاہئے چلو چھٹی ہوئی مگر اب یہ ہوتا ہے کہ یہاں آکر اس میں تکلف کے حاشیے لگاتے ہیں۔ سیدھی اور صاف بات کو الجھاتے ہیں میں اس کی تہ تک پہنچنا چاہتا ہوں یہ کنارے کنارے لئے پھرتے ہیں بس اسی میں لڑائی ہوتی ہے جھگڑا پڑتا ہے الٹ پلٹ ہوتے ہیں پھر وہ قصہ ہو جاتا ہے کہ جیسے جال میں کوئی شکار پھنس جائے تو جتنا تڑپتا ہے اسی قدر زیادہ الجھتا اور پھنستا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ جس قدر ہوشیار بنتے ہیں اور چالاکی اختیار کرتے ہیں اسی قدر حماقت کا اظہار ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۲۲) شیخ کامل کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس راہ میں بدون راہبر اور شیخ کامل کے سر پر ہوئے قدم رکھنا خطرہ سے خالی نہیں اس راہ میں بعض حالات اور واقعات ایسے پیش آتے ہیں کہ اگر تحقیق سے کام نہ لیا جائے تو سارا معاملہ ہی درہم برہم ہو جائے اس لئے ضرورت ہے کہ سر پر کوئی ہو اور وہ اس ضیق سے نکالے اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

یار باید راہ را تنہا مرو
بے قلاؤز اندریں صحرا مرو

(ملفوظ ۲۳) رہبر کامل کے اتباع کی ضرورت

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یوں تو آپ مجھ سے بھی بہتر سمجھنے والے ہیں مگر اس طریق میں بدون کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دئے اور اپنے حالات پیش کئے ہوئے اور اس کا اتباع کئے ہوئے منزل مقصود تک پہنچنا مشکل ہی ہے اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

قال را بگذار مرد حال شو
پیش مردے کاملے پامال شو

(ملفوظ ۲۴) یورپین اقوام سے تعلق رکھنا مضر ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یورپین اقوام دنیا کے کاموں میں بڑے ہوشیار ہوتے ہیں۔ مادیات سے ان لوگوں کو بہت زیادہ مناسبت ہے مگر روحانیات اور عقلیات سے کوئی تعلق نہیں البتہ اکلیات سے تعلق ہے ہر وقت اکل کی فکر ہے حتے کہ ان کے اخلاق کی غایت بھی وہی اغراض معاشیہ ہیں اسی لئے ایسی چالاکی سے بات کرتے ہیں کہ آدمی فوراً مسخر ہو جاتا ہے جس کا اثر بعض اوقات نادان کے دین پر بھی پڑ جاتا ہے اسی لئے میں تو فتوی دیتا ہوں اور یہ محض تجربہ کی بناء پر ہے کہ ان سے بلا ضرورت ملنا بھی نہ چاہئے۔

(ملفوظ ۲۵) اصلاح کا طریق ہی جدا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصلاح کا طریق ہی جدا ہے اس کے لئے بعض اوقات سیاست کی صورت اختیار کرنا پڑتی ہے ورنہ خدانخواستہ مجھ کو کسی سے بغض نہیں عداوت نہیں بلکہ بے حد رعایت اور سہولت کرتا ہوں حتے کہ اگر مجھ کو خط و کتابت سے وجداناً یہ معلوم ہو جائے کہ سالک میں طریق کا سلیقہ پیدا ہو گیا تو میں اجازت تک دیدیتا ہوں کسی سے کوئی ضد تھوڑا ہی ہے مگر کام تو طریقہ ہی سے ہوتا ہے اور وہ طریقہ بھی صرف معاملہ تک ہے باقی عقیدہ میرا آنے والوں کے ساتھ وہ ہے جو حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں آنے والے حضرات کی قدموں کی زیارت کو ذریعہ نجات سمجھتا ہوں کیونکہ میرا اچھا ہونا تو کسی دلیل سے بھی ثابت نہیں اور میرے پاس آنے والے مجھ کو اچھا سمجھ کر اللہ کا نام لینے کے لئے آتے ہیں اس لئے یہ یقیناً اچھے ہیں سو غور کیجئے کہ جس شخص کا آنے والوں کی ساتھ یہ عقیدہ ہو گیا وہ ان کو نظر

تحقیر سے دیکھ سکتا ہے مگر اصلاح میں کیسے رعایت کر سکتا ہوں اس میں رعایت کا انتظار اور خواہش ایسی ہے کہ جیسے مریض طبیب سے رعایت چاہے کہ مجھ کو فلاں دوا نہ دینا بڑی مہربانی ہوگی حالانکہ مرض کے لئے وہی مفید ہے گو وہ تلخ ہے مگر ہے مفید مگر اکثر لوگ اب تو یہ چاہتے ہیں کہ ہر کام جی چاہا ہو ایک خاص حساب لگا کر گھر سے چلتے ہیں کہ جاؤں گا خاطر تواضع ہوگی ظہر کی مجلس میں بیعت ہو جاؤں گا اور عصر کے وقت ولایت اور قطبیت کا سارٹیفکٹ مل جائے گا پھر واپس آکر ہم خود مستقل شیخ اور سب کچھ بن کر بیٹھ جائیں گے مگر یہ سب محض تخمینات ہیں جس میں شیخ چلی کے کارخانہ سے زیادہ واقعیت نہیں۔

(ملفوظ ۲۶) سلامتی کا دارومدار مصروفیت میں ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سلامتی اس میں ہے کہ شغل سے خالی نہ رہے خواہ دنیا ہی کے کسی جائز میں مشغولی ہو ہر حال میں شغل بے شغلی سے اچھا ہے تجربہ ہے کہ جب انسان بالکل خالی ہوتا ہے اس پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے پھر اشغال میں سب سے بہتر تو عارف کی صحبت ہے ورنہ پھر تو نوم و غفلت محضہ ہو جس میں قویٰ مدرکہ محض معطل رہیں غرض بیکاری سے یہ سب چیزیں بہتر اور افضل ہیں۔

(ملفوظ ۲۷) ناقص کے لئے سکوت افضل ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کامل کے لئے تو تکلم افضل ہے اور ناقص کے لئے سکوت افضل ہے۔

(ملفوظ ۲۸) فضول کلام کی ممانعت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرت نہ تو بہت زیادہ بولتے تھے اور نہ بہت کم بولتے تھے تکلم میں اعتدال تھا اور نہایت مختصر اور جامع تقریر ہوتی تھی اور اگر کسی نے تقریر کے بعد کہا کہ ذرا پھر فرما دیجئے تو ارشاد فرماتے

کہ ابھی یہاں کوئی مدرسہ تھوڑا ہی ہے یہ کرنے کے کام ہیں جب کچھ کرو گے سمجھ میں آجاوے گا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا سکوت بھی طویل ہوتا تھا اور تقریر بھی بہت مبسوط ہوتی تھی۔ اکثر پوچھنے پر تقریر فرماتے تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ایسی ہوتی تھی کہ ایک سے دوسری پیدا ہو جاتی تھی اور دوسری سے تیسری تیسری سے چوتھی مجموعہ بڑا ذخیرہ ہو جاتا تھا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ایک مولوی معتقد صاحب نے شبہ کیا کہ آپ طویل کلام کرتے ہیں اور بزرگوں نے تقلیل کلام کی ترغیب دی ہے۔ فرمایا کہ بزرگوں نے اصل میں فضول کلام سے ممانعت فرمائی ہے اور مقصود مبتدی کو منع کرنا ہے اور اصلی منشاء اس کا غیر مشروع کلام کی عادت کا ترک کرانا ہے اور اس میں بدون زیادہ تقلیل کے کامیابی نہیں ہوتی ورنہ مطلق قلت کلام مقصود نہیں اس عارض کے لئے اس کی تاکید کی گئی ہے اور اس کی ایک مثال فرمائی کہ دیکھو مڑے ہوئے کاغذ کو سیدھا کرنے کے لئے اس کے مخالف جانب پر کاغذ کو موڑتے ہیں تب وہ سیدھا ہوتا ہے اسی طرح ہر ذمیمہ کے ترک کرانے میں اس کی ضد کے اختیار کرنے میں مبالغہ اور اہتمام کی تعلیم کی جاتی ہے پھر اس سلسلہ میں مولانا کے کچھ معمولات کا بیان ہونے لگا کہ ایسی بے تکلف اور سادہ طبیعت تھی کہ اکثر ایسی باتیں فرما دیا کرتے تھے کہ رات کو مجھ کو یہ مکشوف ہوا۔ اور ایک بار یہ فرمایا کہ میری زبان پر کوئی لفظ غلط نہیں اگر کسی کتاب کے خلاف ہونے کی کسی کو شبہ ہو تو اس کو تتبع کیا جائے کسی دوسری کتاب میں میری تائید نکلے گی اور وہی راجح ہو گا۔ حضرت مولانا میں اتنی سادگی تھی کہ جس طرح اپنے کمالات بے ساختہ بیان فرما دیتے اسی طرح اپنے نقائص بھی صاف صاف فرما دیا کرتے تھے اور اپنے معتقدین اور شاگردوں کے سامنے ایک بار فرمایا کہ میرا سلوک ادھورا رہ گیا اگر حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ چاہیں تو میری تکمیل ہو سکتی ہے مگر یہ کبھی توجہ ہی نہیں کرتے اور میں اپنے حضرت حاجی صاحب سے تکمیل کرا سکتا ہوں مجھ کو کسی کی

کیا پروا لیکن اگر میں جانے کو کہتا ہوں تو یہ یعنی مولانا گنگوہی فرماتے ہیں کہ مدرسہ چھوڑ کر جانا جائز نہیں بس جی معلوم ہوتا ہے یوں ہی ادھورا مر جاؤں گا مگر اس کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضری ہو گئی اور پیاس بجھ گئی ایک بار جوش میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی نسبت فرمایا کہ یہ بہت تحمل کرتے ہیں اگر میں ایسا ہوتا جیسے یہ ہیں تو جنگل کے بالدیوں کو جو مویشی چراتے پھرتے ہیں ایسا بنا دیتا جیسے یہ ہیں۔

(ملفوظ ۲۹) بے فکری کے ترک کی ضرورت

ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ رعایت اس کی ہوتی ہے جو ہماری بھی تو رعایت کرے مگر اس کی فکر ہی نہیں اور یہ بے فکری ایسی چیز ہے کہ دوسرے کو جس قدر اذیت اور تکلیف پہنچتی ہے وہ اسی بے فکری کی بدولت پہنچتی ہے اگر فکر ہو اہتمام ہو خیال ہو تو کبھی دوسرے کو اذیت نہ پہنچے لیکن لوگوں کی بے فکری اور بے پروائی کی اصلاح کہاں تک کی جاوے عادتیں پڑی ہوئی ہیں چھوٹنا مشکل ہے اس بے حسی کا کیا علاج کہ نہ اپنی تکلیف کا احساس نہ دوسرے کی تکلیف کا احساس۔

(ملفوظ ۳۰) خانقاہ میں ذکر جہر کے ساتھ دوسروں کی راحت کا خیال

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فقہاء نے ذکر جہر میں قید لگائی ہے کہ نائم اور مصلی کو تکلیف نہ ہو ایسی آواز سے ذکر ہو اسی اصل پر یہاں ۱۲ بجے دن کے بعد اذان ظہر تک ذکر جہر کی اجازت نہیں۔ اسی طرح شب کو عشاء کے بعد سے تہجد کے وقت تک اس کے بعد پھر اجازت ہے اور یہ قانون اس لئے ہے کہ کسی کی نیند میں خلل نہ پڑے پھر اجازت کے وقت بھی جہر مفرط کی اجازت نہیں تاکہ کسی کی نماز میں خلل نہ پڑے اور نیند کے وقت گنگناہٹ

سے بھی اجازت نہیں ذہن ذہن میں پڑھے جو ذہن سے باہر نہ ہو۔

(ملفوظ ۳۱) ایک طاغوت کا ذکر

ایک سلسلہ گفتگو میں ایک طاغوت کی نسبت فرمایا کہ بڑا ہی چالاک ہے اس نے اپنا تو الو سیدھا کر لیا دوسرے تو سوراج سوراج کی مالا ہی رٹتے رہے وہ سوراج حاصل کر کے الگ بھی ہو گیا اس کے کئی کارخانے دیسی کپڑے کے کھل گئے انگریزی مال کا بائیکاٹ کرانے کا یہی سبب تھا ورنہ اس کو نہ انگریزوں سے نفرت نہ ان سے کوئی جنگ اپنا اور اپنی قوم کا خیر خواہ ہے اور اپنا مفاد اپنی قوم سے بھی مقدم رکھتا ہے۔

(ملفوظ ۳۲) توکل کی حقیقت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ توکل کی حقیقت ہے حق تعالیٰ پر نظر رکھنا خواہ بدون اسباب کے خواہ اسباب ظاہرہ کے ہوتے ہوئے کیونکہ بدون اسباب کے بھی مطلوب کے ترتب پر وہ قادر ہیں دیکھئے مکڑی جالا بنا کر بیٹھ جاتی ہے تو جانور وہیں آکر پھنستے ہیں وہ جالا کہیں اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتا یا شکاری جنگل میں جال لگاتا ہے تو شکار خود آکر پھنستا ہے وہ جال اڑ کر نہیں پھنساتا پھرتا بس مسبب الاسباب پر نظر رکھنا یہی حقیقت ہے توکل کی اس کے بعد خود ترک اسباب کی اجازت یا عدم اجازت یہ ایک مستقل مسئلہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قوی القلب کو اسباب ظنیہ کے ترک کی اجازت ہے لیکن اسباب یقینیہ کا ترک مطلقاً اور ضعیف القلب کو اسباب ظنیہ کا بھی ترک ناجائز ہے۔

(ملفوظ ۳۳) نفس پروری کی دلیل

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب تک انسان اپنی زیب و زینت اور تنعم میں رہتا ہے اس میں کمال نہیں پیدا ہوتا یہ تن آرائی اور تن پروری دلیل ہے نفس پروری کی جس کے انجام کی نسبت فرماتے ہیں =

عاقبت سازد ترا از دین بری
این تن آرائی وایں تن پروری

(ملفوظ ۳۴) حکایت منشی امداد علی صاحب مرحوم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آدمی کو اول اپنی فکر چاہئے دوسروں کی فکر میں پڑنا اور اپنی خبر نہ لینا بڑے خطرہ کی بات ہے خوب کہا گیا ہے تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔ میرے ماموں منشی امداد علی صاحب تھے تو آزاد اور مسلک بھی ہم لوگوں سے کسی قدر مغائر تھا۔ صاحب سماع بھی تھے اور تصوف میں قدرے غلو بھی تھا مگر بہت باتیں بڑی کام کی ہوتی تھیں۔ ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا تھا کہ بھائی کہیں دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت میں اپنی گٹھڑی مت اٹھوا دینا کیسے کام کی بات فرمائی مگر مشرب کے اختلاف سے ان کی صحبت سے مجھ میں ایک خاص سوزش اور شورش پیدا ہو گئی تھی جس کا میں تحمل نہیں کر سکا غیبی امداد نے ایک خاص صورت سے دستگیری فرمائی کہ میں نے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا فرمایا کہ ان کی صحبت میں مت جایا کرو خارش پیدا ہو جائے گی اہل تعبیر کے نزدیک خارش کی تعبیر بدعت ہے پھر میں نے ادب کے ساتھ حاضری ترک کر دی۔

۲۲ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۳۵) حلال شی بشرط خلوص قبول ہوتی ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حرام چیز اس دربار میں قبول نہیں ہوتی اور حلال چیز بشرط خلوص قبول ہوتی ہے۔ یہی قربانی کا معاملہ ہے اگر حلال سے کرے گا قبول ہو گی حرام سے کرے گا قبول نہ ہو گی۔

(ملفوظ ۳۶) ہر چیز کی میزان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس دربار میں ہر چیز کی میزان ہے ہر کام ہر بات میں عدل ہے حجاج اتنا بڑا ظالم گذرا ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار آدمی اس نے بندھوا کر قتل کرائے ہیں ایک شخص اس کی غیبت کر رہا تھا ایک بزرگ نے کہا کہ وہاں کسی سے ذاتی عداوت نہیں ہر شے میں عدل ہے سو جس طرح حجاج سے اس کے ظلم پر مواخذہ ہوگا اسی طرح تم جو اس پر ظلم کر رہے ہو اس کا تم سے مواخذہ ہوگا۔ وہاں پر ایک عمل کا اثر دوسرے عمل پر نہیں پڑتا ہماری تو یہ حالت ہے کہ اگر ایک شخص سے ہم ناراض ہیں تو اس کی ہر بات سے ہم خفا رہتے ہیں خدا تعالیٰ کے یہاں یہ بات نہیں وہاں تو یہ ہے کہ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ. جو بھی حد سے گذرے گا اسی سے مواخذہ ہوگا گو جس شخص کے معاملہ میں وہ حد سے گذرا ہے وہ بھی مبغوض ہو۔

(ملفوظ ۳۷) سود کی نیت کا گناہ اور سزا

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ذات معاملہ کا تو مقتضا یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی کو سو روپیہ سود پر دیا پھر سود میں کچھ وصول ہوا تو ذات معاملہ کی رو سے یہ وصول شدہ اصل ہے اتنی مقدار اصل سے کم ہو گی مگر چونکہ نیت سود کی ہے لہٰذا اس کے احکام اخروی یعنی گناہ و سزا سود کے سے ہوں گے یہ بات اکثر اذہان کے اعتبار سے نہایت دقیق بلکہ ادق ہے۔

(ملفوظ ۳۸) اختلاف میں حفظ حدود کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی کے ساتھ اختلاف وغیرہ کچھ ہو مگر ادب یعنی حفظ حدود کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے۔ الحمدللہ کہ میں اس کا خاص خیال رکھتا ہوں کہ امر حق بیان بھی ہو جائے اور کسی کی اہانت بلا ضرورت نہ ہو مجدد

صاحبؒ ابن عربی کے اقوال کا زور شور سے رد کرتے ہیں مگر خود ان کو کچھ نہیں کہتے بلکہ ان کو مقبول کہتے ہیں یہ ہے ادب مگر ابن القیم ابوالحسن شعری کے باب میں بہت بیباکی ہیں جو غلو ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں تو بہت ڈرتا ہوں ان فقیروں کو کچھ کہتے ہوئے کیونکہ وہاں یہ کون دیکھتا ہے کہ کون بڑا مولوی ہے وہاں تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہم سے اس بندہ کا کیسا علاقہ ہے۔ ممکن ہے کہ اس متکلم سے اس متکلم فیہ کا تعلق حق تعالیٰ کے ساتھ زیادہ صحیح اور قوی ہو اس لئے ادب کی سخت ضرورت ہے نیز اس میں احتیاط بھی ہے کیونکہ اگر کوئی شخص قابل ادب نہ ہو اور اس کا ادب کر لیا جائے جہاں دین کا کوئی ضرر نہ ہو تو کوئی گناہ نہیں اور اگر قابل ادب ہے اور اس کے ساتھ بے ادبی کی تو اس پر مواخذہ ہو گا میں اپنے ادب طبعی کو کیا عرض کروں ابو طالب حضور کے چچا ہیں تو حضور کے انتساب کیوجہ سے ہمیشہ حضرت ابو طالب زبان پر آتا ہے باقی عقیدہ جو ہے وہ ہے تو ہر چیز اپنی جگہ پر رہنی چاہئے عقیدہ عقیدہ کی جگہ ادب ادب کی جگہ بے جگہ استعمال کرنا ایسا ہے جیسے ایک گاؤں میں ایک شخص اتفاقاً کھجور کے درخت پر چڑھ گیا چڑھ تو گیا مگر اترا نہ گیا سارا گاؤں جمع ہو گیا مگر اوپر سے اتارنے کی تدبیر کسی کی سمجھ میں نہ آئی تب گاؤں والوں نے بوجھ بجکڑ کو بلایا وہ آئے درخت کے نیچے کھڑے ہو کر اوپر تلے غور کیا اور سر ہلایا گویا سمجھ گئے اور حکم دیا کہ ایک مضبوط رسہ لاؤ۔ رسہ آیا کہا کہ اس میں پھندا لگاؤ اور پھینک دو اس سے کہا کہ تو پکڑ لینا اور پھندا کمر میں لگا لینا اس غریب نے بوجھ بجکڑ کی تعلیم پر عمل کیا جب کمر میں بندھ گیا تو نیچے کے لوگوں سے کہا کہ لگاؤ جھٹکا لوگوں نے جھٹکا دیا پٹاخ سے نیچے آپڑا ہڈی پسلی ٹوٹ گئیں بھیجہ نکل کر دماغ سے الگ گیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کیسی تدبیر کی وہ تو مر گیا کہا کہ مر گیا اس کی قسمت میں نے تو سینکڑوں آدمی اس تدبیر سے کنوئیں سے نکلوائے ہیں بس آج کل کے عقلاء اسی رنگ کے ہیں کہ قیاسات فاسدہ سے ہر شے کو بے محل استعمال کرتے ہیں جس کا انجام ہلاکت ہے اگر علم صحیح اور عمل صحیح کی ضرورت ہو تو اس کی ضرورت صرف

ایک ہے وہ یہ کہ احیاء میں سے کسی کو اپنا متبوع بنا لے کیونکہ بدون احیاء سے تعلق رکھنے اور اس کی صحبت کے نرا کتابی علم بھی کافی نہیں اکثر اہل علم کو بھی ٹھوکریں کھاتے دیکھا ہے اور جب خود ہی حقیقت کو نہیں سمجھتے تو دوسروں کی کیا رہبری کریں گے اس حالت میں ان کی بالکل ایسی مثال ہو گی جیسے ایک گاؤں کے قریب سے ایک ہاتھی گذر رہا تھا سارا گاؤں جمع ہو گیا کسی کی سمجھ میں یہ نہ آیا کہ یہ کیا چیز ہے تب بوجھ بجکڑ بلائے گئے لوگوں نے کہا کہ یہ کیا چیز جارہی ہے بوجھ بجکڑ پہلے تو روئے اور پھر ہنسے لوگوں نے کہا کہ یہ تو تم نے بھی نہ بتلایا کہ یہ کیا چیز ہے اور روئے اور ہنسے کیوں۔ بوجھ بجکڑ بولے کہ رویا تو یوں کہ میرے بعد تم کو ایسی باتیں کون بتایا کرے گا میرے سامنے کوئی بھی اس قابل نہ ہو جو مجھ کو اطمینان ہو جاتا اور ہنسا یوں کہ معلوم مجھ کو بھی نہیں کہ یہ ہے کیا چیز۔ اسی طرح نری کتابیں پڑھنے سے کیا ہوتا ہے مگر آج کل یہ مرض ہو گیا ہے کہ اصل کتب بھی نہیں رہی اس کا بھی ترجمہ کافی سمجھا جانے لگا جس سے جہل کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی ایک غیر مقلد صاحب جب امامت کرتے تو داہنے بائیں ہلا کرتے کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا حدیث میں امام کے بارے میں ہلنے کا حکم ہے انھوں نے کہا کہ ہم نے تو ایسی کوئی حدیث پڑھی نہیں جس کا یہ مطلب ہو ذرا ہم کو تو دکھلاؤ آپ ایک اردو کی کتاب لائے جس میں احادیث کا ترجمہ تھا اس میں امام کے متعلق حدیث تھی من امر منکم فلیخفف یعنی امام کو ہلکی پھلکی نماز پڑھنا چاہئے آپ نے ترجمہ میں لفظ ہلکی کو اس طرح پڑھا ہل کے یعنی حرکت کر کے یہ حالت ہو گئی ہے آج کل کے لوگوں کی خیر یہ تو محض کودن کی حکایت ہے مگر افسوس ہے کہ بعضے پڑھے لکھے لوگ بھی اس جہل میں مبتلا ہیں کہ ضروری اصول و فروع تک پر عبور نہیں پھر دعویٰ مجتہد ہونے کا بس ایسے ہی مجتہدوں نے دین میں گڑبڑ مچائی ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

نہ ہر کہ چہرہ برا فروخت دلبری داند
نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند

ہزار نکتہ باریک تر زمو ایں جاست
نہ ہرکہ سر بتراشد قلندری داند
شاہد آں نیست کہ موئے ومیانے دارد
بندہ طلعت آں باش کہ آنے دارد

میں نے تو اس اجتہاد کا ایک نہایت سلیس اور واضح معیار امتحان کے لئے تجویز کیا ہے کہ بیس سوال ایسے تجویز کئے جائیں جن کا حکم فقہا کے کلام میں نہ دیکھا ہو اور پھر ان کو کتاب و سنت سے خود مستنبط کرے اس کے بعد خود معلوم ہو جاوے گا کہ یہ شخص ان کے روبرو محض طفل مکتب ہے میں زبردستی اپنے دعوے کو منوانا نہیں چاہتا امتحان کر لیں اس حقیقت پر نظر کر کے کہا کرتا ہوں کہ میں مسائل میں تو مقلد ہوں مگر خود تقلید میں محقق ہوں اور تحقیق کے بعد ہی تقلید اختیار کی ہے اسی لئے مجھے کبھی اپنے فہم پر اطمینان نہیں ہوتا جب تک کہ فقہاء کی جزئیات نہ دیکھ لوں ہمیشہ اپنے پر بدگمان ہی رہتا ہوں اور یہ غیر مقلد ہمیشہ اپنے پر نیک گمان اور دوسروں پر بدگمان رہتے ہیں جو محض حدیث کے خلاف ہے خیر اسی میں ہے کہ اپنے نفس پر گمان نیک نہ رکھے اور ایسا شخص ہر موقع پر احتیاط کرے گا حضرت حاجی صاحب نے الحزم سوء الظن کی عجیب تفسیر فرمائی ہے ای بنفسہ یعنی اپنے نفس پر بدگمان رہے اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ نہ آدمی اپنی فکر میں لگے دوسرے کی فکر میں کیوں پڑے دوسرے پر جو مکھیاں بھنک رہی ہیں اس پر تو اعتراض اور اپنے بدن میں کیڑے پڑ رہے ہیں ان کی پرواہ نہیں۔ ایک بزرگ کی عادت تھی کہ کسی کو برا نہ کہتے تھے ہر شخص میں کوئی نہ کوئی خوبی نکال لیتے تھے کسی نے فرمایا کہ کیا کہ یزید کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں فرمایا کہ شاعر بہت اچھا تھا اور واقعی ہر شخص میں کوئی نہ کوئی خوبی ضرور ہوتی ہے انہوں نے وہ محاسن جمع کر رکھے تھے۔ ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ اگر کوئی شیطان کی نسبت پوچھتا تو کیا کہتے میں نے کہا کہ وہ یہ جواب دیتے کہ مظہر مضل ہونے میں کامل تھا چنانچہ اپنی ضلالت کی آن کا کیسا پکا تھا۔

ایک بزرگ نے چلتے ہوئے دیکھا کہ شارع عام پر ایک سارق کو سولی پر لٹکا رکھا ہے پوچھا یہ کس جرم میں سزایاب ہوا عرض کیا کہ حضرت اس نے ایک مرتبہ چوری کی تو ہاتھ کاٹا گیا دوسری مرتبہ چوری کی تو پاؤں کاٹا گیا اب تیسری مرتبہ چوری کی تو حاکم نے سولی کا حکم دیدیا ان بزرگ نے اس کی لاش کے پاس جا کر اس کے قدم چومے لوگوں نے کہا کہ آپ اتنے بڑے شیخ اور اس سارق کے قدم چومے فرمایا اس کے قدم نہیں چومے اس کی استقامت کے قدم چومے ہیں کاش ہم کو خیر میں ایسی استقامت ہو جیسی اس کو شر میں تھی۔

(ملفوظ ۳۹) بزرگوں کی تعلیم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عبث اور فضول میں تو وہ پڑے جس کو ضروریات سے غفلت ہو اور ضروریات کی فکر نہ ہو۔ دین اور آخرت کی فکر کرنے والے کو کبھی فضولیات کی فرصت نہیں ہو سکتی دیکھئے یہ دل کی لگی اور ضرورت اور فکر ایسی چیز ہے کہ اگر کسی کا لڑکا مر جاوے اور ابھی اس کی تجہیز و تکفین نہ ہوئی ہو اس حالت میں اس سے کوئی اقلیدس کی شکل سمجھنے کی درخواست کرے وہ کیا کہے گا بس یہی اہل اللہ کی ہر وقت حالت ہے ان کو اس کی فرصت کہاں کہ کسی پر کفر کا فتویٰ دیں دوسری مثال سمجھئے کہ اگر کسی کی کشتی بیچ سمندر میں ڈانواں ڈول ہو گیا اس حالت میں اس کو مناظرہ کی سوجھے گی اس کی نظر تو صرف کشتی پر ہو گی حضرت رابعہ بصریہ سے کسی نے پوچھا کہ کبھی تم نے شیطان پر لعنت بھی کی ہے فرمایا کہ مجھے اپنے محبوب کی یاد ہی سے فرصت نہیں جو دشمن کی فکر کروں اور اس کی برائی کروں بزرگوں کی یہی تعلیم ہے ؎

گرایں مدعی دوست بشناختے
بہ پیکار دشمن نہ پرداختے

(ملفوظ ۴۰) پہلے زمانے کے بدعتی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل زمانہ مکاروں کا ہے پہلے زمانہ میں بدعتی لوگ بھی اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے اور باوجود غلطی کے پھر ان میں ایک قسم کا دین کا اثر تھا اور اب تو کثرت سے مکار دکاندار فاسق فاجر کبائر تک میں مبتلا ہیں کھانے کمانے کے خوب ڈھنگ یاد ہیں۔ ایک مکار شخص دیہات میں دورہ کرتا تھا اور اس نے عوام کو معتقد بنانے کے لئے یہ مکر گانٹھ رکھا تھا کہ جو شخص دعوت کرتا یہ مراقب ہو کر کہتا کہ یہ دعوت حلال ہے یا حرام ہے جہلاء میں صاحب کشف مشہور ہو گیا حالانکہ محض کوراتھا اس نے معیار اس کو قرار دے رکھا تھا کہ داعی کی حالت غریبی کی دیکھی تو حلال کہہ دیا ورنہ حرام کہہ دیا۔ کیونکہ اکثر غریبوں کی کمائی حلال ہوتی ہے اسی دورہ میں پٹھانوں کی ایک بستی میں پہنچا وہاں کسی ذہین آدمی کو شبہ ہو گیا اس نے امتحان کے لئے یہ ترکیب کی کہ ایک جولاہہ سے اس کی دعوت کرائی اور ایک رنڈی سے اس کی حرام کمائی کا ایک روپیہ قرض دلا کر دعوت کا سامان اس سے خریدا گیا۔ یہ سب انتظام کر کے وہ جولاہہ دعوت کے لئے آیا دعوت سن کر وہ مکار مراقب ہوا اور کہنے لگا کہ سبحان اللہ نہایت پاکیزہ اور مطہر دعوت ہے پھر جب کھانا تیار ہو کر سامنے آیا اس وقت پھر اس سے کہا گیا کہ ذرا پھر مراقبہ کر لیجئے اس وقت بھی اس نے یہی کہا جب کھانا کھا چکا پھر کہا گیا کہنے لگے کہ کھانا کھا کر بہت انوار محسوس ہوئے پھر تو پٹھانوں نے جوتہ لیکر وہیں مارنا شروع کیا کہ بدمعاش یہ تو زنا کے روپیہ سے دعوت کی گئی ہے تجھ کو انوار نظر آرہے ہیں۔ ایک اور پیر کی حکایت ہے ایک بھٹیاری ان کی مرید تھی پیر جا کر اس کے مہمان ہوئے بیٹھے بیٹھے ڈنڈا لیکر بھاگے اور کہا کہ دور ہو خبیث نکل یہاں سے مریدنی نے پوچھا میاں صاحب کیا بات تھی کہا کہ خانہ کعبہ میں کتا گھس آیا اس کو نکالا ہے مریدنی نے دیکھا کہ پیر تو بہت ہی پہنچے ہوئے ہیں مگر ان کا امتحان ضرور چاہئے تھی بڑی شوخ اس

نے خشکہ ابالا اور گھی شکر نیچے کر دیا اور چاول اوپر کر کے پیر کے سامنے رکھ دیا پیر بولے نہ کچھ مٹھائی نہ گھی کہا کہ میاں صاحب اتنی دور کا کتا تو نظر آگیا اور سامنے رکابی میں چاولوں کے نیچے کا گھی شکر نظر نہ آیا پیر بہت شرمندہ اور محجوب ہوئے یہ دکاندار ایسی ہی باتیں کرتے پھرتے ہیں ایک اور پیر کا واقعہ یاد آیا میں ایک مقام پر بلایا ہوا گیا وہاں وعظ ہونا بھی تجویز ہوا وہاں پر ایک پیر آتے جاتے تھے میرے میزبان ان کے مرید بھی تھے ان کو معلوم ہوا کہ فلاں شخص کا وعظ ہے فکر ہوئی کہ کبھی ایسی کوئی بات نہ کہہ دے کہ مرید بد اعتقاد ہو جاویں ایک بدعتی مولوی کو ساتھ لیکر مناظرہ کے لئے آئے مجھ کو غالبًا سب قصہ معلوم ہو چکا تھا میں نے وعظ میں بیان کیا کہ آج کل کے جو پیر ہیں ان کو اکثر کو علم نہیں ہوتا بے علم ہوتے ہیں اس لئے ایسے پیروں سے مسائل تو مت پوچھا کرو اگر نہ بتلایا شرمندہ ہوں گے اگر غلط بتلایا گناہگار ہوں گے اس لئے علماء سے پوچھا کرو لیکن چونکہ ان کو بزرگوں سے نسبت ہے اور اس نسبت کے سبب ان کا حق بھی ہے اس لئے ان کی خدمت ضرور کرنا چاہئے نیز یہ کوئی معیشت کا کام بھی نہیں کر سکتے معذور ہیں اس لئے حاجت مند ہونے کے سبب بھی مستحق ہیں جب پیر صاحب کو اطمینان ہو گیا کہ ہماری آمدنی میں کوئی کھنڈت نہیں ڈالی بے فکر ہو گئے اور بس مناظرہ ختم ہو گیا ان لوگوں کی عجیب عجیب حکایات ہیں علمی بھی عملی بھی عملی تو سن لیں اب علمی سنئے ایک ایسے ہی جاہل نام کے مولوی نے وعظ میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی یہ تفسیر کی کہ قیامت کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہوں گے اور حق تعالیٰ بھی عرش پر جلوہ فرما ہوں گے تو اہل محشر حق تعالیٰ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے کہیں گے اِیَّاکَ نَعْبُدُ اور حضور کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے کہیں گے وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ یہ خرافات ہیں ان جاہلوں کی جن کو علوم میں شمار کرتے ہیں اور سننے والے مسرور اور محظوظ ہوتے ہیں کہ کیا نکتہ فرمایا گویا نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا مخاطب قرار دیکر الٰہ بنایا میں اس کے متعلق کہا کرتا ہوں کہ

ہم تو حضور کو عبد کہتے ہیں اور کامل اور تم آلہ کہتے ہو اور ناقص تو بتلاؤ تنقیص کون کرتا ہے۔ کانپور میں ایک صوفی نما رئیس حضرت معاویہ کی شان میں گستاخی کرتا تھا مجھ سے ایک صاحب نے کہا کہ اگر اس کی اصلاح ہو جاوے تو بہت مناسب ہے میں ان صاحب کے ساتھ گیا انہوں نے اس رئیس سے کہا کہ میں اس کو لایا ہوں آپ اپنے سب شبہات رفع کر لیجئے کہنے لگے شبہ ہی کیا موٹی بات اور تاریخی بات ہے کہ حضرت معاویہ حضرت علی کی شان میں گستاخی کرتے تھے اور حدیث میں آیا ہے من سب اصحابی فقد سبنی اور حضرت علی صحابی ہیں تو حضرت معاویہ اس وعید کے مورد ہوئے میں نے کہا کہ گو حدیث میں یہ الفاظ نہیں مگر اس مضمون سے انکار نہیں لیکن یہ مضمون ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میری اولاد کو کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھے گا تو اس کی آنکھیں نکال ڈالوں گا تو اس توبیخ کا محل دوسری اولاد نہیں بلکہ غیر لوگ ہیں پس اسی طرح یہاں پر غیر اصحاب مراد ہیں خود اصحاب مراد نہیں اور یہاں دونوں صحابی ہیں لہذا حضرت معاویہ اس وعید کے محل نہیں خاموش محض ہو گئے اور شرمندہ ہو کر کہنے لگے آپ ذہانت سے کام لیتے ہیں میں نے کہا کہ پھر کیا غباوت سے کام لیا جاوے اور اگر کسی کو لفظ من کے عموم سے شبہ ہو تو یہ سمجھ لو کہ اس عموم میں دلائل شرعیہ سے ایک قید لگائی جاوے گی کہ وہ عموم مراد متکلم سے متجاوز نہ ہو اس لئے یہاں بھی یہ عموم غیر اصحاب کے لئے ہوگا جب وہ لاجواب ہو کر مجلس میں خفیف ہوئے اور معزز آدمی کو ذلیل کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ اللہ نے جس کو عزت دی کسی کو حق نہیں اس کو ذلیل سمجھنے کا حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ بعضے فقراء امراء کی تحقیر کرتے ہیں مگر یہ تکبر ہے اس لئے میں نے ان کی عزت بڑھانے کو ان سے ایک درخواست بھی کر دی کیونکہ وہ عامل بھی تھے میں نے ان سے کہا کہ مجھ کو نیند کی کمی کی شکایت ہے اس کی کوئی تدبیر کر دیجئے وہ خوش ہو گئے اور کئی روز تشریں لکھ لکھ کر مجھ کو پلائی اسی رعایت اہل وجاہت پر ایک واقعہ یاد آیا کہ یہاں پر وقف کمیٹی کا ایک وفد

مسائل معلوم کرنے کے لئے آیا تھا اس میں بڑے بڑے پیر مفتر تھے میں نے ان
کو مولوی شبیر علی کے مکان پر ٹھیرایا اور خود وہاں جا کر گفتگو کی اس گفتگو میں
ان کے مراتب کا خاص لحاظ رکھا کسی قسم کی اہانت ان کی گوارا نہیں کی گئی ان پر
اس کا بے حد اثر ہوا ان کے آنے کے وقت میں اسٹیشن پر نہیں گیا تھا مگر
رخصت کے وقت جب وہ لوگ اسٹیشن پر پہنچ چکے میں بعد میں تنہا اسٹیشن پہنچا وہ
شرمانے لگے میں نے کہا کہ میں تو آنے کے وقت بھی جاتا مگر میرا وہ جانا جاہ کے
تحت میں ہوتا اور اب جاہ (یعنی محبت) کے تحت میں ہے میں ہمیشہ اس کا خیال
رکھتا ہوں کہ مخاطب کی کسی قسم کی اہانت نہ ہو کسی کو حق کیا ہے دوسرے کو
ذلیل اور حقیر سمجھنے کا۔

(ملفوظ ۱۴۱) حضرت حکیم الامت کی نرمی کی مثال

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ مجھ کو سخت مزاج کہتے ہیں میں کہا
کرتا ہوں کہ میں سخت نہیں بلکہ نرم ہوں مگر مضبوط ہوں اور اس کی ایک مثال
دیا کرتا ہوں کہ جیسے ریشم کا رسہ نرم تو اس قدر کہ جس طرف کو چاہو موڑ لو
جہاں چاہے گرہ لگا لو اور مضبوط اس قدر کہ اگر ہاتھی کو بھی اس میں باندھ دو تو
جنبش نہیں کر سکتا تو اسی طرح میں ہوں تو نرم مگر الحمد للہ مضبوط ہوں کسی کے
اثر سے اپنے اصول کو توڑ نہیں سکتا۔ مضبوطی کو لوگ سختی سے تعبیر کرتے ہیں
جو سخت غلطی ہے آدمی کو سمجھ سے کام لینا چاہئے دوسرے مجھ ہی پر سب الزام
ہیں ایذا دینے والوں کو کوئی نہیں دیکھتا کہ یہ بھی کچھ کرتے ہیں یا نہیں میں تو اس
سخت کوشش کرتا ہوں کہ کسی کو کچھ نہ کہوں مگر لوگ سیدھی سادی اور
باتوں کو الجھن میں ڈال کر ٹیڑھا بناتے ہیں خود بھی پریشان ہوتے ہیں اور
مجھی پریشان کرتے ہیں اس پر بولنا پڑتا ہے۔

(ملفوظ ۴۲) نمائش تہذیب سے بچنا ضروری ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ رسم و رواج کا اس زمانہ میں اس قدر غلبہ ہے کہ حقیقت تو بالکل گم ہی ہو گئی اور اس رسمی تہذیب اور ادب سے مجھ کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ نیت تو کرنے والے کی تکلیف دینے کی نہیں ہوتی مگر صورۃً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی کسی کو ستایا کرتا ہے۔ زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ اس کا خاص اہتمام کرے اور اس کی سعی اور کوشش کرے کہ کسی کو اذیت نہ پہنچے حقیقت ادب کی یہ ہے ادب اصل میں نام ہے حفظ حدود کا اور حفظ حدود کا خاصہ ہے کہ سب کو راحت ہوتی ہے اور جس طرح نمائشی تہذیب سے بچنا ضروری ہے ایسے ہی یہ بھی لازم ہے کہ بے ادب بھی نہ بن جائے ہر چیز میں اعتدال کی ضرورت ہے اور یہ بات بدون کسی کی جوتیاں سیدھی کئے ہوئے حاصل ہونا مشکل ہے خصوص اس طریق میں تو ایک قدم بھی بدون شیخ کامل کے سر پر ہوئے رکھنا خطرہ سے خالی نہیں سخت ضرورت ہے کہ اس راہ کا واقف کار سر پر ہو اس کی تعلیم پر عمل ہو اپنے تمام ارادوں اور تمناؤں اور خواہشوں کو فنا کر کے شیخ کے سپرد کر دے پھر اس راہ میں قدم رکھے اور جگہ تو بعد میں فنا ہے اور یہاں پہلے فنا ہے غرض پہلی شرط اس راہ میں قدم رکھنے سے یہ ہے کہ ایسا بن جائے کہ ؎

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہا ست بجاں
شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

(ملفوظ ۴۳) ازالہ امراض نفسانی کی تدابیر بدعت نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آفت تو آج کل یہ ہے کہ کام پیچھے شروع کرتے ہیں پہلے ثمرات کے طالب ہوتے ہیں ارے میاں کیا ثمرات لئے پھرتا ہو یہی کیا تھوڑا ثمرہ ہے کہ کام میں لگ جانے کی توفیق عطا فرما دی گئی ایک

شخص نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی تھی کہ ذکر کرتا ہوں مگر کوئی نفع نہیں معلوم ہوتا فرمایا کہ یہ کیا تھوڑا نفع ہے کہ ذکر میں لگے ہوئے ہو واقعی یہ حضرات حکیم ہوتے ہیں کیسی عجیب بات فرمائی۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ ذکر میں مزا نہیں آتا میں نے کہا کہ مزا ذکر میں کہاں مزا تو مذی میں ہوتا ہے جو بی بی سے ملاعبت کے وقت خارج ہوتی ہے۔ یہاں کہاں مزا ڈھونڈتے پھرتے ہو لوگ ان چیزوں کو مقصود سمجھتے ہیں حالانکہ یہ سب غیر مقصود ہیں یہ سب طریق سے ناواقفیت کی دلیل ہے اس طریق سے لوگوں کو از حد درجہ اجنبیت ہو گئی ہے عوام تو بیچارے کس شمار میں ہیں خواص بلکہ اخص الخواص تک کو ایسی غلطیوں میں ابتلا ہے لکھنؤ میں ایک پیر تھے جو عالم بھی تھے میرے ایک دوست میرے کہنے سے ان سے ملے پیر صاحب نے دریافت کیا کچھ ذکر شغل کرتے ہو انہوں نے سب بتلا دیا پیر صاحب دریافت کرتے ہیں کہ شغل کے وقت کچھ نظر بھی آتا ہے انہوں نے کہا کہ کچھ بھی نہیں فرماتے ہیں بس تو ثواب لئے جاؤ باقی نفع کچھ نہیں مجھ کو سن کر حیرت ہو گئی کہ اتنا بڑا شخص اور یہ عقیدہ کیا علاوہ ثواب کے اور بھی کوئی چیز مقصود ہے اس لئے کہ ثواب کی حقیقت ہے رضاء حق اور اعمال صالحہ واجبہ سے یہی مقصود ہے کہ قرب حق اور رضاء حق حاصل ہو سو وہ اور کیا چیز ہے جس کو دیکھنا چاہتے ہیں مقصود ان بزرگ کا وہی کیفیات تھیں جن کو آج کل معراج کمال سمجھا جاتا ہے مگر ان باتوں میں کیا رکھا ہے اصل بات یہ ہے کہ طریق مردہ ہو چکا تھا لوگ اس کی حقیقت سے بے خبر ہو چکے تھے اب مدتوں کے بعد بحمد اللہ روز روشن کی طرح ایسا زندہ ہوا ہے کہ اس کا ایک ایک مسئلہ قرآن و حدیث سے ثابت ہو چکا۔ اب معترضین اگر تصوف پر کسی قسم کی نکتہ چینی کریں تو محض محرومی ہے دلائل سے یہ ثابت کر دیا گیا کہ مقصود اعمال اختیاری ہیں ظاہرہ اور باطنہ صرف اصطلاح میں یہ تمائز کر دیا گیا ہے کہ اعمال ظاہرہ کا نام شریعت ہے اور اعمال باطنہ کا نام طریقت باقی اعمال کے علاوہ جو اشغال و ریاضات وغیرہ کی جو تعلیم دی جاتی ہے وہ مقصود

نہیں بلکہ مقصود کی معین ہے اور اس کا درجہ محض تدابیر طبیہ کا درجہ ہے وہ فی نفسہ طاعات نہیں اس لئے ان کو بھی بدعت نہیں کہہ سکتے جیسے تدابیر طبیہ کو کوئی بدعت نہیں کہتا اور یہی وجہ ہے کہ یہ تدابیر ہر سالک کے لئے اختلاف احوال سے مختلف ہوتی ہیں چنانچہ ایک خان صاحب نو عمر اور انگریزی تعلیم یافتہ مگر سمجھدار یہاں آئے تھے تین روز یہاں پر رہے اس کے بعد وطن پہنچ کر مجھ کو لکھا کہ میرے اندر کبر کا مرض ہے میں نے لکھا کہ یہی مضمون درمیان میں چند وقفہ دیکر پانچ مرتبہ مجھ کو لکھ دو انہوں نے ایسا ہی کیا بفضلہ تعالیٰ مرض جاتا رہا۔ غالباً پانچ خط پورے بھی نہیں ہوئے تھے چار ہی آئے تھے مرض کا ازالہ ہو گیا تو یہ تدبیر ان کے مناسب تھی عام نہیں اور میرے اس کہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ جو تین روز یہاں رہ کر گئے ان کی طبیعت کا مجھ کو اندازہ ہو گیا کہ غیور طبیعت ہے اور فہم میں سلامتی ہے اس مضمون کو بار بار اعادہ کرنے سے خود طبیعت میں غیرت آوے گی کہ ایک ہی بات کو بار بار پیش کرنا اور اس کو دفع نہ کرنا شرم کی بات ہے چنانچہ یہی ہوا تو اب کوئی معترض صاحب سے پوچھے کہ اس میں کون سی بدعت کی بات ہے اگر ہے تو طبیب جسمانی کی تدابیر بدعت کیوں نہیں مابہ الفرق دونوں میں کیا ہے جبکہ ہم ان تدابیر کو بھی مقصود بالذات سمجھ کر اختیار نہیں کرتے۔ اس میں جو بات ہے جس کے سبب نفس ایک کو اختیار کرتا ہے دوسرے کو بدعت کہتا ہے میں اس کو ظاہر کئے دیتا ہوں وہ یہ کہ امراض جسمانی کو تو امراض سمجھا جاتا ہے اس لئے طبیب جسمانی کی تدابیر کو بدعت نہیں کہتے اور اس کو ازالہ مرض کے لئے اختیار کیا جاتا ہے اور امراض نفسانی کو امراض ہی نہیں سمجھا جاتا اس لئے طبیب روحانی کی تدابیر کو بدعت کہتے ہیں تاکہ اس کے ٹالنے کا بہانہ مل جاوے اور یہ سب علمی و عملی غلطیاں ان جاہل اور دکانداروں کی بدولت ہوئیں جس سے خود طریق بھی بدنام ہو گیا اب الحمدللہ حقیقت کھل گئی۔

(ملفوظ ۴۴) نفس کا شر شیطان سے زیادہ ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جیسے چھوٹوں کو بہت امور میں بڑوں کی ضرورت ہے ایسے ہی بڑوں کو بھی بہت امور میں چھوٹوں کی ضرورت ہے۔ خود رائی نہ بڑوں سے پسند نہ چھوٹوں سے مزاحاً فرمایا کہ ہاں اگر دونوں اپنے کو خود رائی سمجھیں تو یہ بات نہایت پسندیدہ ہی کیا بلکہ اصل مقصود ہے مگر آج کل یہی مرض خود رائی اور کبر کا زیادہ تر عام ہو گیا ہے یہ نفس کم بخت بڑا ہی دشمن ہے کسی کو اس پر اطمینان نہیں کرنا چاہئے یہ وہ چیز ہے اس نے بڑوں بڑوں کو پلک جھپکنے میں کہیں سے کہیں پھینک مارا ہے۔ میں تو اکثر کہا کرتا ہوں کہ شیطان کو تو یہ کہتے ہو کہ وہ ہم کو بہکاتا ہے مگر شیطان کو کس نے بہکایا تھا کہ اس نے خدا کی نافرمانی کی یہ نفس صاحب ہی کے تو کرشمے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ نفس کا شر شیطان سے بھی بڑھا ہوا ہے بلکہ جو لوگ صاحب مجاہدہ اور صاحب ریاضت کہلاتے ہیں ان کو بھی مطمئن اس نفس سے نہیں ہونا چاہئے کہ ہم نفس کشی کر چکے ہیں اب اس سے کوئی اندیشہ نہیں اس لئے کہ یہ کبھی اسباب نہ ہونے کی وجہ سے دبا رہتا ہے اور اسباب ہونے پر یہ نہایت ہی سرکش ثابت ہوتا ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ مجاہدات ریاضات سے رذائل کا ازالہ نہیں ہوتا بلکہ امالہ ہو جاتا ہے اس لئے بے فکری کسی وقت نصیب نہیں ہو سکتی اور نہ بے فکر ہونا چاہئے دشمن ہر وقت تاک میں ہے اس نفس ہی کے متعلق مولانا رومی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں۔

نفس اژدر ہاست اوکے مردہ است
از غم بے آلتی افسردہ است

(ملفوظ ۴۵) فضولیات میں انہماک

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل فضول باتوں اور کاموں میں لوگ

اپنے اوقات کو ضائع کرتے ہیں حتیٰ کہ بزرگوں کی خدمت میں جا کر بھی اس فضول سے باز نہیں آتے اپنا تو وقت ضائع کرتے ہی ہیں ان کا بھی کرتے ہیں۔ الحمد للہ میرے یہاں یہ بات نہیں یہاں تو یہ ہے کہ جس کام کے لئے یہاں آئے ہو اس میں لگو ورنہ چلتے ہو یہاں مجلس آرائی نہیں اور زیادہ تر حصہ فضول اور عبث کا دوسروں کی حکایت اور شکایت میں ہوتا ہے اس کا علاج یہی ہے کہ آدمی اپنی فکر میں لگے اپنی فکر چھوڑ کر دوسروں کے در پے ہونا اس کی ایسی مثال ہے کہ اپنے بدن پر تو سانپ بچھو لپٹے ہیں اس میں کیڑے پڑ رہے ہیں ان پر تو نظر نہیں اور دوسروں پر جو مکھیاں بیٹھ گئی ہیں اس کو گاتے پھرتے ہیں۔ اور یہ مرض آج کل اس قدر عام ہو گیا ہے کہ جس طبقے کو دیکھو ان کو اس میں ابتلاء ہے۔ زمیندار، حکام، تنگومین، علماء، صوفیہ، درویش سب کے سب اس مرض میں مبتلا ہیں۔ افسوس ان لوگوں کو وقت کی قدر کیوں نہیں آخر ادھر ادھر کی باتوں سے کیا غرض میں تو اس موقع پر یہ پڑھا کرتا ہوں ؂

ما قصہ سکندر و دارا نخواندہ ایم

از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

کیا معلوم نہیں کہ ایک ایک منٹ اور ایک ایک سکنڈ ہاتھ سے خالی نکل جانا جس میں ذکر اللہ نہ ہوں کیسی بد نصیبی ہے اسی کو فرماتے ہیں ؂

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی

شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

(ملفوظ ۲۶۴) عشاق کی شان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عشاق کی تو شان ہی جدا ہوتی ہے ان کی ہر ادا کسی اور ہی چیز کا پتہ دیتی ہے ایسے ہی لوگوں کو مخلوق دیوانہ اور پاگل بتاتی ہے دیوانہ تو ہیں مگر یہ بھی معلوم ہے کہ کیسے دیوانہ اور کس کے دیوانہ ہیں اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؂

ما اگر قلاشِ وگر دیوانہ ایم
مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم

اور فرماتے ہیں۔

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد
مرعسس راوید درخانہ نہ شد

ان کے قلوب پر آرے چل رہے ہیں تمہیں کیا خبر کہ وہ کس گرفتاری میں ہیں مگر وہ آرے چلنا ان کے لئے چین ہے راحت ہے اور وہ بزبان حال یہ کہہ رہے ہیں۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

دیکھئے ایک مردار عورت پر کوئی عاشق ہو جائے تو کیا حالت ہو جاتی ہے مجنوں ہی کا واقعہ دیکھ لیجئے اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود
گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

حالانکہ اس عورت کا عشق فانی اور وہ خود فانی اور یہ تو خدا کا عشق ہے جو خود باقی ان کا عشق باقی اس لئے وہ سب محبوبوں سے زیادہ تو ان کے عشق میں تو جو کچھ بھی حالت بن جائے تھوڑی ہے اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عشق با مردہ نباشد پائدار عشق رابا حی و با قیوم دار
عشق ہائے کز پئے رنگے بود عشق نبود عاقبت ننگے بود
عاشقی با مردگاں پایندہ نیست زانکہ مردہ سوئے ماآیندہ نیست
غرق عشقے شوکہ غرق ست اندریں عشقہائے اولین وآخرین

اور گو ہمارا منہ نہیں کہ ہم اس ذات بےچوں وبےچگوں کے عشق کا دعویٰ کریں اور نہ ہم میں ایسی استعداد کہ وہاں تک ہماری رسائی ہو تو پھر اس نام کے

عمل سے کامیابی کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا تو پھر کوشش بے کار مگر پھر بھی مایوس نہ ہونا چاہئے بیشک ہماری کوشش سے اس جگہ رسائی نہیں ہو گی بلکہ ان کے فضل سے تو ہو سکتی ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست
باکریماں کارہا دشوار نیست

میرے اس کہنے کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے کئے اگر کچھ نہ ہو گا تو وہ ایسے کریم ہیں کہ وہ سب کچھ خود کر دیں گے۔ اٹھ کر چلنا شروع تو کر دو پھر خود رحمت حق آغوش میں لیلے گی اس ہی لئے ضرورت ہے کہ کام میں لگا رہے پھر سب کچھ آپ ہو رہے گا اس کام میں لگے رہنے کو فرمایا ہے ؎

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

(ملفوظ ۴۷) ظاہر و باطن کی تکمیل کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ قرب کے لئے ظاہر اور باطن دونوں کی تکمیل اور درستی کی ضرورت ہے یہ افراط و تفریط ہے کہ بعض نے ظاہر سے انکار کر دیا اور بعض نے باطن سے انکار کیا۔

(ملفوظ ۴۸) خاصان حق سے محرومی کا نتیجہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل افعال رذیلہ کا ہر شخص شکار بنا ہوا ہے اس کا زیادہ تر سبب اہل اللہ اور خاصان حق کی صحبت سے محروم رہنا ہے۔ صحبت بڑی چیز ہے اور اس کی قدر اس لئے نہیں رہی کہ آخرت کی فکر نہیں ورنہ آخرت کی فکر میں رہنے والا اپنے کو اس سے کبھی مستغنی نہیں سمجھ سکتا اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بے عنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

اور میں تو اس زمانہ میں صحبت اہل اللہ کو فرض عین کہتا ہوں یہ زمانہ بڑا ہی نازک ہے اور تو کیا ایمان ہی کے لالے پڑ رہے ہیں اور اس کی حفاظت ان حضرات کی صحبت ہی سے ہو سکتی ہے تو جو چیز سبب ہو ایمان کے حفاظت کا اس کے فرض عین ہونے میں کون شبہ کر سکتا ہے۔

(ملفوظ ۴۹) دینی حالت کی بربادی کا سبب

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس نیچریت کی بدولت زیادہ تر لوگوں کی دینی حالت برباد ہوئی ان کے یہاں ہر چیز کا معیار اور مدار محض عقل ہے لیکن موٹی بات ہے کہ مخلوق احکام خالق کا احاطہ کیسے کر سکتی ہے اور عقل بھی تو مخلوق ہی ہے وہ کہاں تک پرواز کرے گی کہیں نہ کہیں جا کر اس کی دوڑ ضرور ختم ہو جائے گی۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

آزمودم عقل دور اندیش را
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

اس لئے سخت ضرورت ہے کہ اب سب چیزوں کو وحی کے تابع بنا کر کام میں لگے۔ بدون وحی کے اتباع کے راہ کا ملنا کارے دارد۔ پس اصل چیز ہے وحی اور اگر نری عقل پر مدار رہے تو عقل کا ایک اقتضا تو یہ بھی ہے جیسا ایک شخص نے کہا تھا وہ اپنی ماں سے بدکاری کیا کرتا تھا کسی نے کہا کہ ارے خبیث یہ کیا حرکت ہے تو کہتا ہے کہ جب میں سارا ہی اس کے اندر تھا تو اگر میرا ایک جزو اس کے اندر چلا گیا تو حرج کیا ہوا یہ حکم بھی تو عقلیات میں سے ہو سکتا ہے ایک شخص گوہ کھایا کرتا تھا اور منع کرنے پر کہا کرتا تھا کہ جب یہ میرے ہی اندر تھا تو پھر اگر میرے ہی اندر چلا جاوے تو اس میں کیا حرج ہے تو ان چیزوں کو عقل کے فتویٰ سے جائز رکھا جاوے گا ایسے ہی یہ آج کل کے عقلا ہیں غرض

عقل کا اتباع بدون وحی کے کرنا بالکل ان ہی واقعات کا مصداق ہے چنانچہ اب بھی نتیجہ یہی ہو رہا ہے اور ہو گا کہ گوہ کھاویں گے اور کھا رہے ہیں ایسی ہی عقل کی نسبت مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آزمودم عقل دور اندیش را
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

آج کل کے عاقل محض آکل ہیں عقل کی ایک بات بھی نہیں ہر وقت اکل کی فکر ہے ارے کیوں ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہو جب تک وحی کا اتباع نہ کرو گے میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ راہ نہیں مل سکتا راہ ملنے کا طریق صرف انقیاد اور اطاعت ہے۔ جب تک وحی کے سامنے اپنی عقل کو اپنی رائوں کو نہ مٹا دو گے اور فنا نہ کر دو گے اس وقت تک ہرگز ہرگز منزل مقصود کا پتہ نہ چلے گا اسی کو فرماتے ہیں۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

اور جب انقیاد اختیار کرو گے پھر یہ حالت ہو جائے گی۔

ہر کجا پستی است آب آنجا رود
ہر کجا دردے دوا آنجا رود

(ملفوظ ۵۰) اتباع سنت بڑی چیز ہے

ایک سلسلہ میں فرمایا کہ اتباع حق اور اتباع سنت بڑی چیز ہیں اس سے دوسرے پر بھی اثر ہوتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ہرقل کا ایک قاصد آیا اس نے مدینہ منورہ میں آکر لوگوں سے دریافت کیا جس کو مولانا فرماتے ہیں۔

گفت کو قصر خلیفہ اے حشم
تا من اسپ و رخت را آنجا کشم

یہ جواب ملا ؎

قوم گفتندش کہ اورا قصر نیست
مر عمر راقصر جان روشنے ست

یہ اتباع اور تقوے کے برکات ہیں جس سے سب سرجھکا دیتے ہیں
اسی کو فرماتے ہیں ؎

ہرکہ ترسید از حق و تقوی گزید
ترسدا زوے جن وانس دہر کہ دید

اور فرماتے ہیں ؎

ہیبت حق است ایں از خلق نیست
ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

(ملفوظ ۵۱) اللہ کی رحمت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر کوئی عقل نہ ہونے کی وجہ سے نیک ہو تو یہ بھی خدا کی رحمت ہے بہت بڑا انعام ہے شاید عقل ہوتی تو اس کو شرارت میں صرف کرتا اس کی بھی قدر کرنا چاہئے۔

(ملفوظ ۵۲) ہندوؤں میں مردوں کو جلانے کی اصل

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ہندوؤں کے یہاں مردے جلائے جاتے ہیں کیا اس کی کچھ اصل ہے۔ فرمایا کہ ہمارے حیدر آبادی ماموں صاحب نے اس کے متعلق ایک عجیب بات کہی کوئی تاریخی بات تو ہے نہیں تخمینی ہی ہے مگر ہے جی کو لگتی۔ اس میں ایک مقدمہ کی ضرورت ہے وہ یہ کہ اصل مقتضا فطرت کا یہ ہے کہ کسی شے کے ناکارہ ہو جانے کے بعد اس کو اس عنصر میں ملا دیا جاوے جو اس میں غالب ہو۔ تو انسان میں چونکہ خاکی عنصر غالب ہے اس کو دفن کر کے خاک میں ملا دیتے ہیں اور ہندوؤں کے پیشواؤں

میں اکثر دیوتا جنات میں سے ہوئے ہیں ان میں نار غالب ہے تو عجب نہیں کہ ان کی شریعت میں یہ حکم ہو یا فلسفی طور پر قوم رسم ہو کہ ان کو بعد موت آگ میں جلا دیتے ہوں مگر شریعت محمدیہ چونکہ عام ہے اس لئے اس وقت جنات کے لئے بھی کوئی حکم خاص نہیں۔

(ملفوظ ۵۳) نسخہ حکمت ایمان کی ضرورت استعمال

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بہت دن تک حکمت یونانی اور ڈاکٹری کے نسخہ استعمال کر کے دیکھ لئے اب تو چند روز کے لئے حکمت ایمانی کا سبق پڑھ کر دیکھ لو ذرا معلوم تو ہو اس راہ کی ہوا تو لگے یا ساری عمر یوں ہی گذار کر خدا کے سامنے جا کھڑے ہو گئے ؎

چند خوانی حکمت یونانیاں — حکمت ایمانیاں راہم بخوان
صحت ایں حس بجوئید از طبیب — صحت آں حس بجوئید از حبیب
صحت ایں حس ز معموری تن — صحت آں حس ز تخریب بدن
علم نبود غیر علم عاشقی — ما بقی تلبیس ابلیس شقی

۲۳ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۵۴) کتاب پر تقریظ ایک شہادت ہے

فرمایا کہ اس کے قبل بریلوی خان صاحب کے ایک شاگرد نے ایک کتاب تقریظ کے لئے بھیجی تھی میں نے لکھ دیا کہ مفصل دیکھنے کی فرصت اور مجمل مطالعہ تقریظ کے لئے کافی نہیں کیونکہ تقریظ شہادت ہے اس لئے اس میں واقعہ کی پوری کیفیت معلوم ہونا شرط ہے اس کے جواب میں آج ان کا دوسرا خط آیا ہے لکھا ہے کہ عام رواج علماء کا یہی ہے کہ ایک آدھ مقام دیکھ کر تقریظ لکھ دیتے ہیں اب غور کیجئے کہ جب یہ شہادت ہے تو بدون پورا دیکھے کیسے شہادت لکھ دوں۔ بعضے لوگ جیسے خود بد احتیاط ہیں اور رسم و رواج کے پابند ہیں

ایسا ہی دوسروں کو بھی سمجھتے ہیں اور پھر کتاب کی بھی دوسری جلد بھیجی جو فقہیات میں ہے جس میں بدعت و سنت کا کوئی اختلاف نہیں پہلی جلد نہیں بھیجی جو معلوم ہوا کہ عقائد میں ہے اور اس میں عقائد بدعیہ کی تائید کی ہے اس کو بھیجتے تب تقریظ لکھتا اس میں سوائے مزخرفات کے اور کیا ہو گا تو اس کا تو ایک ادنیٰ سا جزو دیکھ کر بھی رائے لکھی جا سکتی تھی اسی وجہ سے نہیں بھیجی۔ دوسرے ان بزرگ کو ایسی فرمائش کرتے شرم نہ آئی ساری عمر تو گالیاں دیں اب تقریظ لکھوانے بیٹھے ہیں جس کا ایک سبب ہے وہ یہ کہ مصنف نے اس کتاب کو حیدر آباد کے ایک بڑے عہدہ دار کے نام سے معنون کیا ہے اور ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ میرے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں تو میری تقریظ سے یہ نفع حاصل کرنا چاہتے تھے کہ وہ ان کے بہت سے نسخے خرید لیں اگر میں تقریظ لکھ دیتا تو اس کو کون دیکھتا ہے کہ یہ تقریظ کس جلد پر ہے یہی مشہور کیا جاتا کہ کتاب پر تقریظ ہے تو اس میں ان عقائد کی بھی تصویب ہوتی باقی یہ جو لکھا ہے کہ کچھ کتاب دیکھ کر تقریظ لکھ دی جاتی ہے تو جن پر اعتماد ہوتا ہے ان کی ہر بات پر اطمینان ہوتا ہے اس اعتماد پر لکھ دی جاتی ہے گو مجھ کو تو یہ پسند نہیں۔

(ملفوظ ۵۵) حضرت حکیم الامت کا تحریکات حاضرہ میں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خواہ مخواہ مجھ کو ان قصوں میں پھنساتے ہیں (کسی معاملہ میں فیصلہ کرنے کی درخواست کی گئی تھی) یہ کون سی محبت ہے کہ ایک بے تعلق شخص کو خلجان میں مبتلا کیا جاوے پھر یہ کہ اگر وہ فیصلہ کسی کے خلاف ہوا تو میں اس فیصلہ کا نفاذ کس طرح کروں گا عدالت تو سمن جاری کر سکتی ہے پکڑ کر بلوا سکتی ہے میرے پاس کون سی قوت ہے جس سے یہ انتظام ہو سکے۔ مانع اول کی تائید میں فرمایا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا کہ دو شخصوں کے درمیان فیصلہ مت کیجئو اور یتیم کے مال کی تولیت مت کیجئو ان کے لئے تو یہ تجویز فرمایا اور حضرت

عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے سلطنت تجویز فرمائی تو ہر ایک کا جدا حال ہے۔ ان قصوں میں پڑنے سے ایک مانع یہ ہے کہ فریقین کے اختلاف کے وقت اس میں شہادت ہو گی قبول شہادت میں شرط یہ ہے کہ ثقہ ہو اور اس وقت حالت یہ ہے کہ صورت تو ثقہ مگر اندر بے ایمانی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے تو اس کا پتہ ہی چلنا مشکل ہے اس کا کیا اطمینان ہو گا کہ یہ شخص قابل شہادت کے ہے یا نہیں۔ اور میں تو کیا بلا ہوں کیا امید کروں کہ میرے سامنے کوئی جھوٹ نہ بولے گا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بعضے لوگ جھوٹا حلف کر لیتے تھے حضور کے سامنے اور جھوٹا حلف کیا ٹھکانا ہے اس بے ادبی اور گستاخی کا۔ خلاصہ یہ کہ نزاعیات میں دو چیزیں ہیں ایک تو شرعی حکم وہ تو معلوم ہے اور ذہن میں ہے اور ایک ہے اختلاف تو فیصلہ میں زیادہ تر امر اہم اس کا معلوم کرتا ہے سو اس کا علاج نہ کسی کے ذہن میں ہے نہ مقدمہ کی مثل دیکھ کر آسکتا ہے تو اگر اختلاف رہا تو پھر تجویز اور تنفیذ دونوں میں کیا کر سکوں گا مسلمانوں کی خدمت سے انکار نہیں مگر قدرت میں بھی تو ہو اور طالب علموں کو ایسے قصوں میں پڑنے سے سلف نے بھی منع فرمایا ہے چنانچہ امام محمد صاحب نے وصیت فرمائی ہے کہ علماء کسی دستاویز پر دستخط یا گواہی نہ کریں شامی نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے اور وجہ اس کی غور کرنے سے یہ ہے کہ اہل علم کو ایسے طریق پر رہنا چاہئے کہ وہ سب کی نظر میں یکساں ہوں کسی کے مخالف اور موافق نہ سمجھے جائیں ورنہ ان کو ایک فریق میں شمار کر لیا جاوے گا اور ان سے جو نفع عام ہو رہا ہے وہ بند ہو جاوے گا۔ دیکھئے یہ اجازت اس وقت تھی جس کی بناء پر امام صاحب نے یہ فرمایا اور اب تو ویسے بھی لوگ علماء سے بد ظن ہیں اب تو بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے پھر ان سب کے علاوہ خاص میری طبیعت اور حالت کا بھی یہی مقتضا ہے چنانچہ اگر آپ یہاں پر دو چار روز رہ کر دیکھیں تو معلوم ہو کہ میں سوائے ایک کام کے اور کسی کام کا نہیں ہوں اور تحریکات حاضرہ میں جو میں شریک نہیں ہوا اس کی ایک وجہ تو یہی تھی کہ اس مجموعہ کو

شریعت کے خلاف سمجھتا تھا دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ خلاف طبیعت بھی تھا ہر وقت دوسروں کی احتیاج ہر وقت یہ فکر کہ دیکھئے کہیں جماعت میں سے کوئی کم نہ ہو جائے یہ نہ ہو جاوے وہ نہ ہو جائے اور جو اہل علم ان تحریکات میں شریک ہوئے ان میں سے اکثر کسی کام کے نہیں رہے یعنی جو ان کے فرائض تھے اس کے کام کے نہ رہے البتہ ایک کام کے رہ گئے کہ جو طواغیت کفر کے زبان سے نکلے اسے قرآن و حدیث سے ثابت کر دیں اور آگے ختم۔

(ملفوظ ۵۶) سہل کی مزید تسہیل نہیں ہوتی

فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ کثرت مشاغل کی وجہ سے اوقات پر کام نہیں ہوتے اس طریق کی تسہیل کی کوئی تدبیر تحریر فرمائی جاوے میں نے لکھ دیا کہ سہل کی کیا تسہیل ہوتی مطلب یہ کہ طریق صحیح خود اس قدر سہل ہے کہ اس کی تسہیل کی درخواست تحصیل حاصل کی درخواست ہے۔

(ملفوظ ۵۷) درد مندوں سے وعظ مفید ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولوی سعید احمد صاحب مرحوم سے (یہ میرے بھانجے تھے) مجھ کو سارے خاندان سے زیادہ محبت تھی جس روز ان کا انتقال ہوا جمعہ کا دن تھا دفن کے بعد نماز جمعہ جامع مسجد میں پڑھی وعظ بھی ہوا اس روز کچھ مہمان بھی تھے ان کو کھانا بھی کھلایا خود بھی کھایا۔ باقی دل پر جو گذر رہی تھی وہ گذر رہی تھی ایک صاحب نے کہا کہ ایسے وقت وعظ کیسے کہا۔ میں نے کہا کہ جس وقت دل دکھا ہوا ہو درد مند ہو اس وقت تو وعظ زیادہ مفید ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۵۸) معترضین کا اعتراض بھی اللہ کی نعمت کا سبب بنتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں معترضین کو اور اعتراضات کو بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھتا ہوں۔ ہزاروں روپیہ صرف کرنے پر بھی یہ بات نصیب نہ ہوتی جو یہ لوگ مفت میں کرتے ہیں گو ان کی نیت اچھی نہ ہو مگر مجھ کو تو اپنے رذائل سے آگاہی ہو جاتی ہے اور اس مضمون کی تصحیح ہو جاتی ہے اللہ کا شکر ہے کہ مخالف سے وہ کام لے رہے ہیں جو بعض اوقات اپنے بھی نہیں کر سکتے۔

(ملفوظ ۵۹) حضرات اکابرین دیوبند جامع مراتب اعتدال تھے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرات میں یہ ایک خاص بات تھی کہ وہ جامع مراتب اعتدال تھے نہ متکبر تھے نہ تصنع کے متواضع سادگی کے ساتھ ان میں استغنا کی شان تھی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی دینی ضرورت سے ایک مرتبہ ریاست رامپور تشریف لے گئے۔ نواب صاحب کو کسی ذریعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا تشریف لائے ہیں نواب صاحب نے مولانا سے ملاقات کے لئے تشریف لانے کی درخواست کی مگر مولانا تشریف نہیں لے گئے اور یہ عذر فرمایا کہ ہم دیہات کے رہنے والے ہیں آداب شاہی سے ناواقف نہ معلوم ہم سے کیا گڑبڑ ہو جائے جو آداب شاہی کے خلاف ہو اس لئے مناسب نہیں نواب صاحب نے جواب میں کہلا کر بھیجا کہ آپ تشریف لائیں آپ سے آداب کون چاہتا ہے ہم خود آپ کا ادب کریں گے ملنے کا بہت اشتیاق ہے مولانا نے پہلے تو انکسار کا جواب دیا تھا جب اس پر اصرار ہوا پھر ضابطہ کا جواب کہلا کر بھیجا کہ عجیب بات ہے اشتیاق تو آپ کو اور آؤں میں غرضیکہ مولانا تشریف نہیں لے گئے اور باوجود اس فطری آزادی اور استغنا کے روڑکی میں دوسرا رنگ ظاہر ہوا کہ مجسٹریٹ کے بلانے پر ملنے سے انکار نہیں کیا

اس کا قصہ یہ ہے کہ روڑکی میں دیانند نے حضرت مولانا سے مناظرہ کا اعلان کیا
حضرت مولانا کو اطلاع ہوئی آپ اس زمانہ میں ضیق النفس سے سخت علیل تھے
مگر باوجود اس کے روڑکی تشریف لے گئے اور بھی چند خدام ہمراہی میں تھے آپ
نے سب سے فرمایا کہ کھانا سب بازار سے کھاویں کسی پر بار نہ ڈالیں وہاں کے
مجسٹریٹ کو تشریف آوری کی خبر پہنچی سنتے ہی اول یہ کہا کہ ایسے ہی روٹیاں
کھانے والے مولوی ہوں گے لوگوں نے واقعہ بازار سے کھانا کھانے کا بیان کیا
تب اس کے دل میں قدر ہوئی اس نے مولانا سے تشریف آوری کی درخواست
کی یہ مولانا کی عادت کے بالکل خلاف تھی مولانا دنیا کے بڑے لوگوں سے ملتے
نہ تھے حتے کہ نواب صاحب سے ملاقات نہیں کی مگر مجسٹریٹ سے ملنے کے لئے
تشریف لے گئے یہاں مصلحت دین کو اپنی فطری عادت پر مقدم فرمایا اور وہ
مصلحت مکالمہ سے معلوم ہو گی اس نے روڑکی آنے کی وجہ دریافت کی مولانا نے
فرمایا کہ دیانند دعوت مناظرہ دیتا پھرتا تھا اس سے مناظرہ کے لئے آیا ہوں اب
جب میں آگیا تو وہ انکار کرتا ہے۔ مجسٹریٹ نے کہا کہ ہم اس کو بلائیں گے
غرضیکہ دیانند کو بلایا اور دریافت کیا کہ مناظرہ کیوں نہیں کرتے دیانند نے کہا کہ
فساد کا خوف ہے مجسٹریٹ نے کہا کہ فساد کا تم خوف مت کرو فساد کے ہم ذمہ
دار ہیں مولانا نے فرمایا اگر مجمع میں فساد کا اندیشہ ہے تو اس وقت تو مجمع نہیں
اب سہی۔ دیانند نے کہا اس وقت تو میں اس ارادہ سے نہیں آیا مولانا نے فرمایا کہ
ارادہ تو فعل اختیاری ہے اب ارادہ کر لو مگر وہ کسی طرح آمادہ نہیں ہوا یہ شان
ہے ہمارے بزرگوں کی نہ تکبر کہ باوجود مصلحت کے مجسٹریٹ سے بھی نہ ملیں
اور نہ تذلل کہ خواہ مخواہ نواب صاحب کی ملاقات کو سبب عزت اور فخر کا
سمجھیں ان حضرات کی نظر میں مقصود اصلی دین ہی تھا دین کی وجہ سے تو
مجسٹریٹ سے مل لئے اور دنیا کی وجہ سے بڑے سے بڑے نواب کو بھی منہ نہ
لگایا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دربار میں بڑے بڑے

لوگ ٹوٹے اور غبار بھرے بوریوں پر آکر بیٹھتے تھے اور ان میں جو دین کے لئے آتے ان کی رعایت بھی ہوتی تھی پس یہ حدود تھے اسی رعایت حدود کے تحت میں حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بزرگوں کا ارشاد ہے نعم الامیر علی باب الفقیر پس جو امیر فقیر کے دروازہ پر آگیا وہ صرف امیر نہیں نعم الامیر ہے اس کے نعم ہونے کی قدر کرنا چاہئے البتہ متکبر امراء سے بالکل ہی خلط کرنا نہیں چاہئے اس میں بہت مفاسد ہیں جن میں بڑا مفسدہ یہ ہے کہ یہ علم دین اور اہل دین کو نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں میرا ایسے امراء کے ساتھ اس قسم کا خشک برتاؤ کرنا اس کا اصلی سبب یہی ہے کہ ان کے معاملہ کا منشا اور نیت نہایت ہی فاسد ہے ایک مرتبہ نواب صاحب ڈھاکہ نے علماء دیوبند کا ایک وفد طلب کیا اور مجھ کو بھی خط لکھا میں نے تو عذر کر دیا اور وفد تیار ہو گیا اور وفد کے اہل علم احباب خاص کے اصرار پر میں نے بھی تیاری کر لی مگر میں نے یہ شرط کر لی کہ میں کرایہ نہ نواب صاحب سے لوں گا نہ مدرسہ سے خود اپنے کرایہ سے جاؤں گا دوسرے یہ کہ چونکہ نواب صاحب سے عذر کر چکا ہوں اس لئے ان کے یہاں نہ ٹھیروں گا کسی مؤذن یا امام مسجد کے یہاں ٹھیروں گا۔ اگر نواب صاحب خاص طور پر دعوت کریں گے تو اس وقت جیسا مناسب ہو گا جب کلکتہ پہنچے تو جو صاحب نواب صاحب کی طرف سے منتظم تھے ان سے ایک گفتگو میں بے لطفی ہو گئی اس وقت وہ شرائط کام آئیں چنانچہ میں اپنے کرایہ سے کلکتہ ہی سے واپس ہو گیا اور الہ آباد ہوتا ہوا گھر آگیا تو ان منتظم صاحب نے جو بے اصول گفتگو کی منشا ان کا وہی فساد خیال تھا اس لئے اسلم یہی ہے کہ ان متکبر امراء سے بالکل ہی آزاد اور مستغنی رہنا چاہئے خصوص اس وجہ سے بھی کہ اہل علم کو تو ان امراء سے کوئی نفع ہوتا نہیں اور غرباء کو جو نفع اہل علم سے ہو سکتا ہے وہ آیا گیا ہو جاتا ہے کیونکہ ایسے علماء سے عام غرباء کو بدگمانی ہو جاتی ہے اس لئے ان متکبروں کے ساتھ آن بان ہی سے رہنا چاہئے میں جب حیدر آباد دکن گیا تھا ایک دوست نے مدعو کیا تھا دیوبند میں بعض احباب اہل علم سے میں نے مشورہ کیا تھا کہ کوئی ایسی

تدبیر بتلائیے کہ نواب صاحب سے ملاقات نہ ہو مگر کوئی تدبیر کافی معلوم نہیں ہوئی پھر حیدرآباد پہنچ کر بعض امراء نے اس کا اہتمام کرنا چاہا کہ نواب صاحب سے ملاقات ہو میں نے انکار کر دیا کہ ان کو تو کچھ نفع نہیں اس لئے کہ میں کھا کر ان کو خطاب نہیں کر سکتا اور دب کر خطاب کرنے سے اثر نہیں ہوتا اور عوام کو مضرت ہی مضرت ہے ان کو بدگمانی ہو جاتی ہے۔ غرض ان امراء سے مل کر دین کا نقصان ہی ہوتا ہے ہاں اگر وہ خود تواضع و خلوص کے ساتھ طالب ہوں تو پھر نفع بھی ہو سکتا ہے اور جب ان کو تو طلب نہ ہو اور علماء ان کے دروازوں پر جا کر گداگری کریں تو وہ سمجھتے ہیں کہ جو چیز ہمارے پاس ہے یہ اس کے طالب ہیں تو پھر اگر وہ تحقیر کا برتاؤ کریں تو ان کی کوئی شکایت نہیں اس لئے کہ طالب دنیا کے ساتھ تو ایسا برتاؤ کیا ہی جاتا ہے اور اگر اس حالت میں بھی ان کی تحقیر نہ کریں تب وہ قابل مدح اور علماء و مشائخ قابل قدح ہیں اسی بناء پر ہمارے حیدرآباد والے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ فلاں مقام کے امراء تو جنتی ہیں اور مشائخ اور فقراء دوزخی اور اس کی وجہ یہ بیان کیا کرتے تھے کہ امراء تو فقراء سے تعلق کرتے ہیں دین کی وجہ سے اور فقراء امراء سے تعلق کرتے ہیں دنیا کی وجہ سے اور طالب دین جنتی ہے اور طالب دنیا دوزخی پھر دنیا کے لئے امراء سے ملنے میں ایک نقصان یہ بھی ہے کہ جب آدمی کسی سے اپنی غرض وابستہ سمجھتا ہے اس وقت اس سے لچتا اور دبتا ہے اور جب اپنی کوئی غرض متعلق نہ ہو تو پھر لچنے اور دبنے کی ضرورت نہیں اس لئے علماء کو امراء کے ساتھ شان اور آن بان سے دیکھنا چاہتا ہوں جس کو حافظ فرماتے ہیں۔

اے دل آں بہ کہ خراب از مۓ گلگوں باشی
بے زرو گنج وصد حشمت قاروں باشی

ہمارے بزرگوں کا بحمد اللہ یہی طرز رہا کہ بے غرضی کی وجہ سے بات صاف معاملہ صاف کوئی چھوٹا ہو یا بڑا دین کی وجہ سے سب سے یکساں تعلق اور دنیا کی وجہ سے کسی کی طرف نظر بھی اٹھا کر نہ دیکھتے تھے۔

(ملفوظ ۶۰) قرآن پاک ایک طب روحانی ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آج کل یہ مرض بھی عام ہو گیا ہے کہ دنیوی مقاصد اور سائنس کے مسائل کو زبردستی قرآن پاک میں ٹھونسنا چاہتے ہیں جو نہایت ہی خطرناک بات ہے اور یہ اس کو فخر سمجھتے ہیں میں ہمیشہ اس طرز سے منع کرتا ہوں' قرآن پاک کا یہی فخر ہے کہ اس میں غیر دین کچھ نہیں ہے میں نے اکثر وعظوں میں اس مضمون کو نہایت بسط اور شرح کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس طرز کا مضر ہونا ثابت کیا ہے۔ لوگ دین محض کی باتوں کو کہتے ہیں کہ یہ خشک مضامین ہیں میں کہا کرتا ہوں کہ تمہارے تر مضامین ایسے ہیں کہ جن میں آگے چل کر ڈوب ہی مرنا پڑے گا بہت سے دشمن دوست نما ہوتے ہیں کہ دوستی کے پردے میں دشمنی کرتے ہیں یہ طرز اسلام کے ساتھ دوستی نہیں دشمنی ہے اگر آج ایسی چیزیں تم نے قرآن پاک سے ثابت کر دیں اور کل کو وہ تحقیق کے بعد غلط ثابت ہوئیں تو یہ تو قرآن کی تکذیب کا سامان کر رہے ہو۔ قرآن پاک کا تو یہی کمال ہے کہ اس میں غیر دین نہ ہو جیسے طب اکبر کہ اس کی طبی کتاب ہونے کا یہی معیار ہے کہ اس میں امراض کی پہچان اور نسخوں کے سوا اور کچھ نہیں اگر اس میں جوتہ سینے کی ترکیب کو داخل کر دیا جائے تو یہ اس کا نقص ہو گا۔ ایسے ہی قرآن پاک ہے کہ اس میں طب روحانی کے سوا اور کچھ نہیں اور جو لوگ اسلام کے ساتھ دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں اور واقع میں دشمنی کرتے ہیں ان کی وہی مثال ہے ؎

یکے بر سر شاخ وبن می برید
خداوند بستان نگہ کرد و دید۔ الی آخرہ

(ملفوظ ۶۱) اعتدال کے فقدان پر اظہار افسوس

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل افراط و تفریط میں عوام کو تو کیا

خواص تک کو ابتلا ہے اس کے متعلق دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو مباحات میں حد سے زیادہ وسعت کرتے ہیں اور ایک وہ کہ جو مباحات میں حد سے زیادہ تنگی کرتے ہیں اور یہ دونوں مذموم ہیں۔ محمود حالت یہ ہے کہ خیر الامور اوسطھا مگر اعتدال اس زمانہ میں قریب قریب گم ہی ہو گیا مثلاً کپڑے کا اہتمام بعض کو اس قدر ہے کہ ہروقت بازاروں میں گشت کرتے رہتے ہیں چھانٹ چھانٹ کر خریداری ہوتی ہے دور دور سے نمونے منگائے جاتے ہیں دوستوں کو جمع کر کے انتخاب کرایا جاتا ہے خصوص عورتوں کے اندر یہ مرض بہت ہی زیادہ ہے اور اسی طرح ان لوگوں میں بھی جو فیشن کے دلدادہ ہیں ان جنٹلمینوں اور عورتوں کے خواص میں قریب قریب کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا بلکہ ایک درجہ میں انہوں نے عورتوں کو بھی مات کر دیا کپڑے کا میل اور رنگ کی موزونیت کاٹ تراش ان کا ایک مستقل مشغلہ ہو گیا بناؤ سنگار مانگ چوٹی کنگھی ان کا ہر وقت کا سبق ہو گیا۔ یہ تو لباس کے متعلق کلام تھا۔ اسی طرح کلام کے متعلق افراط و تفریط ہو گیا یعنی بعض کو تو کلام کا اس قدر قحط ہے کہ ہر وقت منہ چڑھائے بیٹھے رہتے ہیں جیسے کوئی فرعون بے سامان اس لئے کہا کہ فرعون کے پاس تو بڑائی کے سامان تھے اور ان کے پاس سامان بھی نہیں اور پھر فرعون بنے ہوئے ہیں ضروری کلام کرنے میں بھی تخل ہے اور بعض کو کلام کا اس قدر ہیضہ ہو جاتا ہے کہ ضرورت بلا ضرورت ہر وقت مشین کی طرح باتوں کا پہیہ گھومتا ہی رہتا ہے کہیں حکایتیں ہیں کہیں اخبار ہیں کہیں ملک اور سیاست پر گفتگو ہے اور یہ مذاق زیادہ تر اخباروں کی بدولت بگڑا ہے۔ غرض چوبیس گھنٹے میں شاید ہی کچھ وقت اور کاموں کے لئے ملتا ہو ورنہ سب ان ہی خرافات میں ختم ہو جاتا ہے اسی طرح عمارات میں بعض کو حدود سے تجاوز ہو رہا ہے مکان بنوانے کا خاص شوق ہے بڑے اہتمام اور انہماک کے ساتھ اس میں اپنے اوقات اور روپیہ کو صرف کرتے ہیں اس کی آرائش میں کہیں سے گلدستے آرہے ہیں کہیں سے فوٹو منگائے جارہے ہیں کہیں نقشوں کے لئے لکھا جارہا ہے۔ اسی طرح

بعض کو باغات کا شوق ہے وہ ہر وقت اس کی پرورش اور اوس اور پھول پھلواری کے اندر مصروف ہے۔ اس ہی ادھیڑ بن میں وقت اور عمر کو صرف کیا جارہا ہے آخرت کی مطلق فکر نہیں۔ اور ان اہل فضول میں سے یہ نیچری جنٹلمین بیچارے خصوصیت کے ساتھ بڑی مصیبت میں ہیں کیونکہ کہتے تو ہیں اپنے کو آزاد مگر ہزاروں پابندیوں کا شکار بنے ہوئے ہیں اور ہزاروں بیڑیوں اور ہتکڑیوں میں جکڑے ہوئے ہیں جب کہیں جائیں گے تو کم از کم ایک دو گھنٹے کنگھی چوٹی سنگار ہوگا کہیں کوٹ ہے تو یہ فکر ہے کہ اس کے ساتھ واسکٹ کیسی ہونا چاہئے پھر اس پر ہیٹ ہو یا ترکی ٹوپی کیا موزوں ہوگی اور موزے کیسے اور کس رنگ کے ہوں بوٹ سفید رنگ کا ہو یا سیاہ رنگ کا اور کم از کم آدھ گھنٹہ داڑھی کی صفائی کے لئے چاہئے کہیں کوئی کیل نہ رہ جائے مزاحاً فرمایا کہ دیکھنا کیل تو آخرت میں بھی داڑھی کی تو کیا سر پر بھی نہ رہے گی میں تو جب کسی کو بناؤ سنوار سے رہتا ہوا دیکھتا ہوں تو سمجھ جاتا ہوں کہ یہ شخص کمال سے کورا ہے اس لئے فضول میں جتلا ہے نیز صاحب کمال کو ظاہر کے سنوارنے کی ضرورت بھی نہیں کسی نے خوب کہا ہے۔

نباشد اہل باطن درپئے آرائش ظاہر
بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستاں را

کیونکہ جب کسی کو خداداد حسن اور کمال عطا ہوتا ہے تو اس کے اندر خود ایک شان استغنا کی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کو کسی ظاہری اہتمام کی ضرورت نہیں رہتی جس کو خداداد حسن و جمال مل چکا ہو اس کو پوڈر کی کیا ضرورت بقول حافظؒ۔

دلفریباں نباتی ہمہ زیور بستند
دلبر ماست کہ باحسن خداداد آمد

اور ایسی تن آرائی اور تن پروری کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے۔

عاقبت سازو ترا ازدیں بری
ایں تن آرائی وایں تن پروری

اور ان کے مقابل ایک وہ لوگ ہیں جو مباحات میں اس قدر تنگی کرتے ہیں جس سے کفران نعمت کا درجہ پیدا ہو جاتا ہے اگر ان کے یہاں وسعت مباحات کی بدولت اسراف کا درجہ پیدا ہوا تھا تو ان کے یہاں کفران نعمت کا درجہ پیدا ہو گیا۔ یہ دوسری جانب حد سے زیادہ چل پڑے خودرائی بھی کمبخت بے بری چیز۔ یہ سب فساد اس خودرائی کا ہے۔ اب ان لوگوں کی حالت سنئے کسی نے اچھا کھانا چھوڑ دیا کسی نے ٹھنڈا پانی چھوڑ دیا حتی کہ بعض نے بیوی بچوں کو چھوڑ دیا بعض نے آبادی اور گھر کو چھوڑ کر جنگل اور پہاڑوں کو اپنا مسکن بنا لیا۔ منشا ان چیزوں کا نفس کی شرارت ہے کہ اس سے شہرت ہو جاتی ہے وہ مثل صادق آتی ہے کہ روپیہ کو روپیہ کماتا ہے تو اس صورت میں دنیا کو دنیا سے کمایا جاتا ہے یہ سب دنیا ہی ہے عام لوگ ان باتوں کے سبب بزرگ سمجھنے لگتے ہیں اور تارک دنیا سمجھ کر گرویدہ اور معتقد ہو جاتے ہیں پھر خوب روپیہ کماتے ہیں۔

ایک شخص نے مجھ پر اعتراض کیا تھا کہ ٹھنڈا پانی پیتے ہیں میں نے جواب دیا کہ یہ تو صغریٰ ہے اور کبریٰ کیا ہے کہ ٹھنڈا پانی پینا منع ہے ناجائز ہے یہ سب خرافات ہیں مگر ان باتوں کو درویشی میں داخل کر رکھا ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے پانی ٹھنڈا پیو کہ روئیں روئیں سے الحمد اللہ نکلے کیسی محققانہ اور حکیمانہ بات فرمائی۔ واقعی یہ حضرات حکیم ہیں اور حضرت ہی فرمایا کرتے تھے کہ خوب کھاؤ پیو اور خوب نفس سے کام لو اور صاحبو! آخر نفس کے بھی تو کچھ حقوق ہیں یہ سب افراط تفریط ہے مگر لوگوں کو ان باتوں میں مزا آتا ہے حالانکہ یہ دونوں حالتیں مذموم ہیں جب خدا نے ہمارے لئے ایک چیز کو جائز فرما کر حکم دیا کہ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا تو کھاؤ پیو ہاں اس کا خیال رکھو کہ وَلَا تُسْرِفُوْا بھی فرمایا ہے۔ اسی افراط تفریط کے متعلق مولانا نے خوب کہا ہے ؎

چوں گر سنہ می شوی سگ می شوی
چونکہ خوردی تندو بدرگ می شوی

خلاصہ یہ ہے کہ اس دنیا میں نہ تو انہماک کے ساتھ مشغول ہو کہ اس میں بالکل ہی کھپ جاؤ اس لئے کہ ایسی حالت میں اس دنیا سے جدا ہونے کے وقت سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے اور یہ اس لئے کہ جو چیز محبوب ہوتی ہے اس کے جدا ہونے کے وقت جو شخص اس محبوب سے جدا کرنے والا ہوتا ہے اس سے قلب میں دشمنی ہو جاتی ہے تو کہیں بوقت موت اور جان کندنی کے قلب میں حق تعالیٰ کے ساتھ دشمنی نہ ہو جاوے۔ یہ بڑی خطرناک بات ہے اور نہ اتنا غلو کرو کہ دنیا کو بالکل ہی ترک کر دو یا کسب دنیا کو بالکل ہی چھوڑ دو۔ اعتدال یہ ہے کہ ضرورت کے وقت کسب کو تو نہ چھوڑو کہ اس سے حدود میں رہ کر دین میں مدد ملتی ہے اور حدود سے گذر کر جو درجہ حب دنیا کا ہے اس حب دنیا کو چھوڑ دو اس لئے کہ یہ بڑی بے وفا ہے اس نے کسی کو اچھوتا نہیں چھوڑا سب کو داغی بنا دیا اور یہ داغی ہونا باغی ہونے کی یعنی حدود سے گذرنے کی وجہ سے ہوا کیا دنیا سے محبت کر کے آخرت سے محبت کرنے والوں پر اعتراض کرتے ہو جب تم کو اس فانی اور ناپائیدار مردار دنیا کی معمولی چیزوں سے استغنا نہیں اور ان کی ضرورت ہے بلکہ بلا ضرورت بھی اس میں انہماک کا درجہ ہے اور اس کی طلب اور اس کی محبت میں تم اس قدر چور اور مست ہوئے ہو کہ آخرت کو بھلا دیا اور اس کے حصول میں تم نے اپنی جان مال عزت آبرو سب کچھ فنا کر دیا تو اگر کسی کو آخرت اور اللہ رسول کے ساتھ ایسا ہی شدید تعلق ہو اس طرف انہماک ہو تو تم اس کو دیوانہ بتلاتے ہو اور اگر یہی بات ہے تو صاحبو تم بھی دیوانہ ہو اور وہ طالب آخرت بھی دیوانہ ہے مگر فرق دونوں کی دیوانگی میں یہ ہے جس کو مولانا فرماتے ہیں ؎

ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم
مست آں ساقی وآں پیمانہ ایم

حاصل یہ کہ خالق کو چھوڑ دینا اس کے احکام سے منہ موڑ لینا اصل

دیوانگی تو یہ ہے اور یہی دیوانگی قابل ملامت اور قابل لعنت ہے اور خدا کو راضی کرنا ان سے تعلق کو جوڑنا ان کے احکام کی پابندی کرنا اول تو وہ دیوانگی نہیں اور اگر ہے تو ہزاروں لاکھوں ہوشیاریاں اور بیداریاں ایسی دیوانگی پر قربان ہیں اگر اس دیوانگی کی اور اپنی دیوانگی کی حقیقت معلوم ہو جائے تو بزبان حال یہ کہنے لگو۔

ایں نداننستد ایشاں از عمی　　درمیان فرقے بود بے منتہا
کار پاکاں را قیاس از خود مگیر　　گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(ملفوظ ۶۴) اصلاح کے لئے شیخ سے مناسبت ضروری ہے

ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آخر تم لوگوں کو ہوا کیا آتے ہی کیوں ستانے لگتے ہو سیدھی اور صاف بات کو الجھا دیتے ہو کیا بد فہمی کا کوئی خاص مدرسہ ہے جہاں تم سب کے سب تعلیم پا کر آتے ہو۔ صورت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ خضر صورت ہیں اور اندر یہ گوبر بھرا ہے کہاں تک تم لوگوں کی اصلاح کی جائے۔ اگر کوئی باریک اور دقیق بات ہو اور اس میں کوئی غلطی ہو جائے تو ایک درجہ میں معذوری ہے کہ سمجھ میں نہیں آئی اور ان موٹی موٹی باتوں میں الجھنا کہ جن کو ہر وقت ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور ان میں یہ گڑبڑ کرنا حیرت ہے مجھ کو تو بدنام کیا جاتا ہے مگر اپنی حرکات کو نہیں دیکھتے کہ ہم آکر کیا کرتے ہیں بلا وجہ اس وقت طبیعت کو مکدر کیا اور ایک سیدھے سوال کو اینچ پینچ میں ڈال کر اپنی بد عقلی اور بد فہمی کا ثبوت دیا میں نے یہی تو سوال کیا تھا کہ یہ سفر کس نیت سے کیا جس پر آپ فرماتے ہیں کہ مجھ کو خبر نہیں جب اتنی بھی خبر نہیں تو آگے کیا پتھر پڑیں گے۔ میں ایسے بد فہم اور کم عقل سے تعلق رکھنا نہیں چاہتا خواہ مخواہ اس وقت بد مزگی پیدا کی کیا اس میں بھی کسی کی تعلیم کی ضرورت ہے بس اب یہاں سے چلے جاؤ اگر مصلح کا نام دریافت کرو گے میں بتادوں گا اس لئے کہ اصلاح تو فرض ہے اور یہ فرض نہیں کہ میں ہی اصلاح کردوں۔ بات یہ ہے کہ اصلاح موقوف ہے مناسبت پر بدون مناسبت کے نفع

نہیں ہو سکتا اور مناسبت مجھ کو تم سے نہیں ہو سکتی ان صاحب نے اپنی غلطی کی معافی چاہتے ہوئے عرض کیا کہ مجھ کو مصلح کا نام بتلا دیا جائے حضرت والا نے ایک پرچہ پر مصلح کا پورا پتہ لکھ کر دیا اور فرمایا کہ اب معاملہ یکسو ہونے سے قلب ایک دم صاف ہو گیا تمام کلفت جو ان سے پہنچی تھی بحمداللہ زائل ہو گئی اس لئے کہ اس میں انہوں نے عقل سے کام لیا یہ ہے میری حالت جس پر مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے۔

(ملفوظ ۲۳) حقیقی راحت ذکر اللہ میں ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدون ذکر اللہ کے حقیقی راحت میسر نہیں ہو سکتی اور یہی وجہ ہے اور میں اس پر قسم بھی کھا سکتا ہوں کہ اہل اللہ کے برابر کسی کو راحت نہیں مل سکتی ان کو وہ دولت عطا فرمائی گئی ہے کہ دوسروں کو نصیب نہیں گو ظاہری تکالیف میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اور دوسرے برابر ہیں مگر ان کے دل سے پوچھو کہ ان کو اس میں بھی کیسی راحت ہے مدار راحت کا قلب ہے اور قلب میں ان کے پریشانی نہیں اس لئے وہ بزبان حال یہ کہتے ہیں ؎

ناخوش تو خوش بود بر جان من
دل فدائے یار دل رنجان من

(ملفوظ ۲۴) ہر کام کے اصول

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو بدنام کرنے اور مجھ پر تہمت لگانے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ مجھ کو اپنے مذاق کے تابع بنانا چاہتے ہیں لیکن میں ان کو اپنے مذاق کا تابع بنانا نہیں چاہتا بلکہ اصول صحیحہ کا تابع بنانا چاہتا ہوں اور خود بھی اصول صحیحہ کا تابع رہتا ہوں۔ لوگ اس کو تشدد سمجھتے ہیں پھر فرمایا کہ میرے اس طرز میں بھی ایک بڑا نفع ہے وہ یہ کہ فہیم لوگ تو مجھ سے تعلق رکھتے ہیں اور بدفہم تعلق نہیں رکھتے اس سے راحت ملتی ہے اور ضروری کام بھی

سب ہوتے رہتے ہیں ورنہ عوام کا ہجوم ہوتا اور کام بھی کچھ نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ میں نے خیال کیا تھا کہ لاؤ میں ہی ان اصول کو چھوڑدوں مگر پھر خیال آیا کہ اس میں اپنی مصلحت تو ہوگی کہ لوگ زیادہ محبت کرنے لگیں گے مجمع زیادہ ہونے لگے گا معتقد زیادہ ہو جائیں گے نذرانہ زیادہ ملنے لگے گا شہرت زیادہ ہو جائے گی مگر آنے والوں کی صحیح خدمت نہ ہو گی وہ جس خیال سے آتے ہیں اس سے ان کو محرومی رہے گی اور یہ ایک قسم کی خیانت ہو گی اور اب تو ماشاء اللہ ہر کام اصول سے ہو رہا ہے میں خود بھی ان اصول کے تابع رہتا ہوں اور دوسروں کو بھی ان کا تابع رکھتا ہوں نہ میں خود دوسروں کے تابع ہوتا ہوں اور نہ دوسروں کو اپنا تابع بنانا چاہتا ہوں اس حالت میں جس کا دل چاہے تعلق رکھے جس کا نہ چاہے نہ رکھے۔

ہرکہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برد
دارو گیرو حاجب و دربان دریں درگاہ نیست

اور ایسے موقع پر میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتا ہوں کسی نے خوب کہا ہے۔

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی
جسکو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

میں جیسا ہوں اپنا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیتا ہوں اگر کسی کو پسند آوں تعلق رکھے ورنہ چھوڑ دے میں نے کسی کے بلانے کا یا تعلق رکھنے کا اشتہار تھوڑا ہی دیا ہے جس کو مناسبت ہو آؤ ورنہ مت آؤ کیونکہ اس طریق میں نفع صرف مناسبت پر موقوف ہے۔ فلاں مولوی صاحب فلاں مولوی صاحب کو لیکر آئے تھے کہ ان کو مرید کر لو میں نے صاف کہہ دیا کہ سب سے اول یہ سمجھ لیجئے کہ میں نہ تو متکبر ہوں کہ کمال کا مدعی ہوں اور نہ عرفی متواضع کہ تصنع سے یہ عذر کرنے لگوں کہ میں اس لائق نہیں بلکہ ایک سچ بولنے والا آدمی ہوں سادگی سے سب باتیں صاف عرض کر دوں گا وہ یہ ہے کہ میں کامل تو نہیں مگر طالبین کی

ضروری خدمت بفضلہ تعالیٰ کر سکتا ہوں لیکن اس طریق میں نفع کے لئے شرط اعظم مناسبت ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ ان صاحب کو مناسبت کس سے ہے تو ظاہر ہے کہ آپ حضرات میں تو باہم مناسبت ہے کیونکہ آپ بھی خادم قوم ہیں اور یہ بھی خادم قوم اور میں نادم قوم ہوں کہ قوم کی کوئی خدمت نہیں کی غرض مدار مناسبت پر ہے باقی کامل نہ آپ نہ میں مگر ان کی خدمت دونوں کر سکتے ہیں بس یہ ہے کچا چٹھا اور ہمارے بزرگوں کا یہی مذاق تھا کہ ان میں نہ مصنوعی تواضع تھی نہ تکبر تھا خصوص حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ میں یہ صفت خاص شان کی تھی حتیٰ کہ اپنے کمالات بھی بیان فرمایا کرتے تھے اور اپنے نقائص بھی۔

(ملفوظ ۶۴) آج کل تواضع بصورت تکبر ہوتی ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کبھی تواضع بھی بصورت تکبر ہوتی ہے بعض لوگ اس لئے تواضع کرتے ہیں کہ لوگوں کی نظروں میں ممدوح ہو جائیں سو اس نیت سے تواضع اختیار کرنا یہ بھی تکبر ہے ایسے ہی اشتباہات کے سبب اس راہ میں راہبر کی سخت ضرورت ہے اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

یار باید راہ را تنہا مرو
بے قلاوزِ اندریں صحرا مرو

جب ایسا رہبر مل جاوے تو تم اپنا کل کچا چٹھا اس کے سامنے کہہ دو اور وہ جو کہے اس کا اتباع کرو اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو
پیش مردے کاملے پامال شو

اور یہ طریقہ اگر خلوص سے بھی اختیار نہ کرو تو بطور امتحان ہی کے کر کے دیکھ لو۔ اسی کو فرماتے ہیں ؎

سالہا تو سنگ بودی دل خراش
آزموں رایک زمانے خاک باش

(ملفوظ ۶۵) انتظام میں ہیبت کو خاص دخل ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ اہل تحریکات بڑے خوش ہوتے پھرتے ہیں کہ ہماری تدبیر سے لوگوں کے دلوں سے حکومت کا خوف جاتا رہا مگر یہ بات کچھ خوش ہونے کی نہیں بلکہ خطرہ کی ہے کچھ معلوم بھی ہے کہ امن کی جڑ خوف ہی ہے اور امن خود مطلوب چیز ہے۔ ایک شخص کہنے لگے کہ حکومت کا رعب تو نہیں رہا میں نے کہا کہ سلیم الطبع لوگوں کے لئے تو یہ بیشک مفید ہے مگر بدمعاشوں کے لئے تو سخت خطرناک ہے ان کے لئے تو رعب ہی کی ضرورت ہے۔ انتظام میں ہیبت کو خاص دخل ہے۔

(ملفوظ ۶۶) ہیبت اور رعب خدا دادا ہوتا ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہیبت اور رعب خدا دادا ہوتا ہے اکتساب سے نہیں ہوتا وہ موہوب ہوتا ہے اگر کسی کو عطا ہو اس کی بھی قدر کرنا چاہئے وہ بھی ایک بہت بڑی دولت اور نعمت ہے جو محض خداوندی عطاء ہے۔ دیکھ لیجئے دو کمبل پوش یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام تن تنہا فرعون کے پر شوکت دربار میں پہنچے مگر تمام دربار پر ہیبت چھا گئی اور بالکل اس وقت اس کا ظہور ہو رہا تھا جس کو مولانا فرماتے ہیں ۔

ہیبت حق است ایں از خلق نیست
ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

جہانگیر بادشاہ سے حضرت مجدد صاحب کی شکایتیں کی گئیں بادشاہ نے آپ کو بلایا اور دربار میں جو تخت تھا اس کے سامنے ایک عارضی کھڑکی لگوائی تاکہ کھڑکی میں داخل ہونے کے وقت سر کو جھکانا پڑے مگر مجدد صاحب نے بجائے

سر کے کھڑکی میں پہلے پیر داخل کئے اور اس طرح سے بادشاہ کی طرف پیر ہوئے مشہور ہے کہ سخت سزا کا حکم دیدیا مگر ایک ولایتی مولوی صاحب کی سفارش پر صرف قید کر دئے گئے۔

(ملفوظ ۷۶) حضرات انبیاء علیہ السلام سے مختلف پیشوں کی نسبت بے اصل

فرمایا کہ ایک تحریر آئی ہے جس میں چند سوالات بصورت استفتاء برائے حصول فتوی آئے ہیں منجملہ اور سوالات کے ایک سوال یہ بھی تھا کہ ترکاری بیچنا یا پارچہ بافی وغیرہ اس قسم کے پیشے اگر حضرات انبیاء علیہم السلام سے ثابت نہیں ہیں تو ان پیشہ والوں کو کیا وجہ کہ دائرہ اسلام سے خارج نہ کہا جاوے۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ بھلا ان دونوں میں تلازم کیا ہے پھر اسی سوال میں لکھا تھا کہ اگر اس قسم کے پیشے حضرات انبیاء علیہ السلام سے ثابت ہیں تو پھر ان پیشہ والوں کو ذلیل کیوں سمجھا جاتا ہے بلکہ بشرط اتقاء حسب آیت کریمہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم الایۃ ان کو معزز سمجھا جانا ضروری ہے اس کا جواب حضرت والا نے یہ عطاء فرمایا کہ اس آیت میں کرامت دنیوی عرفی مراد ہے یا کرامت عنداللہ یعنی دوسرا احتمال ہوتے ہوئے معاملات دنیویہ میں احتمال اول کے لزوم کا دعوی بلا دلیل ہے پھر اس پر حضرت والا نے حسب ذیل تقریر فرمائی۔ فرمایا کہ بعض انبیاء علیہ السلام کے متعلق جو یہ وارد ہے کہ وہ فلاں کام کیا کرتے تھے مثلا حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بنایا کرتے تھے اور حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق یہ آیا ہے کہ کان نجاراً یا مثلا اکثر انبیاء علیہ السلام کے متعلق آیا ہے کہ وہ بکریاں چرایا کرتے تھے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ کام ان انبیاء کے پیشے تھے کیونکہ کوئی کام کرنا یا اس کام کے ذریعہ سے ضرورت کے وقت روزی حاصل کر لینا یہ اور بات ہے اور اس کام کا پیشہ ہو جانا یہ اور بات ہے

پیشہ تو یہ ہے کہ وہ شخص اس کام کی دوکان کھول کر بیٹھ جائے اور اعلان کرے کہ جس کو جو فرمائش کرنا ہو کرے میں پورا کروں گا اور لوگ اس سے فرمائش کیا کریں اور وہ لوگوں کی فرمائش پوری کیا کرے پیشہ یہ ہے باقی اگر کسی شخص میں کوئی ہنر ہو اور آزادی کے ساتھ جب جی چاہے اپنے گھر بیٹھ کر وہ کام کر لیا کرے اور اس سے مال حاصل کر لیا کرے تو یہ پیشہ نہیں کہلائے گا بعض بڑے بڑے حکام بعض کام جانتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے کرتے ہیں اور بعض اوقات اس کے ذریعہ سے روپیہ پیسہ بھی کما لیتے ہیں مگر وہ کام ان کا پیشہ نہیں ہو جاتا۔ سلطان عبدالحمید خان مرحوم لکڑی کا کام بہت اچھا جانتے تھے تو کیا وہ عرفی بڑھئی ہو گئے اور کیا ان کو بڑھئی سمجھ کر کوئی شخص ان حکام سے یا سلطان عبدالحمید خان سے یہ کہہ سکتا ہے کہ صاحب ہمارا یہ کام کر دو۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق جو یہ وارد ہے کہ وہ لوہے کا کام جانتے تھے تو اس کا یہ مطلب تھوڑا ہی ہے کہ کوئی شخص ان کے پاس اپنا کھرپا لے کر پہنچ جاتا کہ لیجئے یہ میرا کھرپا بنا دیجئے اور کیا ان کا یہ التزام تھوڑا ہی تھا کہ وہ اس فرمائش کو ضرور ہی پورا کریں یہ فرق ہے پیشے اور عدم پیشے میں تو بعض حضرات انبیاء علیہم السلام سے جو بعض کام ایسے منقول ہیں وہ بطور پیشے کے نہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کا بجز توکل کے کوئی پیشہ نہ تھا اور کبھی کبھار اگر کسی نے کوئی کام کر لیا تو وہ بطور پیشے کے نہیں کیا مثلاً ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ وارد ہے کہ حضور نے کبھی کبھی بکریاں چرائی ہیں تو وہ بطور پیشے کے نہیں اور وہ جو حدیث میں قراریط کا لفظ آیا ہے اس حدیث سے باجرت چرانے پر استدلال نہیں ہو سکتا جو اس سے پیشے کو ثابت کیا جاوے کیونکہ قراریط کے لفظ کے متعلق اختلاف ہو گیا ہے کہ یہ قیراط کی جمع ہے یا کسی مقام کا نام ہے اور اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال تو آج کل کے پیشہ ور لوگ جو بعض حضرات انبیاء علیہم السلام کے کاموں کو اپنے پیشوں کی سند میں بیان کرتے ہیں یہ ان کی غلطی ہے حضرات انبیاء علیہم السلام کو تو حق تعالیٰ نے ہر ایسے کام سے محفوظ

رکھا ہے جو عام نظروں میں موجب سُبکی سمجھا جاتا ہو اور ظاہر ہے کہ اس قسم کے پیشے عام طور پر معزز نہیں سمجھے جاتے لہذا کسی نبی سے کوئی پیشہ ثابت نہیں ہوا خواہ مخواہ لوگ گڑبڑ کرتے ہیں اور اپنے اغراض اور جاہ کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کو تختہ مشق بنانا چاہتے ہیں یہ جاہ کا مرض بھی نہایت ہی مذموم مرض ہے۔

(ملفوظ ۶۸) اہل اللہ کی صحبت کیوں ضروری ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل اللہ اور خاصان حق کی صحبت کی اسی واسطے ضرورت ہے تاکہ رذائل کا امالہ ہو کر حد اعتدال پر آجائیں یہ افراط و تفریط اسی وقت تک ہے جب تک کہ اصلاح نہیں ہوئی مگر اصلاح ہوتی ہے کسی کی جوتیاں سیدھی کرنے سے اور لوگوں کو اس سے عار آتی ہے اور یہ سب خرابیاں آخرت کو بھلا دینے اور دنیا کے ساتھ محبت کرنے سے پیدا ہوتی ہیں ورنہ آخرت کی فکر وہ چیز ہے کہ ان سب چیزوں کو بھلا دیتی ہے۔

۲۴ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۶۹) ناگوار اور ناگ وار

ایک نو وارد شخص سے ان کے ضروری حالات معلوم کرنے کے لئے حضرت والا نے چند بار دریافت فرمایا مگر وہ صاحب بولے ہی نہیں حضرت والا نے فرمایا کہ سنئے اگر آپ کے پاس کوئی اجنبی شخص آئے تو آپ کو اس آنے والے سے تعارف کے لئے جن چیزوں کی معلوم ہونے کی توقع ہوتی ہے ان ہی کی مجھ کو بھی آپ سے توقع ہو گی آخر مجھ کو کیسے معلوم ہو کہ تم کون ہو۔ تعارف موقوف ہے بتلانے پر اور نفع موقوف ہے تعارف پر اور یہ اس صورت میں ہو گا نہیں جو صورت آپ نے اختیار کی کہ چپ شاہ بن کر بیٹھ گئے تو نفع بھی نہ ہو گا پھر یہاں رہنا نہ رہنا برابر ہے لہذا تشریف لیجائیے کیوں خواہ مخواہ خود بھی پریشان

ہوئے اور مجھ کو بھی اذیت پہنچائی اب اگر ایسے لوگوں کی اصلاح کی جائے تو ان کو ناگوار ہوتا ہے مزاحاً فرمایا کہ میں بھی تغیر مزاج کی وجہ سے ناگ وار ہو جاتا ہوں (یعنی مثل سانپ) اب بتلائیے کہ کون سی ایسی باریک بات تھی کہ جس کا یہ جواب نہیں دے سکے ہے دماغ میں گندگی یا نہیں۔ بس ایسے بد دماغوں کا دماغ میں ہی درست کرتا ہوں حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ جو مجسم اخلاق تھے ایسے موقع پر یہ فرمانے لگے تھے کہ اس کو تھانہ بھون بھیجو متکبروں کا علاج وہاں ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۷۰) اکابر ناگوار اور ناگ وار

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ماشاء اللہ ہماری طرف کے علماء میں بناوٹ نہیں اور طرف کے علماء اور مشائخ تو سلاطین کی طرح رہتے ہیں یہاں پر بقد سادگی ہے حضرت مولانا گنگوہیؒ ایک مرتبہ حدیث کا درس فرما رہے تھے صحن میں بارش آگئی تمام طلباء کتابیں لیکر مکان کی طرف کو بھاگے حضرت مولانا سب کی جوتیاں جمع کر رہے تھے اور اٹھا کر چلنے کا ارادہ تھا جو لوگوں نے دیکھ لیا سبحان اللہ ان حضرات میں نفس کا تو شائبہ بھی نہیں تھا نہایت سادگی اور بے نفسی تھی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ایک لوہار نے دعوت کی اتفاق سے کھانے کے وقت تک زور کی بارش ہوتی رہی وہ سمجھا کہ ایسے میں کیا تشریف لاویں گے اس لئے نہ کھانا پکایا نہ وہ بلانے آیا مولانا شام کو خود ہی کمبل اوڑھ کر اس کے مکان پر پہنچ گئے وہ بڑا شرمندہ ہوا اور عرض کیا کہ میں نے تو بارش کی وجہ سے کچھ سامان بھی نہیں کیا فرمایا آخر گھر کے لئے تو کچھ پکایا ہو گا گھر کے لئے ساگ روٹی تھی وہی بیٹھ کر کھا لیا ان حضرات کی کوئی بات امتیازی نہ ہوتی تھی یہ سب اتباع سنت کی برکت اور اسی کا غلبہ تھا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی موضع املیا متصل دیوبند میں ایک شخص نے آموں کی دعوت کی اور چلتے وقت کچھ آم ساتھ کر دیئے لوگوں نے

مولانا کو اس حال میں دیکھا کہ سر پر آموں کی پوٹلی رکھے ہوئے بر سر بازار آرہے ہیں لوگ لینے کے لیئے دوڑے فرمایا کہ یہ تو میرا ہی سامان ہے اس کو مجھے ہی لیجانے دو یہ سب بے نفسی کی باتیں ہیں ان حضرات کی مولانا مظفر حسین صاحب کو میں نے دیکھا نہیں سنا ہے کہ ایک مرتبہ کسی گاؤں کے قریب سفر کر رہے تھے ایک ضعیف العمر شخص کو کوئی بوجھ سر پر لادے ہوئے دیکھ کر اس سے کہہ سن کر خود اپنے سر پر لیکر گاؤں تک پہنچا دیا انتہائی بے نفسی ہے میں کہا کرتا ہوں کہ یہ حضرات باوجود اس فضل و کمال کے اپنے کو مٹائے ہوئے ہیں آج کل کے لوگوں کو دیکھو نہ کوئی فضل ہے نہ کمال ہے اس پر کوئی شیخ الحدیث بنے ہوئے ہیں کوئی شیخ التفسیر کوئی امام التفسیر کوئی امیر الہند کوئی امام الہند یہ سب نیچریت کی ساخت ہے اپنے بزرگوں میں ایسے ایسے باکمال لوگ گذرے ہیں مگر یہ القاب نہ تھے زائد سے زائد مولانا ورنہ اکثر مولوی صاحب مگر آج کل ہر چیز میں نئی تعلیم کا اثر اور جھلک پائی جاتی ہے مجھ کو تو ان چیزوں سے طبعی نفرت ہے۔

(ملفوظ ۱۷) اکابر دیوبند کی تواضع

ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں اسی وجہ سے مرید نہیں کرتا بے ڈھنگے لوگوں سے طبیعت پریشان ہوتی ہے اب بتلائے پرچہ میں لکھا ہے کہ جو ذکر بتلایا تھا وہ برابر کرتا ہوں یہ کئی سال کے بعد خبر دی ہے کیا یہی طریقہ ہے علاج کا کہ حکیم جی سے نسخہ لکھوا لیا اور پانچ برس تک وہی پیتے رہے ایک شخص کو کسی نے وضو کرا کر نماز پڑھوا دی تھی پھر وہ شخص پانچ سال کے بعد اس مقام پر آئے پوچھا نماز پڑھتے ہو کہا کہ برابر پڑھتا ہوں پوچھا وضو بھی کرتے ہو کہا کہ آپ اس روز کرا نہیں گئے تھے صاحب مذکور الصدر سے حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ تم کو ابھی ابھی کئی مرتبہ ہدایت کی گئی کہ زور سے بولو منہ کھول کر بولو عرض کیا کہ میری آواز ہی اس قدر ہے دریافت فرمایا کہ کبھی آذان بھی دی ہے عرض کیا کہ دی ہے فرمایا کہ اتنی ہی آواز سے دی ہے عرض کیا

کہ اس سے زائد آواز سے فرمایا کہ اتنی آوز سے یہاں کیوں نہیں بولتے عرض کیا کہ حضرت کے سامنے بولتے ہوئے آواز نہیں نکلتی فرمایا کہ جب میں حکم کر رہا ہوں کیوں نہیں نکلتی عرض کیا کہ اب زور لگا کر نکالوں گا فرمایا ہاں زور لگا کر نکالو اور منہ کھول کر صاف بات کہو یہ گن گن سمجھ میں نہیں آتی ایک اس کا ہمیشہ خیال رکھو کسی کا سلام و پیام مت لاؤ کسی کی دی ہوئی چیز مت لاؤ اس میں بڑی خرابی ہے وہ یہ کہ اس سے طبعاً اثر ہوتا ہے کہ یہ فلاں صاحب کے ملنے والے ہیں ان کی رعایت کرنا چاہئے طالب کو ایسی بات نہیں کرنا چاہئے جس میں مصلح پر گرانی یا بار کا شبہ بھی ہو یہ اس طریق کے آداب ہیں اگر کوئی پیام بھی دے صاف کہہ دو کہ وہاں اجازت نہیں لوگ طالبوں سے ڈاک کا کام لیتے ہیں کیا واہیات ہے۔

(ملفوظ ۷۴) اسراف بخل سے زیادہ مضر ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اسراف جس قدر اپنی ذات میں مذموم ہے بخل اس قدر مذموم نہیں اسراف اکثر سبب ہو جاتا ہے افلاس کا اور افلاس بعض اوقات سبب ہو جاتا ہے کفر کا اور بخل سبب کفر کبھی نہیں ہوتا اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اسراف بخل سے زیادہ مذموم ہے مگر آج کل لوگوں نے اسراف کا نام سخاوت رکھ لیا ہے اور چونکہ افلاس کبھی کفر تک مفضی ہو جاتا ہے جیسا کہ اسراف کے مذموم ہونے کی لم میں بیان کیا گیا اسی لئے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہر شخص کے لئے ترک اسباب معاش کو پسند نہ فرماتے تھے حتیٰ کہ ایک بار حضرت سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے عرض کیا کہ اگر حضرت اجازت فرمادیں تو میں ملازمت چھوڑ دوں اس وقت حضرت مولانا مطبع مجتبائی میں ملازم تھے تو حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا پوچھنا دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور خامی کی حالت میں ملازمت چھوڑنا موجب تشویش قلب ہو گا اور تشویش بعض اوقات

مضر دین ہو جاتی ہے اور جب کیفیت رسوخ کی پیدا ہو جائے گی لوگ تم کو روکیں گے اور تم رسے توڑا کر بھاگو گے وہ وقت ہو گا ترک اسباب کا حضرت نے عدم رسوخ کو خامی فرمایا شیخ کی صحبت میں رہنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اس کیفیت رسوخ کے پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جب تک وہ نہ پیدا ہو خامی ہے۔ یہ حضرات مبصر ہوتے ہیں ہر شخص کی حالت کے مطابق نسخہ تجویز کرتے ہیں اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو اپنے زمانہ کے امام تھے مجتہد تھے اس فن کے محقق تھے اور بدون فن کے جانے ہوئے کوئی اصلاح نہیں کر سکتا شیخ کے لئے فن کا جاننا نہایت ضروری ہے متقی ہونا یا ولی ہونا شرط نہیں البتہ اگر یہ باتیں بھی ہوں تو تعلیم میں برکت ہو گی مگر اصلاح کے لوازم سے نہیں جیسے طبیب جسمانی کا طب پر عامل ہونا ضروری نہیں ہاں فن سے واقف ہونا ضروری ہے فن ایک مستقل چیز ہے آج کل لوگوں نے ہر چیز میں خلط کر رکھا ہے نہ یہ خبر کہ ولایت اور بزرگی کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر کہ شیخ کسے کہتے ہیں یہ سب عدم واقفیت کی دلیل ہے۔

(ملفوظ ۷۳) عدم احتمال مواخذہ منافی ایمان ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فن کے جاننے کی ضرورت یہ ہے کہ ایک مرتبہ طالب علمی کے زمانہ میں جبکہ میں دیوبند پڑھتا تھا مجھ پر خشیت کا غلبہ ہوا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے جاکر عرض کیا کہ حضرت خشیت کا بے حد غلبہ ہے کوئی ایسی بات فرمایئے جس سے تسلی اور اطمینان ہو سن کر فرمایا کہ توبہ کرو توبہ کرو کیا کفر کی درخواست کرتے ہو اتنا حضرت کا فرمانا تھا کہ میں چونک گیا اور معلوم ہو گیا کہ تسلی تو عدم احتمال مواخذہ سے ہو سکتی ہے اور عدم احتمال خود منافی ایمان کے ہے یہ ہے فن سے واقف ہونے کی ضرورت غیر ماہر فن بے چارہ خدا معلوم کیا اڑنگ بڑنگ بانکتا اسی وجہ سے کامل کی صحبت کی خاص ضرورت ہے بدون رہبر کامل کے اس راہ

میں قدم رکھنا خطرہ سے خالی نہیں اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

یار باید راہ را تنہا مرو
بے قلاوز اندریں صحرا مرو

(ملفوظ ۷۴) انقیاد محض کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر شیخ کی تعلیم پر عمل نہ ہو اور اس کے کہنے پر اطمینان نہ ہو اگر ساری عمر بھی چکی پیسے گا ذرہ برابر نفع نہ ہو گا اس طریق میں انقیاد محض کی سخت ضرورت ہے ہاں یہ جائز ہے کہ اس کو شیخ تسلیم کرے لیکن تسلیم کر لینے کے بعد پھر چوں و چرا کرنا اپنی رائے کو دخل دینا یہ دلیل محرومی کی ہے یہ تعلق بڑا ہی نازک ہے اس کے آداب ہی جداگانہ ہیں۔

(ملفوظ ۷۵) ملحدین کی بد فہمی اور کوڑ مغزی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ طالب کے واسطے وہ تدابیر اختیار کرتا ہے جس سے اس کا دل بڑھے مایوسی پاس نہ پھٹکے بعض لوگ اس کو معمولی چیز سمجھتے ہیں جو بڑی غلطی ہے یہ ایسا ہے جیسے طبیب جسمانی مریض کی تسلی تشفی کرتا ہے اور اس سے طبیعت کو قوت ہوتی ہے اور وہ مرض کا مقابلہ کرتی ہے اگر اس پر کوئی شبہ کرے کہ شاید شیخ مصلحت دل جوئی کے لئے تسلی کر دیتا ہو اور واقع میں وہ حالت تسلی کی نہ ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے معنے تو یہ ہوئے کہ وہ شیخ کو مہمل سمجھتا ہے یا خائن سمجھتا ہے یہ شبہ ایسا ہے جیسے ملحدین کہتے ہیں کہ جنت دوزخ کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ جنت کی رغبت ہو اور اس کی طمع سے اور دوزخ کا خوف ہو اس کے اثر سے اعمال صالحہ اختیار کریں۔ باقی واقع میں دوزخ جنت کچھ نہیں (نعوذباللہ) میں کہا کرتا ہوں اگر بفرض محال واقع میں بھی ایسا ہوتا تب بھی تم کو اس کی تفتیش نہیں کرنا چاہئے ورنہ جب لوگوں کو یہ معلوم ہو

جائے گا کہ دوزخ جنت کچھ نہیں تو ترغیب اور ترہیب کی مصلحت ہی فوت ہو جاوے گی اور یہ بغاوت ہے کہ جس چیز کو خدا تعالیٰ نے مصلحت کی وجہ سے اختیار فرمایا تم اس مصلحت میں مخل ہو تو یہ خود ایک بڑا زبردست جرم ہوا جس کی سزا ہلاکت ابدی ہو گی یہ ملحدین بھی بڑے ہی کوڑ مغز اور بدفہم ہوتے ہیں اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے۔

(ملفوظ ۷۶) طالبین کی چھان بین

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے شیوخ طالب کی بہت چھان بین کر کے بیعت کرتے تھے آج کل تو وہ امتحان کی باتیں ہی نہیں رہی ہے امتحان ہی سے گھبراتے ہیں دیکھئے میں آنے والوں کے ہر کام میں ہر بات میں اس طریق کی قدر رعایت رکھتا ہوں اور کبھی امتحان نہیں لیتا مگر معمولی معمولی باتوں سے گھبراتے ہیں مثلاً میں بالکل سیدھی اور صاف بات کہتا ہوں جس سے نہ خود الجھن میں پڑوں اور نہ آنے والوں کو الجھن میں ڈالوں تو خفا ہوتے ہیں مزاحاً فرمایا کہ اگر ضروری چیزوں کا خفا رکھتا تو خفا نہ ہوتے۔

(ملفوظ ۷۷) ایک نو وارد صاحب کو غلطی پر تنبیہ

ایک نو وارد صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ تم کو تکلیف پہنچاتے ہوئے شرم نہیں آئی۔ جو آتا ہے ایک سے ایک بڑھ کر آتا ہے کیا تمہاری حماقتوں اور بدفہمیوں کا میں ہی شکار بننے کو رہ گیا آخر کہاں تک صبر کروں کوئی حد بھی ہے تم تو نواب کے بیٹے ہو جو چاہو کرو اور میں تمہارا غلام ہوں آتے ہی دل مکدر کر دیا طبیعت کو منقبض کر دیا اب نفع کیا خاک ہو گا یہ کون سی ایسی باریک بات تھی جس کا جواب نہ بن پڑا یہی تو سوال کیا تھا کہ قیام کے روز رہے گا اس کو اس قدر ایچ پیچ میں ڈال دیا اگرچہ مگرچہ ہی میں وہی اور بات کا جواب نہ دیا جس سے متوہم ہوتا ہے کہ جیسے اس سوال میں میری کوئی غرض تھی اس لئے جواب

سے اعراض کیا گیا عرض کیا کہ میں اپنی غلطی کا حضرات والا سے معافی کا خواستگار ہوں فرمایا کہ معاف کو معاف ہی ہے خدانخواستہ میں کوئی انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں مگر کیا غلطیوں پر آگاہ بھی نہ کروں۔ تمہاری طرح میں بھی تمہارے عیوب کو چھپائے رکھوں اگر ایسا کروں اور کرنے پر قادر بھی ہوں تو پھر تمہاری اصلاح کیسے ہوگی میری اس میں کوئی مصلحت نہیں تمہارا ہی نفع ہے۔ عرض کیا کہ میں غلطی کو سمجھ چکا اب آئندہ انشاء اللہ ایسا نہ کروں گا فرمایا کہ ہمیشہ اس کا خیال رکھو کہ اپنی کسی بات سے اپنے کسی کام سے دوسرے کو تکلیف نہ ہو یہ ہے سلوک کا جزو اعظم۔

(ملفوظ ۷۸) ہمارے طریق میں تصور نہیں تصدیق ہے

فرمایا کہ ایک بی بی کا خط آیا ہے خاوند کے دستخط کرا کر خط بھیجا ہے میرا یہی معمول ہے کہ عورت کے خط پر جب تک خاوند کے یا خاوند نہ ہونے کی صورت میں کسی محرم کے دستخط نہ ہوں اس وقت تک جواب نہیں دیتا اتنا لکھ دیتا ہوں کہ اپنے خاوند کے دستخط کرا کر بھیجو اس میں بڑے مفاسد کا انسداد ہے چنانچہ اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے تاکہ جب بدون اجازت خاوند کے پیر کو خط نہیں لکھ سکتے تو اور تو کس کو لکھنا جائز ہوگا ادھر اس سے خاوند کا راضی ہونا معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اس تعلق خط و کتابت یا بیعت وغیرہ سے بددل تو نہیں اس لئے کہ کبھی خاوند اور بیوی کے عقائد میں یا مسلک میں اختلاف ہوتا ہے تو اس کی اجازت نہ ہونے کی صورت میں نزاع کا احتمال ہے ہر معاملہ میں ہر پہلو پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضور اپنی توجہ اور تصور سے اس بندی کو اپنی بیعت میں قبول فرمالیں میں نے لکھ دیا ہے کہ ہمارے طریق میں تصور نہیں تصدیق ہے۔

(ملفوظ ۷۹) حضرت کے تمام اصول اور قواعد کا منشاء

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے تمام اصول اور قواعد کا منشاء دوسروں کی اور اپنی اصلاح ہے اور یہ کہ طرفین کو راحت رہے باقی ان اصول اور قواعد سے حکومت کرنا مقصود نہیں اور نہ مجھ کو ان اصول پر فخر اور ناز ہے بلکہ ہر وقت ڈرتا رہتا ہوں اور برابر اپنی اصلاح کی فکر میں بھی لگا رہتا ہوں الحمد للہ میری نیت نفسانیت کی بالکل نہیں ہوتی اسی کا اثر ہوتا ہے محض اصلاح مقصود ہوتی ہے اور بدون اس طرز کے جس کا نام اصلاح ہے اس کا ہونا مشکل ہے۔

(ملفوظ ۸۰) حکایت حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہیؒ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شاہ محمد غوث گوالیری نے موکلات کو تابع کیا تھا ایک بار ان کو حکم دیا کہ شاہ عبدالقدوس صاحب قدس سرہ گنگوہی کو یا اس سلسلہ کے اور کوئی بزرگ تھے ان کو یہاں لے آؤ موکل پہنچے حضرت شیخ مشغول تھے موکلوں پر ہیبت طاری ہو گئی شیخ نے دفعۃً دیکھا تو کچھ اشخاص نہایت قوی ہیکل کھڑے ہیں دریافت فرمایا کہ کون عرض کیا ہم موکل ہیں پوچھا کیسے آئے عرض کیا کہ شاہ محمد غوث گوالیری نے بھیجا ہے وہ زیارت کے مشتاق ہیں اگر ارشاد ہو بہت آرام سے حضرت کو وہاں پہنچا دیں۔ فرمایا کہ ان کو ہی لے آؤ وہ موکل واپس گئے اور شاہ محمد غوث گوالیری کو لے کر چلے انہوں نے کہا بھی کہ تم تو میرے حکم بردار ہو کہنے لگے کہ اوروں کے مقابلہ میں باقی شیخ کے مقابلہ میں ہم ان کے حکم بردار ہیں غرض ان کو لیکر گنگوہ حاضر ہو گئے شیخ نے بہت ملامت کی کہ یہ کیا واہیات مشغلہ ہے انہوں نے اسی مجلس میں توبہ کی اور حضرت شیخ سے بیعت ہوئے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک جولاہہ آیا کہ میری لڑکی پر اللہ بخش کا خلل ہے آپ چلئے فرمایا کہ میں عامل نہیں ہوں اس نے بہت اصرار کیا آپ تشریف لے گئے اس نے سلام کیا

اور حضرت کی تشریف آوری پر شرمندگی ظاہر کی اور عرض کیا کہ اگر صرف اپنا نام لکھ کر بھیج دیتے تو میں چلا جاتا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ آپ کے سلسلہ والوں کو کبھی نہ ستاؤں گا۔

(ملفوظ ۸۱) ذکر کا نفع

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں طریقت کے امام تھے مجتہد تھے محقق تھے مجدد تھے ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ ذکر کرتا ہوں مگر کچھ فائدہ نہیں ہوتا فرمایا کہ یہ کیا تھوڑا فائدہ ہے کہ ذکر کرتے ہو اور تم کو ذکر کی توفیق دیدی گئی بس کام کرنے والے کی یہ شان ہونی چاہئے ۔

یابم اور ایا نیابم جستجوئے میکنم
حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم

آج کل کرنا دھرنا تو کچھ نہیں ایک ہی دن کام کر کے ولایت اور قطبیت کی تلاش ہو جاتی ہے حالانکہ یہ وہ طریق ہے کہ اگر ساری عمر بھی اس میں کھپ جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ کیا حاصل ہوا بلکہ یہ معلوم ہو کہ کچھ حاصل نہیں ہوا تو بس سب کچھ۔ حاصل ہو گیا یہی حالت نہایت مبارک ہے اس حالت پر ہزاروں کامیابیاں قربان ہیں کچھ معلوم بھی ہے کہ یہ دولت ہے کیا یہ وہ چیز ہے کہ تمام مجاہدات اور ریاضات سے یہی مقصود ہے۔

۲۵ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۸۲) گانے کی آفت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ گانا نہایت ہی خطرناک چیز ہے خصوص جبکہ گانے والی عورت ہو اس سے دل ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور یہی حکمت ہے کہ شریعت نے اس سے منع کیا ہے آفت کی چیز ہے اس سے عشق صورت پیدا

ہو جاتا ہے اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا کی طرح اس میں بھی نفع سے زیادہ مضرت
ہے بعضوں کی تو گانا سننے سے جان نکل گئی ہے اور میں تو حسین بچوں سے قرآن
شریف خوش الحانی کی ساتھ سننا بھی جائز نہیں سمجھتا جس میں نفس کی آمیزش ہو
اس نفس کی آمیزش پر یاد آیا میں ایک مرتبہ الہ آباد گیا وہاں پر ایک درویش ملے جو
صاحب سماع تھے مجھ سے سماع کے متعلق سوال کیا میں نے کہا یہ بتلائے کہ اس
طریق سلوک کی حقیقت اور اصل کیا ہے کہا کہ اس میں اصل چیز مجاہدہ ہے میں
نے کہا کہ مجاہدہ کسے کہتے ہیں کہا کہ مخالفت نفس کو میں نے کہا کہ گانا سننے کو
آپ کا جی چاہتا ہے کہا کہ چاہتا ہے میں نے کہا کہ ہمارا بھی چاہتا ہے مگر ہم نہیں
سنتے اور تم سنتے ہو ہم جی چاہا نہیں کرتے اور تم کرتے ہو ہم نفس کی مخالفت
کرتے ہیں اور تم اس کی موافقت کرتے ہو بتلاؤ ہم صاحب مجاہدہ ہیں یا تم ہم
درویشی کے قریب ہیں یا تم ہم صوفی کہلائے جانے کے قابل ہیں یا تم اس پر
بہت مسرور ہوئے اور یہ کہا کہ آج حقیقت سماع کی معلوم ہوئی میں تو کہا کرتا
ہوں کہ پہلے اہل سماع اہل سماء تھے اور آج کل کے اہل ارض ہیں اور بعض کیا بلکہ
اکثر کو تو فسق و فجور میں ابتلاء ہے کھلم کھلا مرد اور عورتوں سے ملوث رہتے ہیں
اور پھر درویش کے درویش اور صوفی کے صوفی درویشی کیا فولاد ہے یا رجسٹری کی
دستاویز ہے کہ کسی طرح ٹوٹنے ہی کو نہیں کہتی مگر پھر بھی آج کل یہ جہلاء ایسے
ہی راہزنوں اور ڈاکوؤں کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں اور ان کو بزرگ اور ولی سمجھتے
ہیں ایسوں ہی کی نسبت حضرت مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں -

کار شیطان میکنی نامت ولی
گر ولی ایں است لعنت بر ولی

واقعی یہ لوگ اسی کے مصداق ہیں اللہ تعالیٰ کی ہزاروں مخلوق کو انہوں
نے گمراہ کیا بڑے ہی جری ہیں۔

(ملفوظ ۸۳) بدفہموں سے انقباض

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر بعضے نا اہل آتے ہیں بڑا ہی جی تنگ ہوتا ہے اہل فہم ایک دو بھی ہوں افادہ استفادہ کے لئے وہی کافی ہیں ورنہ دونوں طرف تنگی ہی ہوتی ہے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک طوطی اور کوے کو ایک قفس میں بند کر دیا تھا طوطی کو تو وحشت تھی ہی کہ کوے کے ساتھ بند ہوں مگر کوے کو بھی وحشت تھی کہ میں کہاں اس کے ساتھ پھنسا ایسے ہی آنے والوں کو تو وحشت ہوتی ہی ہے کہ کہاں آکر پھنسے مجھ کو بھی وحشت ہوتی ہے کہ کن کج فہموں سے پالا پڑا۔

(ملفوظ ۸۴) سلطنت صرف فقہ حنفی پر چل سکتی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی عجیب نظر ہے ان کا فتویٰ ہے من کسر لمسلم بربطا اوطبلا اومز مارا اود فافھو من اور وجہ اس کی یہ لکھی ہے کہ الامر بالمعروف بالید الی الامراء لقدرتھم وباللسان الی غیر ھم یعنی آلات لہو کو توڑ ڈالنا واعظ کو یا کسی عامی کو جائز نہیں اگر کوئی توڑ ڈالے گا تو ضمان لازم آئے گا کیونکہ یہ کام سلطان کا ہے وہ ایسا احتساب کر سکتا ہے توڑ پھوڑ سکتا ہے سزا دے سکتا ہے امام صاحب کے اس فتوے میں کس قدر امن اور فساد سے تحفظ کیا گیا ہے حاصل یہ ہے کہ یہ اختیارات سلطان کے ساتھ خاص ہیں ورنہ اگر عوام کو ایسی گنجائشیں دی جاویں رات دن عوام میں جدال و قتال رہا کرے ایک انگریز نے لکھا ہے کہ سلطنت کسی فقہ پر نہیں چل سکتی بجز فقہ حنفی کے یہ ایک سیاسی تجربہ کار کا قول ہے۔

(ملفوظ ۸۵) ذکر اللہ سے باطن کی تعمیر ہوتی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جب کسی کو بناؤ سنوار کرتے دیکھتا ہوں فوراً سمجھ جاتا ہوں کہ یہ شخص کمال سے کورا ہے اور فضول میں پھنسا ہوا

ہے بات یہ ہے کہ ذکر اللہ سے باطن کی تعمیر ہوتی ہے اور ظاہر پر یہ اثر پڑتا ہے کہ اس کی زینت کا اہتمام نہیں رہتا۔

(ملفوظ ۸۶) قلت باران کا سبب

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج کل بارش کی بڑی کمی ہو گئی اب تو نہر وغیرہ کا انتظام بھی ہے پہلے تو مدار ہی زراعت کا بارش پر تھا اس وقت کمی نہ تھی فرمایا کہ کمی کی وجہ تو تم خود بیان کر رہے ہو پہلے خدا پر بھروسہ خدا پر نظر تھی اور اب نہر اور ندی پر ہے اور بعض اہل تجربہ نے یہ بیان کیا ہے کہ جب سے باغات کٹ گئے اور کم ہو گئے اس وقت سے بارش کم ہو گئی قانون قدرت یہ ہے کہ جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے حق تعالیٰ اس کے اسباب زیادہ پیدا فرماتے ہیں چنانچہ بن میں بارش زیادہ ہوتی ہے شاداب پہاڑوں میں کثرت سے بارش ہوتی ہے وہاں بھی درخت خود رو کثرت سے ہیں اور ایک سبب قلت باراں کا کثرت معصیت بھی ہے اس سے بھی بچنا چاہئے۔

۲۶؍ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۸۷) اسلام کی عجیب جامع تعلیم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص نے مجھ سے دریافت کیا تھا اگر تمہاری حکومت ہو جائے تو انگریزوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرو میں نے کہا کہ محکوم بنا کر رکھیں کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم ہی بنا کر رکھیں گے مگر ساتھ ہی اس کے نہایت راحت اور آرام سے رکھا جائے گا اس لئے کہ انہوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے اسلام کی بھی تعلیم ہے اور اسلام جیسی تعلیم تو دنیا کے کسی مذہب میں نہیں مل سکتی اس لئے کہ یہ خدائی تعلیم ہے اس میں غیر مسلموں تک کے حقوق مقرر کئے گئے حتیٰ کہ عین قتال کے وقت حکم ہے کہ اگر کوئی کافر کلمہ پڑھ لے تو اس پر سے تلوار ہٹا لو گو یہ بھی شبہ ہو کہ دل سے نہیں

پڑھا کیا ٹھکانا ہے اس وقعت اور قوت کا ایسا حکم کوئی بشر نہیں کر سکتا یہ خدا ہی کا کام ہے وہ جانتے سمجھتے ہیں کہ دھوکہ دینے والا کیا بگاڑ سکتا ہے جب چاہیں گے پھر مغلوب کر دیں گے اسلام ایسی ہی تعلیمات سے پھیلا ہے تلوار سے نہیں پھیلا تلوار تو صرف اس واسطے ہے کہ کوئی اسلام کی قوت کو مغلوب نہ کر سکے غرض اسلام کی ہر تعلیم نہایت دل کشی ہے غیر مسلم قومیں تک ان سب باتوں کو سمجھتے ہیں ایک صاحب نے میرا ایک فتویٰ بعض ملازمتوں کے ناجائز ہونے کا کراچی میں انگریز جج کے سامنے پیش کر دیا کہ وہ بھی تو یہی فتوی دے رہا ہے وہ مجرم کیوں نہیں اور میں مجرم کیوں ہوں حاکم نے جواب دیا کہ اس کا فتویٰ ایک سوال کا جواب ہے ایک شخص مسئلہ پوچھ رہا ہے ان کا فرض ہے کہ وہ دین کا مسئلہ بتلائیں ان کی نیت بیان حکم ہے سلطنت کا اضرار مقصود نہیں اور تم سلطنت کو ضرر پہنچانا چاہتے ہو تحریکات کے زمانہ میں میرا ایک ایسا ہی فتویٰ بڑے جلی قلم سے ایک سرخی قائم کر کے شائع کر دیا ایک انسپکٹر پولیس تحقیق کو آئے میں نے اس فتویٰ کا سن رسالہ نکال کر دکھلا دیا کہ چالیس برس ہو گئے جب وہ لکھا تھا اور اب تو اور زیادہ ہو گئے اور مسئلہ کا تو حق یہ ہے کہ اگر بادشاہ بھی پوچھے تو جو مسئلہ ہے وہی بتایا جائے گا۔

(ملفوظ ۸۸) محافظ حقیقی حق سبحانہ و تعالیٰ ہیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تحریکات کے زمانہ میں میرے متعلق یہ مشہور کیا گیا تھا کہ چھ سو روپیہ ماہانہ گورنمنٹ سے پاتا ہے ایک شخص نے ایک ایسے ہی مدعی سے کہا کہ اس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ یہ خوف سے متاثر نہیں لیکن طمع سے متاثر ہے بلکہ خوف سے تو گورنمنٹ ہی متاثر ہوئی چنانچہ تمہیں اور ہمیں سو روپیہ بھی نہیں دیتی تو اب اس کا امتحان یہ ہے کہ تم نو سو روپیہ دیکر اپنی موافق فتوی لے لو اگر وہ قبول کر لے تو وہ بات صحیح ہے ورنہ وہ بھی جھوٹ ایک صاحب کی ایسے ہی ایک شخص سے اور گفتگو ہوئی۔

مدعی صاحب عالم بھی تھے ان کو قسم دے کر پوچھا کہ ایمان سے بتاؤ
کیا یہی بات تمہارے دل میں بھی ہے کہا کہ حاشاوکلا دل میں ہرگز یہ بات نہیں
انہوں نے کہا کہ پھر زبان سے کیوں کہتے ہو کہا کہ اپنی آواز کو زوردار بنانے کے
لئے میں نے سن کر کہا کہ چلو روٹیاں پھر بھی ہماری بدولت مل رہی ہیں بڑا ہی پر
فتن زمانہ تھا۔ قتل کی دھمکیاں خطوط میں آئیں اور نام پتہ اس پر سب کچھ لکھا تھا
بعض احباب نے کہا کہ ایسے خطوط عدالت میں پیش کردو میں نے کہا کہ مسلمان
کی نالش غیر مسلمان کی عدالت میں پیش کروں غیرت آتی ہے اور اگر ایسا ہوا بھی
تو گھر بیٹھے شہادت کی دولت نصیب ہوگی میرا ضرر کیا ہے اسی زمانہ میں ایک
شخص ہندو راجپوت جو ضعیف العمر تھا مجھ کو جنگل میں مل گیا کہنے لگا کہ مولوی
جی کچھ معلوم بھی ہے تمہارے متعلق کیا کیا تجویزیں ہیں میں نے کہا ہاں معلوم
ہے اس کے ساتھ ایک اور بات بھی معلوم ہے وہ یہ کہ بدون خدا کے چاہے کوئی
کچھ نہیں کر سکتا کہا کہ تو پھر تمہارے لئے گھر جنگل سب برابر ہے جہاں چاہو
پھرو اور واقعہ بھی یہی ہے کہ سچے محافظ وہی ہیں۔

۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۸۹) اسماء الٰہیہ کا اثر عرش تک ہوتا ہے

ایک صاحب کو حضرت والا نے ان کی فرمائش پر تعویذ دے دیا ان
صاحب نے عرض کیا کہ اس کو موم جامہ کر کے باندھا جائے فرمایا کہ ضروری
نہیں موم تو محض اس لئے کر دیا جاتا ہے کہ اگر پانی لگ جائے تو حروف دھل نہ
جائیں عرض کیا کہ تعویذ لے کر دریا سے بھی عبور کرنا پڑے گا شاید بغیر موم
جامہ کے تعویذ کا اثر جاتا رہے فرمایا کہ یہ محض غلط مشہور ہے یہ تو سنا ہے کہ
سحر کا اثر دریا سے جاتا رہتا ہے کیونکہ وہ سفلی عمل ہوتا ہے ناپاک اثر پاک چیز
سے زائل ہو سکتا ہے بخلاف اسماء الٰہیہ کے کہ ان کا اثر عرش تک ہوتا ہے دریا

بیچارے سے کیا زائل ہوتا۔

(ملفوظ ۹۰)بعض لوگ پابند صوم صلوٰۃ کو دیوانہ سمجھتے ہیں

ایک صاحب چھے برس کے لڑکے کے علم دین حاصل کرنے کا شوق بیان کر رہے تھے اس پر حضرت والا نے فرمایا طبائع ہیں مگر آج کل اس کے قدر دان بہت ہی کم ہیں چنانچہ ایک طالب علم انگریزی تعلیم یافتہ کا خط آیا تھا غالباً پرسوں ہی آیا تھا لکھا تھا کہ میری شادی ہونے والی ہے یا ہو چکی ہے لڑکی والے یا تو نکاح نہیں کرتے یا رخصت نہیں کرتے اور لڑکے والے سے کہتے ہیں کہ ہم کس سے شادی کریں تمہارا لڑکا تو دیوانہ ہے باپ نے لڑکے سے کہا کہ بیٹا زیادہ نماز روزہ مت کیا کرو جس سے تم دیوانہ مشہور ہو جاؤ گے اب تو یہ حالت ہے اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے

(ملفوظ ۹۱)آداب مسجد

فرمایا کہ آج منتظم جامع مسجد دہلی کا ایک استفتا آیا ہے لکھا ہے کہ یہاں پر مسجد میں سیاسی جلسے ہوتے ہیں اس میں جھگڑے فساد تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے حتیٰ کہ چھریاں تک چل جاتی ہیں میں نے ایک الگ پرچہ پر سب احکام اور آداب مسجد لکھ دئے ہیں اور لکھ دیا کہ اس میں تمہارے تمام سوالوں کا جواب ہے اور تمہارے استفتے پر اس لئے نہیں لکھا کہ دوسرے لوگ اس جواب کو اپنے مخالفت میں سمجھ کر اس کی رد کی فکر میں لگ جائیں گے اور بے سمجھے ایک حدیث اس کے مقابلہ پر لائیں گے وہ حدیث یہ ہے کہ حبشی فن حرب کی مشق کی غرض سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسجد میں کھیلے ہیں اگر ہم جواب میں یہ کہیں گے کہ اس وقت جہاد کی تیاری تھی وہ لوگ یہ کہیں گے کہ ہم بھی جہاد کی تیاری کر رہے ہیں اگر ہم کہیں گے تمہاری نیت جہاد کی نہیں فساد کی ہے وہ کہیں گے کہ ہماری نیت جہاد کی ہے فساد کی نہیں اس کا فیصلہ کون

کرے گا اور اب مستقل مضمون کو اپنے رد میں نہ کہیں گے اس لئے نزاع نہ کریں گے پھر فرمایا کہ آج کل خدا کے گھر کا بالکل احترام نہیں رہا جہاں شرعی سزا دینے کی بھی ممانعت ہے وہاں یہ لوگ جھگڑے فساد حتی کہ قتل خونریزی تک کرنے لگے۔

(ملفوظ ۹۲) مسجد کا احترام

ایک صاحب نے سوال کیا کہ مسجد کے فرش پر محض گذر جانے کی نیت سے آنا جانا اس کا کیا حکم ہے فرمایا فقہا نے مکروہ لکھا ہے اگر کبھی اتفاقاً ایسا ہو جائے تو مضائقہ نہیں مگر عادت کرنا برا ہے مسجد کا بہت ہی احترام آیا ہے آج کل لوگوں میں حس نہیں رہا ان باتوں کی قطعاً پروا نہیں کرتے۔

(ملفوظ ۹۳) اہل علم سے بھی تہذیب کا رخصت ہونا

ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص خیر خواہی سے تہذیب کے لہجے میں ہمارے خلاف میں بھی کچھ لکھے تو جواب دینے کو جی چاہتا ہے ورنہ نامعقول تحریر کا جواب دینے کو جی نہیں چاہتا خدا معلوم کیا بات ہے آج کل اہل علم میں سے بھی تہذیب رخصت ہو گئی بعض لوگ نری معقول پڑھتے ہیں اس لئے نامعقول رہتے ہیں اور ان انگریزی تعلیم یافتہ طبقے میں تو تہذیب کا نام و نشان بھی نہیں رہا الاماشاء اللہ ایک ایسے ہی صاحب سے دہلی میں ملاقات ہوئی انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ آپ کے مدرسہ کے طلبہ میں کچھ لیاقت بھی ہوتی ہے میں نے کہا کہ لیاقت کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آیا پہلے لیاقت کا معیار سمجھنا چاہتا ہوں پھر بتلاؤں گا کہ اس قسم کی لیاقت ان میں ہے یا نہیں وہ سمجھ گئے کہ میں ان کو مدعی بنانا چاہتا ہوں پرانے آدمی تھے اور کچھ تہذیب بھی تھی ٹال گئے میں بھی خاموش ہو گیا۔ خدانخواستہ زک دینا تھوڑا ہی مقصود تھا۔

(ملفوظ ۹۴) شان کرم اور شان احسان

ایک صاحب کے سلسلہ گفتگو میں حضرت والا نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ شان کرم اور شان احسان خاص مسلمانوں کا حصہ ہے ان کے مسخر کرنے کا طریقہ صرف یہی ہے کہ ان کے ساتھ احسان کیا جائے ان کو دبانے سے تو ان میں اور اشتعال پیدا ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۹۵) مدرسہ میں ماموں زاد بھائی کو ملازم نہ رکھنے کا سبب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جس زمانہ میں کانپور میں تھا میرے ایک عزیز ماموں زاد بھائی تھے جو فتح پور ہسوہ میں پڑھاتے تھے فارسی کے استاد تھے کانپور میں ملنے آیا کرتے تھے ان کی قابلیت کی وجہ سے مدرسہ والوں نے چاہا کہ ان کو مدرسہ میں رکھ لیا جائے میں نے کہا کہ نہ بھائی میں پسند نہیں کرتا کیونکہ غیروں کے ساتھ تو اگر رعایت کروں تو کسی کو کچھ شکایت نہیں اور اس کو احسان سمجھا جاتا ہے اگر مواخذہ کروں تو ان کو ناگواری نہیں ہوتی مگر آپس والوں کے ساتھ ہر قسم کے معاملات باعث مفسدہ ہوتے ہیں۔

(ملفوظ ۹۶) اہل اسلام کا تقدس

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دوسرے مذاہب کے مقتدا بھی اکثر مقدس نہیں ہوتے صرف صورت ہی کا تقدس نظر آتا ہے اور الحمد للہ اہل اسلام میں دعویٰ اتنا نہیں تقدس کا جس قدر حق تعالیٰ نے ان کو تقدس عطا فرما رکھا ہے یہ سب خدا کی طرف سے ہے۔

(ملفوظ ۹۷) اللہ تعالیٰ شانہ کے بے شمار احسانات

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خدا کی نعمتیں بے حد اور بیشمار ہیں قرآنؐ

تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا کہاں تک انسان شکر کر سکتا ہے ادھر سے آواز تو آتی نہیں مگر سب کام حق تعالیٰ حسب مصلحت تو ہمیشہ اور دلخواہ بھی اکثر پورے فرما دیتے ہیں یہ خدا کی نعمت اور تائید نہیں تو اور کیا ہے۔

(ملفوظ ۹۸) رسالہ تحدید العرش ایک نافع رسالہ ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امرتسر کے ایک غیر مقلد نے بے ڈھنگا اعتراض کر کے ذات وصفات پر ایک رسالہ لکھوایا جس کا نام ہے تحدید العرش مجھ کو ساری عمر بھی کبھی اس قدر خوف نہیں معلوم ہوا جس قدر اس بحث کے لکھتے ہوئے معلوم ہوا اس قدر تکلیف ہوئی کہ یہاں تک خیال ہوا کہ اگر میں جاہل ہی رہتا تو اچھا ہوتا جاہلوں کے جہل پر رشک ہوتا تھا مگر تائید غیبی اور فضل خداوندی شامل حال رہی کہ افراط و تفریط سے محفوظ رکھا اور ایک کام کی چیز ہو گئی انشاء اللہ مخلوق کو نفع ہو گا۔

(ملفوظ ۹۹) حضرت امام شافعی کے ایک قدر دان میزبان کی حکایت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ راحت اور آرام کی زندگی تو ان ہی حضرات کی ہے جس کی وجہ سادگی اور بے تکلفی ہے حضرت امام شافعی ایک رئیس کے یہاں مہمان تھے ان رئیس کی عادت تھی کہ نوکر کو کھانوں کی فہرست لکھوا دیا کرتے تھے کہ اس وقت یہ کھانے تیار ہوں گے رئیس وہ فہرست لکھوا کر اور نوکر کو دے کر کہیں چلے گئے امام شافعی صاحب نے وہ فہرست نوکر سے لے کر ایک کھانا جو کہ مرغوب تھا اس فہرست میں بڑھا دیا نوکر نے وہ کھانا بھی پکایا جب دستر خوان پر کھانا آیا تو رئیس نے دیکھا کہ ایک کھانا زائد ہے نوکر سے دریافت کیا کہ یہ تو ہم نے نہیں لکھا تھا پھر کیوں تیار ہوا اس نے کہا کہ یہ امام صاحب نے بڑھایا تھا جو آپ کے مہمان ہیں میزبان اس قدر خوش ہوا کہ

شخص غلام تھا اس کو خوشی میں آزاد کر دیا کہ مہمان کی فرمائش سے کھانا پکایا دیکھئے یہ مسرت بے تکلفی کی بدولت میسر ہوئی۔

۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۱۰۰) آج کل اہل اللہ کی صحبت فرض عین نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ افسوس جتنی ضروری چیزیں ہیں آج کل ان سب سے ذہول اور غفلت ہے چنانچہ آج کل بڑی ضرورت کی چیز صحبت ہے اہل اللہ اور خاصان حق کی یہ صحبت میرے نزدیک اس زمانہ میں فرض عین ہے بڑے ہی خطرہ کا وقت ہے جو چیز مشاہدہ سے ایمان کے حفاظت کا سبب ہو اس کے فرض عین ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے ایسی چیز کا اہتمام تو ابتداء ہی سے ہونا چاہئے مگر لوگوں کو اس طرف سے بڑی غفلت ہے پھر صحبت نیک کے نہ ہونے کے ثمرات نمونہ کے طور پر بیان فرمائے چنانچہ ایک ثمرہ یہ ہے کہ اس وقت یہ حالت ہو گئی ہے کہ استادوں کے ساتھ استہزا قرآن و حدیث میں تحریف اس وقت منتہائے کمالات یہ ہو گیا ہے کہ تقریر اور تحریر ہو اور اپنے کو اپنے استادوں اور بزرگوں کے برابر خیال کرنے لگے گو ابھی تک یہ بات زبان سے تو نہیں کہی مگر آئندہ کہنے بھی لگیں گے یہ سب اس کا ثمرہ ہے کہ ان کی تعلیم دی گئی ہے کہ حکومت کی مخالفت کرو حکومت کوئی چیز نہیں یہ حکم بعض حالات میں فی نفسہ تو برا نہیں تھا مگر لوگوں میں قیاس فاسد کا مادہ تھا طبائع میں سلامتی نہ تھی حدود کا خیال نہ تھا اس لئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ استاد بھی کوئی چیز نہیں پیر بھی کوئی چیز نہیں باپ بھی کوئی چیز نہیں غرض اعتدال کسی چیز میں نہ رہا نہ اصول رہے نہ قواعد رہے اس ہی لئے سر پر کسی کامل کی رہنے کی ضرورت ہے وہ فطریات کا ازالہ نہیں کرتا امالہ کرتا ہے کیونکہ اس چیز کو قطعاً نابود کر دینا خلاف حکمت ہے صرف اس کے رہتے ہوئے اعتدال کی ضرورت ہے تو حکومت کی

مخالفت کے بھی حدود ہیں ان کی پروا نہیں کی گئی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے
بزرگوں کی بھی مخالفت شروع کر دی اقوال میں افعال میں صورت میں سیرت
میں طرز معاشرت لباس میں اخلاق میں سب میں ایک دم کایا پلٹ ہو گئی چنانچہ
اس وقت مدارس دینیہ کو دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علی گڑھ کالج ہے
خیالات بدل گئے لباس بدل گئے صورتیں ہی کچھ اور ہو گئیں یہاں تک کہ جو
جماعت مشائخ کی طرف منسوب سمجھی جاتی ہے اس کی حالت گندی ہو گئی اس پر
ایک واقعہ یاد آیا ایک لڑکے کو اس کے چند ورثا لے کر میرے پاس آئے وہ ایک
بازاری عورت کے ہاتھ میں پھنس گیا تھا میں نے اس کو بے تکلف کرنے کے
لئے الگ لے جا کر نہایت دلجوئی کے ساتھ اس سے واقعات دریافت کئے اس
نے کہا کہ میں اس کے چھوڑنے کو تیار ہوں مگر میں نے اس سے وفاداری کا
عہد کر لیا ہے اس نے یہ کہا تھا کہ مردوں کا کچھ اعتبار نہیں مجھ سے کوئی اچھی
مل گئی تو اس سے تعلق پیدا کر لو گے میں نے اس کی تسلی کی اس نے کہا کہ
پیران کلیر چل کر حضرت مخدوم صاحب کے مزار پر عہد کرو چنانچہ وہاں گئے اور
ایک مجاور نے مزار پر ہم سے عہد لیا اب خلاف کرنے میں اندیشہ وبال کا ہے
دیکھئے یہ مجاور صاحب کی حرکت ہے یہ اپنے کو بزرگوں کی طرف منسوب کرنے
والے لوگ ہیں میں نے اس لڑکے سے اس اندیشہ کے ازالہ کے لئے یہ کہا کہ
تمہارے میرے متعلق خیر خواہی کرنے کا اور سچ بولنے کا کیا خیال ہے کہا کہ مجھ
کو ہر طرح پر آپ پر اطمینان ہے میں نے کہا کہ میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر
تم نے اس قسم اور عہد کو توڑ دیا تو تم پر کوئی وبال نہ ہو گا اور اگر نہ توڑا تو ہزاروں
وبال آئیں گے یہاں پر بھی اور آخرت میں بھی اس نے کہا کہ مجھ کو اطمینان ہو گیا
مگر ایک بات کی اجازت چاہتا ہوں کہ میں جا کر اس کو اطلاع کر دوں تاکہ وہ
دھوکہ میں نہ رہے میں نے کہا کہ اس کی اجازت ہے مگر اس شرط سے کہ اور
کوئی بات تو نہ کرو گے اور اس کے علاوہ اور تو کچھ نہ بولو گے اور نہ اس کے بعد
اس کے پاس جاؤ گے اور ان قیود کی ساتھ اجازت دینا اس وجہ سے تھا کہ اس

میں جذبہ تھا وفاء عہد کا اس کو فنا نہیں کرنا چاہئے اس اجازت سے وفاء عہد کے ملکہ کو باقی رکھا گیا اب بظاہر تو یہ شبہ تھا کہ مقدمہ معصیت کی اجازت دیدی مگر وفاء عہد کی دولت کو باقی رکھنے کے لئے ایسا کیا گیا اور معاصی کا انسداد قیود سے کر لیا گیا چنانچہ وہ لڑکا گیا اور اس کو اطلاع کرنے کے بعد پھر اس طرف رخ نہیں کیا بعض اوقات کسی بڑے منشاپر نظر ہونے سے ظاہر کے خلاف کسی موہم کا ارتکاب ہو جاتا ہے لیکن حقیقت واضح ہونے کے بعد وہ شبہ زائل ہو جاتا ہے چنانچہ ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ کسی چور کو بادشاہ نے سولی کا حکم دیا اور عبرت کے لئے لاش چھوڑ دی گئی ایک بزرگ کا اس طرف کو گذر ہوا دیکھا کہ دار پر ایک لاش لٹکی ہے اور بزرگ نے دریافت کیا کہ کیا واقعہ ہے کسی نے عرض کیا کہ اس نے ایک مرتبہ چوری کی تو ہاتھ کاٹا گیا دوسری مرتبہ چوری کی تو پیر کاٹ دیا گیا اب تیسری مرتبہ پھر چوری کی تو سولی دی گئی ان بزرگ نے اس لاش کے قدم چومے لوگوں نے کہا کہ آپ نے اتنے بڑے شیخ اور اس سارق کے قدم فرمایا کہ میں نے اس کے قدم نہیں چومے اس کی استقامت کے قدم چومے ہیں اور فرمایا کہ جیسی اس کو شر میں استقامت تھی کاش ہم کو خیر میں استقامت ہوتی بزرگوں کی باتیں بزرگ ہوتی ہیں معمولی باتوں میں ہم ہوتے ہیں۔

(ملفوظ ۱۰۱) چشتیہ اور نقشبندیہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرات چشتیہ بدنام ہیں کہ یہ بعضے امور مثل سماع وغیرہ خلاف سنت کرتے ہیں اور نقشبندیہ متبع سنت ہیں لیکن غور نہیں کرتے کہ چشتیہ محققین نقشبندیہ سے بھی زیادہ متبع سنت ہیں چنانچہ اور چشتیوں نے کسی ایک چیز کو بھی لوازم طریق سے نہیں کہا جو سنت میں منقول نہ ہوتے کہ سماع بھی ان کے یہاں لازم طریق نہیں گو بعض عوارض سے بعض حالات میں اس کی اجازت دی ہے اور نقشبندیوں نے تصور شیخ کو اور ذکر لطائف کو لوازم

طریق سے قرار دیا ہے مگر پھر بھی حضرات چشتیہ بدنام ہیں چنانچہ حنفیہ سب سے زیادہ متبع سنت ہیں مگر کم فہموں نے پھر بدنام کیا ہے۔

(ملفوظ ۱۰۲) دفع مضرت کے لئے رشوت دینا جائز ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض بات بڑی نازک پیش آجاتی ہے اس وقت عجب کشمکش ہوتی ہے۔ یہاں ایک نیک شخص تھے نیم عالم بھی حافظ بھی ان کا ایک معاملہ تھا جس کا ایک ہندو قانون گو سے واسطہ تھا اس پر چار روپیہ رشوت کے ٹھیرے دفع مضرت کے لئے رشوت دینا جائز بھی ہے یہ مسئلہ ان کو معلوم تھا اس لئے وعدہ کر یا جب کام ہو گیا میرے پاس آئے کہ کام تو ہو گیا اب کوئی مضرت بھی نہیں تو اب رشوت دوں یا نہ دوں میں نے کہا کہ اصل تو یہی ہے کہ نہ دیا جائے مگر اس کا اثر دیکھا جائے کہ اس میں مسلمانوں کی خصوص مقدسین کی بدنامی ہے یہ غیر مسلم سمجھیں گے کہ ایسے بزرگ بھی بے ایمانی کرتے ہیں اس لئے اگر تم دیکر توبہ کر لو تو یہ اقرب الی المصلحت ہے ایک یہ کہ اس وقت نہ دینے میں آئندہ ان مظلوم غرباء کا نقصان ہو گا جن کا کام ادھار پر ہو جاتا تھا اور نقد ہر وقت میسر نہیں ہوتا ایسی دقیق اور پیچیدہ باتیں پیش آجاتی ہیں مصلحین کو اور خادمان امت کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔

(ملفوظ ۱۰۳) کسی کو حقیر سمجھنے کی مذمت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آدمی کسی کو کیا ذلیل اور حقیر سمجھے اگر ایک حسین شخص کے منہ پر کالک لگی ہے اور ایک قبیح المنظر کے منہ پر پوڈر مل دیا تو حقیقت میں یہ کالج بری ہے مگر جس کے کالک لگی ہے وہ حسن میں تم سے افضل ہے اسی طرح ممکن ہے کہ مبتلائے معاصی کسی خاص خوبی کے سبب واقع میں تم سے افضل ہو اور قبح محض رنگ معصیت سے ہوا اس لئے امر بالمعروف کے وقت بھی مخاطب کی تحقیر نہ کی جاوے۔

(ملفوظ ۱۰۴) شیخ کامل کا کام

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طبیب کی اس لئے ضرورت ہوتی ہے کہ جزئی احوال پر کلیات کو منطبق کرتا ہے ایسے ہی محقق اور شیخ کامل کا کام ہے اس لئے خود تم کو اپنی رائے پر اعتماد نہ چاہئے۔

(ملفوظ ۱۰۵) معاصی نور قلب میں مخل ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معصیت کے ساتھ اعمال صالحہ تو جمع ہو سکتے ہیں فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ لیکن نور قلب اور معاصی ایک جگہ جمع نہیں ہوتے معاصی اس میں مخل ہیں۔

(ملفوظ ۱۰۶) بزرگوں کی دعاؤں کے ثمرات

ایک صاحب نے حضرت والا سے اپنے کسی دنیوی معاملہ میں مشورہ لینا چاہا فرمایا کہ اگر میں ان جھگڑوں قصوں کو پسند کرتا تو گھر کی جائداد بھائی کے ہاتھ کیوں بیع کر دیتا میں بھی آج زمیندار ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اب بھی زمینداروں سے اچھا ہوں میں کہا کرتا ہوں کہ آدمی زمیندار کیوں بنے آسمان دار کیوں نہ بنے تو خدا کا شکر ہے اپنے بزرگوں کی جوتیوں کی برکت سے ہم آسماندار ہیں اور یہ سب ان ہی حضرات کی توجہ اور دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

(ملفوظ ۱۰۷) نیاز کی ضرورت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک عقل ہی بے چاری کیا وہاں تو تمام ہی قوتیں گرد ہیں وہاں تو فضل ہی سے کام چلتا ہے نہ علم پر مدار ہے نہ عمل پر نہ حال پر نہ کمال پر نہ زہد اور تقوے پر یہ چیزیں تو ناز کی ہیں وہاں تو نیاز کی ضرورت ہے۔

(ملفوظ ۱۰۸) حضرت حکیم الامت کے تمام اصول و قواعد کی روح

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمدللہ میں تو اپنی کھلی ہوئی حالت رکھتا ہوں تاکہ کسی کو دھوکا نہ ہو کسی راز کو اپنے پوشیدہ نہیں رکھنا چاہیے اس پر کوئی معتقد رہے یا غیر معتقد ایک یہ کہ میں کبھی کسی سے کسی قسم کی فرمائش نہیں کرتا ایک یہ کہ جو شخص کسی کام کا ارادہ کرتا ہے اور وہ کام جائز ہوتا ہے اس کو اپنے مشورہ سے نہیں بدلتا مباح اور جائز امور میں میری طرف سے دوستوں کو بالکل آزادی ہے میرے ان تمام اصول اور قواعد کا خلاصہ اور روح یہ ہے کہ میری وجہ سے کسی کے قلب پر کوئی گرانی یا تنگی نہ ہو اور یہی میں دوسروں سے چاہتا ہوں کہ وہ بھی مجھ کو نہ ستاویں نہ اذیت اور تکلیف پہنچاویں جس طرح میں ان کی رعایت کرتا ہوں وہ بھی میری رعایت پیش نظر رکھیں یہی وجہ ہے کہ امیر و کبیر اور غریب سب بے فکر ہو کر مجھ سے ملتے ہیں کسی کو یہ کھٹک نہیں ہوتی کہ شادی یہ ہم سے کسی نفع کا طالب ہو جب چاہو آؤ جب چاہو جاؤ اس میں میرا وہی مسلک ہے جو حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا تھا حضرت کے دربار کی یہ شان تھی۔

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو
دار و گیر و حاجب و دربان دریں درگاہ نیست

اگر یہ بات نہ ہوتی تو بعض لوگوں کو تعلق رکھنے میں رکاوٹ ہوتی تو جو نفع دینی ان کو اب پہنچ سکتا ہے وہ بند ہو جاتا ایک قصہ یاد آیا یہاں سے قریب ایک موضع ہے وہاں ایک رئیس تھے مجھ سے بھی دوستی کا تعلق تھا اور اپنی ساری جماعت کے معتقد تھے ان کو اپنے متوفی بیٹے کی کچھ نمازوں کا فدیہ دینا تھا اور وہ بڑی رقم تھی تو انہوں نے کبھی سے اس کا ذکر تک نہیں کیا مسئلہ بھی صرف

یہاں سے پوچھا محض اس احتمال سے کہ اگر کسی اور سے پوچھوں گا تو کوئی اپنے مدرسہ کے واسطے نہ کہہ بیٹھے ان کے ان بیٹے کا جب انتقال ہوا تھا یہاں سے اپنے ایسے لوگوں نے تعزیت کے لئے جانا چاہا جن کا تعلق مدرسہ سے تھا میں نے منع کر دیا کہ ایک کارڈ سے تعزیت کر لو اگر مدرسہ سے تم لوگوں کا تعلق نہ ہوتا تو مضائقہ نہ تھا اب چونکہ مدرسہ سے تعلق ہے ممکن ہے کہ ان کو یہ خیال ہو کہ مدرسہ کے لئے آئے ہیں کہ مدرسہ کو کچھ ملے گا غیرت آتی ہے بس ان باتوں کی بدولت میں بدنام ہوں وہمی اور شکی کہا جاتا ہوں کیا یہ وہم اور شک ہے جہاں ذلت یقینی ہو میرے تو تجربات ور مشاہدات ہیں میں ان کو کیسے مٹا دوں اور دوسروں کے کہنے سے کیسے چھوڑ دوں۔

(ملفوظ ۱۰۹) ایذا دہی کا اصل سبب بے فکری ہوتا ہے

ایک نو وارد صاحب آئے اور مصافحہ کر کے اس قدر قریب بیٹھے کہ اس کی وجہ سے حضرت والا کو خطوط کے رکھنے میں تنگی ہوئی اس پر حضرت والا نے ان کی اس غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آئے اور کس غرض سے اور کب تک قیام رہے گا اس پر وہ صاحب خاموش رہے حضرت والا نے دوبارہ پھر دریافت فرمایا کہ جواب دو اور جو کچھ کہنا ہو کہہ لو مجھ کو اور بھی کام ہیں وہ صاحب پھر بھی خاموش رہے فرمایا کہ ابھی تک تو میں صبر کر رہا ہوں اب عنقریب تغیر ہو جائے گا آخر صبر کی بھی تو حد ہے گو تمہاری بد عقلی اور بد فہمی اور خاموشی کی کوئی حد نہیں معلوم ہوتی دیکھو پھر شکایتیں کرتے پھرو گے۔ اس پر عرض کیا کہ میں معافی کا خواستگار ہوں مجھ سے غلطی ہوئی فرمایا کہ معافی کو خدانخواستہ انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں مگر کیا تمہاری اس غلطی پر تم کو اطلاع بھی نہ کروں یہ بتلاؤ کہ اس غلطی کا سبب بد فہمی ہے یا بے فکری عرض کیا کہ بد فہمی ہے فرمایا چلو چھٹی ہوئی اس صورت میں تو اصلاح کی بھی امید نہیں اس لئے کہ فکر تو اختیاری ہے اگر بے فکری سبب ہوتا تو فکر اختیاری سے اس کا تدارک ہو

جاتا اور بد فہمی غیر اختیاری ہے اس کا کوئی تدارک ہی تمہارے قبضہ میں نہیں پھر فرمایا کہ میں جب کسی سے پوچھتا ہوں کہ بد فہمی اس کا سبب ہے یا بے فکری تو یہ سمجھ کر کہ ایسی بات کہی جاوے کہ جو غیر اختیاری ہے تاکہ جرم کی نوعیت ہلکی ہو جائے معذور سمجھا جاوے اکثر یہی جواب دیتے ہیں کہ بد فہمی اس سے جرم میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اس لئے کہ اختیاری فعل کا دفع بھی اختیاری ہوتا ہے اور غیر اختیاری کا دفع بھی غیر اختیاری ہوتا ہے اس کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا یہ جواب دینے والوں کی ہوشیاری اور نفس کی شرارت ہے کہ بد فہمی کو سبب قرار دیتے ہیں حالانکہ زیادہ سبب بے فکری ہی ہوتا ہے یہاں بھی چالاکی سے کام نکالنا چاہتے ہیں میں ان کی نبضیں خوب پہچانتا ہوں یہی وجہ ہے کہ مجھ سے لوگ خفا ہیں میں ان کے پول کھولتا ہوں ان کے امراض کو ان پر ظاہر کرتا ہوں مگر اس اظہار سے خدانخواستہ تحقیر یا تذلیل مقصود نہیں ہوتی بلکہ آگاہ کرنا اور اصلاح کرنا مقصود ہوتا ہے اور کسی کو کیا حق ہے کہ کسی کی تحقیر یا تذلیل کرے اور مجھ جیسا شخص تو کبھی ایسا کر ہی نہیں سکتا اس لئے کہ میرا خیال آنے والوں کے ساتھ وہ ہے جو حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں آنے والوں کی زیارت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں اور مریدوں کی نسبت یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر پیر مرحوم ہوگا وہ مرید کو جنت میں کھینچ لے جائے گا اور اگر مرید مرحوم ہوگا تو پیر کو کھینچ کر لے جائے گا سو جس شخص کا یہ خیال ہو وہ کسی کو کیا حقیر سمجھ سکتا ہے بہر حال میں آنے والوں کو اپنے سے افضل اور بہتر سمجھتا ہوں اور یہ جو کچھ آنے والوں کے ساتھ میرا طرز ہے یہ محض ان کی ہی مصلحت اور اصلاح کی وجہ سے اختیار کرتا ہوں اس پر بھی مجھ کو اپنے اس طرز پر ناز نہیں بلکہ ہر وقت ڈرتا رہتا ہوں اور خود بھی اصلاح کی فکر میں بھی لگا رہتا ہوں کیونکہ نفس ایسی ہی چیز ہے کہ اس سے کبھی بے فکری نہیں ہو سکتی اور نہ بے فکر ہونا چاہئے اس کی طرف سے اگر ذرا بھی بے فکری اور غفلت ہوئی فوراً اس نے وار کیا اس کی تو ہر وقت ہی دیکھ بھال جانچ پڑتال کرتا رہے تو خیر ہے

ورنہ اس نے بڑوں بڑوں کے زہد اور تقویٰ اور عبادتوں کو پلک جھپکنے میں خاک میں ملا دیا اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نفس اژدر ہاست او کے مردہ است
از غم بے آلتی افسردہ است

بس یہ اسباب نہ ہونے کی وجہ سے دبا رہتا ہے ذرا اس کو راستہ ملا اور شیر کی طرح سامنے مقابلہ پر آکھڑا ہوتا ہے غرض کہ میرا جو طرز ہے وہ اپنے نفس سے مامون ہونے کی بناء پر نہیں بلکہ محض دوسروں کی اصلاح کی وجہ سے ہے ورنہ اگر اصلاح کا کام چھوڑ دوں تو پھر اس کندھے اترو اور اس کندھے بیٹھو اور اب اسباب متعددہ کے سبب عنقریب میں اصلاح کا کام بند کرنے والا ہوں اور یہ تو مجھ کو آسان ہے کہ میں اصلاح کا کام چھوڑ دوں مگر یہ مشکل ہے کہ اصلاح کے کام کو جاری رکھتے ہوئے اپنے طرز اور مسلک کو بدل دوں۔ مجھ سے کسی کے ناز برداری اور چاپلوسی نہیں ہو سکتی مجھ کو غیرت آتی ہے کہ طالب کو مطلوب بناؤں اور اگر محض میری ہی ذات کا معاملہ ہوتا میں ایسا بھی کر لیتا مگر طریق کو کیسے طالب بنادوں اور اگر کسی کو میرا یہ طرز ناپسند ہے میرے پاس نہ آوے میں بلانے کب گیا تھا میں تو ایسے موقع پر یہ پڑھا کرتا ہوں ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی
جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

اب مدتوں کے بعد اصلاح کا باب مفتوح ہوا ہے طریق بالکل مردہ ہو چکا تھا ناعاقبت اندیش اس کو پھر بند دیکھنا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ پھر گڈمڈ ہو جائے مگر اب مشکل ہے مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِن بَعْدِهِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اور اس چودھویں صدی میں ایسے ہی پیر کی ضرورت تھی جیسا کہ میں اٹھ ہوں بڑے بڑے مکاروں کی دوکانیں پھیکی پڑ گئیں بڑے حلوے مانڈے اڑاتے تھے اب ان میں کھنڈت پڑ گئی اب جاہلوں کو بھی جال میں پھانسنا آسان نہیں رہا اور یہ سب

خدا کا کام ہے وہ اپنا کام جس سے چاہے لے لیں مجھ کو اس پر ناز نہیں اور نہ کسی کو ہونا چاہئے۔

(ملفوظ ۱۱۰) ایک طاغوت کے متعلق ارشاد

ایک سلسلہ گفتگو میں بعض طواغیت کفر کی نسبت فرمایا کہ بڑا ہی چالاک اور دشمن اسلام ہے اس نے مسلمانوں کو دھوکا دیا خیر یہ بات تو معمولی ہے کہ دشمن اپنی سی کیا ہی کرتا ہے اس کا کام تو نقصان پہنچانے کا ہوتا ہی ہے حق تعالیٰ بھی فرماتے ہیں اِنَّ الشَّیْطَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّمُّبِیْنٌ مگر افسوس تو مسلمانوں کی حالت پر ہے کہ انہوں نے دوست دشمن کو نہ پہچانا مسلمانوں کی قوم بہت ہی بھولی ہے اور زیادہ تر دھوکہ عام مسلمانوں کو ان لیڈروں کی وجہ سے ہوا یہ ناعاقبت اندیش مسلمانوں کی کشتی کے ناخدا بنے ہوئے ہیں ان کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے انہوں نے ہزاروں مسلمانوں کے ایمان کو تباہ اور برباد کر دیا دیکھ لیجئے مشاہدات اور واقعات اس کے شاہد ہیں جس کے نعرے لگائے قشقے پیشانی پر لگائے ہندوؤں کی ارتھی کو کندھا دیا ان کے مذہبی تہواروں کا انتظام مسلمان والنٹیریوں نے کیا یہ تو ایمانی نقصان ہوا اور جانی نقصان سنئے ہزاروں مسلمان ان قصوں کی بدولت موت کے گھاٹ اتر گئے ہجرت کرائی ہزاروں مسلمان بے خانماں ہو گئے مکان جائیداد غارت ہو گئیں بڑی بڑی ملازمتیں چھوڑ دیں موپلوں کی قوم کو تباہ کرا دینے کا ان ہی کا کام تھا اب پچاسوں برس بھی وہ نہیں سنبھل سکتے اور جس بری طرح وہ پیسے گئے ہیں سن کر دل کانپ اٹھتا ہے یہ سب ان لیڈروں کی بدولت مسلمانوں کو نقصانات کا شکار ہونا پڑا مگر ان کے کیک بسکٹ انڈے چائے اور فسٹ کلاس کے سفر میں کوئی فرق نہ آیا لاکھوں روپیہ جو بیوہ عورتوں نے چکی پیس پیس کر اور مسلمانوں نے اپنے اخراجات میں تنگی کر کے دیا سب غتربود کر دیا جلسے بدون پنڈالوں کے نہیں ہو سکتے ان میں ہزاروں روپیہ مسلمانوں کے خون پسینے کی کمائی کا برباد کیا اور پھر دوسروں پر طعن ہے کہ یہ قوم

کی خبر گیری نہیں کرتے رہبری نہیں کرتے ایسوں ہی کی بدولت قوم اور ملک تباہ ہوا کسی نے خوب کہا ہے ؎

گربہ میروسگ وزیر و موش راویواں کنند
ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند

پھر عوام کے لئے نام نہاد علماء کی شرکت زیادہ نقصان کا سبب ہوئی جب علماء ہی پھسل گئے دوسروں کی کیا شکایت چو کفر از کعبہ برخیزد کجاماند مسلمانی۔

(ملفوظ ۱۱۱) طریق کی حقیقت سے بے خبری

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق کی حقیقت سے ناواقفیت کی نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے علماء بے چارے تو کیا ہیں جو مشائخ کہلاتے ہیں وہ اس سے بے خبر اور لا علم ہیں یہ ایک مستقل فن ہے بدون اس کے جانے ہوئے ہمیشہ آدمی ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے راہ نہیں ملتا اودھ میں ایک عالم تھے میں بھی ان سے ملا ہوں بہت ہی سادہ مزاج اور نیک تھے پہلے ہمارے ہی بزرگوں کے معتقد تھے آخر میں آکر دوسروں کا رنگ غالب آگیا تھا ایک صاحب ذی علم یہاں سے تعلق رکھنے والے اسی نواح میں رہتے تھے اور میرے کہنے سے ان اودھ والے بزرگ سے ملتے تھے ایک بار ان بزرگ نے ان صاحب سے پوچھا کہ تم ذکر و شغل کرتے ہو انہوں نے کہا کرتا ہوں پوچھا کہ کچھ نظر بھی آتا ہے انہوں نے کہا کہ نظر تو کچھ بھی نہیں آتا کہنے لگے کہ خیر ثواب لئے جاؤ باقی نفع کچھ نہیں مجھ کو یہ سن کر حیرت ہوئی کہ عالم ہو کر ایسی بات تمام اعمال سے مقصود تو یہی ثواب ہے اور ثواب سے مقصود ہے حق تعالیٰ کا قرب اور ان کی رضاء اس کے علاوہ اور وہ کون سی چیز ہے جو ان کے پیش نظر ہے اور جس کو نفع کہہ رہے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ اصل مقصود بالتحصیل ثواب ہے جو سبب ہے قرب اور رضا کا اور اصل مقصود بالتخذیر عذاب و عقاب ہے جو سبب ہے بعد حق اور عدم رضا کا بس

یہی ہے جو کچھ ہے پھر نہ معلوم وہ کیا چیز ہے جس کے متعلق عالم ہو کر ایسی بات کہی یہ سب طریق سے عدم واقفیت کی دلیل ہے یہ طریق بڑا ہی نازک ہے اس میں بہت ہی بڑے سنبھل کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اس راہ میں قدم رکھنے سے قبل اتباع کے لئے کسی شیخ اور راہبر کامل کو تلاش کر لو بدون راہبر کے اس راہ میں قدم رکھنا خطرہ عظیم ہے اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

یار باید راہ را تنہا مرو
بے قلاؤز اندریں صحرا مرو

(ملفوظ ۱۱۲) شیخ کی تعلیم پر عمل کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نری بیعت سے کیا ہوتا ہے جب تک کہ تعلیم کا اتباع نہ ہو اور آج کل جو لوگوں نے بیعت کی رسم جاری کر رکھی ہے اس کا درجہ محض رسم کا ہے اسی طرح محض پاس رہنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا یہ رہنا تو مثل رہن کے ہے جیسے کسی کے پاس کوئی زمین رہن ہو کہ ہر وقت قبضہ سے نکل جانے کا اندیشہ ہے کام جو چلتا ہے وہ بیع سے چلتا ہے رہن سے کام نہیں چلتا بیعت اسی بیع سے مشتق ہے حاصل یہ ہے کہ بک جائے فنا ہو جائے دوسرے کا ہو جائے اور اپنے حالات اور کچا چٹھا اس کے سامنے رکھ دے مولانا فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو
پیش مردے کاملے پامال شو

(ملفوظ ۱۱۳) عامی کو اپنی فکر اصلاح کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل یہ مرض بھی عام ہو گیا ہے کہ ہر شخص عالم اور مجتہد بننا چاہتا ہے اور جب کوئی مسئلہ خود سمجھ میں نہیں آتا تو

مولویوں سے پوچھ پوچھ کر جواب دیتے ہیں حالانکہ جو شخص عالم نہ ہو اس پر دوسروں کو تبلیغ اور ہدایت کرنا ضروری نہیں ایسے شخص کو دوسروں کی فکر میں نہ پڑنا ہی چاہئے اپنی خبر لینا چاہئے اور اگر کوئی پوچھے صاف کہہ دے کہ ہم مولوی نہیں مولویوں سے پوچھو اس میں حرج کیا ہے آخر طبیب نہیں ہو اگر کوئی کسی مرض کے متعلق تم سے نسخہ پوچھے کیا جواب دو گے اس میں اور اس میں کیا فرق ہے اسی طرح مثلاً تم وکیل نہیں ہو اگر کوئی تعزیرات ہند کی کسی دفعہ کے متعلق سوال کرے کیا جواب دو گے وہی یہاں جواب دے کر الگ ہو جاؤ اور اب تو وہ زمانہ ہے کہ مولویوں کے مسئلہ بتلانے پر بھی لوگوں کو اس کا انتظار ہوتا ہے کہ اس حکم میں حکمت کیا ہے یہ سب خرابی نیچریت کی بدولت لوگوں میں پیدا ہوئی ہے وہ ہر احکام میں حکمتیں تلاش کرتے ہیں ایک شخص نے مجھ سے بذریعہ تحریر سوال کیا تھا کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے میں نے جواب میں لکھا کہ کافر عورت سے زنا کیوں حرام ہے ایسوں کا یہی جواب ہونا چاہئے۔ علماء کے ڈھیلا (بکسر الهاء والیاء المعروفۃ) ہونے سے عوام کا دماغ خراب ہوا علماء کو ڈھیلا (بکسر الهاء والیاء المجہولہ) ہونا چاہئے تاکہ عوام کے دماغ درست ہوں۔ ایک شخص نے خط سے پوچھا تھا کہ فلاں مسئلہ میں کیا حکمت ہے میں نے لکھا کہ سوال عن الحکمت میں کیا حکمت ہے تم تو ہم سے خدائی احکام کی حکمتیں پوچھتے ہو ہم تمہارے ہی کام کی حکمت تم سے پوچھتے ہیں ایسا دماغ خراب ہوا ہے حضرت مجدد صاحب نے فرمایا ہے کہ احکام میں اسرار اور حکمتیں تلاش کرنا مرادف ہے انکار نبوت کا یہ ایک علامت ہے اس کی کہ یہ شخص نبوت کا پورا اعتقاد نہیں رکھتا محض عقل کا اتباع کرتا ہے ورنہ مصلحت عقلیہ کی تفتیش کی کیا ضرورت تھی۔

(ملفوظ ۱۱۴) مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نماز جنازہ مسجد میں

مکروہ ہے خواہ مصلی مسجد میں ہو یا میت ہو فقہاء نے دونوں کو مکروہ کہا ہے۔

(ملفوظ ۱۱۵) اہل اللہ سب ایک ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل اللہ سب ایک ہیں گو بظاہر مختلف الاحوال معلوم ہوتے ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام سب ایک ہیں اور ظاہر میں مختلف الاحوال معلوم ہوتے ہیں ارشاد ہے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّن رُّسُلِهٖ اس کی مولانا رومی نے یہ مثال لکھی ہے کہ ایک بھینگے سے استاد نے کہا کہ طاق میں بوتل رکھی ہے وہ لے آؤ وہ گیا تو ایک دو نظر آئیں کہنے لگا کہ وہاں تو دو ہیں کونسی لاؤں استاد نے کہا کہ ایک ہی ہے لے آ کہا کہ نہیں دو ہیں استاد نے کہا کہ ایک توڑ دے ایک لے آ اس نے جو ایک کو توڑا تو دونوں ٹوٹ گئیں کیونکہ واقع میں تو ایک ہی تھی ایسے ہی اہل اللہ ایک ہی ہیں یہ اپنی نظر کی خرابی سے دو نظر آتے ہیں لہذا ایک کا انکار سب کا انکار ہے۔

۲۸ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنج شنبہ

(ملفوظ ۱۱۶) حکایت حضرت شیخ ابوالحسن اشعری

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ رسالہ السنۃ الجلیہ فی الچشتیہ العلیہ جو میں نے لکھا ہے اس کے بعد اور کسی رسالہ کے لکھنے کا ارادہ نہ تھا تالیف کا سلسلہ قطع کر دینے کا ارادہ تھا مگر ایک غیر مقلد صاحب کی عنایت سے ایک رسالہ اور لکھنا پڑا تمہید الفرش فی تحدید العرش جس میں استواء علی العرش کی بحث ہے گو صفات کے باب میں کلام کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے اس سے ہمیشہ میں خود بھی منع کرتا ہوں اور اپنے بزرگوں کو بھی اس سے بچتے دیکھا ہے باقی متقدمین نے جو اس میں کچھ کلام کیا ہے وہ منع کے درجہ میں تھا متاخرین نے دعوی کے درجہ میں کر لیا اور اب تو اس میں بہت ہی غلو ہو گیا بلا ضرورت اس میں کلام کرنے کو میں خود بدعت سمجھتا ہوں مگر بضرورت کلام کرنا پڑتا ہے سلف کا یہی عمل تھا اس

کے متعلق ایک حکایت سنی ہے کہ ایک شخص شیخ ابوالحسن اشعری سے ملنے آئے اتفاق سے یہی مل گئے ان ہی سے پوچھا کہ میں ابوالحسن اشعری سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں کہا کہ آؤ میں ملاقات کرا دوں گا میرے ساتھ چلو ابوالحسن اس وقت خلیفہ کے دربار میں جارہے تھے وہاں ایک مسئلہ کلامیہ پر اہل بدعت سے کلام کرنا تھا مناظرہ کی صورت تھی وہاں پہنچے وہاں سب نے تقریریں کیں بعد میں ابوالحسن اشعری نے جو تقریر کی اس نے سب کو پست کر دیا جب وہاں سے واپس ہوئے تو اس وقت ان مہمان سے کہا کہ تم نے ابوالحسن اشعری کو دیکھا اس نے کہا کہ نہیں فرمایا میں ہی ہوں وہ شخص بے حد مسرور ہوا اور کہا کہ جیسا سنا تھا اس سے زائد پایا۔ مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آئی آپ نے سب سے پہلے گفتگو کیوں نہیں کی اگر آپ پہلے گفتگو کرتے تو ان میں سے کوئی بھی تقریر نہ کر سکتا ابو الحسن اشعری نے اس کا جو جواب دیا میں تو اس جواب کی بناء پر ابوالحسن اشعری کا معتقد ہو گیا کہا کہ ہم ان مسائل میں بلا ضرورت گفتگو کرنے کو بدعت سمجھتے ہیں لیکن اہل بدعت جب کلام کر چکے تو اب ہمارا کلام کرنا ضرورت کی وجہ سے ہوا بدعت نہ رہا پھر فرمایا کہ میں اس جواب سے ابوالحسن کا بے حد معتقد ہوں دو وجہ سے ایک اس لئے کہ اپنے بزرگوں سے اعتقاد بڑھا دوسرے یہ کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ متقدمین نے بلا ضرورت ایسے مسائل میں کلام نہیں کیا بضرورت کلام کیا اس سے میرے اس خیال کی تائید ہوئی جو میں پہلے سے سمجھے ہوئے تھا کہ یہ کلام بضرورت مدافعت تھا درجہ منع میں اسی طرح اس رسالہ میں میرا کلام کرنا بھی بضرورت ہوا اور حیرت ہے کہ ابوالحسن اشعری اتنے تو محتاط پھر ان پر ضلالت اور بدعت کا فتویٰ دیا جاوے اور جنہوں نے یہ فتویٰ دیا ہے انہوں نے خود استواء علی العرش کی ایسی تقریر کی ہے جس سے بالکل تجسیم و تمکن کا شبہ ہوتا ہے گو ان کی مراد تجسیم نہیں لیکن ظاہریت کے ضرور قائل ہیں مگر خیر اس کی تو بلا کیف گنجائش ہے لیکن اس کے ساتھ جو استواء کو صفت مانتے ہیں اس میں ان پر ایک سخت اشکال ہوتا ہے کہ عرش یقیناً حادث ہے جب عرش نہ تھا ظاہر

ہے کہ اس وقت استواء علی العرش کا تحقق بھی نہ تھا عرش کے بعد اس کا تحقق ہوا تو اگر استواء علی العرش صفات میں سے ہے اور صفت حادث نہیں ہو سکتی تو اس وقت قبل عرش استواء کے کیا معنے تھے تو اس وقت بھی وہی معنی کیوں نہ سمجھو یہ بڑی ہی لطیف بات ہے اللہ نے دل میں ڈالدی اور چونکہ ان مسائل میں کلام کرنے کو خطرناک سمجھتا ہوں اس لئے اس رسالہ کے لکھنے کے وقت قلب کو اس درجہ تکلیف ہوئی کہ میں ہر ہر جاہل کو دیکھ کر تمنا کرتا تھا کہ کاش میں بھی جاہل ہوتا تو اس بحث میں میرا ذہن نہ چلتا یہ حالت مجھ پر گذری ہے مگر معترض صاحب نے نہایت بیباکی سے جو زبان پر آیا کہہ دیا اور جی میں آیا سمجھ لیا یہ بھی خیال نہیں ہوا کہ میں زبان سے کیا کہہ رہا ہوں اور اس کا اثر کیا ہے پھر بھی میں نے ان کی نسبت کوئی بات سخت نہیں لکھی بہت ہی قلم کو روک کر مضمون لکھا ہے اور اس مسئلہ میں بہ نسبت متکلمین کے حضرات صوفیہ کے اقوال سے بہت بڑی امداد ملی مگر ان ہی غیر مقلد صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ تم شر القرون کے صوفیہ کی حمایت کرتے ہو میں نے اس کو تو کوئی جواب نہیں دیا مگر کہتا ہوں کیا شر القرون میں سب اہل قرون شر ہی ہوتے ہیں اگر یہ بات ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تم شر القرون کے محدثین کی حمایت کرتے ہو اگر وہ یہ کہیں کہ محدثین خود شر نہ تھے تو ہم کہیں گے کہ صوفیہ بھی سب خود شر نہ تھے۔

(ملفوظ ۱۱۷) بدعتی اور غیر مقلد میں فرق

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بدعتی تو ایسے ہیں جیسے گھر کے کچھ لوگ بگڑ گئے کیونکہ بزرگوں کے معتقد تو ہیں اور غیر مقلد ایسے ہیں جیسے غیر ہوتے ہیں کیونکہ بزرگوں ہی کو نہیں مانتے چنانچہ بدعتی بے ادب نہیں ہوتے ان کو بزرگوں سے تعلق ہے مگر غلط تعلق کا ایسا ہی فرق ہے جیسے آریہ اور سناتن دھرمی میں۔ آریہ بظاہر موحد معلوم ہوتے ہیں سناتن دھرمی غیر موحد مگر سناتن دھرمی مذہبی مقتداؤں کا ادب کرتے ہیں اور آریہ نہیں کرتے باقی آریہ کا

موحد ہونا تو مجھ کو تو اس میں بھی کلام ہے اس لئے کہ یہ تین کو یعنی مادہ اور روح اور پر میشور کو قدیم بالذات مانتے ہیں تو توحید کہاں رہی اور سناتن دھرمی قائل تو ہیں بہت سے معبودوں کے مگر ان کو واجب اور قدیم بالذات نہیں مانتے۔

(ملفوظ ۱۱۸) خانقاہ اشرفیہ میں انسانیت کی تعلیم

ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ بھائی اور جگہ تو بزرگی تقسیم ہوتی ہے مگر یہاں آدمیت تقسیم ہوتی ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ میں نے تو قاعدہ بغدادی لے لیا ہے اور بڑے کاموں کے لئے بڑے لوگ موجود ہیں تو چھوٹا کام کس کو پسند آوے گا اسی لئے میں یہ بھی کہا کرتا ہوں دوستوں سے کہ میرے پاس آنے کی کسی کو ترغیب مت دو کیونکہ میں آنے والوں کو پسند نہیں آسکتا اور اگر موجودہ حالت میں کسی کو پسند آگیا تو پھر اتنا پسند ہوں گا کہ دنیا میں پھر میرے علاوہ کوئی پسند نہ آئے گا اسی طرح اگر ناپسند ہوا تو اس قدر ناپسند ہوں گا کہ مجھ سے زیادہ دنیا میں کوئی ناپسند نہ ہوگا ایک شاہ صاحب نے ترغیب دے کر ایک شخص کو یہاں پر بھیج دیا واپس جاکر ان سے کہا کہ مجھ کو کہاں بھیج دیا وہ تو مجذوب ہیں غنیمت ہے مجذوب کہا مجنون نہیں کہا بات یہ ہے کہ ہم سے دل جوئی ہوتی نہیں اور نہ دلجوئی کی ضرورت ہے بلکہ دلجوئی کی ضرورت ہے اور وہ زمانہ پہلے تھا کہ صرف دلجوئی سے دلشوئی ہو جاتی تھی طالب اہل فہم تھے رعایت سے اطاعت بڑھتی تھی اور اب زمانہ بدفہمی کا ہے اب وہ زمانہ نہیں رہا اب دلجوئی سے شبہ ہوتا ہے کہ اس میں کوئی غرض ہے اسلئے دلجوئی کرتے ہوئے غیرت آتی ہے۔ایسے لوگوں کی غذا تو استغنا ہی ہے اعراض اور تحقیر تو بری بات ہے۔میں نے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ بعض درویش بڑے درجہ کے لوگوں کی قصداً تحقیر کرتے ہیں مگر یہ بھی تکبر ہے لیکن استغنا اور چیز ہے اس کی ضرورت ہے اور خود یہ بڑے لوگ بھی بشرط فہیم ہونے کے

اس کی قدر کرتے ہیں چنانچہ نواب محمد یوسف صاحب کا قصہ سنا ہے کہ ان کو ایک صاحب ایک بزرگ کی طرف متوجہ کرتے تھے مگر وہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ کی طرف زیادہ مائل تھے ان صاحب نے اس کی وجہ پوچھی نواب صاحب نے جواب دیا کہ وہ دوسرے بزرگ تو میری خاطر کرتے ہیں اور مولانا دیوبندی میں اپنے سے ایسی کشیدگی پاتا ہوں جیسے مجھ میں سے مولانا کو دنیا کی بدبو آتی ہو تو یہ دلیل ہے ان کے اللہ والے ہونے کی غرض اعتدال یہ ہے کہ امراء اگر مہمان ہوں اور اپنے پاس آئیں تو ان کے آسائش کا تو خیال کرنا چاہئے تاکہ تکلیف نہ ہو اور اہانت اور تحقیر بھی نہیں کرنی چاہئے لیکن لپٹنا بھی نہیں چاہئے بس اس میں نہ تکبر ہو گا اور نہ تذلل۔

(ملفوظ ۱۱۹) مشائخ کے اوراد وظائف برکت کیلئے پڑھنا

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مشائخ کے اور ادو وظائف اگر وہ کتاب و سنت کے خلاف نہ ہوں اور ان کو برکت کے لئے پڑھا جائے تو کیا مضائقہ ہے۔

(ملفوظ ۱۲۰) عشاق کی برکات

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہر طبقہ میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں بد فہم بھی اور اہل فہم بھی ایک غیر مقلد نے عجیب بات کہی تھی انہوں نے مجھ سے مشائخ کے معمولات پوچھے میں نے کہا کہ حدیث کے معمولات ہوتے ہوئے ان معمولات کی کیا ضرورت ہے کہنے لگے کہ سنت کے انوار تو حدیث کی دعاؤں سے حاصل ہوتے ہیں مگر عشاق کے برکات بھی حاصل کرنے کو جی چاہتا ہے۔

(ملفوظ ۱۲۱) شریعت مقدسہ کی تعلیمات پر عمل کرنے سے سکون قلب میسر ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شریعت مقدسہ کے احکام کی تعلیم پر عمل کرنے سے قلب کے اندر سکون اور اطمینان پیدا ہوتا ہے جو بڑی دولت اور نعمت ہے اور یہ محض بیان سے سمجھ میں آنا دشوار ہے عمل کر کے دیکھنے کی چیز ہے لوگ تو اس کے منتظر ہیں کہ سمجھ میں آوے تو عمل کریں اور سمجھ میں جب آوے گا جب عمل کریں جیسے ایک اندھے حافظ جی کی حکایت ہے گو فحش ہے مگر تفہیم کے لئے گوارا کی جاتی ہے مکتب کے لڑکوں نے حافظ جی کو نکاح کی ترغیب دی کہ حافظ جی نکاح کر لو بڑا مزہ ہے حافظ جی نے کوشش کر کے نکاح کیا اور رات بھر روٹی لگا لگا کر کھائی مزا کیا خاک آتا صبح کو لڑکوں پر خفا ہوتے ہوئے آئے کہ سسرے کہتے تھے کہ بڑا مزا ہے بڑا مزا ہے۔ ہم نے روٹی لگا کر کھائی ہمیں تو نہ نمکین معلوم ہوئی نہ میٹھی نہ کڑوی۔ لڑکوں نے کہا کہ حافظ جی مارا کرتے ہیں آئی شب حافظ جی نے بے چاری کو خوب زدوکوب کیا دے جوتہ دے جوتہ تمام محلہ جاگ اٹھا اور جمع ہو گیا اور حافظ جی کو برا بھلا کہا پھر صبح کو آئے اور کہنے لگے کہ سسروں نے دق کر دیا رات ہم نے مارا بھی کچھ بھی مزا نہ آیا اور رسوائی بھی ہوئی تب لڑکوں نے کھول کر حقیقت بیان کی کہ مارنے سے یہ مراد ہے اب جو شب آئی تب حافظ جی کو حقیقت منکشف ہوئی صبح کو جو آئے تو مونچھ کا ایک ایک بال کھل رہا تھا اور خوشی میں بھرے ہوئے تھے تو حضرت بعض کام کی حقیقت کرنے سے معلوم ہوتی ہے ایک ہندو کسی بڑے سرکاری عہدہ پر متقرر ہیں انہوں نے کہلا کر بھیجا تھا کہ میں متردد ہوں اطمینان اور سکون میسر نہیں ہوتا کوئی تدبیر بتلائی جاوے کہ جس سے سکون قلب اور اطمینان قلب میسر ہو دیکھئے یہ کتنی بڑی دولت اور نعمت ہے اس شخص سے کوئی پوچھے اور سکون اور

اطمینان کی قدر معلوم کرے کہ کیا چیز ہے میں نے کہلا بھیجا کہ کثرت سے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم پڑھا کرو جب سے ایسا موقع نہیں ہوا ایک اور صاحب کو ایسے ہی مشورہ کے ساتھ ایک اور بات کہلا کر بھیجنے کا ارادہ ہے کہ جیسے تم نے اب تک اپنی مذہبی تعلیم پر عمل کر کے دیکھا اور اطمینان قلب میسر نہیں ہوا اسی طرح ہماری شریعت کی تعلیم پر عمل کر کے دیکھو جس طرح اس پر عمل کر کے نتیجہ کے منتظر رہے اسی طرح اس پر بھی عمل کر کے نتیجہ دیکھو اگر اس کے بعد بھی اطمینان نہ ہو تو ہم ذمہ دار ہیں حق تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کر کے کہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اطمینان میسر ہو گا نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور اس کے سوا اور کوئی چیز قلب کو اطمینان اور سکون دلانے والی ہے ہی نہیں اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اسی کو فرماتے ہیں۔

ہیچ کنجے بے ددو بے دام نیست　　جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

اور اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اعتقاد کے ساتھ **عمل** ہو بلکہ امتحان ہی کے طور پر کر کے دیکھ لو

سالہا تو سنگ بودی دل خراش
آزموں را یک زمانے خاک باش
در بہاراں کے شود سر سبز سنگ
خاک شو **تا گل** بروید رنگ رنگ

بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ بدون عمل کے ان کی کیفیت نہیں معلوم ہو سکتی جیسے خدا تعالیٰ کی بہت سی نعمتیں ایسی ہیں کہ بدون کھائے ان کا مزا نہیں معلوم ہو سکتا اگر کھانے کے بعد کڑوا معلوم ہو تو تھوک دینا مت کھانا مگر منہ تک تو لیجاؤ اسی سے حقیقت معلوم ہو جاوے گی۔

(ملفوظ ۱۲۲) حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی عجیب شان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے پاس اس کی سند متصل ہے کہ مولانا ظفر حسین صاحب ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ حاجی صاحب اس وقت کے بزرگوں میں سے نہیں ہیں بلکہ پہلے بزرگوں میں سے ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے جنید اور بایزید تھے فن طریقت کے امام اور مجتہد تھے یہ ان ہی کے سب برکات ہیں جو خاص ان کے سلسلہ میں نظر آتے ہیں صدیوں کے بعد ان ہی کی بدولت اس طریق کی تجدید ہوئی طریق مردہ ہو چکا تھا اب پھر زندہ ہوا ہے یہ سب ان ہی کی برکت ہے حضرت کی عجیب شان تھی اسی طرح خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ علماء میں بھی متقدمین کے رنگ کے پیدا ہوئے ہیں ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ اب رازی اور غزالی نہیں پیدا ہوتے میں نے کہا کہ تمہارا خیال غلط ہے بفضلہ تعالیٰ ان سے بڑھ کر اس وقت موجود ہیں ان حضرات کی تحقیقات دیکھ لی جاویں اور اس وقت کے بعض محققین کی بھی تحقیقات دیکھ لی جاویں معلوم ہو جائے گا کہ اب بھی رازی اور غزالی بلکہ ان سے اکمل موجود ہیں فرق یہ ہے کہ وہ زمانہ غلبہ خیر کا تھا اب غلبہ شر کا ہے مگر یہ نہیں کہ اس وقت علوم اور کمالات کا خاتمہ ہو چکا ہے سو بفضلہ تعالیٰ رازی اور غزالی اب بھی موجود ہیں۔

(ملفوظ ۱۲۳) طریق میں نفع کی شرط اعظم مناسبت ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں نفع کی شرط اعظم مناسبت ہے بدون اس کے نفع نہیں ہو سکتا پھر مناسبت کے بعد منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے اعتقاد اور اتباع شرط ہے یہ بڑی غلطی ہے کہ بعضے آدمی مشائخ کے یہاں جا کر محض ان کے پاس رہنے کو کافی سمجھ کر عمل نہیں کرتے یہ ایسا ہے جیسے

کوئی طبیب کے پاس جا کر رہے اور جو وہ نسخہ تجویز کرے یا پرہیز بتلائے اس پر عمل نہ کرے سو یہ تو ایک درجہ میں محض تفریح اور مشغلہ ہے اور افسوس تو یہ ہے کہ اکثر مشائخ بھی آج کل مجلس آرائی کو پسند کرتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ شیخ کے بہت لوگ معتقد ہیں مگر ان باتوں سے کیا نتیجہ محض وقت کا ضائع کرنا ہے الحمدللہ میرے یہاں یہ باتیں نہیں سو اسی لئے مجھ سے خفا ہیں چاہتے یہ ہیں کہ خوب خاطر تواضع ہو ہر وقت شیخ دست بستہ ہاتھ جوڑے ان کے سامنے کھڑا رہے مگر مجھ کو تو اس سے غیرت آتی ہے کہ طالب کو مطلوب بنایا جائے کام اس کا غرض اس کی اور چاپلوسی دوسرے کریں۔

(ملفوظ ۱۲۴) شیخ کون ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ وہ ہے جو شفقت کے ساتھ فن کا ماہر اور محقق ہو اس راہ میں بڑی بڑی سخت گذار گھاٹیاں پڑتی ہیں اس لئے بدون شیخ کامل کے اس راہ کا طے ہونا مشکل ہے بدون شیخ کامل کے ساری عمر گذر جاتی ہے مگر حقیقت سے بے خبر رہتے ہیں ٹھوکریں ہی کھاتے رہتے ہیں اسی لئے میں اول طالب کو بیعت اور تعلیم کے قبل طریق کی حقیقت سے باخبر بنا دیتا ہوں تب آگے چلتا ہوں کیونکہ جب خبر ہی نہ ہوگی کہ مقصود کیا ہے اور طریق کیا ہے آگے چلے ہی گا کیا اس باخبر بنانے کو چونکہ اس میں بیعت و تلقین میں دیر لگتی ہے لوگ ٹالنا سمجھتے ہیں جو محض بد عقلی اور بد فہمی ہے۔

(ملفوظ ۱۲۵) دوسروں کے بھروسہ کوئی کام کرنا بے عقلی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس زمانہ میں کسی دوسرے کے بھروسہ کوئی کام کرنا نہایت نادانی اور بے عقلی کی بات ہے ساری بلا ایک ہی کے سر پڑ جاتی ہے اور پہلے سے جو خدمت دین کی کر رہا تھا اس سے بھی جاتا رہتا ہے خصوص ان متعارف کمیٹیوں اور مجلسوں کا قائم کرنا اور ان سے کسی کام کے ہو

جانے کی توقع رکھنا طلب محال ہے زائد وقعت نہیں رکھتا غیر مسلموں کے ساتھ مل کر کام کیا تھا مگر سر کے بل گرے دوسروں کا اعتبار کیا پرائے کندھے بندوق چلانا ہے اور وجہ بے اعتباری کی یہ ہے کہ ان کی محبوبہ مرغوبہ دنیا ہے دین تو ان کا مقصود ہو ہی نہیں سکتا پس جس وقت ان کا مقصود پورا ہو جائے گا الگ ہو جائیں گے پھر مسلمان خواہ مریں خواہ جئیں ان کی بلا سے مگر مسلمانوں کی قوم ایسی بھولی ہے کہ ہر ایک کی آواز پر لبیک کہہ کر ساتھ ہو لیتے ہیں دوست دشمن کی ان کو قطعاً پہچان ہی نہیں بھلا جو شخص توحید اور رسالت کا منکر ہو وہ اسلام اور مسلمانوں کا کیا خیر خواہ اور ہمدرد ہو سکتا ہے عجب معما ہے یہ ایسی کونسی باریک بات تھی جو سمجھ میں نہیں آئی مگر غرض دنیوی وہ بلا ہے کہ جب سامنے آکھڑی ہوتی ہے پھر کچھ نظر نہیں آتا

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد
صد حجاب ازدل بسوئے دیدہ شد
چوں دہد قاضی بدل رشوت قرار
کے شناسد ظالم از مظلوم زار

(ملفوظ ۱۲۶) زھد و تقویٰ پر ناز مذموم ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی کو اپنی عبادت اور زہد تقویٰ پر ناز نہیں ہونا چاہئے اس کو عطیہ حق اور توفیق خداوندی سمجھ کر اس کا شکر کرنا چاہئے اسی وقت تک خیر ہے ورنہ بڑے بڑے اس ناز کی بدولت رہ گئے ہیں نیاز پیدا کرنا چاہئے اور عبادت ہی پر کیا منحصر ہے جتنی چیزیں ہیں مثلاً مال ہے جاہ ہے عقل ہے فہم ہے قوت ہے حکومت ہے حسن و جمال ہے علم ہے عمل ہے یہ سب چیزیں جو فخر اور تکبر اور ناز کا سبب بن جاتی ہیں اور ان ہی کی بدولت آدمی تکبر میں پھنس جاتا ہے ان میں سے ایک بھی اس کے قبضہ میں نہیں پھر ان پر ناز کے ساتھ بلکہ تواضع اور عبدیت اختیار کرنا چاہئے جو خدا کے نزدیک مقبول اور

محمود ہے۔

(ملفوظ ۱۲۷) دنیا کا سب سے بڑا عیب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دنیا کے اندر ایک بہت بڑا نقص اور عیب وہ ہے جس کو امام غزالی علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے اور عجیب بات فرمائی ہے کہ دنیا میں اگر کوئی بھی عیب نہ ہو تو یہ کیا تھوڑا عیب ہے کہ وہ ایک دن ہاتھ سے نکل جانے والی ہے۔

(ملفوظ ۱۲۸) اہل کمال کو زیب و زینت کی ضرورت نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل کمال کو زیب و زینت کی ضرورت نہیں ان کو ان فضولیات کی فرصت کہاں اسی لئے جب میں کسی کو زیب و زینت کا شائق دیکھتا ہوں فوراً سمجھ جاتا ہوں کہ یہ شخص کمال سے فی الحال بھی خالی ہے اور آئندہ بھی حصول کمال کی طرف متوجہ نہیں اہل کمال کو ان چیزوں کی کیا ضرورت ان کی شان تو یہ ہوتی ہے ؎

نباشد اہل باطن درپے آرائش ظاہر
بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستاں را
دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند
دلبر ماست کہ باحسن خداداد آمد

(ملفوظ ۱۲۹) ہر وقت توجہ الی اللہ کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ خود بھی اصول صحیحہ کا تابع رہوں اور دوسرے بھی ان کے تابع رہیں اور اکثر لوگ اسی میں آکر الجھتے ہیں چاہتے یہ ہیں کہ بے اصول اور بے قاعدہ چلیں میں چلنے نہیں دیتا اس پر خفا ہوتے ہیں وحشت ہوتی ہے جا کر بدنام کرتے ہیں مگر میں ان کی وجہ سے اپنے تجربات کو کیسے مٹادوں میرے اصول حکومت کے واسطے نہیں اپنی اور دوسروں

کی راحت رسانی کے واسطے ہیں اگر یہ اصول اور قواعد نہ ہوتے تو میں بجز ان مہربانوں کے شغل کے اور کسی کام ہی کا نہ رہتا اور یہ جس قدر کام ہوا ہے کچھ بھی نہ ہوتا اب میں تصنیفات کا کام بند کرنے والا ہوں شایع کچھ فرصت مل جائے مگر پھر بھی اور کام اس قدر ہے کہ نمٹائے نہیں نمٹتا چاہتا ہوں کہ کام کم ہو تاکہ کچھ وقت اللہ اللہ کرنے کو ملے ابھی تک تو دوسروں ہی کو تبلیغ کی ہے اب جی چاہتا ہے کہ سب وقت اللہ اللہ میں گذرے مگر یہ لوگ آکر وقت کو بے کار برباد کرتے ہیں بس یہی میری لوگوں سے لڑائی ہے وقت کو تو ضروری ہی کاموں میں صرف کرنا چاہئے کیا خبر ہے کس وقت رحمت متوجہ ہو جائے۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی
شاید کہ نگاہ کند آگاہ نباشی

(ملفوظ ۱۳۰) دین میں آزادی و حریت کا اثر

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل آزادی اور حریت کی ایک زہریلی ہوا چلی ہے کہ قلوب میں دین کی عظمت اور وقعت قطعاً نہیں رہی اور یہ مرض خصوصیت سے نیچریوں میں زیادہ ہے حکومت سے باپ سے استاد سے پیر سے ان سب سے تو آزاد ہونے ہی تھے خدا اور رسول سے بھی آزاد ہو گئے۔ بیدھڑک احکام شرعیہ کی مخالفت اور نصوص کی تحریف کرتے ہیں اور ذرا نہیں ڈرتے جو جس کے جی میں آتا ہے کرتا ہے جو منہ میں آتا ہے کہہ ڈالتا ہے ہر حکم شرعی کو عقل کی کسوٹی پر کستے ہیں پھر اگر عقل سلیم ہوتی تو معلوم ہو جاتا کہ ہر حکم موافق عقل کے ہے مگر خود ہی بدعقل ہیں اس لئے ہر حکم میں شبہ اور اس پر اعتراض کرتے ہیں اور اس مرض کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ کسی کامل کی صحبت میں رہیں ان کی صحبت سے اللہ و رسول کی محبت پیدا ہو گی اور محبت وہ چیز ہے کہ تمام شبہات کو ھباء منثورا کر دیتی ہے بدون اس کے شبہات کا ازالہ غیر ممکن ہے۔

(ملفوظ ۱۳۱) طریقت میں انفعالات مقصود نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے اب کچھ عرصہ آنے والوں کے لئے یہ قید لگائی ہے کہ یہاں پر زمانہ قیام میں مکاتبت اور مخاطبت کچھ نہ ہو اس کا منشا صرف طرفین کی راحت رسانی ہے اور مقصود اس سے یہ ہے کہ خاموش رہنے سے اور وقتاً فوقتاً کی صحبت سے اپنے مطلوب کی حقیقت سے باخبر ہو جائیں گے اور مطلوب کے تعین سے اور طریق کے سمجھنے سے حصول میں بڑی سہولت اور آسانی ہو جاتی ہے اس کے سوا میرا اور کوئی مقصود نہیں اور اس قید پر عمل کرنے سے جو لوگوں کو نفع ہوا انہوں نے وطن واپس پہنچ کر لکھا کہ دس برس کے مجاہدہ سے بھی یہ بات نصیب نہ ہوتی جو دس روز وہاں خاموش رہنے سے نصیب ہوئی اور نفع ہوا لیجئے شہادتیں بھی موجود ہیں اور طریق کے سمجھنے کی اس لئے ضرورت ہے کہ اس طریق سے لوگوں کو اس قدر اجنبیت ہو چکی ہے کہ عوام تو عوام خواص تک اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں بعض باتیں ذہن میں جمع کر لی ہیں جن کو بزرگی کے لوازم سے سمجھتے ہیں اور مقصود کو غیر مقصود اور غیر مقصود کو مقصود بنا رکھا ہے اور اس طریق سے کوئی مناسبت ہی نہیں رہی ایک عالم شخص کی مجھ سے خط و کتابت ہوئی میں نے ان کو مخاطب صحیح سمجھ کر دو لفظوں میں تمام طریق کا لب لباب اور خلاصہ بیان کر دیا مگر انہوں نے اس کی کوئی قدر نہ کی اور قدر نہ کرنے کی وجہ طریق کی حقیقت سے بے خبری ہے میں نے یہ لکھا تھا کہ حقیقت طریق کی یہ ہے کہ انفعالات مقصود نہیں افعال مقصود ہیں افسوس اس کو نہ سمجھے اور لکھا کہ میں یہ سمجھا ہوں کہ طریق نہایت مشکل ہے اب بتلائے کہ وہ دوسری چیز اور کیا ہے جس کو مقصود کہا جا سکتا ہے چاہتے یہ ہیں کہ کرنا دھرنا کچھ نہ پڑے اور سب کچھ ہو جائے سو یہ کیسے ممکن ہے ہاں یہ درجہ ممکن ہے جیسے ایک شخص نے کہا تھا کہ میں شہزادی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اور آدھا کام تو ہو گیا ہے آدھا باقی ہے کسی نے پوچھا کہ آدھا کیا ہو گیا اور آدھا

کیا باقی ہے کہا کہ میں تو راضی ہوں وہ راضی نہیں سو ایسے حساب سے تو کام نہیں چلتا کام کرنا چاہئے اور کام بھی ساری عمر کا ہے جب تک زندگی ہے کام میں لگا رہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش

تادم آخر دمے فارغ مباش

اگر کام کو کام کے طریقہ سے کرے تب معلوم ہو کہ تصوف کس قدر آسان اور سہل چیز ہے دور سے ہوا نظر آتا ہے اور یہ مشکل نظر آنا بھی دکان داروں کی بدولت ہوا ورنہ اس کی اصل حقیقت صرف شریعت کی تکمیل ہے سہولت تعبیر کے لئے اہل فن نے اس کا ایک اصطلاحی لقب قرار دے لیا ہے جس کو طریقت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی اصطلاح میں اعمال ظاہرہ کا نام شریعت اور اعمال باطنہ کا نام طریقت رکھ لیا ہے۔ ان جاہلوں کی بدولت دو نظر آنے لگے جیسے ایک استاد نے ایک بھینگے شاگرد سے کہا تھا کہ فلاں طاق میں ایک بوتل رکھی ہے اٹھا لاؤ وہ لینے گیا تو اس کو ایک کی دو نظر آئیں کہا کہ کون سی لاؤں دو ہیں استاد نے کہا کہ ایک کو توڑ دو اور ایک لے آؤ وہ ایک جو توڑی دونوں ٹوٹ گئیں کیونکہ حقیقت میں تو ایک ہی تھی دو نہ تھیں ایسے ہی یہاں ہے کہ یہ ایک ہی چیز ہے دو نہیں ہیں سمجھ کا قصور ہے جیسے وہاں نظر کا قصور تھا صرف اصطلاح میں رذائل باطنہ حسد کبر بخل ریا وغیرہ اعمال باطنہ کی اصلاح کو طریقت اور تصوف کہلاتا ہے اور اعمال ظاہرہ کی دیکھ بھال اور اصلاح کو شریعت کہنے لگے ہیں ورنہ ایک ہی چیز ہے اور وہ شریعت ہی ہے سو شریعت میں کون سا جزو دشوار ہے سو تصوف کو دشوار سمجھنا کتنی بڑی غلطی ہے۔

(ملفوظ ۱۳۲) اکثر لوگ تکبر میں مبتلا ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تکبر کا مرض ہر شخص میں عام ہو گیا الا ماشاء اللہ اس بلا سے بچنے کی کسی کو فکر ہی نہیں اب اس مرض کے وجوہ

مختلف ہیں کسی میں یہ کبر حسن و جمال کی وجہ سے ہے کسی کے اندر علم و فضل کی وجہ سے ہے کسی کے اندر زہد تقوے کی وجہ سے ہے کسی کے اندر قوت و شجاعت کی وجہ سے ہے غرضکہ یہ بلا ہے قریب قریب سب ہی میں اور خصوصیت سے لیڈروں میں تو کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے یہ تو اس مرض کا پورا شکار بنے ہوئے ہیں ان میں کبر کے ساتھ حسد کا مرض بھی مل گیا ہے اسلئے مصلحین اور علماء امت پر شب و روز ان کو اعتراض ہے۔ انکے ان سب اعتراضات کا اصل راز وہی کبر و حسد و حریت ہے کہ ہم کو کوئی کہنے والا نہ رہے سوائے ہمارے نہ کوئی مصلح رہے اور نہ مولوی یہ تو کبر و حسد ہوا پھر کھلے بندوں جو چاہے کرتے پھریں یہ حریت ہے اول تو انگریزیت کے دلدادہ تھے اور دل سے اس پر فریفتہ اب کچھ روز سے دین کی وجہ سے تو نہیں ہاں قوم کی فلاح اور بہبود کی غرض سے بزعم خود خدمت مذہب کی طرف متوجہ ہوئے ہیں تو اب سب کچھ خود ہی بننا چاہتے ہیں مفسر بھی محدث بھی فقیہ بھی کسی نے خوب کہا ہے۔

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

اور مولانا فرماتے ہیں ؎

چوں گر سنہ می شوی سگ می شوی
چونکہ خوردی تند و بدرگ می شوی

(ملفوظ ۱۳۳) آجکل طالب مطلوب بننے کی فکر میں ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر طالب آج کل مطلوب بننے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اول تو اصلاح کی فکر ہی نہیں اور اگر کسی کو ہوتی بھی ہے تو مطلوبیت کی شان اپنے اندر لے کر بے ڈھنگے پن سے اذیت پہنچانا تکلیفیں دینا شروع کر دیتے ہیں مشائخ کے یہاں جا کر اپنا ہی وظیفہ پڑھوانا چاہتے ہیں مگر ان کا بھی کوئی قصور نہیں مشائخ ہی نے وہ طرز اختیار کیا ہے کہ طالب کو خود محسوس

ہوتا ہے کہ میں مطلوب ہوں تو پھر نا اہلوں کے دماغ خراب نہ ہوں گے تو اور کیا ہوگا غیرت نہیں آتی شیخ کہلاتے ہیں اور طالبوں کی غلامی کرتے ہیں طریق کو ذلیل کرتے ہیں مجھ کو ان باتوں سے سخت نفرت ہے اول تو یہ میری طبعی بات ہے کہ جی چاہتا ہے کہ جو درجہ جس چیز کا ہے وہ اسی درجہ پر رہے میں خدمت تو کرنے کو ہر وقت تیار ہوں خادم ہوں مجھ سے خدمت لو مگر کسی کا نوکر یا غلام نہیں ہوں کہ طالب کے تابع ہو جاؤں علاوہ اس کے اس طرز میں طریق کی بیوقعتی بے عظمتی بھی تو ہے اس لئے مجھ سے طریق کو طالب نہیں بنایا جاتا جیسا بعضے بنا دیتے ہیں اور اس کا نام اخلاق تواضع رکھا ہے ایسے اخلاق اور ایسی تواضع سے اللہ بچائے صاف کیوں نہیں کہتے کہ یہ سب دنیا اینٹھنے اور کمانے کے ڈھنگ ہیں اخلاق اور تواضع تو محض صوری ہے اور حقیقت میں اچھی خاصی مخلوق پرستی ہے اور ان چیزوں کی حقیقت کسی کامل کی صحبت میں رہنے سے معلوم ہو سکتی ہے کسی کی جوتیاں سیدھی کرو اور ناکیں رگڑو اور اس کے سامنے اپنا سارا کچا چٹھہ رکھدو اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

قال را بگذار مرد حال شو
پیش مردے کاملے پامال شو

(ملفوظ ۱۳۴) خاتمہ ایمان پر ہونا بڑی نعمت ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فضائل اور کمالات لئے پھرتے ہیں میاں اگر ایمان کے ساتھ خاتمہ ہو جائے اور حق تعالیٰ اپنے فضل سے دوزخ سے نجات فرما دیں اور جنتیوں کی جوتیوں میں جگہ مل جائے یہی سب کچھ ہے لوگوں کو اپنے علم و عمل پر ناز ہے صاحبو! یہ ناز کرنا اپنے کسی کمال پر بڑی ہی بری بلا ہے اور ہماری تو حقیقت کیا ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ جس سے علم پر ناز کرنے کی جڑ اکھڑتی ہے اور ارشاد ہے وَلَوْلَا اَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا اس سے

عمل پر ناز کرنے کی جڑ اکھڑتی ہے۔

اس کے بعد پھر کیا یہ خبط نہیں ہے کہ دو چار روز تہجد پڑھ لیا ذکر و شغل کر لیا تسبیح ہلا لی بس ہو گئے بزرگ بن گئے مقدس معلوم بھی ہے کہ ذرا سی دیر میں اسی ناز کے وبال میں سارا تقدس اور بزرگی کافور ہو جائے گی اور سب کچھ دھرا رہ جائے گا۔ صاحبو! نیاز پیدا کرنے کی کوشش کرو پہلا قدم اس طریق میں فنا ہونا اور اپنے کو مٹا دینا ہے اگر یہ بات نہ پیدا ہوئی تو وہ شخص محروم ہے اور اس شخص کو اس طریق سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا کان کھول کر سب سن لیں۔

(ملفوظ ۱۳۵) تصوف کی حقیقت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تصوف کی حقیقت ہے تعمیر الظاہر والباطن یعنی ظاہر اور باطن دونوں کی اصلاح کا نام تصوف ہے اور یہ دونوں اصلاح تلازم کے سبب گویا ایک ہی چیز ہیں ان میں تفریق کرنا تصوف کی حقیقت میں تحریف ہے نہ ظاہر باطن سے مستغنی نہ باطن ظاہر سے ان جاہلوں کی بدولت ایک چیز کی دو چیزیں نظر آنے لگیں ورنہ حقیقت میں ایک ہی چیز ہیں۔

(ملفوظ ۱۳۶) کسی چیز کا دعویٰ کرنا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بندہ ہو کر دعویٰ کیسا خواہ وہ دعویٰ علم و فضل پر ہو یا حسن و جمال پر یا زہد اور تقوے پر یا شجاعت اور قوت پر عطاء پر دعویٰ کرنا ایسا ہے جیسے ایک چمار کو بادشاہ ایک قیمتی موتی اپنے خزانہ سے عطاء فرمائے تو کیا وہ چمار اپنے کو اہل سمجھ کر ناز کرے گا یا اس عطاء بلا استحقاق سے اور زیادہ پستی پیدا ہو گی کہ مجھ نا اہل کو اتنی بڑی قیمتی چیز سے نوازا میں اس قابل نہ تھا پھر اس پر یہ عطاء ایسے ہی یہاں پر سمجھو کہ ہر چیز ان کی عطاء فرمائی ہوئی ہے اور اس کو ہماری طرف منسوب فرما دیا ورنہ ہم کیا اور ہماری حقیقت کیا محض

ان کا فضل اور ان کی عطاء اور ان کی عنایت ہے۔ اسی کو کسی نے خوب کہا ہے ؎

کہاں میں اور کہاں وہ نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

(ملفوظ ۱۳۷) زمانہ تحریکات میں حضرت حکیم الامت کو قتل کی دھمکیاں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمانہ تحریکات میں لوگوں نے میری شرکت کے لئے جو کچھ بھی زور لگانا تھا لگایا اور بدون دلائل کے مجھ کو مغلوب کرنا چاہا قسم قسم کے بہتان لگائے بدنام کیا قتل کی دھمکیاں دیں کہ یہ شریک ہو جائے یہ دین رہ گیا ہے اور ان کا ایسا کرنا اس پر دال تھا کہ انہوں نے اپنی حالت پر قیاس کیا کہ جیسے ہم مصالح پرست ہیں دوسرے بھی ایسے ہی ہیں اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

از قیاسش خندہ آمد خلق را
کوچو خود پنداشت صاحب دلق را

اگر دب جانا اور متاثر ہونا ایسا ہی ارزاں ہے تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی قوم نے کیا کچھ نہیں کیا اور کون سی کسر اٹھا رکھی تو کیا وہ ان کی وجہ سے تبلیغ حق سے رک گئے تھے یا نعوذ باللہ ان کے تابع اور منقاد ہو گئے تھے ان حضرات نے لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ پر عمل فرماتے ہوئے اور کسی کی پروا نہ کرتے ہوئے ہمیشہ حق کا اظہار کیا اور کبھی کسی خوف یا طمع کے سبب کتمان حق نہیں کیا گو ہم اس درجہ کے نہ سہی مگر منسوب تو ان ہی حضرات کی طرف ہیں کہلاتے تو ان ہی کے نائب ہیں پھر کیوں نہ اس مسلک پر عمل کریں اگر یہ بات نہیں اور برداشت نہیں کر سکتے اور ایسا ہی خوف یا طمع کا غلبہ ہے تو نیابت کا کام چھوڑ دو کام کو کیوں بدنام کرتے ہو اور خدمت دین کا دعویٰ ہی کیوں کرتے ہو

اگر کرتے ہو تو اس کے لوازم کے لئے تیار رہو۔ عارف شیرازی فرماتے ہیں۔

یا مکن باپیل باناں دوستی
یا بنا کن خانہ بر انداز پیل
یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی
یا فرو شو جامہ تقویٰ بہ نیل

الحمد للہ میں اس زمانہ میں اپنے نفس کو اس پر آمادہ پاتا تھا کہ خواہ کچھ ہی ہو مگر حق کے خلاف انشاء اللہ تعالیٰ ایک انچ قدم آگے نہ اٹھے گا بحمد اللہ تعالیٰ اپنے بزرگوں کو دعاء کی برکت سے یہ حالت میری فطرت بن گئی تھی مجھ کو اس کے خلاف پر قدرت نہیں تھی اگر تم ترک حدود میں مصالح دنیوی اور اغراض کی وجہ سے اپنے کو معذور سمجھتے ہو تو میں بھی مصالح شرعیہ اور اپنی فطرت سے معذور تھا۔ باقی رہے مصالح سو یہاں تو مصالح پیسا کرتے ہیں سل پر کیونکہ مصالح کو جتنا زیادہ پیسا جائے اسی قدر سالن مزیدار ہوتا ہے۔ غرضیکہ تم بھی معذور میں بھی معذور چلو چھٹی ہوئی اس پر یہ شعر یاد آتا ہے۔

تمہیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کم خالی
چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

خدانخواستہ کوئی ضد نہیں تھی ہٹ نہیں تھی میں نے تو اعلان کر دیا اور صاف کہہ دیا تھا کہ عالم فاضل اور مسلمان تو بڑی چیز ہیں اگر مجھ کو بھنگی کا بچہ بھی سمجھا دے تو میں سمجھ میں آجانے کے بعد آج ہی تمام ہندوستان میں اعلان کر دوں گا اور تحریک میں شرکت کر لوں گا مگر یہ تو کچھ نہ کیا خواہ مخواہ کی زبردستی کرنا اور تہذیب اور انسانیت سے گذر کر بیجا دباؤ ڈالنا شروع کر دیا الزامات کے پل باندھ دیئے ہماری قوم کی ایک بات کا رونا ہو تو کوئی روئے ایک بات ہو تو اس کی شکایت کرے دین تو دین بعضوں میں تو تہذیب اور ادب بھی نہیں رہا اور یہ سب چیزیں جب خدا کا خوف قلب کے اندر ہو تب ہی پیدا ہو سکتی ہیں تمام لیڈروں میں بیچارے محمد علی کے اندر یہ بات تھی کہ وہ مہذب تھے اس ہی زمانہ

میں میں نے معتبر راوی سے سنا تھا کہ علی گڑھ کالج میں نماز کے بعد میرے لئے یہ دعاء کرائی تھی کہ اے اللہ اس ہستی کو ہمارے ساتھ کر دے علماء تک نے سب و شتم کیا برا بھلا کہا جلسوں اور لیکچروں اور پلیٹ فارموں پر بدزبانی بدگمانی کا اعلان کیا مگر میرا کیا بگاڑ لیا میں نے یہ علیحدگی کوئی اپنے نفس یا غرض کی وجہ سے تھوڑا ہی اختیار کی تھی محض مصالح شرعیہ اور احکام اور مسائل شرعیہ میری عدم شرکت کا سبب اور بناء تھی یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے محافظ ہے انہوں نے ہی حفاظت فرمائی اور لاکھ لاکھ شکر ہے اس ذات پاک کا کہ مجھ کو کسی کے در پر جانے کی ضرورت پیش نہیں آئی وہی لوگ یہاں پر آئے اور معافیاں چاہیں اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا۔ ایک مولوی صاحب مجھ سے خود کہتے تھے کہ اللہ معاف کرے ہم نے تو اپنے مقاصد کے کامیاب بنانے کے لئے احکام شرعیہ کی بھی پروا نہیں کی۔ میں نے کہا کہ مولوی صاحب پھر آپ کو کامیابی کی بھی توقع تھی اس زمانہ میں بعض اہل علم کھلم کھلا کہتے تھے کہ یہ مسائل کا وقت نہیں کام کا وقت ہے۔ یہ مسلمانوں کے کام ہیں۔ استغفراللہ نعوذ باللہ۔ پھر اس پر دوسروں کو دعوت دیتے تھے کہ تم بھی ہمارے شریک ہو جاؤ مطلب یہ کہ ہماری بددینی میں تم بھی حصہ لو۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ جو مولوی ان تحریکات میں کام کر چکے ہیں وہ درس و تدریس کے کام کے نہیں رہے ان کو چند روز کسی صاحب برکت کی صحبت میں رہنے کی ضرورت ہے۔ ان لوگوں نے ایک دم اپنے بزرگوں کے طرز اور مسلک کو بدل دیا نہ وہ صورت رہی نہ وہ سیرت رہی بڑے ہی فتنہ کا زمانہ تھا۔

۲۸/ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنج شنبہ

(ملفوظ ۱۳۸) اعلاء السنن ایک بے نظیر کتاب ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اعلاء السنن نہایت ہی عجیب کتاب ہے مثل بہشتی زیور کے اس کے بھی متعدد حصے کر دئے گئے ہیں جی یہ چاہتا ہے

کہ یہ میرے سامنے ایک مرتبہ طبع ہو جائے مذہب حنفیہ کی نصرت میں یہ کتاب ماشاء اللہ بے نظیر ہے ہر ہر مسئلہ پر اس کے متعلق احادیث جمع کر دی گئی ہیں اب معترضین کا منہ نہیں کہ وہ یہ کہہ سکیں کہ مذہب احناف حدیث کے خلاف ہے۔

(ملفوظ ۱۳۹) دوسروں کی ایذا رسانی سے بچنے کے اہتمام کی ضرورت

فرمایا کہ ایک خط آیا ہے ایسے باریک قلم سے لکھا ہے کہ پڑھنا مشکل ہے اور اس پر مزید برآں یہ کہ روشنائی بھی پھیکی ہے یہ بے تمیزیاں لوگوں میں ہو گئی ہیں۔ اس کا مطلق خیال نہیں کہ ہماری اس حرکت سے دوسرے کو تکلیف ہو گی دین کو ایک مختصر فہرست میں محدود کر رکھا ہے اور باقی اجزاء کو دین سے خارج سمجھتے ہیں حالانکہ دین میں ایک اصل عظیم یہ بھی ہے کہ اپنے سے دوسرے کو تکلیف اور اذیت نہ پہنچے مگر معاشرت ہم لوگوں کی بالکل خراب اور برباد ہو چکی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ ذلیل و خوار ہیں معاملات اخلاق سب خراب بس نماز روزہ نفلیں تہجد کے علاوہ اور کسی چیز کو دین کی فہرست میں داخل نہیں سمجھتے اس حالت میں کوئی کہاں تک اصلاح کرے اور کرے بھی تو اس پر ناگواری ہوتی ہے دوسرا بھی ان کا نوکر یا غلام نہیں جو اس حالت میں ان کی خدمت کرے۔

(ملفوظ ۱۴۰) طلب کی شان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طلب کی شان ہی جدا ہوتی ہے اس کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے اور یہ خیال کہ بدون طلب اور اس کے لازم یعنی اصلاح کے کچھ کام بن جائے ایسا ہے جیسے بدون نکاح کے اولاد ہونے کا خیال۔

(ملفوظ ۱۴۱) اصل مقصود تبلیغ ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ درس و تدریس متعارف مقصود کا مقدمہ ہیں اور اصل مقصود تبلیغ ہے آج کل یہ بڑی کوتاہی ہو رہی ہے کہ درس و تدریس کو اصل سمجھ لیا ہے اور اس کوتاہی اور غلطی کی بدولت اکثر علماء کو جو تبلیغ نہیں کرتے ایک بہت بڑی فضیلت سے محروم ہو گئی ہے حضرات انبیاء کا درس یہی تبلیغ تھا ابتداء میں درس و تدریس اور بعد فراغ علوم تحصیل اور تبلیغ دونوں کے حقوق ادا کرنا چاہئیں ایک کی طرف متوجہ ہو کر دوسرے سے غفلت کرنا یہ عظیم کوتاہی ہے علماء کو اس طرف ضرور توجہ کرنا چاہئے کہ وہ اپنا وقت تبلیغ میں بھی صرف کیا کریں اور اس کی ایک سہل اور بہتر صورت یہ ہے کہ مدارس کی طرف سے کچھ مبلغ مقرر کر دیئے جائیں آج کل مدارس میں اس کی بڑی کمی ہے پڑھنے پڑھانے میں جس قدر مشغولی ہے تبلیغ کی طرف مطلق توجہ نہیں جس قدر وقت اس میں صرف کرتے ہیں تبلیغ میں اس کا نصف حصہ بھی خرچ نہیں کرتے۔

(ملفوظ ۱۴۲) سچ بہت اچھی خصلت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سچ انسان کے اندر بڑی صفت ہے اگر حق تعالیٰ اس دولت سے کسی کو نوازیں سچے آدمی کا ہر شخص اعتبار کرتا ہے۔ صاحب مال کو قرض نہ ملے اگر وہ جھوٹا ہو۔ غریب اور مفلس کو قرض مل جاتا ہے اگر وہ سچا ہو۔ یہ اس صفت کا اثر ہے مسلمانوں میں اس کی بڑی کمی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے کام بند ہیں۔

(ملفوظ ۱۴۳) بخل اپنی ذات میں مذموم نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صفت بخل اپنی ذات میں مذموم نہیں اگر یہ مادہ انسان میں نہ ہو انتظام نہیں ہو سکتا ہاں کسی چیز کا اعتدال سے بڑھ جانا یہ

مذموم ہے۔ افراط و تفریط سے بچنا ہی اعتدال ہے۔

(ملفوظ ۱۴۴) کالج اور فالج

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس تعلیم انگریزی کی بدولت الحاد اور نیچریت کا غلبہ زیادہ ہو گیا ہے یہ کالج کیا ہیں فالج ہیں دین کے حس کو بالکل تباہ اور برباد کر دیتے ہیں ان کے تعلیم یافتہ اکثر بددین ملحد ہوتے ہیں دماغوں میں خناس بھر جاتا ہے۔

(ملفوظ ۱۴۵) اولین فکر اپنی اصلاح کی ہونی چاہیئے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کو اول اپنی فکر چاہئے دوسروں کی فکر میں تو جب بڑے جب اپنے متعلق یہ اطمینان ہو جائے کہ میرے ساتھ صحیح معاملہ ہو گا اور یہ ساری عمر نہیں معلوم ہو سکتا پھر اپنے سے بے فکری کیسی بعض لوگوں کا یہی مشغلہ ہے کہ ہر وقت دوسروں کی فکر میں رہتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔

(ملفوظ ۱۴۶) غلطی کا منشاء بے فکری ہے

ایک نو وارد شخص آئے اور بعد مصافحہ حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی حضرت والا نے فرمایا کہ تم ایسی جگہ بیٹھے ہو کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کو بیٹھنے کا بھی سلیقہ نہیں بیعت تو دور چیز ہے۔ ابھی تو تمیز سیکھنے کی ضرورت ہے اس پر وہ شخص اس جگہ سے ہٹ کر ایک اور صاحب کی طرف پشت کر کے بیٹھ گئے حضرت والا نے فرمایا کہ تم میں ایسی کونسی چیز ہے کہ جس کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں کو حقیر اور ذلیل سمجھتے ہو جس سے ایک مسلمان کی طرف پشت کر کے بیٹھے عرض کیا غلطی ہوئی فرمایا کہ غلطی کا منشا کیا تھا اس کا جواب دو آخر کیا سمجھ کر پشت کی جبکہ اور جگہ بھی موجود ہے عرض کیا کہ مجھ کو خبر نہ تھی یعنی یہ کہ میری پشت کی طرف کوئی آدمی ہے) فرمایا تو کیا کوئی سوئی

ہے جو نظر نہیں آئی بیٹھا ہوا آدمی نظر نہیں آیا میری بات کا جواب اب بھی نہیں دیا اپنے فعل کی تاویلیں شروع کر دیں یہ مرض بھی لوگوں میں عام ہو گیا ہے کہ حقیقت پر پردہ ڈال کر دھوکا دینا چاہتے ہیں بد فہمی کا بازار کچھ ایسا گرم ہو رہا ہے جس کی حد نہیں میں نے غلطی کا منشاء دریافت کیا اس کا تو جواب ندارد اور ہی کچھ ہانکنا شروع کر دیا اگر ایسی ہی غلطی ہے اور نظر نہیں آتا تو میری طرف پشت کیوں نہیں کر کے بیٹھے ابھی تک تو اتنی تمیز بھی نہیں آئی نہ معلوم اور کونسا وقت سلیقہ اور تمیز سیکھنے کا ہو گا۔ آخر میں کہاں تک تمہاری ان بدتمیزیوں پر صبر کروں اور جب کوئی امراض کو طبیب سے چھپائے گا یا اس میں تاویلیں کرے گا تو وہ علاج کس طرح کرے گا میں کھود کرید کر کے مرض کے ازالہ کی فکر کرتا ہوں یہ لوگ اس میں تاویلیں کر کے اس کو چھپانا چاہتے ہیں پھر اصلاح کی کیا ضرورت ہے اور اصلاح کیسے ہو گی اور یہاں آئے ہی کیوں تھے کیا یہاں کوئی تماشہ ہو رہا ہے یہاں اور جگہوں کی طرح مجلس آرائی حکایات شکایات قصہ کہانیاں نہیں ہوتیں یہاں تو جس کام کو آئے اس کو کرنا چاہئے اصلاح کی غرض سے آئے ہو اصلاح شروع ہو گئی اب اگر یہ طرز اصلاح کا ناپسند ہے تو یہاں سے نکلو اور اگر اصلاح مقصود ہے تو جیسے کہا جائے گا ویسے کرنا ہو گا برا بھلا سننا پڑے گا جوتیاں کھانا پڑیں گی اور اگر نواب صاحب بن کر آئے ہو تو یہاں دال نہ گلے گی کہیں اور جاؤ بڑے بڑے دوکاندار ایسوں کی فکر میں منہ پھیلائے بیٹھے ہیں جاتے ہی آؤ بھگت شروع ہو جائے گی بس میری یہی باتیں ہیں جن سے لوگ خفا ہیں دیکھئے ان کو شرم نہیں آئی جگہ ہوتے ہوئے ایک مسلمان کی طرف پشت کر کے بیٹھ گئے جیسے کوئی نواب صاحب ہوتے ہیں کیا تم لوگ آدمیوں میں رہتے سہتے نہیں یا دنیا میں آدمیت ہی باقی نہیں رہی صحرائی جانوروں کی سی حرکات کرتے ہو اور یہ سب مرض بے فکری کا ہے غور اور فکر کا تو نام ہی نہیں جو جی میں آیا کر لیا جو منہ میں آیا بک دیا جس طرح جی چاہا بیٹھ گئے اٹھ گئے یہاں پر پنکھا لگا ہوا ہے بعض لوگ اس کو محبت سے کھینچنا چاہتے ہیں مگر میں ہر شخص کو اس لئے اجازت نہیں

دیتا کہ سلیقہ نہ ہونے کی وجہ سے بجائے راحت کے تکلیف پہنچاتے ہیں۔ مشین کی طرح ہاتھ چلنا شروع ہو جاتا ہے پھر خبر نہیں رہتی کہ کوئی مجلس سے اٹھ رہا ہے یا کوئی آرہا ہے کسی کے سر میں لگے گا آخر آدمی میں اور مشین میں فرق کیا ہوا اس لئے میں نے اس میں یہ قید لگائی ہے کہ بدون اجازت کے کوئی شخص پنکھا نہ کھینچے یہاں پر جس قدر اصول اور قواعد ہیں سب تجربات کی بناء پر ہیں بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بھلا پنکھا کھینچنے میں کون سے اصول اور قواعد کی ضرورت ہے مگر اب یہ سن کر معلوم ہو گا کہ کتنے بڑے اصول اور قواعد کے ماتحت اس کی ممانعت ہے میرے تمام اصول کی جڑ صرف راحت رسانی ہے حکومت مقصود نہیں طرفین کی راحت رسانی مقصود ہے۔

پھر اس شخص کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جب میری بات کا تم کوئی جواب نہیں دینا چاہتے اور مجھ کو قابل خطاب نہیں سمجھتے یا میرے سوال کو لغو اور بے ہودہ بکواس سمجھتے ہو یہاں سے چلو اٹھو اور خبردار جو کبھی یہاں آکر قدم رکھا عرض کیا کہ مجھ سے خطا ہوئی اب آیندہ کبھی ایسا نہ کروں گا حضرت مجھ کو معاف فرما دیں۔ فرمایا اب کیوں بولے پہلے سے کیا زبان سل گئی تھی تم لوگ اس وقت تک نہیں مانتے جب تک کہ تمہاری غذا تم کو نہ مل جائے میں تمہاری نبضیں پہچانتا ہوں اچھا اس وقت یہاں سے اٹھو تم کو دیکھ کر اذیت پہنچتی ہے کل کو پھر اسی وقت ظہر کے بعد اگر چاہے مجلس میں آکر بیٹھنا اور اپنی اس حرکت کا منشا بیان کرنا میرے پوچھنے کا انتظار نہ کرنا خود آکر بیٹھ کر منشا بیان کر دینا تب کچھ اور بات کروں گا بیعت ہونے چلے دئے سلیقہ اور تمیز اٹھنے بیٹھنے کا بھی نہیں ولی اور قطب بننے کی ہر شخص کو فکر ہے خواہش ہے مگر آدمیت سے کوسوں دور ہیں اس کی فکر ہی نہیں معلوم بھی ہے ولایت اور قطبیت تو آسان ہے اس لئے کہ رحیم و کریم سے اس کا تعلق ہے مگر آدمی بننا آدمیت کا پیدا ہونا مشکل ہے یہاں پر تو انسانیت آدمیت سکھلائی جاتی ہے اگر ولایت اور قطبیت درکار ہے تو کہیں اور جاؤ جاتے ہی سب کچھ ہو جاؤ گے راہ مارا ہے شیطان نے طریق کی حقیقت سے بالکل

بے خبری ہے اور یہ سب جاہل پیروں کی بدولت طریق بدنام ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمادے۔

(ملفوظ ۱۴۷) شیخ کامل کا اپنے فن سے واقف ہونا ضروری ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ کامل وہ ہے جو فن سے واقف ہو شیخ کے لئے فن جاننے کی ضرورت ہے اگر فن سے ناواقف ہے نا آشنا ہے وہ شیخ کہلائے جانے کے قابل نہیں اور نہ وہ حقیقت میں شیخ ہے جیسے طبیب کہ فن سے واقف ہونا اس کا ضروری ہے۔ ایسے ہی یہاں ہے ولی ہونا۔ بزرگ ہونا۔ قطب ہونا۔ غوث ہونا الگ بات ہے شیخ ہونا الگ بات ہے فن میں مہارت ہونا شیخ ہونے کے لوازم سے ہے باقی اس کا متقی ہونا زاہد ہونا عابد ہونا مشیخت کی شرط نہیں۔ ہاں اگر شیخ ان اوصاف کے ساتھ بھی موصوف ہو تو اس کی تعلیم میں برکت ہو گی نور ہو گا۔ مگر اس وقت فن کے مردہ ہونے کی وجہ سے یہ طریق بد نام ہو گیا لوگ گمراہ ہوئے اصل چیز گم ہو گئی غیر اصل کو لوگوں نے مقصود سمجھ لیا اس صورت میں بعض کو تو اس سے وحشت ہو گئی وہ اس کے منکر ہو گئے اور بعض کو اس قدر غلو ہوا کہ احکام شرعیہ سے تجاوز کر گئے غرض دونوں جماعتیں خسران میں پڑیں حقیقت دونوں کے پاس نہ تھی اب بحمد اللہ مدتوں کے بعد حقیقت کا انکشاف حق تعالیٰ نے کرا دیا کہ جس کے ہم منکر تھے وہی ذریعہ نجات ہے یا جن احکام شرعیہ سے ہم کو نفرت تھی اس سے نفرت کرنا سراسر گمراہی اور ضلالت ہے۔

(ملفوظ ۱۴۸) عشق اور محبت کی خاصیت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدون عشق اور محبت کے کیسا ہی سہل اور آسان کام کیوں نہ ہو سخت اور مشکل معلوم ہوتا ہے عشق اور محبت وہ چیز ہے کہ سب کو آسان کر دیتی ہے اور مشکل سے مشکل کام سہل اور آسان نظر آنے لگتا

ہے اس محبت کی بدولت اور تو کیا جان تک دیدینا سہل ہو جاتا ہے اور عاشق
بزبان حال یہ کہنے لگتا ہے ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور یہ کہنے لگتا ہے ؎

اسیرت نخواہد رہائی زبند
شکارت نہ جوید خلاص از کمند

اور یہ محبت پیدا ہوتی ہے اہل محبت کی صحبت سے ان کی جوتیوں میں یہ
برکت رکھی ہے کہ چند روز میں کچھ سے کچھ بن جاتا ہے مگر آج کل لوگ اسی
سے گھبراتے اور بھاگتے ہیں۔

(ملفوظ ۱۴۹) مناسبت پیدا ہونے کے لئے مدت صحبت متعین نہیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مناسبت پیدا کرنے
کے لئے کم از کم چالیس روز تو شیخ کی صحبت میں رہے مگر یہ ایک ضابطہ کی بات
ہے باقی اصل تو یہ ہے کہ اس کی کچھ مدت نہیں مناسبت پیدا ہونے کا کوئی خاص
معیار نہیں بعض کو صحبت میں ساری عمر گذر جاتی ہے مناسبت نہیں پیدا ہوتی اور
بعض کو اول ہی ملاقات میں ہو جاتی ہے اور یہ ایک ظاہری حکم ہے ورنہ واقع میں
مناسبت تھی ملاقات کے وقت اس کا ظہور ہو گیا پیدا نہیں ہوئی اور بعض کو جو
ظاہراً مناسبت ہوتی ہے اور ملاقات کے بعد جاتی رہتی ہے اس کے متعلق بھی
یہی ہے کہ وہ مناسبت کا وسوسہ تھا حقیقت میں پہلے ہی سے مناسبت نہ تھی لیکن
ہر حال میں یہ ضروری ہے کہ نفع موقوف ہے مناسبت پر بدون مناسبت کے نفع
نہیں ہو سکتا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی جدائی کا
سبب یہی عدم مناسبت ہوئی ورنہ وہاں اور کیا شبہ ہو سکتا ہے مگر جو چیزیں قدرتی

ہیں جن میں ایک مناسبت بھی ہے ان میں کسی کو کیا دخل اسی مناسبت کے شرط ہونے کے سبب میں کہا کرتا ہوں کہ یہاں جو بعضے آنیوالوں کو نفع نہیں ہوتا یا تو ان کے اندر کمی ہے یا میرے اندر کمی ہے جس سے مناسبت نہیں ہوتی۔ بہر حال جس طرف کی بھی کمی سبب ہو اس کمی کے سبب نفع نہیں ہو سکتا اور یہ کیا ضرور ہے کہ ایک شخص سے ساری دنیا کو مناسبت ہو اور کسی خاص شخص سے مناسبت نہ ہونا مضر بھی نہیں اس لئے کہ وہ شخص نبی تو نہیں اور غیر نبی سے مناسبت تو کیا اگر محبت طبعی اور محبت عقلی بھی نہ ہو تب بھی کوئی مضرت نہیں باقی نبی سے بوجہ جامعیت کے سب امت کو مناسبت ہوتی ہے گو ان کے ساتھ بھی طبعی محبت ضروری نہیں مگر عقلی محبت ضروری ہے۔ اب اس پر یہ شبہ کہ غیر نبی سے جب کہ وہ شیخ کامل ہو مناسبت نہ ہونے میں کیا یہ تھوڑی مضرت ہے کہ اس سے کوئی نفع نہیں ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی مناسبت اختیاری ہے یا غیر اختیاری اگر کہو اختیاری ہے تو پیدا کر لو اگر کہو کہ پیدا نہیں ہوتی تو معلوم ہوا کہ غیر اختیاری ہے اور جو چیز غیر اختیاری ہوتی ہے وہ کبھی مضر نہیں ہوتی باقی نفع نہ ہونا تو اگر یہاں سے نفع نہ ہوگا کسی اور جگہ سے ہوگا پھر کیا مضرت ہوئی۔

(ملفوظ ۱۵۰) مکار اور جاہل صوفیاء کے کفریات

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان مکار اور جاہل صوفیوں کی بدولت بڑی گمراہی پھیلی۔ اگر کچھ واہی تباہی بانک دیں تو اسرار رموز ہیں۔ گردن جھکا کر خاموش بیٹھے رہیں تو استغراق ہے چاہے دین کا استغراق (غرق) ہی ہو رہا ہو میرے ایک دوست رئیس مالدار ایک مرتبہ پیران کلیر چلے گئے کسی جگہ جا رہے تھے پشت کی جانب سے ایک بڑے زور سے آواز آئی کہ ابے او مرغ۔ انہوں نے کوئی خیال نہ کیا۔ دوسری بار پھر آواز آئی انہوں نے محض شبہ کی وجہ سے پیچھے دیکھا کہ ایک شاہ صاحب بنے بیٹھے ہیں۔ ان کو کہا کہ ابے تجھ ہی کو تو بلاتے ہیں

بے چارے گئے کہ دیکھیں شاہ صاحب کیا فرماتے ہیں کہا کہ کچھ خبر بھی ہے جب
خدا نے روحوں کو پیدا کیا تو سب کو ایک جگہ جمع کر کے حکم دیا تھا کہ بنگ بوزہ
ہم لوگوں کی جماعت قریب تھی ہم نے تو صحیح سن لیا اور مولوی لوگ دور تھے
انہوں نے سنا نماز روزہ یہ نکتہ ہے مرشدوں کا۔ جا یاد رکھنا۔ یہ علوم ہیں ان
جاہلوں کے اس نامعقول سے کوئی پوچھتا کہ قرآن شریف میں بجائے بنگ بوزہ کے
نماز روزہ کیسے آیا کیا یہ صریح کفر نہیں ہے پھر بھی درویش کے درویش صوفی کے
صوفی کیسے کفریات بکتے ہیں اور ذرا خدا سے نہیں ڈرتے۔ بڑے ہی جری اور دلیر
ہیں اور حیرت یہ ہے کہ عوام بھی زیادہ تر ایسے ہی بد دینوں اور راہزنوں کے پیچھے
پیچھے پھرتے ہیں جو شخص جس قدر خلاف شریعت ہو اس کو اتنا ہی مقبول سمجھتے
ہیں ہاں ایک معنی کر مقبول کہا جا سکتا ہے یعنی شیطان کے مقبول کیونکہ اس کی
نیابت کا کام انجام دیتے ہیں ایسے ہی ڈاکوؤں اور رہزنوں نے طریق کو بدنام کیا
خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا۔ یہ عقائد تھے باقی اعمال میں کبائر تک کا
ارتکاب فواحش میں ابتلا فسق و فجور شب و روز کا مشغلہ مگر کسی طرح صوفیت اور
درویشی نہیں ٹوٹتی۔ ایسی رجسٹری شدہ درویشی ہے لوہا لاٹ۔

مگر اب الحمد للہ ان مکاروں کی مکاریاں طشت ازبام ہو گئیں اس لئے خفا
ہیں خیر ہوں خفا حلوے مانڈوں میں تو کھنڈت پڑ ہی گئی جھلاتے ہیں میں نے بھی
بفضلہ تعالیٰ اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت سے حقیقت کار خفا نہیں رکھا جو علوم
سینے بسینے چلتے تھے سب کو عام درسگاہ میں مخلوق کے سامنے پیش کر دیا اب
جاہلوں کا بھی پھندے میں آنا آسان نہیں گو مجھ پر یہ حالت ہو رہی ہے۔

چشمہاؤ خشمہاؤ رشکہا بر سرت ریزد چو آب از مشکہا

ایک بزرگ فرماتے تھے کہ آج کل دو پیسہ میں درویش بنتا ہے ایک پیسہ
کا گیرو اور ایک پیسہ کی تسبیح بازار سے خرید لے۔ گیرو میں کپڑے رنگ لے اور
ہاتھ میں تسبیح لے لے چلو چھٹی ہوئی اچھے خاصے درویش بن گئے شاہ صاحب ہو
گئے۔

(ملفوظ ۱۵۱) آج کے لیڈر عاقل نہیں آکل ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ لیڈر قومی ہمدردی کا صرف سبق گاتے پھرتے ہیں مگر دلوں میں ہمدردی کا نام نہیں محض زبان ہی تک محدود ہے ہزاروں مسلمانوں کو گولی کی نذر کرا دیا جس سے ہزاروں بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہو گئیں اور لاکھوں روپیہ قوم کا برباد کرا دیا اور پھر بھی صبر نہیں اب مجالس کفریہ میں شرکت کی جارہی ہے جو حقیقت میں غیر مسلموں کی خالص مذہبی تحریک ہے اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ اس میں بعض مولوی بھی شریک ہیں اس سے بے چارے عوام مسلمان دھوکا کھاتے اور پھنستے ہیں یہ سب ایک طاغوت کی چالاکیاں اور مکاریاں ہیں سمجھ لیا ہے کہ مسلمانوں کو آگے رکھنا چاہئے اس میں اس نے دو مصلحتیں سمجھیں ہیں ایک تو یہ کہ مسلمان جوشیلی قوم ہے مرے گی دوسرے ان سے گورنمنٹ بدگمان اور بدظن ہو گی اپنی قوم کو عدم تشدد کی ڈھال میں لے لیا مگر مسلمان اس پر قادر نہیں یہ جوش میں آجاتے ہیں اس سے گولی کی نذر ہو جاتے ہیں بعض وقت تو ان لوگوں کی عقلوں پر بڑا ہی افسوس ہوتا ہے یہ لوگ کیا خاک کام کریں گے جن کو اتنی بھی خبر نہیں کہ ایک معمولی دشمن ہی کی چال کو سمجھ لیں میں تو کہا کرتا ہوں یہ عاقل نہیں آکل ہیں عقل کی ایک بات نہیں اکل کی فکر ہے آخر ان کی عقلیں گئیں کہاں۔ مسلمانوں کو کفار کی اغراض کا تختہ مشق بنایا جاتا ہے اور باوجود تجربات و مشاہدات کے پھر نہیں سمجھتے اور نہ عقل سے کام لیتے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ عقل سے کورے ہیں یہ اغراض دنیا بھی بری ہی چیز ہیں جب یہ سامنے آجاتی ہیں سب کچھ نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے کچھ پتہ نہیں رہتا۔

(ملفوظ ۱۵۲) حضرت حکیم الامت کی تواضع

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں تو سب بڑے میاں کی دعاؤں کی

برکت ہے (مراد حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہیں) ورنہ اپنے پاس علم ہے نہ عمل ہمیشہ یوں ہی گذر گئی اب جی چاہتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جو وقت باقی ہے اس میں اپنی یاد کی توفیق عطاء فرماکر اپنے کام میں لگائے رکھیں میں اپنے دوستوں کے رنج کی وجہ سے ظاہر نہیں کرتا ورنہ مجھ کو اپنے وقت کا پوری طرح سے استحضار ہے اگر کسی کو میرے ساتھ ہمدردی اور محبت ہے تو وہ میرے لئے ایمان کی سلامتی اور اعمال کی توفیق کی دعاء کریں۔ اور باتیں تو بڑے لوگوں کی ہیں۔ اگر ایمان کے ساتھ خاتمہ ہو جائے اور جنتیوں کی جوتیوں میں جگہ مل جائے یہی سب کچھ ہے اور بڑی دولت ہے۔ باقی تقویٰ طہارت پر کیا کوئی ناز کر سکتا ہے اور دعوے کا کیا کسی کا منہ ہے۔ سندیلہ ایک بستی ہے وہاں ایک مرتبہ امساک باراں سے قحط ہو گیا لوگ پریشان تھے استسقاء کی نماز کئی روز پڑھی گئی بارش نہ ہوئی وہاں کی بازاری عورتیں جمع ہو کر وہاں کے ایک رئیس کے پاس آئیں کہ ہم جنگل میں جا کر بارش کے لئے دعاء کرنا چاہتے ہیں آپ اس کا انتظام کر دیں کہ وہاں کوئی جا کر ہم کو دیکھے نہیں ورنہ بجائے رحمت کے کہیں اور قہر کا نزول نہ ہو رئیس نے کافی انتظام کر دیا۔ یہ گروہ جنگل میں پہنچا اور سجدے میں سر رکھ کر رونا شروع کیا اور توبہ استغفار کی اور یہ کہا کہ اے اللہ سب سے زیادہ ہم ہی گنہگار ہیں سیہ کار ہیں ہماری ہی نحوست سے آپ کی تمام مخلوق پریشان ہے آپ فضل فرماویں رحم فرماویں معاف فرماویں۔ سر نہ اٹھایا تھا کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی تو کسی کو کیا حقیر اور ذلیل سمجھے مولانا فرماتے ہیں ؎

ما بروں را ننگریم و قال را
ما دروں را بنگریم و حال را

سو ناز تو کسی کو کرنا ہی نہیں چاہئے ان کی مخلوق ہے نہ معلوم کس بات پر کس وقت کیا سے کیا کر دیں۔ آدمی اپنی خیر مناتا رہے اور ڈرتا رہے اگر چاہیں ایک پلک جھپکنے میں صد سالہ کافر کو ولی کامل بنا دیں اور صد سالہ مومن کامل

زاہد عابد کو ملحد اور زندیق بنا دیں گو یہ بنتا ہو گا بندہ ہی کے ارادے سے ادھر سے اس ارادہ میں قوت ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ کسی پر جبر ظلم نہیں کرتے۔

(ملفوظ ۱۵۳) بندہ کے لئے توجہ اور طلب ضروری ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان کی ذات تو ایسی رحیم اور کریم ہے کہ بندہ کی ذرا سی توجہ اور طلب پر رحمت شروع فرما دیتے ہیں مگر طلب اور توجہ شرط ہے اگر یہ نہیں تو فرماتے ہیں انلز مکموھا رانتم لھاکرھون وہ اتنا دیکھتے ہیں کہ بندہ کو طلب اور توجہ بھی ہے پھر سب کچھ خود ہی کر دیتے ہیں۔

(ملفوظ ۱۵۴) مدرسہ کی تملیک شدہ رقم سے قرض دینا جائز نہیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں یہ روپیہ مدرسہ میں بطور تملیک دیتا ہوں تو یہ رقم مدرسہ کی ملک ہو جائے گی اور اس میں سے قرض دینا جائز نہ ہو گا اور اگر مدرسہ میں بطور اباحت دیا ہے اور یہ بھی کہہ دیا کہ اس میں سے قرض بھی دیا جا سکتا ہے تو یہ رقم مدرسہ کی ملک نہ ہو گی جس کو روپیہ سپرد کیا گیا ہے وہ شخص وکیل ہو گا اور مالک وہی دینے والا رہے گا اگر وہ مر گیا تو وہ باقی رقم ورثاء کو واپس دی جائے گی اس کو مدرسہ میں یا کہیں اور صرف نہیں کر سکتے اور حولان حول پر زکوٰۃ بھی واجب ہو گی ان باتوں کا اہل مدارس کو قطعاً خیال نہیں حالانکہ سخت ضرورت ہے خیال کرنے کی۔

(ملفوظ ۱۵۵) حکایت مناظرہ حجتہ السلام حضرت نانوتویؒ اور دیانت پرستی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے لوگ جو مشائخ کہلاتے ہیں اور مصلح بنے بیٹھے ہیں ان کو حرام و حلال تک کی پروا نہیں خدا کا خوف قلب پر نہیں دوسروں کی کیا اصلاح کر سکتے ہیں ایسے پیروں کی یہی حالت تک کی پروا نہیں خدا کا خوف قلب پر نہیں دوسروں کی کیا اصلاح کر سکتے ہیں ایسے پیروں کی یہی حالت ہے کہ اپنی دعوت کی ساتھ سینکڑوں کی دعوت کرا دیتے ہیں سندھ میں تو دو دو سو چار چار سو دعوتیں ہوتی ہیں۔ اونٹوں کی دعوت ہوتی ہیں ایسا کرنے کو خلوص پر مبنی کرتے ہیں چاہے دوسرے کے پاس خلوص تو کیا فلوس بھی باقی نہ رہے اچھی خاصی ڈکیتی ہے اور چونکہ اس میں رسم کا جبر ہوتا ہے اس لئے لفظی اجازت بھی کافی نہیں حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی ایک طالب علم نے دعوت کی فرمایا اس شرط سے قبول کرتا ہوں کہ جو کھانا محلّہ میں تمہارا مقرر ہے اس ہی میں سے کھلاؤ اور بکھیڑا نہ کرو۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا روڑ کی دیانند سرستی سے مناظرہ کے لئے تشریف لے گئے اور بھی چند لوگ ہمراہ تھے مولانا نے سب سے کہہ دیا کہ اپنے بھروسہ چلنا دعوتوں کے بھروسہ نہ چلنا سب کو کھانا بازار سے کھانا ہوگا روڑ کی پہنچ کر نہ خود کسی کی دعوت کھائی اور نہ دوسروں کو کھانے دی ایک پیشکار انگریز جنٹ کی پیشی میں تھے انہوں نے جنٹ سے کہا کہ مولانا آئے ہوئے ہیں جنٹ نے سن کر کہا کہ مولوی لوگ کھاتا پھرتا ہے پیشکار نے کہا وہ تو دعوت بھی نہیں کھاتے تو وہ انگریز جنٹ یہ سن کر کہتا ہے کہ ہم بھی مولانا کی زیارت کریں گے اگر یہ بات ہے۔ غرض کہ ان پیشکار نے مولانا سے عرض کیا کہ جنٹ ملاقات کرنا چاہتا ہے آپ تشریف لے گئے وہ نہایت ادب سے ملا اور مولانا کا بڑا احترام کیا۔ مولانا کو صدر مقام پر بٹھایا اور خود ایک معمولی جگہ پر بیٹھا اور بعد مزاج پرسی وغیرہ کے مولانا سے روڑکی آنے کی وجہ دریافت کی

مولانا نے فرمایا کہ دیانند نے مسلمانوں سے مناظرہ کا اعلان کیا میں اس کے مقابلہ کے لئے آیا ہوں مگر اب وہ مناظرہ سے اعراض کر رہا ہے جنٹ نے کہا کہ ہم اس کو بلائیں گے غرض کہ دیانند کو بلایا اور دریافت کیا کہ مناظرہ سے گریز کیوں کرتے ہو دیانند نے کہا کہ فساد کا اندیشہ ہے جنٹ نے کہا کہ فساد کا اندیشہ مت کرو اس کا ہم انتظام کریں گے مولانا نے فرمایا کہ فساد تو مجمع میں ہو سکتا ہے اب کر لو دیانند نے کہا کہ اس وقت تو میں اس ارادہ سے نہیں آیا مولانا نے فرمایا کہ ارادہ تو فعل اختیاری ہے اب کر لیا جائے مگر وہ کسی طرح آمادہ نہیں ہوا۔ غرض جی یہ چاہتا ہے کہ علماء اس طرح رہیں کہ اہل دنیا کی نظروں میں حقیر نہ ہوں جیسا کہ اکثر ہم لوگ ان کی نظر میں حقیر ہو گئے ہیں اور اسی تحقیر کی بناء پر وہ لوگ مولویوں سے بے پروائی کا برتاؤ کرتے ہیں اور ایسے ہی برتاؤ سے میری لڑائی لوگوں سے اسی منشاء کی وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ اہل علم کو نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں اور میں ایسے متکبروں کے تکبر کا علاج کرتا ہوں اسی وجہ سے لوگ مجھ سے ناراض ہیں مجھ کو بدنام کرتے ہیں مگر کیا کریں بدنام میری جوتی سے میں اپنے طرز کو نہیں چھوڑ سکتا۔

(ملفوظ ۱۵۶) رفاہ مسلمین کے عنوان سے جمع کردہ چندہ کے مصارف

ایک صاحب نے عرض کیا کہ رفاہ مسلمین کے عنوان سے کوئی صاحب کوئی رقم دیں تو اس سے کسی حاجت مند شخص کو کھانا کھلا دینا جائز ہے یا نہیں فرمایا کہ رفاہ مسلمین کے لفظ سے عام محاورہ میں مدارس کنویں سبیل شفاخانہ سمجھے جاتے ہیں اور یہ اس میں نہیں باقی اہل محاورہ سے تحقیق کر لیا جائے اگر یہ بھی داخل ہے تو ایسا کر سکتے ہیں اور اگر نہیں تو کسی خاص شخص کو کھانا کھلانا یا کپڑا دینا جائز نہ ہوگا۔

(ملفوظ ۱۵۷) بزرگوں کے کلام اور اقوال کو حواشی سے شائع کرنے کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل بڑی کوتاہی یہ ہے کہ بزرگوں کا کلام یا قول یا کوئی حکایت ویسے ہی چھاپ دیتے ہیں جس کے بعض اجزاء سے غلط فہمی ہو جاتی ہے۔ حالانکہ بدون حواشی کے جن میں اشکالات کا حل ہو نہیں چھاپنا چاہئے اس لئے کہ بدون اس کے لوگ سمجھتے نہیں جس سے بجائے نفع کے نقصان ہوتا ہے۔ بجائے ہدایت کے گمراہی پھیلتی ہے یہ بڑی ضروری بات ہے اور اس کے خیال رکھنے کی سخت ضرورت ہے کیونکہ یہ زمانہ نہایت پر فتن ہے۔ لوگ غلط معنے پہنا کر مشہور کرتے ہیں جس سے لوگوں کے دین کا نقصان ہوتا ہے۔ اور ابہام واقع میں بڑی مضر اور مہلک چیز ہے اسی لئے میں خود بھی اس کا عامل ہوں اور دوسروں کو بھی کہا کرتا ہوں کہ جو بات کہو صاف کہو جس میں ابہام نہ ہو۔

(ملفوظ ۱۵۸) احکام شریعت میں سہولت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہر شخص کے معمولات کی شریعت کہاں تک ذمہ دار ہو سکتی ہے۔ واقعی ضرورتوں کا لحاظ کر کے ایک ضروری قانون بنا دیا ہے اگر سب متفق ہو کر اس پر عمل کریں تو پھر دیکھیں کہ اس میں کس قدر سہولت ہے۔

(ملفوظ ۱۵۹) سفارش اور جبر میں فرق

ایک صاحب کی سفارش کے سلسلہ میں فرمایا کہ اب ان قیود معمول بہا سے بھی سفارش نہ کیا کروں گا فہم میں سلامتی نہیں لوگ سفارش کی حقیقت سے بے خبر ہیں اس لئے اس زمانہ میں سفارش کرنا بھی جبر ہی ہے۔ رہا حدیث

میں جو بریرۂ سے نکاح کی سفارش کا واقعہ آیا ہے کہ حضور نے بریرہ سے مغیث کی ساتھ نکاح کے بارے میں سفارش فرمائی ہے اسی میں یہ بھی وارد ہے کہ بریرہ نے عرض کیا کہ حضور کا حکم ہے یا سفارش آپ نے فرمایا کہ سفارش عرض کیا کہ میں قبول نہیں کرتی۔ سو اگر اس قدر آزادی ہو تو سفارش کرنا سنت ہے اگر ایسی آزادی نہیں تو سفارش جبر ہے مجھ کو ایسی باتوں میں بڑی احتیاط ہے۔

(ملفوظ ۱۶۰) سنیوں اور شیعوں کے ایک بڑے اختلافی مسئلہ کا حل

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سنیوں اور شیعوں میں بڑا مسئلہ یہی زیر بحث ہے کہ صحابہؓ میں حضرت علیؓ بڑے ہیں یا شیخینؓ۔ اس کا بہت سہل ایک فیصلہ ہے کہ اس وقت کے لوگ کس کو بڑا سمجھتے تھے وہی بڑا ہے۔ جو بڑا ہو گا بالاضطرار اس کے ساتھ بڑوں کا سا برتاؤ ہو گا۔ صاف بات ہے خواہ مخواہ لوگ زوائد میں پڑ کر اوقات ضائع کرتے ہیں اصل چیز یہ ہے اس کو دیکھو روایات فضیلت کو دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

(ملفوظ ۱۶۱) فہم بہت بڑی نعمت ہے

ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرمایا اور اس غلطی کا منشاء دریافت کیا وہ کوئی جواب نہ دے سکے تو حضرت والا نے خود اس غلطی کے منشاء کو سمجھایا۔ ان صاحب نے اس کے منشا ہونے سے انکار کیا اس پر فرمایا کہ اس واقعہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ اس طریق سے لوگوں کو بہت ہی اجنبیت ہو گئی ہے بالکل خالی الذہن ہیں۔ موٹی بات میں نے سمجھانا چاہا مگر نہیں سمجھ سکے پھر ان صاحب کو خطاب فرمایا کہ اگر یہاں تعلق پیدا کرو گے تو سمجھنا پڑے گا اور سمجھنا بھی وہ جس

کو میں بھی تو سمجھ لوں کہ تم سمجھ گئے یا نہیں ورنہ ایسی جگہ جاؤ جہاں ہاتھ پھیلاتے ہی پکڑ لئے جاؤ ایسی جگہ بہت ہیں کہ وہ ایسوں کی انتظار میں جال پھیلائے بیٹھے رہتے ہیں کہ کوئی شکار آئے اور پھنسے الحمدللہ یہاں یہ بات نہیں یہاں تو سمجھنا پڑے گا اور سمجھ کر کام کرنا پڑے گا۔ اگر پسند نہیں تو چلو یہاں سے نکلو۔ ایسے کوڑ مغزوں کا یہاں کام نہیں نام کرنا تھوڑا ہی مقصود ہے کام کرنا مقصود ہے عرض کیا کہ آئندہ سمجھنے کی کوشش کروں گا اب معاف فرما دیجئے فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں بے فکری کا بھی مرض ہے ابھی تک سمجھنے کی کوشش کرنے کا ارادہ بھی نہیں کیا تھا خیر چلو اتنا تو معلوم ہوا کہ سمجھنا فعل اختیاری ہے اور اس کی کوشش ہو سکتی ہے اس جہل سے تو نجات ملی یہ فرما کر فرمایا کہ اس وقت یہاں سے اٹھ جاؤ کل کو اسی وقت آکر مجلس میں بیٹھنا اور مکاتبت مخاطبت کچھ نہ کرنا اور یہ قید مکاتبت مخاطبت کی کل ہی کے ساتھ خاص نہیں جب تک قیام رہے اس وقت تک کے لئے ہے۔ اب وطن واپس جا کر جو کچھ لکھنا ہو لکھنا عرض کیا ایسا ہی کروں گا فرمایا کہ فہم بھی بڑی ہی دولت اور نعمت ہے اگر حق تعالیٰ کسی کو نصیب فرماویں۔

(ملفوظ ۱۶۲) جانگیہ پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

ایک صاحب نے سوال کیا کہ آج کل جو لوگ جیل میں جاتے ہیں ان کو جانگئے پہننے کو ملتے ہیں اور بعض مسلمان نماز بھی پڑھتے ہیں تو وہ نماز جو اس جانگئے کے ساتھ پڑھی ہو وہ نماز قابل عادہ ہو گی یا نہیں فرمایا جس حبس من جہت العباد ہو اس میں تو نماز قضا ہو گی اور جو حبس سماوی سے ہو اس میں قضا نہ ہو گی۔

(ملفوظ ۱۶۳) ادب راحت رسانی کا نام ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل صرف تعظیم و تکریم کا نام لوگوں

نے ادب رکھا ہے حالانکہ ادب نام ہے راحت رسانی کا حضرت رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ سے ایک ثقہ راوی نے نقل کیا کہ حالت بیماری میں جب لوگوں نے زیادہ پریشان کیا تو فرمایا کہ تھانہ بھون کے قواعد اور ضوابط کی ضرورت ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ اس میں سب کو راحت ہے جو حاصل ہے ادب کا۔

(ملفوظ ۱۶۴) مہین مولوی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے پاس تو جو کچھ بھی ہے بڑے میاں کی توجہ کی برکت اور دعاؤں کا ثمرہ ہے (مراد حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہیں) حضرت نہایت ہی شفیق تھے اور شفقت کے ساتھ مبصر اور صاحب فراست بھی چنانچہ میں حضرت کی خدمت میں بالکل خاموش رہتا تھا بس جو فرماتے تھے اس کو سنا کرتا تھا ایسی حالت میں کسی کی طبیعت کا اندازہ ہونا بڑا مشکل ہے مگر حضرت کی فراست کہ ایک مرتبہ مکہ معظمہ سے اس عنوان سے سلام ایک صاحب سے کہلا کر بھیجا کہ ہمارے مہین مولوی سے سلام کہہ دینا کیا ٹھکانہ ہے اس فراست کا کہ طبیعت کا رنگ پورا معلوم فرما لیا۔

(ملفوظ ۱۶۵) اصول صحیحہ کے اتباع کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر کثرت سے لوگ آتے ہیں اور ہر شخص کی مختلف طبائع مثلاً پچاس آئے اب میں پچاس کا کیسے اتباع کر سکتا ہوں ہاں وہ پچاس میرا اتباع کر سکتے ہیں اور میں تو اپنا اتباع بھی نہیں چاہتا اصول صحیحہ کا اتباع چاہتا ہوں ان اصول صحیحہ کا تم بھی اتباع کرو اور میں بھی اتباع کروں نہ تم میرا اتباع کرو نہ میں تمہارا اتباع کروں۔

(ملفوظ ۱۶۶) بیعت ضروری چیز نہیں

ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب تم گھر سے چلے تھے تو کیا یہ قسم کھا کر چلے تھے کہ جاتے ہی ستاؤں گا اور جو وہ کہے گا اس

کے خلاف ہی کروں گا اور کیا یہ تمہارا طرز تمہارے مقصود میں تم کو کامیاب بنا دے گا عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ پھر ایسا طرز کیوں اختیار کیا اور ایک ہی بات پر اصرار کیوں ہے جب میں یہ بتلا چکا کہ بیعت ضروری چیز نہیں ضروری چیز تعلیم پر عمل کرنا ہے۔ عرض کیا اب نہ کروں گا فرمایا کہ پہلے ہی کیوں ایسی بات کیا کرتے ہو۔

۲۹ر ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۱۶۷) حق تعالیٰ شانہ کی شان رزاقی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ذہن تو دنیا سے رخصت ہو چکا مگر کچھ حافظہ باقی ہے اور وہ بھی اندھوں میں ایک حکیم صاحب ہیں راہینا دہلی میں ان کو تشخیص میں کمال ہے اور یہ کمال حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کی دعاء سے ان میں پیدا ہوا۔ انہوں نے ایک مرتبہ حضرت سے عرض کیا تھا کہ میں نابینا ہوں دوسرے طبیب تو قارورہ دیکھ کر رنگ دیکھ کر زبان یا چہرہ دیکھ کر مرض کی شناخت کر لیتے ہیں میں کوئی چیز نہیں دیکھ سکتا تو میں کیسے مرض کی شناخت کر سکتا ہوں دعا کر دیجئے کہ مجھ کو نبض میں کمال ہو جاوے نبض دیکھ کر معلوم کر لیا کروں۔ چنانچہ حضرت کی دعاء سے یہی بات ان کے اندر پیدا ہو گئی کہ نبض دیکھ کر مرض کو شناخت کر لیتے ہیں اور یہ سب حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اسباب ان کے ہاتھ میں ہیں جب وہ رزق پہنچانا چاہتے ہیں اس کے ویسے ہی اسباب پیدا فرما دیتے ہیں اور ان کی شان رزاقی ایسی ہے کہ ایک بزرگ الہام سے حق تعالیٰ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ اے بندہ جب میں تیرے منع کرنے پر بھی تیرا رزق نہیں روکتا تو کیا تیرے مانگنے پر نہ دوں گا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص اللهم ارزقنی کی جگہ اللهم لاترزقنی کا وظیفہ پڑھا کرے تو کیا اس کو رزق نہ ملے گا ضرور ملے

گا اور کافی ملے گا۔ امتحان کر کے دیکھ لیا جائے اب کافی کے متعلق اگر یہ شبہ ہو کہ بعض کو کافی بھی نہیں ملتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ شاذو نادر کا تو ذکر نہیں کسی حکمت سے کسی کو ایسا بھی ہو سکتا ہے لیکن اکثر یہی ہے کہ کافی ہی ملتا ہے خواہ تدریجاً یا کبھی بہت سا دیدیا کہ بہت مدت کے لئے کافی ہو سکتا تھا مگر اس نے سب برباد کر دیا اب اتنی مدت تک نہیں ملا اگر نہ اڑاتا تو اس مدت کے لئے کافی ہوتا اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی شخص کو سو روپیہ تنخواہ کے ملے تو مطلب اس کا یہ ہے کہ تیس روز تک اس کو صرف کرو اب اگر یہ ان کو ایک روز میں اڑا دے تو دینے والا ذمہ دار نہیں اور میں جیسا اوپر کہہ آیا ہوں اس کو کلیہ تو نہیں کہتا مگر اس کی اکثریت ضرور ہے۔

(ملفوظ ۱۶۸) سائل کو کبھی حقیر نہ سمجھنا چاہئے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سائل کو کبھی حقیر اور ذلیل نہیں سمجھنا چاہئے یہاں پر مراد سائل سے وہ سائل ہے جو ضرورت مند اور حاجت مند ہے وہ لوگ مراد نہیں جن کا یہ پیشہ ہے لوگوں میں حس جاتا رہا بدون ضرورت اور حاجت کے سوال کرنا خود شریعت میں منع ہے اور ویسے بھی بے غیرتی کی بات ہے۔

(ملفوظ ۱۶۹) حضرات صحابہ کی عجیب شان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صحابہ کے مرتبہ کو کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا چاہے اگر مجاہدہ کرتے کرتے مر بھی جائے تب بھی وہ مرتبہ میسر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ راتوں جاگنا آسان عبادت کرنا آسان مگر وہ جذبات کہاں سے لائے گا جو لقاء و صحبت نبوی سے ان کے اندر موجود تھے بڑی چیز اور بڑی دولت اور بڑی نعمت تو جذبات قلبی ہیں اعمال تو ایک منٹ اور ایک سکنڈ میں بدلے جا سکتے ہیں اور درست ہو سکتے ہیں مگر جذبات نہیں پیدا ہو سکتے۔

(ملفوظ ۱۷۰) الحاد میں بالکل قوت نہیں ہوتی

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کفر میں تو کچھ قوت ہوتی ہے مگر الحاد میں بالکل قوت نہیں ہوتی ڈابھیل کے قلعہ پر جس وقت محمد ابن قاسم نے چڑھائی کی تو راجہ کے پاس بڑی جرار کرار فوج تھی محمد ابن قاسم کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ راجہ داھر نے اپنی بہن سے شادی کی ہے تو اپنے ساتھیوں سے یہ فرمایا کہ کافر سے تو مقابلہ میں تردد ہو سکتا ہے مگر ملحد کے مقابلہ میں کوئی تردد نہیں یقیناً ہم غالب آئیں گے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اصل قوت مذہب میں ہے تو کافر تو صاحب مذہب ہوتا ہے مگر ملحد کا کوئی مذہب نہیں اس لئے اس میں خاص جوش نہیں ہوتا اس کے علاوہ محمد ابن قاسم یہ بھی سمجھے کہ راجہ شہوت پرست ہے اور شہوت پرست کبھی شجاع نہیں ہو سکتا اس وقت محمد ابن قاسم کی عمر تقریباً سترہ سال کی تھی مگر بوڑھے تجربہ کار لوگ ساتھ تھے اور ان کی سب اطاعت کرتے تھے محمد ابن قاسم حجاج بن یوسف کے داماد ہیں اسی حجاج کا باوجود اس قدر ظالم ہونے کے تین سو رکعت نماز نفل ایک شب میں پڑھنے کا معمول تھا کیا ٹھکانا ہے یہ تو اس وقت کے ظالموں کی حالت تھی بات یہ ہے کہ وہ زمانہ حضور کے زمانہ سے قریب تھا اس وقت نور تھا اب وہ نور نہیں رہا ہم ظلمت کے زمانہ میں ہیں اب چاہے ہم کتنا ہی علم حاصل کر لیں مگر وہ نور نہیں یہ تو خیر القرون میں تھا اور ہم تاریکی کے زمانہ میں ہیں سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی ہزاروں بجلیاں اور گیس روشن ہو جاتے ہیں مگر ویسی روشنی نہیں ہوتی جیسی دن میں ہوتی ہے بس اب تو امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں خیر ہو گی یا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں۔ اس سے پہلے تو ظلمت ہی ظلمت ہو گی۔

(ملفوظ ۱۷۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ بڑی قسمت والے

لوگ ہوں گے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت میں رہیں گے صحابی ہوں گے ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ منصب نبوت پر تو تشریف لائیں گے نہیں حضرت والا نے فرمایا کہ نہ سہی مگر نبوت مسلوب تھوڑا ہی ہو گی نبوت تو باقی ہے اس لئے برکت بھی وہی ہو گی۔

(ملفوظ ۱۷۲) حکایت حجاج بن یوسف

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حجاج بن یوسف کو ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ کیا حال ہے کہا کہ میں ہر قتل کے بدلے ایک ایک دفعہ قتل کیا گیا اور حضرت سعید بن جبیر کے قتل کے بدلے میں ستر مرتبہ قتل کیا گیا اور اب بھی عذاب میں مبتلا ہوں پوچھا اب کیا خیال ہے کہا کہ جو سب مسلمانوں کا خدا تعالیٰ کے ساتھ خیال ہے یعنی نجات ضرور ہو گی بخشا ضرور جاؤں گا۔ جس وقت حجاج کی جانکندنی کا وقت تھا تو یہ جناب باری میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اے اللہ تمام دنیا یہ کہہ رہی ہے کہ حجاج جیسے ظالم کو اللہ نہیں بخشے گا ہم تو جب جانیں کہ آپ مجھ جیسے ظالم کو بخش کر یہ دکھلا دیں کہ دیکھو ہم ایسے رحیم وکریم ہیں یہ واقعہ ایک شخص نے ایک بزرگ سے بیان کیا کہ حجاج یہ کہہ کر مرا ہے بزرگ نے فرمایا کہ بڑا ہی چالاک تھا یہ چالاکی سے کہہ کر جنت بھی لے مرے گا مگر باوجود اس ظلم کے اس میں اسلامی جوش اس قدر تھا کہ کفار کا مسلمانوں کو ستانا سن نہیں سکتا تھا ہر وقت ان کی نصرت اور جہاد پر تیار رہتا تھا عجیب بات ہے یہ بات آج کل کے اہل تقویٰ اہل زہد میں بھی نہیں الاماشاء اللہ تعالیٰ۔

(ملفوظ ۱۷۳) عیب جو کی مثال

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عیب جو کی مثال عبدالرحمٰن خان صاحب مالک مطبع نظامی کانپور نے جو علماء کی صحبت اٹھائے ہوئے تھے ذہین آدمی تھے

انہوں نے بیان کی تھی کہ کسی باغ میں پھل بھی ہیں اور گھاس بھی ہے اور ایک گوشہ میں پائخانہ بھی بنا ہے سو انسان تو پھل کھانے کو اور سیر و تفریح کرنے کو جاتا ہے۔ جانور گھوڑا وغیرہ گھاس کھانے کو جاتے ہیں مگر سور وہاں بھی پاخانہ کو تلاش کرتا ہے۔ ایسے ہی عیب چین کی مثال ہے اہل کمال کی تو کمال پر نظر پڑتی ہے اور عیب جو کی عیب پر نظر پہنچتی ہے کسی بزرگ کی عادت تھی کہ کسی کو برا نہیں کہتے تھے ایک شخص نے عرض کیا کہ یزید کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں فرمایا کہ شاعر اچھا تھا۔

(ملفوظ ۱۷۴) ایک مسلمان طبیب کی بد دینی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ تحریکات کے زمانہ میں فلاں صاحب نے ایک رسالہ گئور کھشا کی حمایت میں لکھا۔ کسی نے پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے تو کہتے ہیں کہ یہ میرا عقیدہ تھوڑا ہی ہے میں طبیب ہوں مجھ سے ہندو بھی علاج کراتے ہیں ذرا وہ خوش ہو جائیں گے علاج کرانے زیادہ آئیں گے یہ مسلمانی ہے یہ دین ہے یہاں تک نوبت پہنچ چکی ہے اب اگر کوئی کچھ اصلاح کی بات کہے تو اس کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں ان کی حرکتوں کو نہیں دیکھتے کہ جب خود بد دین بنتے ہیں اسی سے کوئی دوسرا بھی بول پڑتا ہے۔

(ملفوظ ۱۷۵) باتیں بنانا آسان ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اگر دلیل میں کوئی روایت لکھ دی جائے تو کہتے ہیں کہ اس کا ترجمہ کرو۔ بھلا ترجمہ سے استدلال کی تقریر کیا سمجھے گا زبان کی آسانی سے فن تھوڑا ہی آسان ہو سکتا ہے دیکھئے اقلیدس اردو میں شائع ہو گئی ہے بھلا کوئی اردو پڑھا ہوا ایک شکل کو تو حل کر دے بکے لوگوں کو زبان چلانا آتی ہے کام کرنا اور بات ہے باتیں بنانا اور بات ہے۔

(ملفوظ ۱۷۶) مضبوطی اور سختی میں فرق

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خواہ مخواہ مجھ کو بدنام کر رکھا ہے کہ میں سخت ہوں۔ الحمدللہ میں سخت نہیں بالکل نرم ہوں مگر مضبوط ہوں جیسے ریشم کا رسہ کہ نرم تو اسقدر کہ جہاں چاہے گرہ لگالو اور جس طرف کو چاہو موڑ لو مگر مضبوط اس قدر کہ اگر ہاتھی بھی اس سے باندھ دیا جائے تو اس کو توڑ نہیں سکتا مضبوطی کا نام سختی رکھا ہے مضبوطی اور سختی میں فرق بھی معلوم نہیں فتوٰی دینے چلدئے اور اس مضبوطی کی ساتھ ایک بات اور ہے کہ میرے اندر غیرت ہے جو ضابطہ سے اپنا متبوع نہ ہو اس سے دبنا بے غیرتی ہے مثلاً استاد ہو کر شاگرد سے دبے بے غیرت ہے پیر ہو کر مرید سے دبے بے غیرت ہے باپ ہو کر بیٹے سے دبے بے غیرت ہے حاکم ہو کر محکوم سے دبے بے غیرت ہے۔ بادشاہ ہو کر رعایا سے دبے بے غیرت ہے خاوند ہو کر بیوی سے دبے بے غیرت ہے ہاں رعایت اور چیز ہے وہ دبنا نہیں اس کو محبت کہیں گے شفقت کہیں گے اگر کسی شخص کی بیوی کو کوئی چھیڑے اور وہ ڈنڈا لے کر اس کے سر ہو جاوے اور اس کو کوئی کہے کہ بڑا ہی سخت مزاج ہے نرمی سے کہہ لیا ہوتا کہ نہ بھائی کبھی میری بیوی کو نہ چھیڑنا کیا کسی شریف آدمی کے نزدیک ایسا مشورہ دیا جا سکتا ہے تو جیسا بیوی کا احترام ہے تو کیا میں طریق کا اس قدر بھی احترام نہ کروں۔ مجھ کو دبنے سے غیرت آتی ہے اگر کسی کو غیرت نہیں تو میں اس کو تو مجبور نہیں کرتا مگر خود کیسے بے غیرت ہو جاؤں۔

ایک شخص پانی پت کے علاقہ کے یہاں پر آئے پندرہ روپیہ مدرسہ میں دئے مجھ کو شبہ ہوا کہ قریب کا مدرسہ چھوڑ کر تھانہ بھون میں روپیہ کیوں لائے۔ باوجود اس کے کہ وہ مرید بھی تھے مگر شبہ ہو گیا میں نے دریافت کیا کہ یہاں پر روپیہ دینے کی کوئی خاص وجہ ہے جو قریب کا مدرسہ چھوڑ کر یہاں پر لائے۔ کہنے لگے کہ کوئی وجہ نہیں میں نے کہا کہ مجھ کو تو شبہ ہے وہ یہ ہے کہ

تم یہاں اس لئے لائے ہو کہ پیر بھی خوش ہوں گے اور مدرسہ کا بھی نفع ہو
جائے گا کہنے لگے کہ واقعی بالکل صحیح ہے تب میں نے روپیہ واپس کیا اور کہا کہ یہ
تو ایک قسم کا شرک ہے کہ دین کا کام رضائے خلق کے لئے کیا جاوے مجھ کو
اس طرح کا روپیہ لیتے ہوئے غیرت معلوم ہوئی یہاں میں ایک اشکال کا جواب
دیتا ہوں وہ یہ کہ ایسے موقع پر معترضین انبیاء علیہم السلام کے واقعات پیش کر
دیتے ہیں کہ کیا تبلیغ میں ان حضرات کے ایسے ہی اخلاق تھے مگر معترضین یہ
بتلائیں کہ وہ معتقدین کے ساتھ تھے یا کافروں کیساتھ اور وہ بھی اس لئے تھے کہ
پیغمبر پر ایمان لانا لوگوں پر فرض ہے اگر انبیاء سے توحش ہو جاوے تو کافر کے
کافر رہیں۔ اور امتیوں پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے اگر ایک امتی سے متوحش
ہوں دوسری طرف رجوع کریں اس فرق پر ایک واقعہ یاد آیا ایک نواب صاحب
تھے سرحدی پٹھان وہ حج کے سفر میں تھے جب بمبئی پہنچے تو گورنمنٹ نے
گورنر کو حکم دیا کہ خان صاحب کی مزاج پرسی کرو اور کسی چیز کی ضرورت ہو
حاضر کرو گورنر جہاز پر ملنے گئے تو اس وقت خان صاحب ایک مسہری پر آرام کر
رہے تھے احمد حسن سہارنپوری انسپکٹر پولیس تھے وہ بھی اسی جہاز میں تھے ایک
شخص ان سے نقل کرتے تھے کہ خان صاحب ویسے ہی لیٹے رہے اٹھ کر بھی
نہیں بیٹھے اور گورنر نے جو سوال کیا تو نہایت روکھا اور ضابطہ کا جواب دیا جب
گورنر چلے گئے تو انسپکٹر صاحب نے کہا کہ خان صاحب گورنر اس وقت آپ کے
مہمان تھے مہمان ہونے کی حیثیت سے ان کی مدارات کرنا چاہئے تھی کم از کم
اٹھ کر تو بیٹھ جاتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کفار کی مدارات کی ہے۔ خان
صاحب نے وہی پٹھانوں والا جواب دیا کہ سنو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبری
کرنی تھی مجھ کو پیغمبری کرنا نہیں یہ جواب اپنے عنوان سے تو سوء ادب کا ہے
مگر اس کا معنون یہ ہے کہ کفار کو مومن بنانے کی حکمت سے آپ اسی مداراۃ کے
مامور تھے اور مجھ پر بوجہ امتی ہونے کے اس کا اہتمام ضروری نہیں تو پیغمبر اور
غیر پیغمبر میں یہ فرق ہے اور یہ تو سب ان معترضین کے بہانے ہیں کہ اصلاح

کو تشدد بتلاتے ہیں اصل بات تو یہ ہے کہ طلب صادق نہیں اپنے نقص کو تو دیکھتے نہیں دوسرے میں نقص تشدد کا نکالتے ہیں اور بالفرض تشدد بھی ہو تو اس تشدد کا سبب بھی وہی عدم طلب ہے تو اپنا نقص دوسرے میں نظر آتا ہے جیسے ایک حبشی راستہ چلا جارہا تھا ایک شیشہ پڑا ہوا نظر آیا اس کو اٹھا کر دیکھا تو اپنی صورت مبارک نظر آئی سیاہ رنگ موٹے موٹے ہونٹ شیشہ کو دور پھینک کر مارا کہ کمبخت اگر ایسا بد صورت نہ ہوتا تو تجھ کو کوئی یہاں کیوں پھینک کر جاتا تو یہ تو اپنی حالت کا فوٹو تم کو نظر آتا ہے۔

ایک بزرگ کی خدمت میں ایک طالب آیا اور بزرگ کی صورت دیکھ کر ششدر کھڑا رہ گیا۔ بزرگ نے پوچھا کیوں کیا بات ہے کہا کہ حضرت گھر سے تو معتقد ہو کر چلا تھا مگر یہاں آکر عجیب نقشہ نظر آیا جس کو زبان سے عرض نہیں کر سکتا فرمایا کہ نہیں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں عرض کیا کہ حضور کی صورت کتے کی سی نظر آتی ہے بزرگ نے برا نہیں مانا فرمایا ہاں نظر آتی ہو گی ایسا بھی ہوتا ہے تم اللہ کا نام پڑھو اس نے پڑھا پھر دریافت کیا کہ اب کیسی نظر آئی ہے عرض کیا کہ بلی کی سی فرمایا وہی نام ایک ہفتہ اور پڑھو اس کے بعد انسان کی سی نظر آنے لگی۔ فرمایا کہ یہ تمہاری ہی صورت تھی جو اس آئینہ میں نظر آئی سو وہ ناقص صورت اپنی ہی صورت ہوتی ہے اس کے علاوہ کبھی تشدد کی ضرورت بھی ہوتی ہے مثلاً اگر کوئی شخص کنویں میں گرنا چاہتا ہو بس ایک جست کی کسر رہ گئی ہے تو آیا اس وقت اس کو نرمی سے سمجھایا جائے گا یا ہاتھ پکڑ کر زور سے ایک جھٹکا مارے گا کہ کہاں جاتا ہے کیا مرے گا یا کسی بچہ نے غلطی سے منہ میں سنکھیے کی ڈلی ڈال لی تو اب باپ وہاں کھڑا ہو کر لیکچر دے گا یا ایک چپت ادھر اور ایک ادھر لگا کر منہ میں انگلی ڈال کر سنکھیہ کو اگلوا لے گا۔

ایک شخص ایک درخت کے نیچے پڑا سو رہا تھا اور ایک اژدھا اس درخت سے اس کے ڈسنے کو اتر رہا تھا اتفاق سے ایک سوار آگیا اس نے دیکھا کہ یہ اب ختم کر دے گا ایسے وقت پر آپ فیصلہ کریں کہ کیا اس گھوڑے کے سوار

کو پاس جا کر باادب کھڑے ہو کر یہ کہنا چاہئے تھا کہ جناب والا آپ سو رہے ہیں
آپ پر نیند کا غلبہ ہے اس کی وجہ سے غفلت ہے اور درخت سے اژدھا اتر کر آپ
کو ڈسنے والا ہے لہذا آپ کو اٹھ کر الگ ہو جانا چاہئیے ظاہر ہے کہ ایسا کرنا مضر ہے
اس لئے اس سوار نے ایسا نہیں کیا بلکہ جب دیکھا کہ یہ صورت ہے گھوڑے کے
ایک ایڑ مار چابک لے اور سوتے ہوئے کے ایک رسید کیا وہ ایک دم چلاتا ہوا
گالیاں دیتا ہوا بھاگا اب یہ سوار ہے کہ ہاتھ نہیں روکتا اور یہ زبان نہیں روکتا
جب سوار نے دیکھا کہ اب اژدھا دور ہو گیا تب ہاتھ روکا اس نے کہا کہ اے
ظالم تو نے مجھے مسافر کمزور غریب الوطن سمجھ کر مجھ پر ظلم کیا میں نے تیرا کیا
نقصان کیا تھا تب اس سوار نے کہا کہ دیکھ وہ کیا چیز ہے جس سے تجھے بچا کر لایا
ہوں یہ دیکھنا تھا قدموں پر گر گیا اور ہزار جان سے قربان ہو ہو کر دعائیں دیتا تھا
اور معافی چاہتا تھا کہ تم میرے محسن ہو میں نے تمہارے ساتھ بڑی زیادتی کی
گستاخی اور بے ادبی کی مجھ کو معاف کر دو یہاں ایک ڈاکٹر تھے ان کے پاس ایک
آنکھوں کا مریض آیا انہوں نے اپریشن کیا تو وہ مریض ڈاکٹر کو گالیاں دے رہا تھا
ڈاکٹر کو پروا بھی نہ تھی کہ کیا بک رہا ہے ان ڈاکٹر کے ایک دوست اس وقت
وہاں موجود تھے انہوں نے کہا کہ اس نے کیسی واہیات حرکت کی کہ گالیاں دیں
اور آپ نے برا نہیں مانا ڈاکٹر بولے کہ جب اس کی آنکھوں کی بصارت عود کر آئے
گی اور اس کو دکھلائی دینے لگے گا جب سو جان سے قربان ہو گا قدموں میں گرے
گا معافی چاہے گا اور فیس بھی دے گا ابھی اس کو کچھ خبر نہیں اس لئے کوئی قدر
نہیں پس یہی واقعہ یہاں ہے جب آنکھیں کھلیں گی تب معلوم ہو گا کہ وہ سختی
تھی یا نرمی اس کی ایک اور مثال ہے کہ کسی کی اشرفی گر گئی اور کسی کے ہاتھ آگئی
اس نے اس طرح واپس کی کہ زور سے اور نہایت سختی سے اشرفی اس کے پھینک
کر ماردی تو وہ یقیناً چوٹ کا خیال نہ کرے گا بلکہ اس کو دوڑ کر اٹھائے گا تو
مطلوب کی تحصیل میں تو شدائد کا برداشت کیا جاوے جو شخص اس کی شکایت
کرتا ہے حقیقت میں مطلوب کو مطلوب ہی نہیں سمجھا۔

(ملفوظ ۱۷۷) رسالہ تمہید الفرش لکھتے وقت چار حالتیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ رسالہ تمہید الفرش فی تحدید العرش کے لکھنے کے وقت اتنی تسلی کسی کے کلام سے نہیں ہوئی جس قدر صوفیہ کے کلام سے ہوئی اس وقت جو حالت تھی اس کے چار جزو تھے ایک حیرت ایک غیرت ایک ثناء ایک دعاء یہ چار حالتیں تھیں ان کی ضروری تفصیل رسالہ میں مذکور ہے اور یہ جیسی گذریں ان کے بیان پر قدرت نہیں صفات میں کلام کا کیا کوئی احاطہ کر سکتا ہے حیرت کی یہ حالت تھی ؎

حیران شدہ ام در ارزویت — اے چشم جہانیاں بسویت
ما دمخیر و خموشی — آفاق ہمہ بہ گفتگویت
خسرو بکمند تو اسیر ست — بیچارہ کجا رود زکویت

ان بزرگوں کے کلام سے کچھ تسلی ہوئی ورنہ حیرت کا اس قدر غلبہ تھا کہ بیان سے باہر ہے اس حالت میں باربار دعاء کرتا تھا رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا ورنہ کیا کوئی تحقیق کر سکتا ہے ؎

نہ ادراک در کنہ ذاتش رسد — نہ فکرت بغور صفاتش رسد

وہ دل میں آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا۔ محدود غیر محدود کا احاطہ کیسے کر سکتا ہے کسی مجذوب نے خوب کہا ہے کہ عقل وہ ہے جو خدا کو پاوے اور خدا وہ ہے جو عقل میں نہ آوے اور عقل کی عجز کی یہ حالت ہوتی ہے ؎

دریں ورطہ کشتی فروشد ہزار — کہ پیدا نشد تختہ بر کنار

اور یہ حالت ہوتی ہے ؎

اندریں راہ انچہ می آید بدست
حیرت اندر حیرت اندر حیرت است

اور شریعت نے جو نہی فرمائی ہے کنہ میں خوض کرنے سے اس سے

جاہل کو شبہ ہوتا ہے کہ شریعت نے تنگی سے کام لیا ہے۔ مگر اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ جیسے مادرزاد اندھے کی سمجھ میں رنگ کی حقیقت نہ آئے گی تو اس کو منع کرنا عین رحمت ہوگی اس لئے کہ وہ سمجھ نہیں سکتا۔ اگر کوئی سمجھائے بھی تب بھی سمجھ میں نہ آئے گا محض وقت ہی ضائع ہوگا اس لئے منع کرنا ہی رحمت ہوگا۔ یہ سب پریشانی ایک مدعی اجتہاد صاحب کی عنایت کی بدولت ہوئی اور اس بحث میں قلم اٹھانا پڑا خیر ان کی برکت سے بعض باتیں کام کی ضبط میں آگئی چنانچہ ایک بات بڑے کام کی اور نہایت لطیف اس رسالہ میں یہ ہے کہ یہ اہل ظاہر استواء کو صفت مانتے ہیں اور عرش حادث ہے اور صفات قدیم ہیں تو جس وقت عرش نہ تھا استواء اس وقت بھی تھا اور جس وقت سماء نہ تھا نزول الی السماء اس وقت بھی تھا تو اس کے متعلق اس وقت کے اعتبار سے جو عقیدہ رکھا جائے وہی عقیدہ اس وقت کے اعتبار سے اب بھی رکھنا چاہئے میں نے جس وقت اس رسالہ کا نام تجویز کیا ہے اس میں بھی دماغ پر بڑا اثر ہوا ہر بات کا اس وقت استحضار تھا۔ نام میں یہ بات قابل لحاظ ہونا چاہئے کہ ایک تو ثقل نہ ہو اور یہ کہ مقصود پر کافی دلالت کرے۔ بحمد اللہ اس میں یہ باتیں موجود ہیں یعنی تمہید الفرش فی تحدید العرش رسالہ لکھنے کے وقت جو ہیبت اور پریشانی کی حالت تھی اس سے ہر ہر جاہل کو دیکھ کر رشک کرتا تھا کہ کاش میں بھی جاہل ہوتا تو اچھا ہوتا میرا ذہن اس مبحث میں نہ چلتا اہل غلو تو بے خوف ہوتے ہیں جو جی میں آیا کر لیا جو قلم میں آیا لکھ دیا بیباک ہوتے ہیں چہروں پر بھی خشکی برستی ہے ملاحت نہیں ہوتی جیسے کوئی خونخوار ہوتا ہے کہ ابھی لڑ مرے گا مگر باوجود اس کے بھی ہم لوگ ان کو اسقدر برا نہیں سمجھتے جس قدر یہ ہم کو برا سمجھتے ہیں ہر بات میں اپنا تو سب کو متبع بنانا چاہتے ہیں اور دوسروں کی اتباع سے ان کو خود عار ہے بلکہ تقلید کو حرام تک کہتے ہیں اگر یہ بات ہے تو اپنے مقلد بنانے کی دنیا کو کیوں دعوت دیتے ہو تمہاری ہی کیوں مانی جاوے تم کو اس کا حق کیا ہے ان ہی صاحب نے جو اس رسالہ کی تصنیف کے سبب بنے ہیں مجھ کو لکھا تھا کہ آپ ابن تیمیہ اور ابن القیم

کے رسالے دیکھا کر میں نے کہا کہ تم دیکھ کر بہت محقق بن گئے جو دوسروں کو دعوت دیتے ہو فہم ایسے لوگوں کے پاس نہیں ساری دنیا کو ایک ہی لکڑی ہانکتے ہیں اور جس کے متعلق جو جی میں آتا ہے بدون تحقیق جو چاہے حکم لگا دیتے ہیں تہذیب سے بھی عاری ہوتے ہیں اگر تہذیب سے اپنے شبہ کو رفع کرنا چاہیں تو اس سے کس کو انکار ہے مگر یہ بھی نہیں اب میری ہی عبارت پر جو اعتراض کیا گیا ہے اس میں ذرا تدبر سے کام نہیں لیا۔ عبارت کے اس حصہ کو نقل نہیں کیا جس میں ان کے شبہ کا جواب ہے۔ یہ فعل کون سی حدیث کے ماتحت ہے عمل بالحدیث کا محض زبانی ہی دعویٰ ہے مگر دعوے سے کیا ہوتا ہے جب تک کہ عملی جامہ نہ پہنایا جاوے قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہیں اس میں تو شبہ نہیں کہ عامل بالحدیث ضرور ہیں لیکن کلام اس میں ہے کہ کس کی حدیث مراد ہے۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حدیث النفس سو ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کے یہاں نہ کسی اصول کی پابندی ہے نہ قواعد کی جہاں جو چاہا معنے لے لئے جہاں جو جی میں آئی تفسیر کر لی ہر شخص اپنے کو مجتہد سمجھتا ہے۔

(ملفوظ ۱۷۸) حقیقی علوم اللہ والوں پر کھلتے ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حقیقی علوم اللہ والوں ہی پر کھلتے ہیں باقی دوسرے تو نام ہی کے بحر العلوم ہوتے ہیں حالانکہ نہر العلوم بھی نہیں ہوتے اور آج کل تو خطابات بھی نئے نئے ہو گئے کوئی شیخ الحدیث ہیں کوئی شیخ التفسیر ہیں کوئی امام الفقہ ہیں کوئی امام الہند ہیں کوئی امیر شریعت ہیں اور یہ سب نئی تعلیم یافتہ طبقہ کی جدت ہے یہ تو القاب کے دعوی ہیں اس سے بڑھ کر دو چار کتابیں اصل یا ترجمہ پڑھ کر تبحر کا دعوی بھی ایک معمولی بات ہو گئی اس پر ایک لطیفہ یاد آیا میرے ایک دوست مولوی صاحب کہتے تھے کہ تبحر کی دو قسمیں ہیں ایک کدو تبحر اور ایک مچھلی تبحر کدو تو تمام سمندر کی سطح پر اوپر اوپر پھرتا ہے مگر

اس کو اندر عمق کا کچھ حال نہیں معلوم ہوتا اور پچھلی عمق پر پہنچتی ہے تو آج کل کے متبحر کدو متبحر ہیں اوپر اوپر پھرتے ہیں آگے کچھ خبر نہیں ہمارے بزرگ حالانکہ جامع کمالات تھے مگر سادگی اس قدر تھی کہ ان تکلفات کا نام تک نہ تھا اور آج کل نہ کوئی ہنر ہے نہ کوئی کمال مگر القاب دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہی اپنے زمانہ کے سب کچھ ہیں۔

(ملفوظ ۱۷۹) حضرت حاجی صاحب اپنے فن کے امام تھے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ میں محبت حق کا ایسا غلبہ تھا کہ بجز ایک طرف کے دوسری طرف نظر ہی نہ تھی ہر بات میں توحید کی جھلک مارتی تھی باوجود اصطلاحی عالم نہ ہونے کے بیان کے وقت حقائق کی وہ تحقیق ہوتی تھی کہ مجلس میں اکثر اہل علم ہوتے تھے سب کے سب انگشت بدنداں ہو جاتے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت اپنے زمانہ کے جنید وقت بایزید وقت تھے۔ حضرت اپنے فن کے امام تھے مجتہد تھے مجدد تھے محقق تھے حضرت کی بدولت مدتوں کے بعد یہ طریق زندہ ہوا۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ جس سے چاہے اپنا کام لے لے بظاہر دیکھنے میں تھانہ بھون کے ایک شیخ زادہ معمولی حیثیت کے معلوم ہوتے تھے مگر باطن اللہ کے نور سے معمور تھا طالبوں کی نظر کی یہ حالت تھی جیسے کسی نے کہا ہے ؎

همه شهر پر زخوباں منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم یک بیں نکند بہ کس نگاہے

(ملفوظ ۱۸۰) فضول سوالات کا منشاء آخرت سے بے فکری ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل فضول سوالات کا بڑا مرض ہے بیٹھے ٹھلائے کچھ مشغلہ نہیں تو یہی سہی اور اس کا تختہ مشق علماء کو بنایا جاتا ہے اور یہ سب آخرت سے بے فکری کی باتیں ہیں۔ ایک صاحب کا خط آیا ہے چند

سوالات لکھے ہیں جن کا عمل سے کوئی تعلق نہیں طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے
کہ کسی سے بحث مباحثہ کر رہے ہیں اس میں علماء کے جوڑ لگانے کی ضرورت
محسوس ہوئی تو یہاں کی تحقیق معلوم کرنے کے لئے یہ دفتر بے معنی یہاں پر
بھیجا ہے میں نے لکھ دیا ہے کہ تحریر سے یہ بات سمجھنے کی نہیں ہے زبانی آکر
سمجھو دیکھئے کیا کرتے ہیں یہ ہیں وہ باتیں جن کیوجہ سے مجھ سے لوگ خفا ہیں
خشک اور ضابطہ کے جواب سے کیا کوئی خوش ہو سکتا ہے ان بے ہودوں کے دماغ
علماء کے ڈھیلے (بیائے معروف) ہونے سے خراب ہوئے میں تو کہا کرتا ہوں کہ
علماء کو ڈھیلا دیائے مجہول ہو کر رہنا چاہئے تاکہ ان کے دماغ درست ہوں ان
خر دماغوں کو یہ تو معلوم ہو کہ مولوی بھی اسپ دماغ ہیں مگر اس وقت مشکل یہ
ہے کہ علماء ہوں یا مشائخ سب کی عوام سے غرض وابستہ ہے اس لئے کچھ نہیں
بولتے مگر یہ تو اچھی خاصی مخلوق پرستی ہے اس طرز سے اصلاح نہیں ہو سکتی مجھ
کو اپنے طرز پر ناز نہیں فخر نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر کرتا ہوں اور
واقعات و تجربات اس کے شاہد ہیں کہ اصلاح کے باب میں نافع یہی طرز ثابت
ہوا۔

حضرت استاذی مولانا محمود حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ دیوبندی جو
مجسم اخلاق تھے آخر میں آکر ان کی یہ رائے ہو گئی تھی کہ ایسے متکبروں کو تھانہ
بھون بھیجنا چاہئے وہیں ان کے دماغ درست ہوں گے حضرت مولانا محمد قاسم
صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جس مرید کا پیر ٹرانہ ہو اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی
مولوی ظفر احمد نے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا
عرض کیا کہ حضرت دعا فرما دیجئے کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں۔ فرمایا کہ
صاحب نسبت تو ہو مگر اصلاح کی ضرورت ہے اور اگر اصلاح کراؤ تو اپنے ماموں
سے کرانا مولوی ظفر احمد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے بیعت ہیں پھر مجھ
سے رجوع کیا تو اس طرز کے نافع ہونے پر مردوں اور زندوں سب کی شہادتیں
موجود ہیں اور میرے ان تمام اصول اور قواعد کا مقصود طرفین کی راحت رسانی

اور اصلاح کے طرق میں سہولتیں پیدا کرنا ہے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری نے جبکہ حالت علالت میں لوگوں نے زیادہ ستایا یہ فرمایا تھا کہ تھانہ بھون کے قواعد اور اصول کی ضرورت ہے اور زیادہ تر وجہ بے ترتیبی کی یہ ہے آج کل فہم کی بے حد کمی ہے اور بدون اس کے تکالیف اور پریشانیوں سے نجات مشکل ہے تو ان قواعد کا حاصل یہی ہے کہ فہم کو درست کیا جائے۔

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ ۱۸۱) مسلمان سلاطین کو شریعت کی طرف توجہ کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ احکام اسلام کی اگر خود مسلمان عظمت و محافظت کریں تو کبھی دوسری قومیں اس میں نہ مداخلت کر سکتی ہیں اور نہ ان کی تحقیر کر سکتی ہیں خصوص اگر سلاطین اسلام اس طرف توجہ کریں تو پھر تو کسی کا کیا منہ ہے کہ ایک حرف بھی نکالے۔ ریاست بھوپال میں بیگم صاحبہ کے زمانہ میں طاعون کے ایک قانون کے متعلق انگریزوں نے مشورہ دیا تھا کہ اس کا نفاذ کر دیجئے بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ میں بدون قاضی کے حکم کے کچھ نہیں کر سکتی کہا کہ قاضی کو حکم دیجئے فرمایا کہ وہ میرے محکوم نہیں میں ان کی محکوم ہوں اس لئے کہ وہ شریعت کے احکام جاری کرتے ہیں اور ہم سب شریعت کے غلام ہیں۔ اس جواب سے کیسی عظمت دین کی قلب میں معلوم ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۱۸۲) خوف خدا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج فلاں خان صاحب کے مرید کی کتاب واپس کر دی ہے تین آنہ کے ٹکٹ اپنے پاس سے صرف کرنے پڑے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے بیرنگ کیوں روانہ نہ کر دی۔ فرمایا کہ مجھ

کو بھی اس کا خیال تو ہوا تھا مگر دو وجہ سے اس خیال پر عمل نہ کر سکا ایک تو یہ کہ اگر نہ وصول کی تو مجھ کو ہی دینا پڑیں گے دوسرے یہ کہ وہ تو دل سے اس مونت پر راضی نہ تھے اور میں ان پر بار ڈال رہا ہوں تو اس کے جواز میں مجھ کو شبہ ہوا اس لئے ٹکٹ لگا دینا ہی مناسب سمجھا۔ وہ لوگ ایسا نہیں کر سکتے مگر الحمدللہ ہم کو تو خدا کا خوف ہے۔

(ملفوظ ۱۸۴) قوم و نسب کو بدلنا مذموم ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آئے دن ملک میں ایک نیا فتنہ پیدا ہوتا رہتا ہے۔ اب لوگوں کو بیٹھے بٹھلائے یہی بات سوجھی ہے کہ قوم اور حسب نسب ہی کو بدلنا شروع کر دیا۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ بڑی قومیں چھوٹی قوموں کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں مگر بالکل غلط ہے کوئی بہتان کی حد بھی ہے اگر ان قوموں میں سے کوئی عالم ہوتا ہے اس کی ویسی ہی قدر کی جاتی ہے یا غیر عالم عابد متقی پرہیز گار ہوتا ہے اس کی بھی ہرگز بیوقعتی نہیں کی جاتی۔ دوسرے یہ معترضین خود چھوٹی قوموں کو ذلیل سمجھتے ہیں ورنہ ان سے خارج ہونے کی کیوں کوشش کرتے اور ان کی یہ سب حرکتیں کمبخت جاہ کی بدولت ہو رہی ہیں یہی تو ہیں وہ امراض باطنی جن کی بدولت کہاں سے کہاں نوبت پہنچ جاتی ہے اسی لئے تو کسی کامل کی صحبت کی ضرورت ہے اس کے پاس رہنے اور اس کی تعلیم پر عمل کرنے سے ان رذائل کا ازالہ تو نہیں ہوتا کیونکہ ازالہ خلاف حکمت ہے ہاں امالہ ہو جاتا ہے جیسے شائستہ گھوڑا کہ بے موقع بے محل کوند پھاند بھاگ دوڑ نہیں کرتا موقع اور محل پر کرتا ہے حالانکہ اس میں یہ سب باتیں ہوتی ہیں مگر محل میں صرف ہوتی ہیں ایسے ہی ان رذائل کے متعلق سمجھ لیجئے کہ شیخ کامل کی تعلیم پر عمل کرنے سے نفس کے اندر ایسی شائستگی پیدا ہو جاتی ہے کہ رہتی سب چیزیں ہیں مگر صرف ہوتی ہیں محل میں ایک شخص کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ ان چھوٹی قوموں کو ذلیل اور حقیر کیوں سمجھا جاتا ہے میں نے لکھا کہ دنیا میں یا

آخرت میں پھر لکھا کہ شافی جواب نہیں ملا۔ میں نے لکھا کہ جہاں شافی جواب ملے وہاں سے معلوم کر لو یہاں تو یہی کافی ہے یہی شافی ہے اپنے تابع بنانا چاہتے ہیں میں تابع بنتا نہیں اور کیوں بنوں کیا میں ان کا نوکر ہوں۔ غلام ہوں البتہ خادم ہوں خدمت سے کسی حال میں انکار نہیں مجھ سے خدمت لو مگر طریقہ سے پھر آدھی رات کو بھی موجود ہوں باقی بے طریقہ اور بے ڈھنگے پن سے کوئی مجھ سے خدمت نہیں لے سکتا۔ بس لوگوں سے یہی لڑائی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آدمیت اور انسانیت سیکھو اور لوگ اسی سے گھبراتے ہیں چونکتے اور بدکتے ہیں میرے پاس اگر کوئی تھوڑی دیر کو بھی آجاتا ہے اللہ کے فضل سے خالی نہیں جاتا کچھ لیکر ہی جاتا ہے خواہ اپنی غلطی پر تنبہ ہی سہی پھر چاہے یہاں ساری عمر بھی نہ آئے مگر ہو جاتا ہے درست ایسا قصہ ہو جاتا ہے جیسے کسی بات کے یاد رکھنے کے لئے اپنے کسی کپڑے کے پلے میں گرہ لگا لیتا ہے یہاں سے ایسی ہی ایک چیز لے کر جاتا ہے اور یہ جو عوام کے دماغ خراب ہوئے ہیں اس کا سبب یہ مشائخ اور علماء ہی ہیں۔ ان کی اغراض عوام سے وابستہ ہیں اس وجہ سے ان کی بیجا خاطر مدارات چاپلوسی آؤ بھگت کرتے ہیں یہ نا اہل ہوتے ہیں اس سے الٹا اثر قبول کرتے ہیں پہلے طبائع میں سلامتی ہوتی تھی دلجوئی سے دلشوئی ہو جاتی تھی اب سلامتی تو ہے نہیں بد فہمی کا بازار گرم ہے دلجوئی سے سمجھتے ہیں کہ ہم سے ان کی کوئی غرض ہے اس غرض کے شبہ کی وجہ سے دماغ میں خناس بھر جاتا ہے اپنا تابع سمجھنے لگتے ہیں اس لئے علماء اور مشائخ کو چاہئے کہ وہ ایسا طرز نہ اختیار کریں کہ جس سے اہل دین اور دین کی بے وقعتی لوگوں کی نظروں میں پیدا ہو اور زیادہ تر اہل مدارس کی بدولت عوام خراب ہوئے ہیں اہل مدارس مدرسوں کی وجہ سے زیادہ چاپلوسی کرتے ہیں سمجھتے ہیں کہ اگر ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا تو یہ چندہ نہ دیں گے میں کہتا ہوں کہ یہ خیال ہی غلط ہے کہ چندہ نہ دیں گے دیں گے ضرور دیں گے اس لئے کہ یہ تو حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اگر خلوص ہے پھر فلوس تو تمہاری جوتیوں سے لپٹتے پھریں گے اور اگر دے ہی دیا مگر تم کو اور

دین کو بے وقعتی کی نظر سے دیکھا تو ایسے چندوں کو لیکر کرو گے کیا کیونکہ جو مقصود تھا مدارس کا کہ دین اور اہل دین کی قلوب میں عظمت ہو وقعت ہو تبلیغ کا اثر ہو جب وہ حاصل نہ ہوا تو مدارس ہی کو لیکر کیا چاٹو گے مجھ کو تو ہمیشہ اس کا خیال رہتا ہے کہ دین کی اور اہل دین کی بے عظمتی اور بے وقعتی نہ ہو اور یہ کہ ہمیشہ مصالح دینوی پر مصالح دنیوی مقدم رہیں یہی وجہ ہے کہ لوگ مجھ سے خفا ہیں مگر ہوا کریں خفا اور ناراض میری جوتی سے مجھ سے کسی کی غلامی نہیں ہوتی اگر میرا طرز پسند نہیں نہ آؤ میرے پاس کہیں اور جاؤ بلانے کون گیا تھا اگر آتے ہو تو اصول صحیحہ کا تابع ہو کر رہنا ہو گا نہ میں تمہارا تابع ہوں نہ تم میرے تابع ہو اصول صحیحہ کا تم بھی اتباع کرو میں بھی اتباع کروں اور اگر یہ نہیں تو چلتے ہو ایسے موقع پر یہ پڑھا کرتا ہوں ~

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی
جس کو ہو جان ودل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۱۸۴) بے پردگی کے بھیانک نتائج

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل ملک میں بے پردگی کی زہریلی ہوا چل رہی ہے عورتوں میں خود ایک آزادی کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ حیاء کا مادہ کم ہو جاتا ہے۔ پہلے زمانہ میں عورتیں غیور ہوتی تھی۔ اب بھی یہ صفت اگر کچھ ہے تو پھر ہندوستان کی عورتوں میں ہے اس غیرت پر اس وقت ایک عجیب حکایت یاد آئی۔ چنگیز خاں سے معتصم باللہ خلیفہ جب مغلوب ہوئے اور چنگیز خاں کا قبضہ ہو گیا تو ایک کنیزک خلیفہ کی نہایت حسین تھی وہ بھی اس کے ساتھ آئی اس نے ایسا حسین آدمی کبھی دیکھا نہ تھا بہت خوش ہوا اور اس کی بہت عزت اور خاطر مدارات کی اور بھلا پھسلا کر اپنی طرف میلان کرانا چاہا اس عورت نے ایک

عجیب تدبیر کی چنگیز خاں نے اس عورتؒ سے بہت سے حالات خلیفہ کے دریافت کیئے اس نے بتلائے اور کہا کہ اور تو جو کچھ ہے وہ ہے مگر ایک چیز خلیفہ نے مجھ کو ایسی دی نہ کسی نے کسی کو آج تک دی اور نہ شاید کوئی دے چنگیز خاں نے دریافت کیا کہ وہ کیا چیز ہے کہا کہ وہ ایک تعویذ ہے اس کا اثر یہ ہے کہ اگر اس کو کوئی باندھے ہو تو اس پر نہ تلوار اثر کرے نہ گولی اور نہ پانی میں ڈوب سکے چنگیز خاں یہ سن کر بہت خوش ہوا اس لئے کہ ایسی چیز کی تو ہر وقت ضرورت رہتی ہے یہ خیال کیا کہ نقل کرا کر فوج میں تقسیم کرا دوں گا چنگیز خان نے وہ تعویذ مانگا اس نے کہا کہ پہلے تم اس کا امتحان کر لو میرے پاس اس وقت وہ تعویذ ہے تم بیدھڑک اور بلا خطرہ مجھ پر ایک ہاتھ تلوار کا مار دو دیکھو کچھ بھی اثر نہ ہو گا بارہا کا آزمایا ہوا ہے چنگیز خان نے ایک ہاتھ تلوار کا صاف کیا بڑی دور گردن جا کر پڑی چنگیز خان کو اس پر بے حد صدمہ ہوا کہ اپنے ہاتھوں میں نے اپنی محبوبہ کو فنا کر دیا اس عورت کی غیرت کو دیکھئے کہ کس قدر غیور تھی گو یہ فعل نا جائز تھا خود کشی تھی مگر منشا اس فعل کا غیرت تھی کہ کسی دوسرے کا ہاتھ نہ لگے یہ عورت کی خاص صفت ہے اس چیز کو آج کل بری طرح برباد کیا جارہا ہے خود مرد ہی بے غیرت ہیں نہ حیاء ہے نہ غیرت جو ایمان کی خاص صفت ہے لوگوں سے جو میری لڑائی رہتی ہے اس کا سبب غیرت ہی تو ہے مجھ سے بے غیرت نہیں بنا جاتا۔ کسی کو برداشت ہو مجھے تو برداشت نہیں۔

(ملفوظ ۱۸۵) اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق اور محبت کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور حافظ احمد صاحب سفر میں ہمراہ تھے۔ لاہور کے اسٹیشن پر ہوٹل میں کھانا کھانے کا اتفاق ہوا ملازموں نے میز کرسی لگا دی اس سے تشبہ کا خیال ہوا میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ کیا مشورہ ہے انہوں نے کہا کہ تشبہ کے خلاف صورت اختیار کرو کرسی پر پیر لٹکا کر مت بیٹھو اٹھا کر بیٹھو اور ہاتھ میں کھانا لیکر کھاؤ میز پر رکھ کر مت کھاؤ اسی

طرح کیا اور بھی متکبرین کا مجمع تھا وہ دیکھ رہے تھے کہتے ہوں گے کہ یہ کون وحشی لوگ ہیں اگر آدمی کو خیال اور فکر ہو تو حق تعالیٰ راہ نکال ہی دیتے ہیں مگر یہ اسی وقت ہے جبکہ ننگ و عار کو بالائے طاق رکھ دے اور لایخافون فی اللّٰہ لومۃ لائم پر عمل پیرا ہو اور جب تک یہ بات نہ ہو گی ہرگز نہیں بچ سکتا ضرور مبتلا ہو گا ننگ و عار کے باب میں تو مسلمان کی یہ شان ہونا چاہئے۔

ماہیچ نداریم غم ہیچ نداریم
دستار نداریم غم پیچ نداریم

اور یہ سب کچھ انسان محبت کیساتھ کر سکتا ہے بدون محبت کے ان قصوں سے نجات اور چھٹکارا دشوار ہے جب محبت ہوتی ہے تو محبوب کے خلاف محب کوئی حرکت نہیں کر سکتا بس ضرورت اس کی ہے کہ خدا کے ساتھ محبت پیدا کی جائے اور اس کا سہل طریق یہ ہے کہ اہل محبت کی صحبت میں رہے اور ان کی تعلیم کا اتباع کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ چند روز میں کچھ سے کچھ ہو جائے گا اور حقیقت تو یہی ہے کہ ان سے صحیح تعلق اور محبت پیدا ہو جانے کے بعد پھر کوئی دوسرا رنگ دل میں جم نہیں سکتا۔

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود
گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

اور فرماتے ہیں ؎

عشق آں شعلہ است کوچوں بر فروخت
ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

اسی کو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ والذین امنوا اشد حباللّٰہ اور شدت محبت ہی کا دوسرا نام عشق ہے یہی محبت سب کو قلب سے سوائے محبوب کے فنا کر دیتی ہے بس ایک ہی رہ جاتا ہے۔

(ملفوظ ۱۸۶) انسان کی خاصیت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کی خاصیت ہے کہ دوسرے کے تنقیص کی کوشش کرتا ہے اپنے معائب اور غلطیوں پر غور نہیں کرتا اور نہ ان پر نظر ہوتی ہے اسی لئے اکثر رائے میں غلطی ہوتی ہے اور دوسرے کی رائے کو قبول نہیں کرتے چنانچہ میں نے فلاں مدرسہ والوں کو مشورہ دیا تھا کہ ایک دم سب کے سب مدرسہ کو چھوڑ دیں یعنی مدرسہ کا کام چھوڑ دیں کہ جس کا جی چاہے کام کرے۔ اگر اس وقت مدرسہ والے اس مشورہ پر عمل کر لیتے اور مدرسہ کو چھوڑ دیتے تو یہ سارے فتنے دب جاتے ایک دم شور و شغب بند ہو جاتا اور پھر یہی مخالف لوگ مدرسہ والوں کی خوشامد کرتے کہ تم ہی سب کچھ ہو اور تم ہی مدرسہ اپنے انتظام میں رکھو مگر اب اہل مدرسہ کے نہ چھوڑنے سے دوسروں کو بھی ضد ہو گئی اور جب انسان ضد اور ہٹ پر اتر آتا ہے پھر حق ناحق کچھ نظر میں نہیں رہتا اور میں اسی واسطے ہمیشہ اپنے دوستوں کو مشورہ دیا کرتا ہوں کہ تم کبھی کسی الجھن میں مت پڑو جہاں الجھن دیکھو ایک دم اس کام کو چھوڑ کر الگ ہو جاؤ انسان ہے نفس ہے نفسانیت ہی جاتی ہے اصل مقصود تو دین کی خدمت ہے یہاں پر نہیں کہیں اور سہی یہ کام نہ سہی اور کوئی دین کا کام سہی ایک کام کو کیوں مقصود سمجھا جائے مقصود تو دین کے ہر کام سے رضاء حق اور قرب حق ہے وہ جس سے بھی حاصل ہو جاوے نہ سہی مدرسہ گھر پر بیٹھ کر ایک دو طالب علم ہی کو سبق پڑھا دیا یہ بھی تو وہی کام ہے مدرسہ نہیں مدرسی (یعنی چھوٹا سا مدرسہ) ہی سہی رہا کثرت درس سو نیت بہت سے اسباق پڑھانے کی رکھو لیجئے مدرسہ ہی کا ثواب نامہ اعمال میں لکھا جائے گا کام کم اور ثواب زیادہ نقصان کیا ہوا خواہ مخواہ قصہ جھگڑے کرتے پھرتے ہیں اور ان قصوں اور جھگڑوں سے ایک بہت بڑی چیز برباد ہوتی ہے جس کی ہمیشہ اہل اللہ اور خاصان حق سلف صالحین نے حفاظت کی ہے وہ یکسوئی ہے اگر یہ یکسوئی اپنے پاس ہے تو پھر چاہے اپنے

پاس ایک سوئی بھی نہ ہو مگر اس کی یہ حالت ہو گی فرماتے ہیں ؎

اے دل آں بہ کہ خراب از مئے گلگوں باشی
بے زرو گنج وبصد حشمت قارون باشی

اور اگر مدرسہ چھوڑنے کی ہمت نہ ہو تو ایک اور تدبیر بھی ہے وہ یہ ہے کہ اگر مجھ کو بالکلیہ مدرسہ پر اختیارات ہوتے تو میں یہ کرتا سب کو ایک دم نکال باہر کرتا مخالف اور موافق کی اس میں قید نہ تھی اور ایک دم مدرسہ پر تالے ڈال دیتا اور کہتا چلو لیے ہو ہم مدرسہ کو بند کرتے ہیں جب جی میں آئے گا کھولیں گے پھر آکر داخل ہونا اور معترضین جو اپنے کو مصلحین کہتے ہیں مدرسہ کی اصلاح کے لئے چلے تھے مگر طریق کار وہ اختیار کیا کہ مدرسہ بیخ بنیاد ہی سے اکھڑ جائے میں مدرسہ والوں کو فرشتہ نہیں سمجھتا میں نے مولوی حبیب الرحمٰن صاحب سے صاف کہہ دیا تھا کہ میں آپ کو فرشتہ نہیں سمجھتا کہ آپ سے کسی غلطی کا امکان ہی نہیں بعض چیزوں میں مجھ کو بھی آپ سے اختلاف ہے اور وہ چیزیں قابل اصلاح ہیں مگر ان لوگوں نے جو اصلاح کے نام طریق کار اختیار کیا یہ بھی برا ہے میں دوسرا طریقہ اختیار کرتا کہ کام کرنے والوں کو ادب سے محبت سے رائے دیتا کیونکہ مجھ کو مدرسہ کیساتھ ہمدردی ہے مدرسہ کی ذات سے خیر خواہی ہے اس لئے کہ میرے بزرگوں کی بنیاد ڈالی ہوئی ہے اس لئے جس کی ذات سے بھی مدرسہ کو نقصان پہنچے گا اس سے ضرور قلب میں رنج ہو گا اور ضرور اس سے شکایت پیدا ہو گی یہاں اپنے قصبہ میں ایک زمانہ میں ایک اور مدرسہ کی تجویز ہوئی اس موجود مدرسہ کے مقابلہ میں اور اس کی کارروائی مجھ سے مخفی کی گئی اس لئے کہ شاید مزاحمت کرے اور تجویز یہ ہوئی کہ مولانا فتح محمد صاحب کو جو میرے استاد تھے مدرس تجویز کیا تاکہ میں ان کی وجہ سے مزاحمت نہ کر سکوں حالانکہ مقصود تو کام ہے انتساب مقصود نہیں اس لئے اگر وہ لوگ کہتے تو میں بھی ان کی تجویز میں شریک ہوتا اور موجودہ مدرسہ کو ختم کر دیا جاتا مگر انہوں نے مجھ سے مخفی رکھا اور ایک مکان میں اس کا جلسہ قرار پایا مجھ کو معلوم ہوا میں

بدون بلائے ہوئے وہاں پہنچا تقریر ہو رہی تھی ایک دم سب خاموش ہو گئے میں نے جا کر کہا کہ میں آپ کے جلسہ میں مخل ہونے نہیں آیا ہوں ایک مختصر سی بات کہہ کر ابھی واپس جاتا ہوں اور وہ بات یہ ہے کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ آپ کوئی مدرسہ کرنا چاہتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مجھ سے مخفی رکھا گیا لہذا میں آپ کو مطمئن کئے دیتا ہوں کہ اتنی کلفت اور پریشانی برداشت نہ کریں میں کل صبح ہی سے اپنے سابق مدرسہ کو بند کردوں گا۔ آپ مجھ سے مدرسہ کا حساب کتاب سمجھ لیں اور جو چیزیں اس کی ملک ہیں اس پر قبضہ کر لیں صرف خانقاہ کا کتب خانہ جس کا متولی واقفین نے مجھ کو بنایا ہے فی الحال آپ کو نہ ملے گا باقی سب چیزیں آپ لے سکتے ہیں اور دو برس کے بعد جب دیکھوں گا کہ آپ اچھا کام کر رہے ہیں باذن واقفین کتب خانہ بھی سپرد کر دوں گا میں اتنا کہہ کر چلدیا بس جلسہ وغیرہ سب درہم برہم ترکی ختم پھر کہیں جلسہ ہوا نہ مشورہ سب ٹھنڈے ہو کر بیٹھ گئے کام کرنا آسان تھوڑا ہی ہے مقصود تو ان لوگوں کا کچھ اور ہی ہوتا ہے کہ جھگڑا ہو گا فتنہ فساد ہو گا ذرا تصادم میں مزا آئے گا اللہ کا شکر ہے اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت سے خصوص حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی عنایتوں سے اللہ تعالیٰ نے ان قصوں سے پاک صاف ہی کر دیا کنج و کاوش کی اور الجھن میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں رہی نظر ہمیشہ مقصود پر ہونا چاہئے پس جب مدرسہ مقصود نہیں بلکہ مقصود رضاء حق اور قرب حق ہے سو وہ دین کے دوسرے کاموں سے بھی حاصل ہو سکتا ہے پھر کیوں خواہ مخواہ قلب کو مشوش کیا اور فتنہ فساد کو مول لیا کسی اور کام میں لگ جاؤ۔

(ملفوظ ۱۸۷) مسئلہ اختیاری اور غیر اختیاری کل سلوک ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ غیر اختیاری کاموں کے پیچھے پڑنے سے وقت خراب ہوتا ہے اور کام نہیں ہوتا اور ہو بھی کیسے وہ تو غیر اختیاری ہے۔ انسان اختیاری کام کو کرے۔ غیر اختیاری کو

چھوڑے یہی کام کرنے کا سہل طریق ہے اختیاری اور غیر اختیاری کے مسئلہ میں نصف سلوک ہے بلکہ اور ترقی کر کے کہتا ہوں کہ کل سلوک ہے۔ حقیقت کی بے خبری کے سبب لوگ مشکلات اور دشواریوں میں پڑ گئے۔ چنانچہ ایک شعبہ اس کا غیر اختیاری کے درپے ہونا بھی ہے حالانکہ تصوف سے سہل اور آسان اور کوئی چیز بھی نہیں۔

(ملفوظ ۱۸۸) حضرات عارفین اور کاملین کی شان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عارفین اور کاملین کی شان مشابہ انبیاء علیہم السلام کے ہوتی ہے۔ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کو بھی جمع کرتے ہیں اس لئے یہ حضرات جامع بین الاضداد کہلاتے ہیں۔ ان کا قول و فعل سب سنت کے تابع ہوتا ہے ان کی یہ شان ہوتی ہے جو کسی نے کہا ہے ۔

بر کفے جام شریعت بر کفے سنداں عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

(ملفوظ ۱۸۹) معصیت ایک بری اور مہلک چیز ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معصیت کمبخت نہایت ہی بری اور مہلک چیز ہے اس سے اجتناب کی سخت ضرورت ہے وہ وقت اور وہ گھڑی بندہ کے واسطے نہایت ہی مبغوض اور منحوس ہے جس میں یہ اپنے خدا کا نافرمان ہوتا ہے۔ اگر حس ہو تو فوراً معصیت کرنے کے بعد قلب پر ظلمت محسوس ہوتی ہے اور بعض نافرمانی کا یہ بھی اثر ہوتا ہے کہ آئندہ کے لئے عمل کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے بڑے خوف کی بات ہے۔ اور معصیت میں ایک اور خاصیت بھی ہے کہ اس کے محکوم اس کی نافرمانی کرنے لگتے ہیں ایک بزرگ گھوڑے پر سوار ہوئے وہ شوخی کرنے لگا فرمایا آج ہم سے کوئی گناہ ہوا ہے جس کی وجہ سے یہ ہماری نافرمانی کرتا ہے ۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ
ہرکہ ترسید از حق و تقوے گزید
ترسد ازوے جن وانس و ہر کہ دید

اور ایک خاصیت سب سے اشد ہے وہ یہ کہ کبھی بے فکری اور بے خیالی سے صغیرہ سے کبیرہ صادر ہو جاتا ہے اور وہ سبب کفر کا ہو جاتا ہے اس لئے انسان کبھی گناہ کر کے بے فکر نہ ہو توبہ استغفار کرتا رہے مگر یہ بھی نہیں کہ اسی کو مشغلہ بنا لے اور اسی مراقبہ میں رہا کرے بلکہ ایک بار خوب باقاعدہ توبہ کر کے کام میں لگے اور اس کے بعد پھر جب کبھی خیال آجایا کرے اللھم اغفرلی کہہ کر پھر آگے چلے کام میں لگے۔ اور اس توبہ کے قبول ہونے نہ ہونے کے متعلق حضرت سلطان نظام الدین قدس سرہ نے ایک عجیب بات فرمائی کہ اگر کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ فلاں گناہ کر لینے کے بعد جو توبہ کی تھی وہ قبول ہو گئی یا نہیں اس کا معیار یہ ہے کہ یہ دیکھے کہ اس گناہ کے یاد آنے سے نفس میں حظ پیدا ہوتا ہے یا نفرت اگر نفرت ہوتی ہے تو توبہ قبول ہو چکی اگر حظ ہوتا ہے تو ابھی توبہ قبول نہیں ہوئی پھر توبہ کرے بڑی عجیب بات ہے مگر یہ علامت ظنی ہے۔

۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۱۹۰) ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں انسان کا وجود اور ہستی ہے ہی کیا چیز ہر چیز حق تعالیٰ کے قبضہ اور قدرت میں ہے خواہ مخواہ انسان اپنی ٹانگ اڑاتا ہے اور یہ دعویٰ ترقی کا نتیجہ ہے مگر واقعات سے خدا تعالیٰ دکھلا دیتے ہیں اہل ترقی کو کہ کوئی چیز تمہارے قبضہ میں نہیں سب ہمارے قبضہ

میں ہے ان کو بڑا فخر تھا کہ ہمارا آگ پر قبضہ پانی پر قبضہ مگر حوادث کے بعد سب قبضے قبض طبع کے سبب بن جاتے ہیں۔ تحقیقات اور انتظامات کچھ بھی کام نہیں آتے چنانچہ سیلاب سے ہزاروں لاکھوں مخلوق غرق ہو گئی مگر کوئی کچھ نہیں بنا سکا یہ سب کچھ ان ہی کے قبضہ میں ہے قدرت میں کسی کا کیا دخل۔

(ملفوظ ۱۹۱) پریشانی کا اصل سبب معصیت ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تجار کاشتکار زمیندار ملازم ایک سے ایک بد تر حالت میں ہے اس کی وجہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتی بڑے بڑے لوگ فلسفہ بگھارتے ہیں ان سے گفتگو ہوئی کوئی وجہ معقول نہیں بیان کر سکتے اگر وحی کو عقل پر ترجیح دیتے تو سمجھ لیتے کہ پریشانی کا سبب ہمیشہ معصیت ہوتی ہے جس کی حقیقت خدا کی نافرمانی ہے اگر خدا کو راضی کرنے کی سعی کی جائے تو اس بدتری اور پریشانیوں سے نجات ہو سکتی ہے ورنہ کوئی اور چیز اس سے نجات نہیں دلا سکتی اس لئے خدا کے راضی کرنے کی فکر ہونا چاہئے ان کو راضی کر کے دیکھو معلوم ہو جائے گا کہ کیا سے کیا ہو گیا اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

سالہا تو سنگ بودی دل خراش
آزموں رایک زمانے خاک باش

(ملفوظ ۱۹۲) روپیہ کی ذات سے تعلق ایک مرض ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں کو تو ضروریات کی وجہ سے روپیہ کی تلاش ہوتی ہے۔ اگر ضروریات پوری ہوتی رہیں تو ساری عمر روپیہ کی صورت بھی دیکھنا پسند نہ کریں اور بعض کو خود روپیہ کی ذات سے تعلق ہوتا ہے مگر یہ ایک مرض ہے ان کو خود روپیہ سے حظ مقصود ہوتا ہے کہ میں اتنے روپیہ کا مالک ہوں روپیہ سے تعلق اور حظ پر ایک بنئے کی حکایت یاد آئی ایک دوست نے

بیان کی تھی کہ وہ بیمار تھا روپیہ کثرت سے پاس تھا مگر علاج نہ کراتا تھا دوست احباب کے زور دینے پر بمشکل علاج پر آمادہ ہوا مگر اس طرح کہ لوگوں سے پوچھا پہلے علاج کا تخمینہ کرالو کیا خرچ ہوگا چنانچہ تخمینہ کرایا گیا طبیب کو بلا کر نبض دکھلائی نسخہ تجویز ہوا۔ مدت استعمال کا تخمینہ ہوا قیمت کی تحقیق کی گئی اور حساب لگا کر بتلایا گیا کہ اس قدر صرف ہوگا کہا کہ اب یہ دیکھو کہ مرنے پر کیا صرف ہوگا وہ بتلایا گیا کہ اس قدر صرف ہوگا تو کہتا ہے کہ بس اب تو یہی رائے ہوتی ہے کہ مر جادیں کیونکہ علاج میں روپیہ زائد صرف ہوگا اور مرنے میں کم یہ انتہائی حکایت ہے ایسی حکایت کبھی نہ سنی تھی۔

(ملفوظ ۱۹۳) ایمان ہر وقت ساعت میں محمود ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تجربہ ہے کہ روپیہ بدون بخل کے جمع نہیں ہو سکتا اس لئے تھوڑی سی صفت بخل ہر شخص میں ہونے کی ضرورت ہے مگر یہ بخل لغوی ہوگا شرعی نہ ہوگا جیسے رات کو کوئی سفر کرے تو اس میں اتنا خوف ہونا ضروری ہے کہ اپنے مال کی حفاظت کر سکے یہ ظاہر ہے کہ سخاوت محمود چیز ہے مگر معصیت میں صرف کرنا گو لغتہً یہ بھی سخاوت ہی ہے مگر شرعاً مذموم ہے جیسے نماز روزہ دوپہر کو محمود نہیں روزہ عید کے دن محمود نہیں سونے کے وقت جبکہ نیند کا غلبہ ہو اور الفاظ غلط نکلنے لگیں ذکر اللہ کو منع فرمایا گیا ہے تو یہ ذکر بھی اس وقت محمود نہ ہوگا ہاں ایمان ایک ایسی چیز ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر ساعت میں محمود ہے میرا ایک وعظ ہے حرمات الحدود اس میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ خشیت میں شوق میں بخل میں سخاوت میں عداوت میں دوستی میں ہر شے میں حدود کی ضرورت ہے۔

(ملفوظ ۱۹۴) ذہانت ایک خداداد چیز ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے بڑی لمبی چوڑی فضول

اور ناکافی تمہید لکھ کر لکھا تھا کہ ان جدید الوقوع حوادث اور ان کے حکم کی طرف توجہ فرمایئے میں نے لکھا کہ میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے ایک جدید مسئلہ مفیدہ کی طرف متوجہ کیا مگر اس میں دو ہی صورتیں ہیں یا تو مجھ کو ان حوادث کا علم ہے یا نہیں اگر ہے تو اس تمہید کی کیا ضرورت تھی براہ راست حکم کا سوال کر لیتے اور اگر علم نہیں تو پھر اس مجمل ناکافی تمہید سے ان حوادث کی مجھ کو کیا خبر ہو سکتی ہے بہر حال آپ کی تحریر دونوں حالتوں میں قابل جواب نہیں سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے قابل ہیں ایسی تحریرات سے ہماری قابلیت ظاہر ہو گی اب دیکھوں گا کیا جواب دیتے ہیں پھر اس ادعائی قابلیت کے مقابلہ میں واقعی قابلیت کا ایک قصہ بیان فرمایا کہ بیگم بھوپال کو تحریک خلافت کے زمانہ میں گورنمنٹ نے کہا کہ اپنے یہاں تم ان تحریکات کو روکو بیگم صاحبہ نے جواب دیا کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح روکا جائے خود گورنمنٹ اپنے یہاں روک کر دکھلادے کہ اس طرح روکو اسی طرح میں بھی اپنے یہاں روک دوں گی خوب ذہانت کا جواب دیا۔ ذہانت بھی خدا داد چیز ہے اور بڑی نعمت ہے بشرطیکہ حدود میں رہ کر محل پر صرف کی جاوے ورنہ خرابی اس ہی سے زیادہ پیدا ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۱۹۵) واردات کی مخالفت سے دنیوی ضرر ہوتا ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ واردات کی مخالفت معصیت تو نہیں مگر اس مخالفت سے دنیاوی ضرر کچھ ضرور ہوتا ہے۔ پھر ممکن ہے کہ یہ ضرر کبھی مفضی ہو جائے ضرر دینی کی طرف مثلاً پہلے معاصی کے مواقع میں ہمت مقاومت کی ہو سکتی تھی مگر طبعی کسل ہو گیا جو محض ضرر بدنی ہے اس کسل سے طاعات کو جی نہیں چاہتا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس عمل سے باز رہا آگے دو صورتیں ہیں یا تو وہ عمل واجب تھا یا واجب نہ تھا اگر واجب تھا تو اس کا ترک خسران ہوا اور اگر واجب نہ تھا تو حرمان ہوا۔ پھر بطور تفریع فرمایا

کہ یہ راہ بڑا ہی نازک ہے اس میں بڑے سنبھل کر قدم رکھنے اور چلنے کی ضرورت ہے۔

(ملفوظ ۱۹۶) بیگم بھوپال کی دانشمندی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ دل کے بڑے قوی ہوتے ہیں۔ بھوپال میں ایک رکن ریاست نے جو غیر مقلد تھے ایک وعظ میں استواء علی العرش کے مسئلہ پر تقریر کی بعض غیر مقلدین کو اس مسئلہ میں بہت غلو ہو گیا ہے چونکہ واعظ صاحب نے مجسمہ کے مشابہ کلام کیا اس وقت تقریر میں ایک ولایتی مولوی صاحب بھی تھے واعظ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر منبر سے کھینچ کر نیچے ڈال کر کوٹنا شروع کیا پولیس نے مزاحمت کرنا چاہا مگر عوام کھڑے ہو گئے کہ اگر تم نے کچھ دخل دیا ہم تمہارا مقابلہ کریں گے بیگم صاحب سے شکایت کی گئی انہوں نے بجائے کچھ کارروائی کرنے کے ان مولوی صاحب سے معافی مانگی اور آئندہ کے لئے قانون بنا دیا کہ کوئی رکن ریاست وعظ نہ کہے دیکھئے یہ بھی پہلے ہی لوگوں کی باتیں تھیں دل میں اہل علم اور اہل دین کی عظمت تھی اب تو نفوس میں شرارت ہے اتنی قدرت پر نہیں معلوم کیا کچھ کرتے۔

(ملفوظ ۱۹۷) سکون کا بہترین اور سہل طریقہ

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان فضول تحقیقات میں کیا رکھا ہے انسان کو کام میں لگنا چاہئے ان ہی فضولیات کی بدولت لوگ راہ سے دور جا پڑے۔ میں ان ہی چیزوں سے لوگوں کو بچنے کی تعلیم کرتا ہوں جس پر لوگ مجھ سے خفا ہیں یہ تحقیقات گو مسکت ہیں مگر شبہات کے مسقط نہیں ان سے سکون نہیں ہو سکتا گو مخاطب ساکت ہو جاتا ہے سکون کا بہترین اور سہل طریقہ تسلیم و تفویض و افتقار و انکسار ہے جس کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

فہم خاطر تیز کردن نیست راہ　　جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ
ہر کجا پستی است آب آنجا رود　　ہر کجا مشکل جواب آنجا رود
ہر کجا درد دوا آنجا رود　　ہر کجا رنجے شفا آنجا رود

اور فرماتے ہیں۔

آزمودم عقل دور اندیش را
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

اور فرماتے ہیں۔

سالہا تو سنگ بودی دل خراش
آزموں را یک زمانے خاک باش

اس سے یہ حالت ہو گی۔

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ
خاک شوتا گل بروید رنگ رنگ

اور یہ حالت ہو گی۔

بینی اندر خود علوم انبیا
بے کتاب و بے معید و اوستا

۲/ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۱۹۸) پٹھان نخوت میں بدنام ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پٹھانوں کی تو خواہ مخواہ ہی شہرت ہو گئی کہ ان میں نخوت ہوتی ہے بالکل غلط ہے۔ یہ بزرگوں کے نہایت مطیع اور ان کا پورا اتباع کرنے والے ہوتے ہیں۔ غدر سے پہلے ایک مولوی صاحب تھے تمام قصبہ جلال آباد کے پٹھان ان کو اپنا سردار مانتا تھا مولوی صاحب قوم سے رائیں تھے مگر لوگوں نے معتقد ہونے کی وجہ سے ان کو سید مشہور کر دیا تھا پٹھان تو

نخوت میں محض بدنام ہی بدنام ہیں۔ البتہ ہماری قوم شیخ زادے ضرور ایسے ہیں کہ یہ کسی کے معتقد مشکل سے ہوتے ہیں۔ کثرت سے واقعات اس کے شاہد ہیں۔

(ملفوظ ۱۹۹) آج کل حقیقی ادب مفقود ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل استادوں کا ادب اور احترام بالکل ہی جاتا رہا تو ویسی ہی علم میں خیر و برکت رہ گئی۔ عادۃ اللہ یہ ہے کہ استاد خوش اور راضی نہ ہو علم نہیں آسکتا اور استاد ہی کی کیا تخصیص ہے اب تو وہ زمانہ ہے کہ نہ باپ کا ادب ہے نہ پیر کا ادب ہے اور اگر ہے بھی تو رسمی ادب باقی حقیقی ادب کا نام و نشان نہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ تعظیم کا نام ادب نہیں ادب نام ہے راحت رسانی کا۔ اس میں عوام تو کیا خواص تک کو ابتلا ہے میں ایسی ہی باتوں پر متنبہ کرتا ہوں تو مجھ سے خفا ہوتے ہیں۔ مزاحا فرمایا کہ اگر میں بھی اوروں کی طرح خفا رکھتا حقائق کو ظاہر نہ کرتا تو مجھ سے بھی خوش رہتے لیکن اس وقت میرا یہ فعل ان کی رضا کے واسطے ہوتا خدا کی رضا کے واسطے نہ ہوتا نیز اصلاح نہ ہوتی۔ اگر طبیب مریض کے لئے اس کی مرضی کے موافق نسخہ لکھے محض اس خیال سے کہ یہ خوش اور راضی رہے تو بس مرض جا چکا اور تندرست ہو چکا بلکہ ایسا طبیب خائن ہے اور ایسا مریض احمق مجھ میں بحمداللہ رسمی باتوں کا نام و نشان نہیں اور یہ میں فخر سے نہیں کہتا بلکہ اس کو ایک نعمت خداوندی اور فضل ایزدی سمجھ کر اس کا اظہار کرتا ہوں جس پر بھی حق تعالیٰ اپنے بندوں میں سے فضل فرماویں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَن يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ استادوں کے ادب پہ یاد آیا فلاں مولانا میرے ابتدائی کتابوں کے استاد تھے ایک دفعہ مجھ کو زیادہ مارا اس پر خاندان اور قصبہ میں بہت کچھ قصہ ہوا مگر انقیاد کا یہ اثر ہوا کہ بعد فراغ درسیات ایک روز مولانا نے مجھ سے بایں عنوان معافی چاہی کہ ہم تم ایک مدت تک ساتھ رہے ہیں ایسی حالت میں کچھ حقوق میں کوتاہی

بھی ہو جاتی ہے مجھ سے بھی ہو گئی ہو تم معاف کر دو۔ میں نے عرض کیا کہ میں سمجھ گیا جس چیز کی آپ معافی چاہتے ہیں مگر کیا وہ معافی کی چیز ہے وہ تو ایک دولت تھی اور رحمت تھی اسی کی بدولت تو آج دو حرف نصیب ہو گئے فرمایا کہ اس سے تسلی نہیں ہوتی میں نے عرض کیا کہ حضرت حکم فرماتے ہیں اس وجہ سے میں عرض کرتا ہوں کہ معاف ہے الامر فوق الادب مولانا کی یہ حالت تھی انکسار اور سادگی اور بزرگی کی یہ ہے شان عبدیت کی پہلے استادوں کا شاگردوں کے ساتھ یہ معاملہ تھا اب شاگردوں کا بھی استادوں کیساتھ یہ معاملہ نہیں پھر کہاں علم اور کہاں برکت میں مولانا کی برکت کے متعلق کہا کرتا ہوں کہ سب سے بڑی دولت امتی کے واسطے یہ ہے کہ قلب میں دین کی محبت ہو عظمت ہو چاہے عمل میں کوتاہی ہو سو یہ دولت مجھ کو مولانا کی صحبت کی برکت سے نصیب ہوئی اس لئے کہ بچپن میں شروع تعلیم انہیں سے ہوئی شروع ہی میں اس کی ضرورت ہے کہ استاد بھی صاحب محبت ہوں تاکہ شاگردوں کے جذبات اور خیالات پر ان کا اثر ہو اور شروع ہی سے صحیح تربیت اور اصلاح ہو پھر فرمایا کہ دین کی محبت اور اپنے بزرگوں کی محبت کے علاوہ اور میرے پاس ہے ہی کیا۔ مولانا کی وفات کے بعد ایک مرتبہ میں کانپور سے آیا مولانا کے ایک داماد تھے انہوں نے میری دعوت کی اور بیان کیا کہ مولانا نے خواب میں ان سے فرمایا کہ یہ مرغ جو گھر میں پھر رہا ہے یہ ذبح کر کے اس کو دعوت میں کھلاؤ انہوں نے مجھ سے کہا میں نے سن کر کہا کہ میں اب ضرور کھاؤں گا یہ تو مولانا کی طرف سے دعوت ہے مولانا میں بہت ہی سادگی تھی ایک دفعہ مدرسہ میں چٹائیاں نہ رہی تھیں تو مدرسہ کے بچوں سے بوائیں جس پر رؤساو قصبہ اعتراض بھی کیا کرتے تھے ایک مرتبہ مولانا رفیع الدین صاحب مرحوم مہتمم مدرسہ دیوبند تشریف لائے انہوں نے دیکھا کہ بچوں سے یہ کام لیتے ہیں انہوں نے مصالح پر نظر کر کے بطور نصیحت کے فرمایا کہ آپ شریفوں کے بچوں سے ایسے کام لیتے ہیں اسی واسطے قصبہ کے معزز لوگ آپ سے ناراض ہیں آئندہ شریفوں

کے بچوں سے ایسا کام ہر گز نہ لیا جاوے پھر آئندہ یہ کام بچوں سے نہیں لیا اور اس مشورہ سے ذرہ برابر ناگواری کا اثر نہیں ہوا کیا ٹھکانا ہے اس بے نفسی کا اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اول ہی دن سے ایسے استاد اور بزرگ نصیب فرمادئے۔

(ملفوظ ۲۰۰) حمق ہمیشہ کبر سے ہوتا ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کبر ہمیشہ حمق سے پیدا ہوتا ہے اگر حمق نہ ہو تو اپنی بڑائی کا انسان کو کبھی وسوسہ بھی نہیں ہو سکتا اور نہ خیال آسکتا ہے۔

سو کبر حمق ہی سے ناشی ہوتا ہے اور اس مرض میں قریب قریب عوام اور خواص سب کو ابتلا ہے اور اس سے بچنے کا صرف ایک ہی طریق ہے وہ یہ کہ کسی کامل کی جوتیوں میں جا پڑے وہاں دماغ سے یہ خناس نکل جاوے گا اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو　　پیش مردے کاملے پامال شو

ایک صاحب کو میں نے اطلاع کی تھی کہ تم میں کبر کا مرض ہے اس پر برا مانا اور انکار کیا پھر پانچ سال کے بعد اقرار کیا کہ آپ کی تشخیص صحیح تھی میں نے کہا کہ بندہ خدا اب تک تو ازالہ بھی ہو جاتا یوں ہی وقت خراب کیا آج کل یہ حالت ہے طلب کی ہر شخص اپنے کو مجتہد مطلق سمجھتا ہے یہ سب حماقت کے کرشمے ہیں اللہ بچائے ہر بلا سے اور فہم سلیم عطاء فرمائیں۔

۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشبہ

(ملفوظ ۲۰۱) زمانہ تحریکات میں احکام شرعیہ میں تحریف

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے قرآن شریف میرٹھ میں حفظ کیا تھا اور یہاں پر جب آیا ہوں تو عمر تقریباً بارہ سال کی تھی اس وقت سے اس وقت تک اہل قصبہ ہندو مسلمان بفضلہ تعالیٰ سب کو مجھ سے محبت رہی یہ امر ہر زمانہ

میں مشترک رہا عداوت کسی کو نہیں ہوئی ایسے ہی زمانہ تحریک خلافت میں قریب قریب سب نے رائے میں مخالفت کی مگر دل میں واقعہ کی حقیقت سب کے تھی ایک لکھے پڑھے صاحب نے ایک میرے دوست سے میری نسبت کہا کہ ان کو گورنمنٹ سے تین سو روپیہ ملتے ہیں اور بھی کچھ گفتگو ہوئی انہوں نے سوال کیا کہ کیا سچ مچ تمہارے دل میں بھی یہ اعتقاد ہے کہا کہ حاشاو کلا ہر گز نہیں کہا کہ پھر کیوں ایسی بات زبان سے کہتے ہو جو دل میں نہیں کہا کہ اپنی آواز کو زور دار بنانے کے لئے میں نے سن کر کہا کہ روٹیاں پھر بھی ہماری ہی بدولت مل رہی ہیں یہ دین تھا کہ نہ کوئی اصول نہ کوئی حدود اور میرا تو کیا خیال رکھتے اور لحاظ کرتے خود احکام شرعیہ ہی کو چھوڑ بیٹھے تھے اسی میں تحریف سے کام لیا جاتا تھا کیا ٹھکانا ہے اس بیباکی کا دنیا میں بھی کم عقلی سے زیادہ کوئی چیز موذی اور مضر نہیں لوگوں کی بد فہمی اور بد عقلی ہی ان سب باتوں کی سبب ہوئی آخر میں آکر قریب قریب سب سمجھے گو بعض نے اقرار کرنے سے پھر بھی عار کیا لیکن ہوتا کیا ہے جبکہ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ کا مصداق بن چکے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

(ملفوظ ۲۰۲) اپنے بزرگوں کو تختہ مشق بنانا بری بات ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے جھگڑے کی باتوں میں کبھی اپنے بزرگوں کا نام نہیں لیا خود اپنی تسلی کے لئے تو پوچھ لیا مگر کام اپنی قوت پر کیا اپنی ہی طرف منسوب کیا ہمیشہ یہ خیال رہا کہ اپنے بزرگوں پر کیوں برائی آوے جو کچھ آوے اپنے ہی پر آئے مگر آج کل اپنے بزرگوں ہی کو تختہ مشق بناتے ہیں جو صاف دلیل ہے عدم محبت کی۔

(ملفوظ ۲۰۳) نرمی کا نتیجہ

ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جو صاحب مجھ

کو نرمی کرنے کی رائے دیتے ہیں وہ اگر اس جلسے میں ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے کس قدر نرمی کا برتاؤ کیا اور اس نرمی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخاطب کی طرف سے اذیت بڑھتی رہی اور جب ہار کر اخیر میں سختی کی تو سختی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اذیت قلع ہو گئی۔ دور بیٹھے رائے دیدینا بہت آسان ہے جب اپنے پر آکر پڑتی ہے تب پتہ چلتا ہے میں بہت برداشت کرتا ہوں اور میرا برداشت کرنا اس لئے نہیں معلوم ہوتا کہ للو پتو نہیں کرتا اس سے سختی معلوم ہوتی ہے حالانکہ وہ سختی نہیں مضبوطی ہے۔ میں اس پر ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ جیسے ریشم کا رسہ کہ نرم تو اسقدر کہ جس طرف کو چاہو موڑ توڑ لو جہاں چاہے گرہ لگا لو اور مضبوط اس قدر کہ اگر ہاتھی کو اس میں باندھ دو تو جنبش نہیں کر سکتا سختی اور چیز ہے مضبوطی اور چیز ہے اس میں لوگوں کو فرق معلوم نہیں وہ فرق اس مثال سے واضح ہو گیا امثلہ توضیح کے لئے ہوتی ہیں اور ایسی امثلہ ان حضرات پر جن کے سپرد ارشاد خلق ہوتا ہے کھول دئے جاتے ہیں جس سے دقیق سے دقیق اور غامض سے غامض مضامین عام فہم اور سہل ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے عام مخلوق کو سمجھنے اور عمل کرنے میں سہولت ہو جاتی ہے۔

(ملفوظ ۲۰۴) علماء کا تسامح

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان دنیا داروں پر علماء کی مجلس کی ہیبت نہیں ہوتی اور درویشوں کی ہوتی ہے سو اس کی وجہ یہ نہیں کہ یہ علماء کو صاحب اختیار نہیں سمجھتے اس لئے کہ صاحب اختیار تو درویش بھی نہیں مگر وہاں یوں سمجھتے ہیں کہ خلاف کرنے سے کوئی وبال آجائے گا اور مولویوں کے خلاف کرنے پر یہ نہیں سمجھتے اسی طرح ان لوگوں پر ادنی ادنی ڈپٹیوں اور ججوں کی ہیبت ہوتی ہے مگر علماء کی نہیں ہوتی اور یہ سب علماء کا تسامح ہے وہ ان کی للو پتو کرتے ہیں یہ ان کو صاحب غرض سمجھتے ہیں ان ہی صاحب کو دیکھ لیجئے ان پر بھی میری موہوم بزرگی کا اثر ہوا ناقص علم کا نہیں ہوا معذرت میں یہی کہا کہ آپ بزرگ

ہیں یہ نہیں کہا کہ عالم ہیں نائب رسول ہیں گو میں کچھ بھی نہیں یہی وجہ ہے کہ میں علماء سے یہ چاہتا ہوں کہ یہ ایسا طرز اختیار کریں جس سے عوام کے قلوب میں دین اور اہل دین کی بے وقعتی نہ ہو یہ علماء کو نظر تحقیر سے نہ دیکھیں مگر اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ تکبر بھی ہو غرض نہ تکبر ہو نہ تذلل اور یہ اعتدال پیدا ہو سکتا ہے کسی کامل کی صحبت سے اس کی جوتیاں سیدھی کرنے سے بلکہ اور ترقی کر کے کہتا ہوں کہ جوتیاں کھانے سے اور یہ بھی بتلائے دیتا ہوں کہ وہ جوتیاں مارے گا نہیں مگر تم کو اس کے لئے تیار ہو کر آنا چاہئے تب اصلاح ہو سکتی ہے اور اگر کہیں روک ٹوک کرنے پر اور ڈانٹ ڈپٹ پر دل میں کدورت پیدا ہو گئی اور برداشت نہ کر سکا تو بس محروم رہے گا ایسے شخص کو اس راہ میں قدم ہی نہیں رکھنا چاہئے اس میں سب سے اول شرط یہ ہے ؎

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں
شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

اس صفت کا طالب اس راہ میں قدم رکھتے ہی منزل مقصود پر لگ جائے گا اور اگر برداشت نہ کر سکا اور ہر چرکہ پر واویلا مچانے لگا تو بس ہو چکی اصلاح اور پہنچ چکا منزل مقصود پر اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

تو بیک زخمے گریزانی ز عشق
تو بجز نامے چہ میدانی عشق

اور فرماتے ہیں

در ہر زخمے تو پر کینہ شوی
پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

(ملفوظ ۲۰۵) بزرگوں کی برکت سے حضرت حکیم الامت کی طبیعت میں عدل و اعتدال

ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ الحمد اللہ مجھ کو ہر چیز اپنی حقیقت پر نظر آتی ہے اور الحمدللہ ہر ایک کا جدا جدا اثر ہوتا ہے دو اثروں میں خلط نہیں ہوتا یعنی یہ نہیں کہ ایک چیز کا اثر دوسری چیز میں ظاہر ہو۔ مثلاً انہوں نے اس وقت مجھ کو اذیت پہنچائی اس کی وجہ سے غصہ بھی ہے لہجے میں تغیر بھی ہے مگر یہ سب اضطرار سے نہیں کہ اختیار سلب ہو گیا ہو چنانچہ اگر اس کے بعد کوئی صاحب بات کریں اور وہ سلیقہ اور ڈھنگ سے ہو اس کا اثر اس پر نہ ہو گا اپنے اپنے موقع پر ہر بات ہو گی۔ سختی کی جگہ سختی نرمی کی جگہ نرمی ہر چیز میں بحمد اللہ فضل خداوندی سے اور اپنے بزرگوں کی برکت سے عدل اور اعتدال رہتا ہے۔ ایسا نہیں جیسا کہ آج کل کے میاں جی کہ ایک لڑکے کی کسی غلطی پر غصہ آیا اور فیض عام شروع ہو گیا۔ قمچی پکڑی اور ایک طرف سے سب کو جھاڑ دیا۔

(ملفوظ ۲۰۶) قصر کی اصل علت

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ قصر کی اصل علت ہی مشقت مگر اس کی پہچان مشکل تھی اس لئے اس مشقت کے سبب یعنی سفر کو اس کا قائم مقام کر دیا۔ اسی طرح میں نے ہدیہ میں عمل کیا ہے کہ اصل علت قبول کی خلوص ہے مگر خلوص اور عدل خلوص کی پہچان مشکل تھی اس لئے اس خلوص کی علامت یا سبب کو کہ خصوصیت کی جان پہچان ہے قائم مقام خلوص رکھا ہے یہ وجہ ہے کہ میرا معمول ہے کہ جس سے خصوصیت کی جان پہچان اور بے تکلفی نہ ہو اس سے ہدیہ نہیں لیتا اور یہ قاعدہ بہت سے تجربوں کے بعد میں نے مقرر کیا ہے اور میرے یہاں جس قدر قواعد ہیں سب تجربات

کے بعد مقرر کئے گئے ہیں اگر ان کا سبب ورود بیان کروں تو ایک بہت بڑا ضخیم رسالہ تیار ہو جائے اور ان اصول اور قواعد سے حکومت مقصود نہیں بلکہ طرفین کی راحت رسانی مقصود ہے جس سے لوگ گھبراتے اور اعتراض کرتے ہیں- کہتے ہیں کہ ان کے مزاج میں تو انگریزوں کا سا انتظام ہے میں کہا کرتا ہوں کہ یوں کہو کہ انگریزوں کے مزاج میں ہمارا جیسا انتظام ہے کیونکہ یہ چیز انگریزوں کے گھر کی نہیں ہمارے گھر کی ہے جو انہوں نے اختیار کر لی اور راحت حاصل کر رہے ہیں کیونکہ راحت کی چیز اختیار کرنے سے ضرور راحت پہنچے گی اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی قید نہیں جیسے کوئی سڑک اعظم ہے جس کے دونوں طرف برابر برابر درخت ہیں بیچ میں سڑک پختہ ہے جس پر درختوں کا سایہ ہے اس پر جو بھی چلے گا راحت اور آرام پائے گا اس میں کسی مسلم یا غیر مسلم شیخ سید مغل پٹھان انگریز ہندو مجوس یہود بھنگی چمار کسی کی قید نہیں-

(ملفوظ ۲۰۷) بغیر سہارے سونے میں وضو کا حکم

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بدون سہارے بیٹھے ہوئے سو جانے پر فتوٰی تو یہی ہے کہ وضو نہ جائیگا لیکن تجربہ سے معلوم ہوا کہ پہلے لوگوں کے قوٰی مضبوط ہوتے تھے ان کا بدن کسا رہتا تھا اب قوٰی کمزور ہو گئے بدن ڈھیلا ہو جاتا ہے اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ وضو کرے یہ فتوٰی نہیں مگر احتیاط کا درجہ ہے-

(ملفوظ ۲۰۸) وقت کی قدر کرنا چاہئے

ایک صاحب نے حضرت والا سے خواب کی تعبیر معلوم کرنے کی درخواست کی اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ خواب میں کیا رکھا ہے بیداری کی کوئی بات پوچھو- آج کل لوگ خوابوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں- کثرت سے خطوط میں خواب لکھے ہوئے آتے ہیں اکثر جواب میں یہ لکھ دیتا ہوں-

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

بیداری کو چھوڑ کر خواب کے پیچھے پڑنا ایسا ہے جیسے کوئی اصل شکار کو چھوڑ کر اس کے سایہ کے پیچھے پڑ جاوے اور یہ سب آخرت سے غفلت اور حقیقت سے بے خبری کی باتیں ہیں ورنہ ان فضولیات میں کیا رکھا ہے کیوں بیکار وقت کھویا جائے- وقت کی قدر کرنا چاہئے اور ضروری کام میں لگنا چاہئے

(ملفوظ ۲۰۹) کثرت مباحت کا نتیجہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کثرت مباحات میں بھی زیادہ انہماک کرنے سے قلب پر کدورت کا اثر ہوتا ہے مثلاً ہنسنا ہے اس کی کثرت قلب کو پژمردہ بنا دیتی ہے جیسے ذکر اللہ سے قلب کو طمانیت اور نورانیت حاصل ہوتی ہے جس نے تھوڑا سا بھی خلوت کا ذائقہ چکھ لیا ہو گا وہ اس کو محسوس کرے گا اس کا اثر اس کو ایسا معلوم ہو گا کہ ایک پہاڑ جیسی چیز قلب کے سامنے اڑی ہوئی ہے اور بدون استغفار یہ کیفیت نہ بدلے گی مگر ان باتوں کے احساس کے لئے ضرورت ہے کہ کچھ خلوت میسر آچکی ہو ذکر اللہ میں مشغول رہ چکا ہو بدون اس کے پتہ چلنا مشکل ہے- ایسی حالت سے بچنے کی خاص سعی اور کوشش کرتے رہنا چاہئے- اس حالت افسردگی کو قبض کہتے ہیں اس میں بہت سے لوگوں نے خودکشی کر لی ہے- سر راہ میں ہزاروں راہزن ہیں بڑی دشوار گذار گھاٹیاں ہیں جن میں ایک یہ شغل فضول بھی ہے- مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ اسی افسردگی کی نسبت فرماتے ہیں ؎

بر دل سالک ہزاراں غم بود
چوں زباغ دل خلالے کم بود

۳ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۵۱ ھجری

مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۲۱۰) ایصال ثواب سے کوئی نہیں روکتا

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایصال ثواب کو کون منع کرتا ہے البتہ ایصال ثواب کا صحیح طریقہ بتلایا جاتا ہے جس پر غل مچایا جاتا ہے اور علماء اہل حق کو بدنام کیا جاتا ہے کہ یہ ایصال ثواب سے منع کرتے ہیں- اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص نماز پڑھنے کھڑا ہوا اور پشت قبلہ کی طرف کر لی کسی نے دیکھ کر کہا کہ میاں تمہاری نماز نہ ہو گی اس پر وہ غل مچائے کہ لوگو دیکھو یہ شخص مجھ کو نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے بتلایئے تم اس کا کیا فیصلہ کرو گے- یہی کہو گے کہ ارے بیوقوف نماز سے منع نہیں کر رہا بلکہ نماز کے صحیح ہونیکا طریقہ تجھ کو بتا رہا ہے- ایسے ہی یہاں سمجھ لو-

عرض کیا گیا اگر ایک سورت پڑھ کر کوئی شخص دس آدمیوں کو ثواب بخشے تو کیا ہر مردہ کو پوری پوری سورت کا ثواب ملے گا- فرمایا کہ میری تحقیق یہی ہے کہ ہر مردہ کو پوری پوری سورت کا ثواب ملے گا- میں نے اس کے متعلق ایک مضمون لکھا ہے اس میں ایسی روایتیں جمع کر دی گئی ہیں-

(ملفوظ ۲۱۱) جنگل میں رہنے کا منشاء حب جاہ ہے

ایک صاحب نے ایک رسمی دکاندار درویش کا ذکر کیا کہ وہ جنگل میں رہتے ہیں اس پر فرمایا کہ جی ہاں یہ بھی آج کل درویشی کے لوازم سے ہو گیا ہے- یہی وجہ ہے کہ آج کل ایسے لوگ بلا کسی مصلحت دینی کے جنگل کی طرف بھاگتے ہیں معلوم نہیں اس میں کیا رکھا ہے کیا آبادی کوئی بھیڑیا یا شیر ہے کہ کھا جائیگی یہ سب نفس کے کید ہیں سمجھتے ہیں کہ امتیازی صورت اختیار کرنے سے

شہرت ہو گی رجوعات ہو گی مگر ایسی صورت اختیار کرنے سے کوئی تارک الدنیا نہیں ہو سکتا کیونکہ اس شخص نے حصول دنیا ہی کے لئے دنیا کو ترک کیا تو تارک الدنیا کہاں ہوا طالب دنیا ہی رہا- اس کا منشا محض حب جاہ ہے اور اس جاہ کے مرض میں لوگوں کو بکثرت ابتلا ہے اس کے دلدادہ ہیں- خیال ہوتا ہے کہ بستی میں رہتے ہوئے امتیازی شان نہیں پیدا ہوتی کون پوچھتا ہے اس لئے جنگل کی طرف دوڑتے ہیں- اس کمبخت مرض جاہ کی بدولت بڑے بڑے گڑبڑ میں پڑ گئے ہیں اور یہاں مراد بڑوں سے دنیا کے بڑے ہیں- دیندار اور دین کے بڑے مراد نہیں ان کو اس سے نقصان نہیں ہو سکتا وہ تو اپنے کو فنا کئے ہوتے ہیں اور اس طریق میں پہلا قدم یہی فناء ہے بعد میں اور کچھ ہے جس کو یہ چیز نصیب نہ ہوئی وہ محروم رہا الحمدللہ یہ بات اپنے بزرگوں میں دیکھی کہ سب کچھ تھے اور کچھ نہ تھے- دیکھنے والا سمجھ ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ صاحب کمال ہیں ظاہر میں کوئی امتیازی شان نہ رکھتے تھے نہ لباس میں نہ القاب میں ذرا آجکل کے القاب دیکھ لئے جائیں شیخ الحدیث شیخ التفسیر امام الشریعت امام الهند- یہ سب یورپ کی تقلید سے ناشی ہیں اپنے بزرگوں میں بہت بڑا لقب اگر کسی کے لئے تھا تو مولانا ورنہ سب کو مولوی صاحب ہی کہتے تھے حالانکہ سب حضرات اعلیٰ درجہ کے جامع کمالات تھے- ہاں ایک لقب پرانا ہے اس کو سن کر وحشت نہیں ہوتی وہ شیخ الاسلام ہے باقی یہ سب نیچریوں کی گھڑت ہے اور یہ سب کمال ہونے کی دلیل ہے اس لئے کہ جو شخص کمالات سے مزین ہو اس کو ان ظاہری ٹیپ ٹاپ کی کون ضرورت ہے چنانچہ ہمارے بزرگ نہایت سادہ وضع میں رہتے تھے- نہ چوغہ نہ پٹکا نہ بڑے بڑے دانوں کی تسبیح نہ شاندار عصاء اور ان کو ضرورت ہی کیا تھی- اسی کو خوب کہا ہے ؎

نباشد اہل باطن درپئے آرائش بظاہر
بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستاں را

ان حضرات میں تو خداداد ایک چیز تھی جس کو دیکھ کر ہر شخص اس

طرف جھلکتا تھا اور وہ چیز ایسی تھی کہ ہر شخص ان حضرات کا چہرہ ہی دیکھ کر بزبان حال بیساختہ یہ کہہ اٹھتا تھا۔

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند
دلبر ماست کہ باحسن خداداد آمد

اور ان کی یہ حالت تھی۔

نور حق ظاہر بود اندر ولی
نیک بیں باشی اگر اہل دلی

اسی کا ترجمہ مولوی ابوالحسن صاحب نے گلزار ابراہیم میں کیا ہے اور خوب کیا ہے۔

مرد حقانی کے پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

(ملفوظ ۲۱۲) خانقاہ اشرفیہ کی اصل غایت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں مدرسہ مقصود نہیں یہاں تو اصلاح مقصود ہے یہ درس و تدریس کا کام تو مدرسہ دیوبند اور مدرسہ سہارنپور میں خدا کے فضل سے بہت اچھا ہو رہا ہے۔ یہاں پر تو ایک محدود نصاب میں نے تجویز کر دیا ہے وہ پڑھا کر اجازت دے دی جاتی ہے چاہے مدرسہ دیوبند میں جائے یا مدرسہ سہارنپور میں یا اور کہیں سو اس حالت میں یہاں پر آکر فقہ کے مسائل کی تحقیقات کرنا اور اصلاح کی طرف توجہ نہ کرنا کہاں تک مناسب ہے۔ ان کاموں کے لئے تو مدرسہ دیوبند اور مدرسہ سہارنپور ماشاء اللہ کافی ہیں وہاں پر مسائل فقہ کی اچھی طرح پر تحقیق ہو سکتی ہے جہاں جو کام ہو رہا ہے ہم لوگوں سے وہی کام لینا مناسب ہے۔

(ملفوظ ۲۱۳) فقہ نہایت مشکل چیز ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں فقہ نہایت مشکل چیز ہے- اس میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے اور لوگ زیادہ تر اسی میں بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں خصوص بعضے غیر مقلدین اس باب میں بڑے دلیر ہیں- ہمارا مذہب تو بحمداللہ مدون ہے مگر ان مدعی غیر مقلدوں کا نہ کوئی سر ہے نہ پیر جو جی میں آیا فتویٰ دیدیا- ایک مرتبہ ایک غیر مقلد مولوی صاحب نے یہ چھاپ دیا کہ دادا کی بیوی سے نکاح جائز ہے- مراد یہاں دادا کی بیوی سے دادی مراد نہیں بلکہ دادا نے کسی عورت سے دوسرا نکاح کر لیا وہ مراد ہے اس پر لتاڑ پڑی غنیمت ہے دوسرے رسالہ میں رجوع کر لیا مگر ان بزرگ کو پہلے ہی کیسے جرات ہوئی- بس یہ حالت ہے ان لوگوں کی- میں یہ نہیں کہتا کہ شرارت سے ایسا کرتے ہیں مگر جب اتنا ذہن اور فہم نہیں جتنا ان حضرات میں تھا پھر خواہ مخواہ اجتہاد کی ہوس کیوں کرتے ہیں خود کچھ آتا نہیں اور دوسروں کے اجتہاد پر اعتراض ہے دوسروں کی تقلید سے عار ہے اور خود مجتہد بنتے اور تمام دنیا سے اپنی تقلید کے امیدوار ہیں یہ خود بد فہمی اور بد عقلی کی بات ہے تمام دنیا کے عقلا مل کر بھی فقہاء کی جوتیوں کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے- موٹر میں تیل تو ہے سو میل کے چلنے کا مگر ارادہ کر دیا دو سو میل کا ایسی ہی مثال ہے ان لوگوں کی پھر اپنے پر دوسروں کو قیاس کرتا کہ وہ بھی ایسے ہی بے دلیل کہہ دیا کرتے ہوں گے سخت نادانی ہے ان حضرات پر اعتراض کرنے کا کیا کسی کا منہ ہے اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کارپاکاں راقیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(ملفوظ ۲۱۴) بغیر اصلاح انسانیت پیدا نہیں ہوتی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدون اصلاح کے خواہ دوسرے محاسن و فضائل پیدا ہو جاویں مگر آدمیت پیدا ہونا مشکل ہے دیکھئے گھوڑا سب میں شریف جانور ہے لیکن اس کو اگر سدھایا نہ جاوے ہرگز کام نہیں دے سکتا خطرہ ہی رہتا ہے مگر باوجود اس کے اصلاح کی طرف لوگوں کو بالکل توجہ نہیں ہاں ولایت قطبیت غوثیت بزرگی اس کی تلاش ہے۔ ایک مولوی صاحب گنگوہ سے یہاں پر آئے تھے نیک آدمی ہیں بزرگوں کی حکایات خوب بیان کرتے ہیں مگر اپنے متعلق ان کے یہاں کچھ نہیں اپنے سے بالکل بے فکر حالانکہ انسان کو پہلے اپنی فکر ہونا ضروری ہے لوگوں سے میری یہی لڑائی ہے کہ میں کہتا ہوں کہ دوسروں کی فکر میں ہر وقت پڑے رہتے ہو اپنی فکر کیوں نہیں کرتے اپنے کو تو کامل مکمل سمجھتے ہیں حالانکہ یہ وہ راہ ہے کہ ساری عمر بھی اگر اس میں کھپا دے تب بھی تھوڑا ہے اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؂

اندریں رہ می تراش و می خراش
تادم آخر دمے فارغ مباش

(ملفوظ ۲۱۵) درویشی کی کوئی ظاہری صورت نہیں ہوتی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بزرگی اور درویشی چند ممتاز باتوں کا نام رکھ لیا ہے حالانکہ درویشی کی کوئی ظاہری صورت نہیں ہوتی کامل وہی ہے جس کی ظاہری حالت عوام کی مشابہ ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہ کو اکثر عوام اس وجہ سے درویش نہیں سمجھتے کہ ان کی حالت بالکل مشابہ عوام کے تھی کامل کبھی کسی امتیاز کا اہتمام نہیں کرتا اور غیر کامل غیر عارف چونکہ کمال سے کورا ہوتا ہے اس لئے امتیازی شان آن بان کا اہتمام کرتا ہے کامل میں تصنع اور بناوٹ کا کیا کام اس کی تو یہ حالت ہوتی جس کو فرماتے ہیں ؂

دلفریباں نباتی ہمہ زیور بستند
دلبر ماست کہ باحسن خداداد آمد

(ملفوظ ۲۱۶) ایک ڈپٹی صاحب کا عملی تبلیغ سے پابند نماز بن جانا

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دوسروں کی فکر میں پڑنا میں یہ نہیں کہتا کہ برا ہے بلکہ عبادت ہے کہ کسی کو نفع پہنچے مگر اس زمانہ میں اکثر دوسروں کو نفع کم پہنچتا ہے اور اپنا اچھا خاصا نقصان ہو جاتا ہے جو سبب خسران کا ہے اس لئے پہلے آدمی کو اپنی فکر کرنا چاہئے پھر دوسروں کی خدمت بھی ایک حد تک سہی اور یہ اپنی فکر ایسی چیز ہے کہ مرتے دم تک بھی اس سے نجات مشکل ہے۔ باقی امر بالمعروف بھی اچھی چیز ہے مگر اس کے بھی حدود ہیں کیا ہمارے بزرگ امر بالمعروف نہیں کرتے تھے مگر چپٹتے بھی نہیں پھرتے تھے ان کے امر بالمعروف کا نہایت محبوبانہ طرز تھا ہم کو بھی وہی طرز پسند ہے اور اب تو اس کی بھی نہایت مکروہ صورت اختیار کرتے ہیں وہ حضرات امر بالمعروف کا وہ طریق اختیار کرتے تھے کہ وہ نافع ہوتا تھا اور آجکل اس کی قطعا رعایت نہیں کی جاتی یا تو اس طرح پر امر بالمعروف کیا جاتا ہے کہ جس سے مخاطب کو وحشت ہو اور یا اس طرح خلق کے لہجہ میں کرتے ہیں کہ جس سے دین طالب اور وہ مطلوب سمجھا جائے اور دین کی بے وقعتی ہو۔ مجھ کو ایسی باتوں سے غیرت آتی ہے جن سے دین اور اہل دین کی اہانت ہوتی ہو۔ فلاں ڈپٹی صاحب اوپر سے آرہے تھے اور میں کاپلی سٹیشن سے سوار ہوا۔ ڈپٹی صاحب سے باتیں ہوتی رہیں اس میں مغرب کا وقت آگیا۔ میں نماز کے لئے اٹھا اس وقت میرے ایک دوست نے مجھ سے کہا کہ ڈپٹی صاحب نماز نہیں پڑھتے ان کو کہنا چاہئے میں نے کہا کہ میں نہ کہوں گا۔ جنت میں تو جاویں ڈپٹی صاحب اور احسان ہو اشرف علی پر۔ دین کسی کا طالب نہیں خود مطلوب ہے۔ میں کیوں کہوں کیا ان سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اٹھ کر وضو کر کے نماز پڑھ لیں کیا نماز کی فرضیت ان کو معلوم نہیں کیا

نماز نہ پڑھنے کی وعیدوں سے یہ انجان ہیں غرض ہم نے مغرب کی نماز پڑھی۔ ڈپٹی صاحب کا خیال یہ تھا کہ میں نے چونکہ نماز نہیں پڑھی۔ یہ مجھ سے اب نہ ملے گا مگر میں نماز پڑھ کر اس ہی بشاشت سے ان کے پاس جا بیٹھا اور باتیں کرنے لگا۔ مجھ سے تو نہیں اور ساتھیوں سے کہا کہ میں تو ذبح ہو گیا اگر نماز کو کہا جاتا تو مغرب کی نماز تو ضرور پڑھ لیتا مگر پھر کبھی نہ پڑھتا اور اب مغرب کی نماز تو قضا ہوئی مگر پھر اور کبھی کوئی نماز قضا نہ ہوئی پکے نمازی ہو گئے سو کہیں تو کہنے سے نفع ہوتا ہے کہیں نہ کہنے سے نفع ہوتا ہے مختلف مواقع ہیں۔ فقہ کا ایک قاعدہ ہے جو فعل مباح یا مندوب ہو اور ہو موجب ضرر اس کو ترک کر دیں گے ہاں جو واجب ہو اس میں اگر ضرر ہو تو اس کو ترک نہ کریں گے بلکہ اس کی اصلاح اور اس کے ضرر کا انسداد کر دیں گے۔ سو امر بالمعروف جہاں تبلیغ نہ ہوئی ہو وہاں تو واجب ہے اگر اس کا نتیجہ خراب بھی ہو تو حتے الامکان اس کا انسداد کریں گے لیکن امر بالمعروف کو ترک نہ کریں گے اور جہاں تبلیغ ہو چکی ہو وہاں مباح یا مندوب ہے۔ وہاں اگر نفع سے زیادہ ضرر محتمل ہو تو اس کو ترک کر دیں گے۔ غرض تبلیغ کے بھی حدود ہیں مگر اس کی کوئی رعایت نہیں کرتا اس باب میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے۔ علماء کو اس میں ابتلا ہے۔

(ملفوظ ۲۱۷) تفاخر کی رسومات قابل ترک ہیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ سب لغو عذرات ہیں کہ باوا دادا سے ایسا ہی ہوتا چلا آرہا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اگر باوا اندھا ہوا اور تم کو خدا نے آنکھیں دے دی ہوں تو کیا اس خیال سے کہ باوا دادا اندھے تھے اپنی آنکھیں پھوڑ دو گے۔ اس وقت گو بعض رسمیں کم ہو گئی ہیں مگر بعض اور بڑھ گئی ہیں اس طرح سے کہ پہلے شرک و بدعت کی رسمیں زیادہ تھیں مگر تفاخر کی رسمیں نہ تھیں۔ فضول خرچی نہ تھی۔ سیدھا سادہ کھانا کھلا دیتے تھے۔ ضروری چیزوں کا سامان ایک جگہ ہوتا تھا وہاں ہی سے سب مانگ کر کام چلا لیتے

تھے۔ اب ہر شخص کے گھر میں ایسا سامان موجود ہے۔ تفاخر ہر طبقہ میں ہو گیا ہے اس سے الا ماشاء اللہ کوئی شخص اس زمانہ میں بچا ہو گا ورنہ قریب قریب سب کو اس بلاء میں ابتلاء ہے۔ اب تو تفاخر کی یہ حالت ہے کہ صرف دنیا ہی کے کاموں میں تفاخر نہیں بلکہ دین کے کاموں میں بھی تفاخر کی نیت ہو گئی اس ہی لئے ضرورت ہے کہ کسی کامل کی صحبت میں رہے بدون شیخ کامل کی صحبت کے اور اس کی جوتیاں سیدھی کئے ہوئے اصلاح مشکل ہے اور نری صحبت سے بھی کچھ نہ ہو گا جب تک کہ اس کی تعلیم پر عمل نہ ہو گا اور اپنا کچا چٹھا اس کے سامنے کھول کر نہ رکھ دو گے اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال را بگذار مرد حال شو
پیش مردے کاملے پامال شو

اور بڑوں میں تو تفاخر ہے ہی چھوں تک میں بھی دیکھا جاتا ہے۔ ایک عورت ایک گانو کی ہمارے یہاں آیا کرتی تھی اس نے اپنی ایک چھوٹی لڑکی کو جھانوری سلور کی لیکر دیدیں وہ پہن کر ہمارے گھر آئی اور چلتے وقت پیروں کو دیکھتی تھی اور یہ بھی دیکھتی تھی کہ مجھ کو چلتے وقت کوئی دوسرا بھی دیکھتا ہے یا نہیں۔ یہ تفاخر ہی تو تھا خدا تعالیٰ نے متواضعین کی خود وضع میں بھی تواضع کا اثر رکھا ہے اور متکبرین کی وضع میں تکبر تفاخر کا اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اس کا احساس دے دے اور وہ ایسی وضع سے روکے تو اس پر تشدد کا اعتراض کرتے ہیں ان معترضوں کی عجیب حالت ہے۔ بدون تجربہ کے جو جی چاہتا ہے کہہ دیتے ہیں مگر جن پر یہ واقعات اور حالات گزرتے ہیں ان سے پوچھو کہ ان کے کیا خواص ہیں اور کیا آثار ہیں۔ نری باتیں بنانے سے کیا ہوتا ہے۔ متکبرین کی وضع کے اثر یاد آیا کہ مظفر نگر میں ایک ڈاکٹر صاحب حج سے آئے تھے اور ایک کیفیت لائے تھے کسی رئیس نے کسی مریض کے دکھلانے کو ان کو بلایا اور سواری کے لئے فٹن بھیجی مجھ سے خود کہتے تھے کہ میں جس وقت فٹن میں سوار ہوا ہوں سوار ہوتے ہی جو کیفیت قلب میں لیکر حج سے آئے تھے وہ کیفیت فوراً سلب ہو گئی۔ دیکھ

لیجئے ان چیزوں کے آثار- کہتے ہیں کہ تشبہ میں کیا رکھا ہے اگر کچھ نہیں رکھا تو آج سے زنانہ لباس پہن کر کرسیوں پر بیٹھنے لگو معلوم ہو جاوے گا کہ تشبہ میں کیا رکھا ہے خلاصہ یہ ہے کہ جس کا کچھ نقصان ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے اور وہ بھی اسی وقت سمجھے جب کہ ان کا نقصان ہوا ہو خصوص باطن کا نقصان کہ اس پر تو ہزاروں غم کے پہاڑ آگرگرتے ہیں اور یہ کیفیت ہوتی ہے ۔

بر دل سالک ہزاراں غم بود
گرز باغ دل خلالے کم بود

حضرت ان میں خاصیت ہے محض زبانی رد کر دینے سے وہ خاصیت زائل نہیں ہوتی- یہ تجربہ کی چیزیں ہیں- دہلی میں ہمارے بھائی کے گھر ایک بچہ اپنی ماں کے ساتھ آیا- کرسی پر بٹھایا گیا بیٹھتے ہی یہ حالت ہوئی کہ گھر والوں نے دیکھا کہ نہایت اینٹھ مروڑ سے بیٹھا ہے نہ بول نہ چال جب بچپن میں یہ حال ہے بڑے ہو کر کیا ہو گا لوگوں کو خبر نہیں ہے ان چیزوں کی خاصیت کی ان سے اجتناب کی سخت ضرورت ہے مگر لوگ اس متکبرانہ وضع کے ایسے دلدادہ ہو گئے کہ تحریک خلافت میں لوگوں نے گاڑھا پہنا مگر تراش اور وضع کپڑے کی وہی رہی جو دشمن کی ہے کیا ٹھکانا ہے اس وضع کے محبوب ہو جانے کا- کچھ قلوب پر یورپ کی تقلید کا اثر ہی بہت گہرا ہو رہا ہے کہ تمام وضع قطع سب وہی پسند ہے اپنے ملک اور اپنے اسلاف کے طرز معاشرت کو قطعاً چھوڑ بیٹھے حتیٰ کہ انگریزوں کے خلاف جو جلسے کئے ہڑتالیں کیں جلوس نکالے یہ سب بھی یورپ ہی کی تقلید سے کیا- صاحبو- اپنے بزرگوں کی سی وضع قطع اختیار کرو- خدا کو راضی کرو اعمال صالحہ اختیار کرو- دوست دشمن کو پہچانو- اسلام اور احکام اسلام کی پابندی اور ان کی وقعت اور احترام کرو اور خصوصیت سے اس حکم اسلامی کا خاص اہتمام کرو کہ ان کی وقعت اور احترام کرو کہ ایک کو اپنا بڑا بنالو اس کے مطیع اور منقاد ہو کر رہو اور یہ کافی نہیں کہ اس کو کاغذی بڑا بنالیا اور لمبے چوڑے القاب اور خطابات سے اس کو مزین کرا دیا- اصل چیز اس کی اطاعت اور اس کی تعلیم پر

عمل کرنا ہے اس کو عملی جامہ پہناؤ اس صورت میں نہ جلسوں کی ضرورت ہو گی نہ جاویں گے اور نہ ضرورت ہو گی فلوس کی ہاں خلوص کی ضرورت ہو گی- محض زبانی عملدرآمد سے کچھ نہیں ہوتا ہے اب تک جو کچھ کیا اس کا ثمرہ دیکھ لیا- تجربہ کر چکے مشاہدہ ہو چکا اب تو ہوش سے کام لو یہ بھی معلوم کر لیا کہ نرے جوش سے کام نہیں چل سکتا کام کی باتیں کرو بیکار باتوں میں کیا رکھا ہے- پھر دیکھو کہ چند ہی روز میں کایا پلٹ ہو جائیگی-

(ملفوظ ۲۱۸) ننگ و ناموس کا علاج

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بہت سے نیک کاموں سے آدمی ننگ و ناموس کی وجہ سے باز رہتا ہے خصوص بڑے لوگ اس میں زیادہ مبتلا ہیں اکثر چھوٹے لوگ اس کی پروا بھی نہیں کرتے اس ننگ و ناموس کا اگر کوئی علاج ہے تو وہ صرف خداوند جل جلالہ سے عشق اور محبت ہے اس لئے کہ عاشق ہی کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ ننگ و ناموس کی ذرا برابر پروا نہیں کرتا- عاشق کبھی بدنامی سے نہ ڈریگا اور بزبان حال یہ کہے گا؎

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں
مانمی خواہیم ننگ و نام را

اور اس ننگ و ناموس کے پیچھے بہت سوں کا بیڑا ہی غرق ہو گیا دین اور ایمان تک سے محرومی ہو گئی- کمبخت ایسے ہی خسران اور ٹوٹے کی چیز ہے اس کی بدولت دین اور دنیا دونوں خراب اور برباد ہو جاتے ہیں ہاں عشق اور محبت بیشک ایسی چیز ہے کہ ننگ و ناموس کو فنا کر دیتی ہے اگر حق تعالیٰ سے محبت پیدا ہو جاوے تو یہ سب بالائے طاق رکھا رہتا ہے اور اس محبت کے پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اہل محبت کی صحبت اختیار کرے ان کی تعلیم پر عمل کرے پھر اس میں انقیاد اور اعتماد کی ضرورت ہو گی-

۳ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۵۱ ھجری مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۲۱۹) کاموں کی تدابیر بتلانا علماء کے ذمہ نہیں

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میرا ایک ہندو دوست ہے وہ قرض دار بہت ہے آپ ایسی تدبیر بتلائیں جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے اس پر فرمایا کہ اگر میرے پاس ایسی کوئی چیز ہوتی تو میں ایک مسلمان کو بھی قرض دار نہ رہنے دیتا۔ ایک یہ لکھا ہے کہ آپ اس کا فورا جواب دیں کہیں اس کو یہ شبہ نہ ہو جاوے کہ مسلمانوں کے مولانا بھی جواب نہیں دیتے۔ میں نے لکھ دیا ہے کہ جب کوئی ایسا کہے تو تم یہ کہنا کہ وہ مولانا ہی نہیں ویسے ہی مشہور کر دیا ہے۔ پھر فرمایا ان بزرگ نے ان کاموں کے لئے مولانا کو انتخاب کیا۔ نہ کوئی مسئلہ ہے نہ کوئی اصلاح اعمال کی تدبیر - لوگوں کا عجیب مذاق ہے دین کی تو مطلق فکر ہی نہیں علماء سے اس قسم کی خدمت لینا ایسا ہے جیسے حکیم عبدالمجید صاحب سے جوتہ گانٹھنے کی تدبیر پوچھنا جو نہایت ہی بدتمیزی اور بدفہمی کی بات ہے جو جس کام کا ہے اس سے وہی کام لینا چاہئے۔ اس پر نکیر نہیں کہ دعا کی درخواست کی جائے۔ باقی ان کاموں کی تدابیر سو بیچارے علماء کو کیا معلوم علماء کا کام ہے تدرس و تدریس وعظ نصیحت اس سے آگے ان سے امید کرنا محض حماقت پر مبنی ہے۔ ان تحریکات میں بھی لوگوں نے یہی چاہا تھا کہ علماء پیش پیش ہوں جو نہایت ہی بے اصولی بات تھی۔ علماء سے تو جواز عدم جواز معلوم کرنا چاہئے تھا اس سے آگے حدود سے تجاوز تھا اور جن علماء نے عوام کے خیال سے کہ کہیں بداعتقاد نہ ہو جائیں غیر معتقد نہ ہو جائیں تحریکات میں شرکت کی ان کی بدولت جس قدر مسلمانوں کا نقصان ہوا وہ اظہر من الشمس ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی چیز اپنے مرکز سے آگے بڑھے گی اس کا یہی حشر ہو گا جس کا مشاہدہ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے کر لیا کہ کس قدر گڑبڑ مچی اور کس قدر احکام

شرعیہ میں تحریف کی گئی- پھر ایسا کرنے کی نحوست بھی دیکھ لی ان لوگوں کو واقعات کے مشاہدہ کے بعد اس کی مضرت معلوم ہوئی اور ہم غریبوں کو بحمد اللہ تعالیٰ پہلے ہی اس کی حقیقت معلوم ہو چکی تھی گو لوگوں نے سب وشتم کیا برا بھلا کہا قسم قسم کے بہتان اور الزامات لگائے مگر حقیقت پر پردہ ڈالنے سے کہیں پردہ پڑا کرتا ہے- اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بہت جلد حقیقت کا انکشاف ہو گیا اور وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ- إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا کا ظہور ہو گیا جس کا خود اکثر معترضین نے اقرار کر لیا-

(ملفوظ ۲۲۰) علماء مشائخ سے تقویٰ و طہارت میں کمی کی شکایت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تقویٰ اور طہارت بڑی چیز ہے مگر آجکل قریب قریب ہر طبقے میں اس کی کمی ہے خصوص علماء اور مشائخ میں اس کی کمی ہونا نہایت ہی مذموم ہے اس لئے کہ یہ پیشوا اور مقتدا کہلائے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے تو غیر علماء کو یہ دولت نصیب ہو جاتی ہے مدرسہ دیوبند میں خواجہ صاحب کا قیام ہوا- شب کا وقت ہوا مہتمم صاحب نے مہمان خانہ میں خادم مدرسہ کو روشنی کرنے کے لئے حکم فرمایا- خواجہ صاحب نے کہا کہ اگر یہ لالٹین اور تیل آپ کا نجی ہے تب تو کوئی حرج نہیں اور اگر مدرسہ کا ہے تو میں خود انتظام کر لوں گا- امیر شاہ خان صاحب بھی اس وقت مدرسہ میں ٹھہرے ہوئے تھے سن کر میرا نام لیکر کہا کہ یہ تو اس کے ملنے والوں میں ہے- ایک مرتبہ مولانا اصغر حسین صاحب جونپور میں بحیثیت مدرس مقیم تھے- ایک نووار طالب علم مسجد کے چراغ میں مطالعہ کرنے بیٹھے اور جس وقت چراغ گل ہونے کا معمول تھا اس وقت خود چراغ گل کر دیا اور اس کی روشنی میں پھر کتاب کا مطالعہ نہیں کیا بلکہ اپنا چراغ روشن کر لیا- مولانا اصغر حسین صاحب نے کہا کہ یہ

شخص (میرا نام لیکر کہا کہ) فلاں شخص کا دیکھنے والا معلوم ہوتا ہے چنانچہ یہی واقعہ ثابت ہوا اصل وجہ یہ ہے کہ اور جگہوں میں ایسی باتوں کی روک ٹوک نہیں آنے والوں کی خاطر مدارات سب کچھ ہے- باقی اصلاح اور تربیت کا مطلق خیال نہیں کیا جاتا- صرف نوافل اور تہجد پڑھ لینا- گردن جھکا کر نیچا کرتہ پہن لینا اور سینے تک داڑھی کا بڑھا لینا- بس یہ علامات رہ گئیں ولایت اور بزرگی کی- باطن کی کچھ خبر نہیں کہ کیا ہو رہا ہے اسی کو مولانا رومی یا اور کوئی حکیم فرماتے ہیں۔

از بروں چوں گور کافر پر حلل ۔۔۔ واندروں قہر خدائے عزوجل

از بروں طعنہ زنی بربایزید ۔۔۔ وزدرونت ننگ می دارد یزید

(ملفوظ ۲۲۱) ڈاڑھی سے چہرہ پر رونق معلوم ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ڈاڑھی سے چہرہ پرنور معلوم ہوتا ہے- ڈاڑھی بڑے احترام کی چیز ہے- خواجہ صاحب کا یہ قول مجھ کو بہت ہی پسند آیا کہ ڈاڑھی چہرہ پر دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بادشاہ ہے- فرمایا کہ ڈاڑھی کے متعلق یورپ میں بھی قانون ہے کہ بادشاہ ڈاڑھی رکھے چنانچہ جارج پنجم کے ڈاڑھی ہے اگر ڈاڑھی رکھنا عزت کی بات نہ تھی تو بادشاہ کے لئے قانون کیوں ہے- پادری مذہبی لوگ ہیں سب ڈاڑھی رکھتے ہیں ایسی کہ بعض کی ناف تک ہوتی ہے خدا معلوم یہ منڈانے کی واہیات رسم کہاں سے نکلی ہے-

(ملفوظ ۲۲۲) کسی کو واسطہ نہ بنانے میں حکمت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے اصول اور قواعد کا حاصل طرفین کی راحت ہے چنانچہ میرا ایک معمول یہ ہے کہ ہر شخص سے خود معاملہ کرتا ہوں کسی کو واسطہ نہیں بناتا یہ اس لئے کہ میں چاہتا ہوں کہ واسطہ کے متعلق لوگ یہ نہ سمجھنے لگیں کہ اس کو بھی کوئی دخل ہے اگر لوگوں کو کسی کا دخل معلوم ہو جائے تو پھر رشوتیں چلنے لگیں میں نے بزرگوں کے یہاں خادموں کو

لوگوں سے فرمائش کرتے ہوئے خود دیکھا ہے اور تو کیا اپنے ہی بزرگوں کے بعض خادموں کو دیکھا ہے میں ایسی باتوں پر مواخذہ کرتا ہوں۔ میں اس قسم کے معاملات میں کسی کا تعلق پسند نہیں کرتا اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی عہدہ کسی کا ممتاز ہو بلکہ یہاں پر مستقل رہنے والوں میں بھی ہر شخص اپنے کو یہی سمجھے کہ جیسے اور ہیں ایسا ہی میں ہوں۔ کسی کو کوئی خصوصیت نہیں اگر ایسا نہ ہو تو اب تو چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں پھر آگے گڑبڑ شروع ہو جائے۔ شیخ کے ساتھ ساتھ ان کی بھی دکان چلنے لگے اور نذرانہ اور چڑھاوے چڑھنے لگیں۔ میں نے بعض جگہ یہ بھی دیکھا ہے کہ لوگ مشائخ کے یہاں خصوصیت حاصل کر لیتے ہیں پھر جس سے چاہے شیخ صاحب کو ناراض کر دیں اور جس سے چاہے راضی کر دیں بڑے ظلم کی بات ہے۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ مقربین منکرنکیر بن جاتے ہیں ہمیشہ دوسروں کو تکلیف میں رکھتے ہیں۔ میرے یہاں بحمد اللہ یہ باتیں نہیں خدا کا شکر ہے۔

(ملفوظ ۲۲۳) تہذیب سے راحت پہنچتی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بدفہمی کا بازار گرم ہے ہر چیز کی حقیقت سے دور پڑے ہوئے ہیں اگر حقیقت سے باخبر ہو جائیں تو تمام گڑبڑ ختم ہو جائے اور اگر ختم بھی نہ ہو لیکن کم تو ضرور ہو جائے - اب یہی دیکھ لیجئے کہ لوگوں میں تعظیم تو ہے وہ یہ کہ پچھلے پاؤ ہٹیں گے دست بوسی کریں گے مگر تہذیب بالکل نہیں اور تعظیم سے راحت تھوڑا ہی پہنچتی ہے بلکہ فرعونیت بڑھتی ہے کہ عام کی تعظیم کو دیکھ کر اپنے کو بڑا سمجھنے لگے - راحت صرف تہذیب سے پہنچتی ہے۔ ادب تعظیم کا نام ہے ادب کی حقیقت کا حاصل ہے راحت رسانی- مگر اس وقت راحت بچاری کا تو کہیں نام نہیں۔ محض رسمی ادب تجویز کر لیا ہے جس سے متکبرین کے یہاں کا رنگ مشائخ کے یہاں نظر آنے لگا ہے کوئی دست بستہ کھڑا ہے کوئی سرنگوں بیٹھا ہے یہ مجلس کا رنگ ہوتا ہے مجھ کو بحمد اللہ ان

چیزوں سے طبعی نفرت ہے نہ میں نے اپنے بزرگوں کے یہاں یہ باتیں اور رنگ دیکھا نہ مجھ کو پسند ایک سادہ زندگی اور سادہ طرز دیکھا اور وہی پسند ہے-

(ملفوظ ۲۲۴) ادب سے گفتگو کی تعلیم

ایک صاحب سے بسلسلہ گفتگو فرمایا کہ تم اول پہلی بات کو ختم کرو دوسری کو اس میں نہ ملاؤ اور اگر اس بات کے متعلق میرے سوال کا آپ کے پاس جواب نہیں تو یہ ہی کہہ دو کہ میں پہلی بات کو ختم کر چکا اس کے متعلق میرے ذہن میں اور کچھ نہیں تب دوسری بات کہنے کی اجازت دے دونگا- یہ نہایت بد تہذیبی کی بات ہے کہ ایک بات میں دوسری بات کو گڈ مڈ کرنا چاہتے ہو- طریقہ سے گفتگو ہوا کرتی ہے بدون طریقے کبھی کسی بات کا نتیجہ نہیں نکلتا سوائے وقت کے خراب اور برباد کرنے کے- میں چاہتا ہوں کہ بات صاف ہو- تم الجھی ہوئی اور پیچ دار بات کر کے دونوں باتوں کو گڑبڑ کرنا چاہتے ہو اور وجہ اس کی صرف یہی ہے کہ کوئی شخص تمیز نہیں سکھلاتا اور میں سکھلاتا ہوں اور یہی میری اور لوگوں کی لڑائی ہے- میں سب کا تختہ مشق بنا ہوا ہوں- افسوس ہے لوگ موٹی موٹی باتیں بھی نہیں سمجھتے بلکہ سمجھانے پر بھی نہیں سمجھتے- مقصود سے بہت ہی بعد ہو گیا ہے- ایسی موٹی موٹی باتیں بھی ذہن میں نہیں آتیں- یہ لوگ تو میرے متعلق کہتے ہوں گے کہ ہم پر یہ کیا بلا مسلط ہوئی اور یہی میں بھی ان لوگوں کے متعلق کہتا ہوں کہ مجھ پر یہ کیا بلا مسلط ہوئی- کودنوں سے پالا پڑتا ہے- میں تو بزرگ نہیں جن کے یہاں انتظام جرم ہے- میں تو ایک طالب علم ہوں- ہر کام انتظام سے کروں گا اگر یہ پسند نہیں اور کہیں چلے جاؤ جہاں بزرگ ہوں میں کیا کسی کو روکتا ہوں یا اپنے پاس بلاتا ہوں-

۴ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۵۱ ھجری
مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۲۲۵) بے فکری کے کرشمے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دوسرے کو کوئی کام سپرد کر کے مجھ کو اطمینان نہیں ہوتا اس لئے کہ قریب قریب ہر شخص میں الا ماشاء اللہ بے فکری کا عام مرض ہے اس لئے اکثر سب کام خود ہی اپنے ہاتھ سے کرتا ہوں اس بے اطمینانی سے یہ آسان ہے کہ خود کام کر لے- میں نے ایک رسالہ حیلہ ناجزہ عورتوں کے ارتداد کی خبریں سن کر لکھنا چاہا مگر چونکہ اس میں علماء مالکیہ کی تصدیق کی ضرورت تھی اور وہ ہیں عرب میں اس لئے اس رسالہ کو تقریباً ڈیڑھ سال کے ہو گیا اس وقت تک تکمیل تو نہیں پہنچ سکا اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ دوسروں سے اس کا تعلق ہے- ایک صاحب نے عرض کیا کہ ہندوستان میں علماء مالکیہ نہیں ہیں اس وجہ سے یہ دشواری پیش آئی فرمایا کہ ان علماء نے چھ ماہ میں ایک دفعہ تو جواب دے دیا اگر بجائے ان کے ہندوستانی ہوتے تو چھ برس میں بھی جواب آنا مشکل تھا اور یہ سب بے فکری کے کرشمے ہیں-

(ملفوظ ۲۲۶) ایک ضروری رسالہ کی تصنیف کی ضرورت

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر ایک رسالہ ایسا اور لکھا جاتا کہ جس میں ہر پیشہ ور کے معاملات کے احکام کو اس میں شرعی حیثیت بصورت مسائل بیان کر دیا جاتا تو بڑی سہولت ہو جاتی- اس لئے کہ لین دین وغیرہ میں آج کل نئی نئی صورتیں پیدا ہو گئی ہیں اور اکثر احکام شرعیہ کے خلاف عملدر آمد ہو رہا ہے اور ان سے اجتناب کرنے کو لوگ دشوار سمجھتے ہیں یہ سب مشکلیں حل ہو جاتیں فرمایا کہ آپ آج کہہ رہے ہیں میں نے تو ایک عرصہ ہوا

اس وقت چاہا تھا کہ سب اہل معاملہ اپنے اپنے معاملات کو سوال کی صورت میں جمع کر کے مجھ کو دے دیں چاہے وہ تجارت پیشہ ہو یا زراعت پیشہ یا ملازمت پیشہ وغیرہ وغیرہ میں کوشش کر کے ان کے متعلق روایتیں جمع کردوں گا اور احکام بتلا دوں گا مگر کسی نے میری مدد نہ کی بڑے کام کی کتاب ہوتی- اسی کے متعلق میں نے حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا تھا کہ اگر کثیرۃ الوقوع معاملات پر دوسرے ائمہ کے مذاہب پر فتویٰ دیا جائے تو کوئی حرج تو نہیں- حضرت نے فرمایا تھا کہ کوئی حرج نہیں اس سے بہت ہی قوت ہو گئی تھی کہ اب تو کوئی مانع ہی نہیں رہا اور میں خود اس لئے نہیں لکھ سکا کہ مجھ کو معاملات یا واقعات ہی کی خبر نہیں اس لئے اگر تجارت پیشہ وزراعت پیشہ ملازمت پیشہ اہل صنعت و حرفت یہ سب ان چیزوں کے متعلق واقعات بصورت استفتاء جمع کر کے دے دیتے تو میں سوال و جواب کی صورت میں ان کے احکام جمع کر دیتا اگر کسی مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے مذہب پر جواز نہ نکلتا تو میں نے یہ طے کیا تھا کہ امام شافعی کے مذہب پر فتویٰ دے دوں گا- امام مالک کے مذہب پر فتویٰ دے دوں گا امام احمد بن حنبل کے مذہب پر فتویٰ دے دوں گا اور اگر ان سے بھی کوئی صورت نہ نکلے گی تو ان کی سہل تدابیر بتلاؤں گا کہ یوں کر لیا کرو جس صورت سے جواز نکل آتا اور اگر کوئی بات سمجھ ہی سے باہر ہوئی تو اس کا کوئی علاج نہیں معذوری ہے اور اب اتنے بڑے کام کی ہمت نہیں رہی- ضعف کے سبب تحمل نہیں تکلیف ہوتی ہے اب ایسا کام نہیں ہوتا- یوں متفرق کام تو ہوتے ہی رہتے ہیں- ان میں بعض کام تو ایسے درپیش آجاتے ہیں کہ ان میں محض نقل کی ضرورت ہوتی ہے وہ تو ہو جاتے ہیں باقی جن میں فکر و غور کی ضرورت ہوتی ہے ان سے ہمت کو قاصر پاتا ہوں آجکل جو میں نے رسالہ لکھا ہے اس کے ختم پر یہی لکھ دیا ہے-

(ملفوظ ۲۲۷) بڑے کام بڑے مقامات پر ہو رہے ہیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بڑے بڑے کام اور بڑی جگہوں میں ہو رہے ہیں میں نے تو چھوٹے چھوٹے کام لے لئے ہیں یہی ہو جایا کریں غنیمت ہے اور یہ وہ کام ہیں جن کو کوئی اور نہیں کر رہا- میں نے یہاں درس و تدریس کو بڑھایا نہیں اس لئے کہ مدرسہ دیوبند مدرسہ سہارنپور موجود ہے اور وہاں یہ کام بہت بڑے پیانہ پر ہو رہا ہے- اسی لئے میں نے یہاں کا نصاب محدود کر دیا ہے وہ چھاپ بھی دیا گیا ہے مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ باوجود بے سروسامانی کے بعض کام یہاں اس درجہ کا ہو رہا ہے کہ باسامانوں کے یہاں نہیں ہو رہا- یہاں پر نہ چندہ ہے نہ طلب ہے اور پھر حق تعالیٰ اپنے فضل سے کام چلا رہے ہیں یہ سب اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت ہے اور یہ ہی دعا ایک چیز ہے جو میرے پاس ہے ورنہ جو میری حالت ہے اور جیسے میرے اعمال ہیں ان کو میں ہی خوب جانتا ہوں-

(ملفوظ ۱۲۸) سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب کی الہیلی شان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل حب دنیا اکثر مشائخ اور علماء تک میں پائی جاتی ہے اور یہ چیز بحمد اللہ اپنے بزرگوں میں نہ تھی- مکہ معظمہ میں ایک ترکی شیخ تھے خلیل پاشاہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں نے سب جگہ کے علماء کو دیکھا مگر جیسے ہندوستان کے علماء ہیں ایسے اور کہیں کے علماء نہیں میں نے پوچھا کہ آپ نے ان میں کیا بات دیکھی انہوں نے ایک عجیب بات کہی کہ ہندوستان کے علماء میں حب دنیا نہیں دیکھی اور یہ بات الحمد اللہ ہے بھی کہ ان کے اکثر میں حب دنیا نہیں اللہ کا شکر ہے- پھر میں نے یہ بھی پوچھا خلیل پاشاہ سے کہ آپ ہندوستان کے کن علماء سے ملے ہیں- انہوں نے کہا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے- میں نے

دل میں کہا یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے علماء کے معتقد ہوئے- ان خلیل پاشاہ میری ملاقات کی وجہ ایک خواب ہے میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ تم خلیل پاشاہ سے ہی نہیں ملے میں نے خواب ہی میں کہا کہ ضرورت ہی کیا ہے- مقصود تو ایک ہی ہے اور اس کا حاصل ہونا ضروری ہے سو وہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت کی برکت سے حاصل ہے اس کے بعد دوسر طرق و ذرائع کا اہتمام کرنا ایسا ہے جیسے ایک راستہ مکہ معظمہ کا کراچی سے اور ایک چاٹگام سے اس شخص کو مکہ معظمہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ ایک راستہ یہاں پہنچنے کا چاٹگام سے بھی ہے اب یہ شخص چاٹگام واپس جائے اور وہاں سے پھر مکہ معظمہ آئے اس کی ایسی مثال ہے یہ میں نے خواب ہی میں کہا- پھر یہ خواب میں نے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیان کیا حضرت نے ان سے ملنے کا حکم دیا تب میں خلیل پاشاہ سے ملا لیکن صرف خواب کی بناء پر میں نے ملاقات نہیں کی بلکہ حضرت کے فرمانے سے ملاقات کی- حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں ایسی باتوں میں بڑی وسعت تھی- دوسرے مشائخ تو اپنے معتقدین کے لئے کسی دوسرے ملنا بھی گوارا نہیں کرتے نہ کہ خود حکم دیدیں حضرت کی بڑی الیبلی شان تھی- حضرت فن تصوف کے امام تھے مجدد تھے مجتہد تھے محقق تھے یہ سب کچھ جو یہاں دیکھتے ہو یہ حضرت ہی فیوض کے برکات ہیں-

(ملفوظ ۲۲۹) مرید کی روک ٹوک نہ کرنا خیانت ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل رسمی پیروں کے یہاں اخلاق مروجہ کا بڑا اہتمام ہے- محض اس خیال سے کہ آنے والے غیر معتقد نہ ہو جائیں یہ تو اچھی خاصی دکانداری اور تملق پرستی ہے مجھ کو ایسی باتوں سے بحمد اللہ طبعی نفرت ہے اور نہ اخلاق مروجہ مجھ کو پسند اور اگر ایسے اخلاق اختیار بھی کئے جائیں تو آنیوالوں کا کیا فائدہ ان کی حرکات سکنات پر اگر معاقبہ محاسبہ روک ٹوک ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے تو اصلاح کی کیا صورت ہے وہ تو جہل ہی میں مبتلا رہے میں اس

کو خیانت سمجھتا ہوں اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی مریض طبیب کے پاس جائے- طبیب بوجہ اخلاق کے نہ کوئی کڑوی دوا لکھے اور نہ پرہیز بتلائے تو جیسے یہ خیانت ہے ایسے ہی وہ شیخ بھی خائن ہے جو طالب کی اصلاح پر توجہ نہ کرے اور اس کے معتقد یا غیر معتقد ہونے کے ڈر سے ڈانٹ ڈپٹ روک ٹوک نہ کرے مجھ کو یہ تو آسان ہے کہ اصلاح کا کام بند کر دوں مگر یہ چاپلوسی اور خوشامد نہیں ہو سکتی- غیرت آتی ہے کہ طریق کو طالب بنایا جائے کتنے بڑے ظلم کی بات ہے-

(ملفوظ ۲۳۰) دنیا کی بیویاں حوروں سے افضل ہونگی

فرمایا کہ ایک شخص کا عجیب و غریب خط آیا ہے لکھا ہے کہ مجھ کو اپنی بیوی سے اس قدر محبت ہے کہ میں یہ دعا کیا کرتا ہوں کہ جنت میں مجھ کو حور کی ضرورت نہیں مجھ کو یہی بیوی دیدیجئے گا میں نے لکھا ہے کہ اس میں اتنی ترمیم اور کر دو کہ اگر دونوں چیزیں دینا منظور نہ ہوں تب یہی دیدینا اس پر فرمایا کہ جو بیویاں دنیا میں ملتی ہیں وہ جنت میں حوروں سے زیادہ اجمل اور افضل ہوں گی تو جب وہ اجمل اور افضل بھی ہوں گی تو اگر اجمل اور افضل کو ترجیح دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

(ملفوظ ۲۳۱) طلباء کا طبقہ بڑا ہوشیار ہے

ایک طالب علم نے علمی سوال کیا اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ پہلے اپنے اساتذہ سے حل کرو اگر پھر بھی کوئی اشکال باقی رہے تب دوسری جگہ سوال کرنے کا مضائقہ نہیں یہ طلبہ کا طبقہ بڑا ہوشیار ہوتا ہے اس کے جواب میں لکھتے ہیں یا کہتے ہیں کہ اساتذہ سے تو سوال کیا تھا مگر ان کے جواب سے تشفی نہیں ہوئی۔ میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ اپنا سوال اور اس پر استاد کی تقریر لکھ کر پھر اس میں جو اشکال ہے وہ لکھو تب جواب ملے گا بس اس پر ختم ہو جاتے ہیں۔

(ملفوظ ۲۳۲) ایک صاحب کو ملازمت ترک نہ کرنے کا مشورہ

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ملازمت ترک کرنا کسی طرح مناسب نہیں ترک ملازمت پر جو پریشانیاں لاحق ہوں گی کیا خبر ہے قلب ان کی برداشت کر سکتا ہے یا نہیں حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا کہ میرا ملازمت سے دل گھبراتا ہے اس وقت مولانا کا ایک مطبع میں دس روپیہ کا تعلق تھا اگر حضرت اجازت فرمائیں تو چھوڑ دوں حضرت نے جواب میں فرمایا کہ مولانا ابھی تو آپ پوچھ ہی رہے ہیں اور پوچھنا دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور خامی کی حالت میں ملازمت کا تعلق ترک کرنا موجب تشویش اور پریشانی کا ہوگا اور جب وہ کیفیت انقطاع کی پیدا ہو جائے گی دوسرے تم کو روکیں گے اور تم رسے تڑا کر بھاگو گے دیکھئے عدم رسوخ کی کیفیت کو حضرت نے خامی فرمایا یہی وہ چیز ہے جس کے پیدا کرنے کی طالب کے قلب میں شیخ سعی کرتا ہے اور یہی کیفیت وہ شے ہے کہ جب یہ غالب ہوتی ہے تو آدمی رسیاں اور بیڑیاں توڑا کر بھاگتا ہے صرف ایک ہی کی زنجیر میں اپنے کو جکڑا ہوا دیکھنا پسند کرتا ہے جس کی نسبت کہا گیا ہے ؎

گر دو صد زنجیر آری بگسلم
غیر زلف آں نگار مقبلم

اور کہا گیا ہے ؎

اسیرش نخواہد رہائی زبند
شکارش نجوید خلاص از کمند

اور یہ کیفیت بدون شیخ کامل کی صحبت کے حاصل ہونا مشکل ہے اس کے لئے ضرورت ہے کہ کسی کامل کی صحبت اختیار کرے اور اپنا کچا چٹھا اس کے سامنے رکھ دے اس کی تعلیم کے مقابلہ میں اپنی تمام اغراض اور خواہشات کو فنا

کر دے۔ مردہ بدست زندہ کا مصداق بن جائے اسی کو مولانا فرماتے ہیں؎

قال را بگذار مرد حال شو
پیش مردے کاملے پامال شو

جب انقیاد کا یہ حال ہو جائے گا اس وقت وہ کیفیت انشاء اللہ تعالیٰ قلب میں راسخ فرما دی جائے گی اور اس کیفیت کے پیدا ہو جانے پر پھر یہ حال ہو جائے گا کہ بزبان حال یہ کہے گا؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(ملفوظ ۲۳۳) مقامی علماء سے استفادہ کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عوام کے لئے بجز اس کے اور کوئی راہ نہیں کہ وہ ان علماء کا اتباع کریں جن پر ان کو صحیح ذریعہ سے اعتماد ہے۔ باقی یہ جو آج کل لوگوں میں بات پیدا ہو گئی ہے کہ سیاح درویش اور علماء کے پیچھے پڑے رہتے ہیں یہ بڑی اصولی غلطی ہے میں قصبہ مئو ضلع اعظم گڑھ گیا تھا وہاں وعظ ہوا۔ میں نے مجملہ اور مضامین کے ایک بات یہ بھی بیان کی تھی کہ بمقابلہ سیاح علماء کے تم کو شہر کے علماء کی زیادہ قدر کرنا چاہئے ان سے آپ کے تعلقات بھی ہیں ان کی پوری حالت بھی معلوم ہے اس سے ان کے حقوق آپ پر زیادہ ہیں گو خدمت سیاحوں کی بھی کر دیا کرو مگر تعلق و اتباع کے اعتبار زیادہ حق مقامی علماء کا ہے یہ سب حدود ہیں جن کا اس وقت کسی طبقے میں نام و نشان نہیں رہا۔

(ملفوظ ۲۳۴) غالی مبتدعین اور غالی غیر مقلدین کا غلو

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ غالی بدعتی ہمیشہ اہل حق کے درپے رہتے ہیں ان میں اکثر بد دین ہوتے ہیں جن میں دیانت کا نام نہیں ہوتا جو جی میں آتا ہے بدون تحقیق کے جس پر چاہتے ہیں فتوی لگانا شروع کر دیتے ہیں اور کسی کے

کلام میں تحریف کرنا تو ان کا ایک بائیں ہاتھ کا کام ہے ہمارے بزرگوں کی عبارتوں کو کھینچ تان کر برے محمل پر محمول کر کے ان کی طرف سے ان پر اعتراضات کئے گئے بعید سے بعید احتمالات نکال کر کفر کے فتوے لگائے گئے کیا ٹھکانا ہے اس عناد کا اور ان حضرات کی یہ شان تھی کہ بعید سے بعید توجیہ اور تاویل کر کے ایک مسلمان کی کفر سے حفاظت کرتے تھے فلاں خان صاحب نے ہمیشہ مجھ پر فتوے دئے مگر میں نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی کہ جس سے ان کے متعلق بدگمانی یا بد زبانی بھی مترشح ہو ہاں تحقیق کے درجہ میں ضروری حقیقت کو ضرور واضح کر دیا یہی حال غالی غیر مقلدین کا ہے خصوص بدگمانی اور بد زبانی کا مرض ان میں خصوصیت سے ہے شیعوں کی طرح تبرا ان کا بھی شعار ہے بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنا ان کے یہاں بھی ذریعہ نجات ہے ایسی غیر مقلدی نیچریت کی پہلی سیڑھی ہے اللہ بچائے۔

(ملفوظ ۲۳۵) گیارھویں کے سائل کو عجیب جواب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ایک مرتبہ رام پور گیا وعظ ہوا باوجود یہ کہ میں نے وعظ میں کوئی اختلافی مسئلہ بیان نہیں کیا مگر پھر بھی بعضوں کو شبہ ہوا کہ یہ ہمارے مسلک بدعت کا مخالف ہے اس کے امتحان کے لئے ایک صاحب میرے پاس آئے اور مجھ سے سوال کیا کہ گیارہویں کے متعلق کیا حکم ہے میں نے کہا کہ آپ جو سوال کرتے ہیں استفادہ مقصود ہے یا امتحان یا کیا کہا کہ استفادہ میں نے کہا کہ آپ کو میرا مبلغ علم معلوم نہیں دیانت معلوم نہیں تو یہ آپ کو کیسے اطمینان ہوا کہ میں صحیح جواب دوں گا اور وہ قابل عمل ہو گا آپ علماء شہر سے پوچھئے کہا کہ اچھا یہی سمجھ لیجئے کہ استفادہ مقصود نہیں امتحان ہی مقصود ہے میں نے کہا کہ میں مدرسہ دیوبند میں سالانہ ماہانہ امتحان دے چکا ہوں اب میں آپ کو امتحان دینا نہیں چاہتا اور نہ آپ کو امتحان لینے کا کوئی حق ہے بس اپنا سا منہ لیکر رہ گئے۔

(ملفوظ ۲۳۶) اہل حق سے سب خفا ہیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اہل بدعت حضرت مولانا شہید رحمتہ اللہ علیہ سے خصوصیت کی ساتھ خفا ہیں اور یوں تو اہل حق سے سب ہی خفا ہیں ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ ایک جگہ مولانا شہید کی ایک کتاب جس کا اول اور آخر کا حصہ نہ تھا پڑھی جارہی تھی چند بدعتی جمع تھے ایک بدعتی صاحب سنتے جارہے تھے اور یہ کہتے جارہے تھے کہ سبحان اللہ کیا مضامین ہیں کیا تحقیق ہے علماء ایسے ہونے چاہئیں اب ایسے علماء کہاں ہیں جب پڑھنے سے فراغت ہوگئی تو ان بدعتی صاحب نے پوچھا کہ یہ کس کی کتاب ہے پڑھنے والے نے کہا کہ حضرت شہید رحمتہ اللہ علیہ کی ہے تو وہ بدعتی کہتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ. ان لوگوں کی یہ حالت ہے گویا جان بوجھ کر قصداً اہل حق کی مخالفت کرتے ہیں یہ ان لوگوں کا دین ہے یہ ایسی ہی بات ہوگئی کہ جیسے ایک بزرگ کی بیوی ان سے غیر معتقد تھی ایک روز یہ بزرگ تصرف یا کرامت سے آسمان زمین کے درمیان اڑے اور اپنے مکان کے اوپر کو گئے ان کی بیوی گھر میں چند عورتوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی آسمان کی طرف جو نظر پڑی تو دیکھا کہ ایک شخص آسمان پر پرواز کر رہا ہے سب عورتوں نے اور ان کی بیوی نے بھی کہا کہ یہ شخص بہت ہی پہنچا ہوا ہے اپنے زمانہ کا کوئی قطب ابدال معلوم ہوتا ہے پھر یہ بزرگ مکان پر آئے تو ان کی بیوی نے کہا کہ آج ایک شخص آسمان کی طرف اڑ رہے تھے بہت ہی بڑے کوئی بزرگ ہیں ان بچاروں نے شکر ادا کیا کہ خیر چلو معتقد تو ہوئی اور خوشی میں بیوی سے کہا کہ وہ میں ہی تو تھا تو جواب میں کہتی ہے کہ اچھا تم تھے جب ہی ٹیڑھے اڑ رہے تھے اب بتلایئے اس کا کیا علاج یہ ہی قصہ ان بدعتیوں کا ہوا کہ کتاب کے مضامین کو سن کر تو معتقد اور سبحان اللہ اور یہ کہ کیسے مضامین ہیں کیا تحقیق ہے علماء کو ایسا ہونا چاہئے اب ایسے علماء کہاں ہیں اور جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت شہید صاحب کے مضامین

اور تحقیق ہے تو لاحول پڑھ دی۔

(ملفوظ ۲۳۷) بعض آدمی بہت ذہین ہوتے ہیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعضے آدمی بڑے ذہین ہوتے ہیں ایک مولوی صاحب میرے دوست ہیں بڑے ذہین ہیں ان سے ایک بدعتی نے کہا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام سے منع کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے منع کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ تم غلط کہتے ہو ہم آپ کی تعظیم سے منع نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی بے تعظیمی سے منع کرتے ہیں کیونکہ جب حضور کا ذکر تو کھڑے ہو کر کرتے ہو اور اللہ کا ذکر بیٹھ کر تو ذکر اللہ کی بے تعظیمی ہوئی۔ البتہ اگر اللہ کے ذکر کے وقت بھی کھڑے ہو جایا کرو ہم پھر ذکر رسول کے وقت کھڑے ہونے سے بھی منع کریں گے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا خیر یہ تو مولوی صاحب تھے ذہانت کی بات کہنا تعجب نہیں ایک عامی شخص لوہار نے ایک غیر مقلد مولوی صاحب سے پوچھا کہ سورہ فاتحہ اگر نماز میں نہ پڑھے تو نماز ہو گی یا نہیں کہا کہ نہیں ہو گی دریافت کیا کہ جو نماز کو قصداً ترک کرے کہا کہ وہ کافر کہا کہ جب فاتحہ نہ پڑھی تو قصداً نماز کو ترک کیا تو کافر ہو گیا اور آپ کہتے ہیں کہ کافر نہیں ہوا کوئی جواب نہ بن پڑا۔

۴/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۲۳۸) عوام کی چالاکی کا علاج

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل عجیب مذاق ہو رہا ہے بعض لوگ چھپا ہوا پورا رسالہ بھیج دیتے ہیں کہ اس کا جواب لکھ دو اب اگر لکھا جائے تو اتنی فرصت کہاں۔ اگر نہیں لکھتا ہوں تو کہیں گے کہ پھر یہ ملا اپنا فرض بھی ادا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جواب ذہن میں ڈال دیا۔ میں یہی لکھ دیتا ہوں وہ یہ

کہ اول یہ لکھو کہ تم کو بھی اس میں شبہات ہیں یا نہیں اگر نہیں تو جواب لینے کی ضرورت نہیں اور اگر ہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ تم کو جو شبہات ہیں ان کو ایک ایک کر کے مجھ سے پوچھو جواب ملے گا اسی طرح عمر بھر مجھ سے خدمت لیتے رہو مگر اس پر کوئی آمادہ نہیں ہوتا آنہ دو آنہ کے ٹکٹ لگا کر بے فکر ہونا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں کے دماغ یہیں پر درست ہوتے ہیں میں بحمد اللہ ان کی نبضیں خوب پہچانتا ہوں جہاں کچھ خود کرنا پڑتا ہے وہاں ان کی ترکی ختم ہو جاتی ہے دوسروں ہی کی گردن پر سوار ہونا آتا ہے یہ اللہ کا فضل ہے ہر ایک کام کی بات کی ایک تدبیر ذہن میں پیدا فرما دی ہے کہیں گاڑی نہیں اٹکتی یہ اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت ہے ورنہ یہ لوگ کہاں قبضہ میں آنے والے ہیں بڑے ہی چالاک ہیں لیکن یہاں چالاکی نہیں چلتی ایک ہی چھو میں سب جن بھوت بھاگ جاتے ہیں یہ لوگ اپنے کو بڑا ہی عقل مند اور بیدار مغز سمجھتے ہیں ان کی بیدار مغزی اور عقلمندی یہاں پر جھڑ جاتی ہے۔

(ملفوظ ۲۳۹) تعویذ کے بجائے دعا

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ یہ صاحب مولوی معلوم ہوتے ہیں لکھا ہے کہ میں نے یہاں پر درس شروع کیا ہے بدعتی لوگوں کی کثرت ہے مخالفت کرتے ہیں کوئی ایسا عمل یا تعویذ دے دیجئے کہ جس سے یہ کہنے کے مطابق کام کرنے لگیں۔ تعویذوں سے کام نکالنا چاہتے ہیں میں نے لکھ دیا کہ ایسے تعویذ گنڈے عاملوں کے پاس ہوتے ہیں میں عامل نہیں ہوں ہاں البتہ دعاء کرتا ہوں۔

(ملفوظ ۲۴۰) تعویذ گنڈوں سے طبعی انقباض

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مجھ کو تو تعویذ گنڈوں سے طبعی انقباض ہے مگر حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرما دیا کہ جو

کوئی آیا کرے اللہ کا نام لکھ کر دیدیا کرو میں نے عرض کیا کہ حضرت میں تو کچھ
جانتا ہی نہیں فرمایا کہ جو جی میں آیا کرے وہی لکھ دیا کرو اکثر ایسا ہی کرتا ہوں
قرآن کی کوئی آیت یا کوئی حدیث جو جی میں آتا ہے لکھ دیتا ہوں حضرت حاجی
صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی عامل نہ تھے مگر آپ کا اثر جنوں پر بھی تھا ایک جگہ اللہ
بخش گنگوہی کا اثر تھا وہاں گھر والا حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو لے گیا
اللہ بخش نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت آپ نے کیوں تکلیف فرمائی آپ
اگر صرف کہلا کر بھیج دیتے تو میں عدول حکمی نہ کرتا ایسا ہی ایک اور واقعہ
سہارنپور کا ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو لوگوں نے ایک مکان
میں ٹھیرا دیا اس میں جن کا بہت قوی اثر تھا حضرت کے ہمراہ حافظ محمد ضامن
صاحب بھی تھے وہ جن اخیر شب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اعتقاد
کا اظہار کیا اور اسی سے معلوم ہوا کہ اس جن کے خوف سے وہ مکان چھوڑ دیا گیا
حضرت نے اس کو نصیحت فرمائی اور اس نے توبہ کی پھر حضرت نے حافظ
صاحب سے ملنے کا مشورہ دیا اس نے کہا کہ آپ کے تو اخلاق سے جرات ہوئی
مگر حافظ ضامن صاحب کے جلال ہیبت سے ان سے ملنے کی ہمت نہیں ہوئی سو
ایسی برکات کے واقعات تو اپنے بزرگوں کے بہت ہیں مگر عملیات وغیرہ سے کسی
جن یا انسان کو مغلوب نہ فرماتے تھے یعنی عملیات کا شغل نہ تھا ایک مرتبہ میں
نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت
کوئی ایسا عمل بھی ہے جس سے جن مسخر ہو جائے فرمایا ہے۔ مگر ایک بات
پوچھتا ہوں کہ تم بندہ بننے کو پیدا ہوئے ہو یا خدا بننے کو خدا معلوم کس دل سے یہ
الفاظ حضرت نے فرمائے تھے سالہا سال کا شوق ایک منٹ میں ختم ہو گیا بلکہ
خود اس فن سے درجہ انقباض کا قلب میں پیدا ہو گیا اس ہی لئے میں کہا کرتا
ہوں کہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کرو ان کی صحبت کیمیا کا اثر رکھتی ہے خاک کو
کندن بنا دیتی ہے افسوس صحبت کے برکات لوگوں کو معلوم نہیں اسی صحبت کے
متعلق ارشاد ہے ۔

یک زمانے صحبت با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
صحبت نیکاں اگر یک ساعت است
بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است

اسی سے آج کل لوگوں کو وحشت ہے حالانکہ بدون صحبت کے فضول اور عبث سے نجات ملنا صرف دشوار ہی نہیں بلکہ عادۃً محال ہے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کے خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے جن کا یہ اعتقاد تھا کہ مولانا عامل ہیں۔ مولانا کا کشف بڑھا ہوا تھا فرمایا کہ نعوذ باللہ استغفر اللہ کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم عامل ہیں ارے کچھ خبر بھی ہے کہ عملیات سے نسبت باطنہ سلب ہو جاتی ہے یہ مسئلہ مولانا کے ارشاد سے معلوم ہوا۔ سبحان اللہ یہ حضرات کیسے حکیم تھے۔

(ملفوظ ۲۴۱) حضرت خواجہ عبیداللہ صاحب احرارؒ کا ارشاد

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نقشبندیوں میں اکثر توجہ دینے کا معمول ہے مگر ان ہی حضرات میں سے حضرت خواجہ عبیداللہ احرار کا ارشاد ہے کہ عارف راہمت نباشد۔ ہمت اصطلاح میں توجہ کو کہتے ہیں مقامات یعنی اعمال باطنہ میں اور ان عرفی عملیات توجہ وغیرہ میں منافات سمجھتے ہیں اسی سلسلہ میں فرمایا کہ بزرگوں کے حالات بھی عجیب و غریب ہیں میں تو ان حضرات کو عشاق کہا کرتا ہوں ان کے ہر قول و فعل سے عشق ہی مترشح ہوتا ہے حضرت مرزا صاحب جس روز شہید ہوئی ہیں اس روز صبح ہی سے بار بار یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

سر جدا کرد از تنم یار یکہ باما یار بود
قصہ کوتاہ کرد ورنہ درد سر بسیار بود

دیکھئے اس سے بھی اس طرف کا عشق اور اس کا کیسا غلبہ معلوم ہوتا ہے

(ملفوظ ۲۴۲) دنیا کے لئے بھی دعا عبادت ہے

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ پندرہ ہزار کا قرض دار ہوں بہت مرتبہ جی چاہا کہ حضرت کو لکھوں مگر محض اس خیال سے کہ دنیاوی معاملہ میں کیا حضرت کو تکلیف دوں نہیں لکھا آج ہمت کر کے لکھ ہی رہا ہوں میں نے لکھ دیا ہے کہ تم نے سخت غلطی کی دعاء کے متعلق تم کو معلوم نہیں وہ اگر دنیا کے لئے بھی کی جائے تب بھی دین اور عبادت ہی ہے ایک شخص یہاں پر آئے قرض دار تھے مجھ سے دعاء کے لئے کہا میں نے کہا کہ میں بھی دعاء کرتا ہوں تم بھی دعاء کرو کہنے لگے کہ اجی ہماری دعاء ہی کیا میں نے کہا کہ اس طرح تو نماز روزہ بھی چھوڑ دے کہ ہماری نماز ہی کیا ہمارا روزہ ہی کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سب اعمال میں دو حیثیتیں ہیں ایک حیثیت تو یہ ہے کہ اس کو اپنا کمال سمجھے اس حیثیت سے تو وہ قابل نظر نہیں اسی درجہ میں ارشاد ہوا ہے وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ الآیہ جب حضور کو ایسا حکم فرمایا گیا ہے اور تو کس کی مجال ہے کہ وہ دعویٰ کرے اور ایک حیثیت ہے کہ یہ حق تعالیٰ کا عطیہ ہے جو باوجود ہماری عدم اہلیت کے ہم کو عطاء ہوا ہے اس حیثیت سے وہ قابل نظر اور قابل قدر ہے غرض حق تعالیٰ کی نعمت کی تحقیر نہ کرے اور اس سے اپنی اہلیت کا گمان ہے کیونکہ ان کی نعمت باوجود عدم استحقاق کے بھی عطا ہوتی ہے اس باب میں شیطان کو بڑی معرفت تھی کہ جوتیاں سر پر پڑ رہی ہیں جس میں استحقاق نعمت کا وسوسہ بھی نہیں ہو سکتا اور اس حالت کو مانع عطا نہیں سمجھتا اور اس لئے مانگ رہا ہے اور مانگ بھی رہا ہے وہ جو آج تک کسی نے نہیں مانگا یعنی رَبِّ اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ

(ملفوظ ۲۴۳) حضرت حکیم الامت کا اصول

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری بدنامی کا راز یہ ہے کہ میں کسی کا تابع بنا نہیں چاہتا لوگ تابع بنانا چاہتے ہیں میں کہتا ہوں کہ نہ تم میرے تابع ہو اور نہ میں تمہارا تابع ہوں اصول صحیحہ کے تم بھی تابع رہو اور میں بھی بس یہ راز ہے میری بدنامی کا کہ مجھ سے کسی کا تابع نہیں بنا جاتا۔

(ملفوظ ۲۴۴) حضرت حکیم الامت کی خدمت میں حاضری کی برکت

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے جس میں اپنی حالت لکھی ہے کہ ہر معصیت کرنے کو جی چاہتا ہے اور یہ بھی ارادہ کر لیتا ہوں کہ اب گناہ نہ کروں گا لیکن پھر ہو جاتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اپنے کو گنہگار سمجھتا ہوں میں نے لکھ دیا کہ جہاں سارے گناہ کرتے ہو اور رغبت سے کرتے ہو وہاں ایک گناہ بے رغبتی سے بھی کر سکتے ہو وہ یہ کہ چند روز کسی گنہگار کے پاس رہو (مراد مصلح ہے اور چونکہ مقصود اپنے پاس رہنے کا مشورہ دینا ہے اس لئے گنہگار سے تعبیر کیا) مگر شرط یہ ہے کہ تم اس کو گنہگار نہ سمجھنا پھر فرمایا کہ ابھی ان کا قلب مردہ نہیں ہوا انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد اس مرض سے نجات ہو جائے گی اگر توجہ کی۔ دیکھئے کیا جواب آتا ہے۔

۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشبہ

(ملفوظ ۲۴۵) اصل سلوک

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک عامل بالحدیث لکھنو سے آئے تھے کئی روز قیام کر کے آج چلے گئے بڑے جوشیلے آدمی ہیں بیعت ہونے کے لئے کہتے تھے میں نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں پھر تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ میں فلاں

غیر مقلد عالم سے بیعت بھی ہو چکا ہوں میں نے کہا کہ اب تو اور بھی ضرورت نہیں دوسرے اگر ان کو معلوم ہوا تو ممکن ہے کہ وہ برا مانیں میں نے یہ بھی کہا کہ بعض مشائخ کو تو اس کی پروا نہیں ہوتی اور بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں ان پر اثر ہوتا ہے جیسے استاد شاگرد کے تعلق میں بعینہ یہی تقسیم ہے اور حمد اللہ تعالیٰ میری طبیعت اس قسم کی ہے کہ اپنے سلسلہ کا آدمی اگر کسی دوسرے سلسلہ میں چلا جائے تو کبھی پروا نہیں ہوتی اگر چلا ہی گیا تو لے کیا گیا ہاں دے گیا وہ کیا دے گیا یعنی راحت مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کو اس سے کدورت ہو جاتی ہے اور کدورت سے نفرت اور نفرت سے عداوت تک کی نوبت آجاتی ہے اور یہ کھلا نقص ہے میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ ایک شیخ کے ہوتے ہوئے بشرطیکہ متبع سنت ہو تم نہ مردوں سے ملو نہ زندوں سے اس سے آدمی گڑبڑ میں پڑ جاتا ہے بس یہ مذہب رکھو ۔

دل آرا میکہ داری دل درو بند
دگر چشم از ہمہ عالم فروبند

کہنے لگے کہ میں نے بعض لوگوں سے مشورہ لیا انہوں نے کہا کہ کوئی حرج نہیں یہ بیعت سلوک ہو گی اور پہلی بیعت توبہ میں نے کہا کہ انہوں نے بیعت میں کیا عہد لیا تھا کہا کہ کتاب و سنت کا اتباع اور امر بالمعروف نہی عن المنکر۔ میں نے کہا کہ بس یہی یہاں ہے اور یہی سلوک ہے تو دونوں ایک ہی چیز ہوئیں۔

(ملفوظ ۲۴۶) بیعت میں تعجیل مناسب نہیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کسی کی تصانیف کے دیکھنے سے کیا ہوتا ہے جب تک آدمی اس کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لے اور اس کی ہر حالت نہ دیکھ لے بدون اس کے معتقد ہونے کا کچھ اعتبار نہیں اس ہی لئے میں بیعت میں تعجیل کو منع کیا کرتا ہوں اور میں طالبین پر بدگمانی نہیں کرتا وہ دعوی

اعتقاد میں سچے سہی مگر میں بھی تو ان کو دیکھ لوں یہ تو تعلق طرفین کا ہے اس میں دونوں جانب سے احتیاط ضروری ہے باقی تصانیف میں یا وعظ میں کوئی گالیاں تھوڑا ہی بھر دیتا ہے اچھی ہی باتیں لکھتا یا بیان کیا کرتا ہے اس لئے میں وعظ سن کر یا تصانیف دیکھ کر معتقد ہونے والے کا اعتبار نہیں کیا کرتا اس کو چاہئے کہ اپنی آنکھوں سے پاس رہ کر سب حالت دیکھے اس پر بھی اگر اعتقاد باقی رہے وہ قابل اعتبار ہے ورنہ قابل اعتبار نہیں۔

(ملفوظ ۲۴۷) مسئلہ فیض قبور ظنی ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فلاں غیر مقلد عالم نے فیض قبور کا بڑے زور شور سے رد لکھا ہے حالانکہ مسئلہ ظنی ہے اس میں ایسے جزم سے حکم نہ کرنا چاہئے بیچارے سمجھے ہی نہیں۔ جماعت حقہ کے خلاف یا ان کا غلو کے ساتھ رد وہی کرے گا جو حقیقت کو نہیں سمجھا۔ ہمارے بزرگوں کی جماعت حقہ پر حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ ان پر حقیقت کو واضح کر دیا گیا۔ پھر ایک غیر مقلد عالم کا ذکر فرمایا کہ ایسے رہتے تھے بیچارے گمنام یہاں رہتے ہوئے کسی بات میں دخل نہیں دیا اگر ایسے غیر مقلد ہوں تو کوئی شکایت نہیں ہمیں کسی سے عداوت نہیں بغض نہیں۔ ایک غیر مقلد عالم یہاں پر آئے تھے۔ تھے بیچارے سلیم الطبع میں نے ایک سلسلہ گفتگو میں ان سے کہا کہ صاحب سب مدار اعتماد پر ہے آپ حضرات کو ابن تیمیہ کے ساتھ حسن ظن ہے ان پر اعتماد ہے یہ سمجھتے ہو کہ وہ جو کہتے ہیں قرآن و حدیث سے کہتے ہیں گو فتوے کے ساتھ اس کے دلائل کا ذکر نہ کریں چنانچہ میرے پاس ان کی بعض تصانیف ہیں دھڑا دھڑ لکھتے چلے جاتے ہیں نہ کہیں آیت کا پتہ نہ حدیث کا مگر پھر بھی آپ کو اعتماد ہے بس اسی طرح ہم ائمہ مجتہدین پر حسن ظن اور اعتماد رکھتے ہیں کہ وہ بھی کتاب و سنت کے خلاف نہ کہیں گے اگرچہ ان کے کلام میں مذکور نہ ہو غرض ہم بھی اعتماد پر ہیں تم بھی اعتماد پر ہو یہاں تک تو ایک ہی بات ہے اب آگے فرق صرف یہ رہ

گیا کہ ایک طرف ابو حنیفہ ہیں اور ایک طرف ابن تیمیہ ترجیح کا فیصلہ خود کر لو۔

(ملفوظ ۲۴۸) بعض غیر مقلدین کی بے باکی

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض غیر مقلدین بیباک ہوتے ہیں میں ان کے متعلق اپنی حالت کہتا ہوں کہ جو شخص تقلید مجتہدین کو حرام کہتا ہے میں اپنے قلب میں اس سے نفرت پاتا ہوں اور اگر جواز کا قائل ہو گو واجب نہ سمجھے اس سے نفرت نہیں پاتا ورنہ اس سے قلب میں بعد ہوتا ہے اور بعض تو اس مسئلہ میں بڑے ہی سخت ہیں اس تقلید کو شرک کہتے ہیں بڑی دلیری کی بات ہے۔

(ملفوظ ۲۴۹) شیخ کی متابعت میں نفع

ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ اگر اپنی حالت کچھ سمجھ میں نہ آوے تو شیخ کو یہی لکھ دینا چاہئے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا اس سے بھی بڑا نفع ہوتا ہے۔ غرض حالات کی اطلاع ہر حال میں ضروری ہے اور اس کے ساتھ ہی بڑی چیز یہ ہے کہ متابعت ہو انس ہو یہ بڑی دولت ہے اس کی لوگ قدر نہیں کرتے اکثر بڑے بڑے مجاہدوں سے وہ کام نہیں ہوتا جو اس سے بن جاتا ہے ایسے شخص کے کام بنانے کو خود شیخ کا جی چاہتا ہے مگر عجائے اس انقیاد کے اکثر لوگ اپنی ہی گاتے پھرتے ہیں حقیقت کی خبر خاک بھی نہیں۔

(ملفوظ ۲۵۰) ایک نواب صاحب کو نصیحت

فرمایا کہ ایک نواب صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ کسی نے میری طرف سے یہ کہا ہے کہ میں حضرت کی شان میں گستاخی کرتا ہوں استغفر اللہ یہ مجھ پر محض تہمت ہے ہمارا تمام خاندان ہمیشہ سے اس سلسلہ کا معتقد رہا اور ہے میں نے جواب میں لکھا کہ مجھ سے کسی نے نہیں کہا اور نہ آپ کی شکایت کی۔ البتہ میں آپ کی شکایت کیا کرتا ہوں کہ آپ کی صحبت اچھی نہیں

لہذا اب کہتا ہوں کہ آپ اس طرف توجہ کریں اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کریں پھر فرمایا کہ اگر وہ مجھ کو یہ نہ لکھتے تو میں خود ان کو یہ نہ لکھتا اس میں بڑی حکمت اور مصلحت ہوئی اب انشاء اللہ تعالیٰ ان پر اثر ہوگا۔

۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۲۵۱) مولویوں کو حقیر سمجھنے کا عام مرض

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل ملانوں کے حقیر اور ذلیل سمجھنے کا مرض عام ہوگیا ہے ایک صاحب کا خط آیا تھا انگریزی میں باوجود اس کہ وہ جانتے تھے کہ یہ انگریزی نہیں جانتا اس کا منشاء ہی تحقیر ورنہ کیا اتنی رعایت بھی ضروری نہ سمجھتے میں نے عربی میں جواب لکھا ان کو بھی معلوم ہو کہ ہماری بھی رعایت نہیں کی گئی پھر خط آیا کہ گستاخی ہوئی کہ میں نے انگریزی میں عریضہ لکھ کر روانہ کیا دماغ سیدھا ہو گیا۔ یہ لوگ ملانوں کو حقیر ذلیل دنی کم حوصلہ پست خیال تاریک دماغ سمجھتے ہیں مگر یہاں سب کی روشن دماغی کا پتہ چل جاتا ہے ایسے بد دماغ لوگوں کے لئے جی چاہتا ہے کہ ان کے دماغوں کی اصلاح کی جائے تاکہ ان خردماغوں کو پتہ چلے کہ ملانوں میں بھی اسپ دماغ ہیں اور یہ مرض ملانوں کو حقیر اور ذلیل سمجھنے کا اس قدر عام ہوا ہے کہ نہایت کم حیثیت کے لوگ بھی تو آکر بیحد بے فکری کا برتاؤ کرتے ہیں۔ مثلاً آکر کہتے ہیں کہ تعویذ دیدو بس اب یہ نہیں کہتے کہ کس چیز کا تعویذ سمجھتے ہیں کہ آگے پوچھنا ان کا کام ہے پھر ملانوں کے نرم برتاؤ دیکھ دیکھ کر لوگ یہ سمجھ گئے کہ یہ لوگ بے حس ہوتے ہیں مگر میں ان سے پوچھا کرتا ہوں کہ کیا بازار میں جاکر دکاندار سے بھی اس طرح کہتے ہو کہ لالہ جی سودا دیدو اور سودے کا نام نہ لیا جاوے تو کیا یہ بات پوری ہوگی یا ادھوری کہتے ہیں کہ ادھوری تو میں پوچھتا ہوں کہ یہاں کیوں ادھوری بات کہی تب آنکھیں کھلتی ہیں۔

(ملفوظ ۲۵۴) کتا پالنے کی ممانعت میں حکمت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخین کی روایت ہے
کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لعنت ہو ایسی عورتوں پر جو بال نوچتی
ہیں اور بدن گودتی ہیں اور دانتوں کے درمیان رخ کھولتی ہیں یہ سب زینت کے
لئے کرتی تھیں ایک عورت نے کہا کہ تم ایسی عورتوں پر لعنت کرتے ہو انہوں
نے فرمایا ایسوں پر کیوں نہ لعنت کروں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
لعنت فرمائی ہو اور قرآن میں بھی اس پر لعنت آئی ہو اس عورت نے کہا میں نے
تمام قرآن پڑھا اس میں تو ان پر لعنت نہیں آئی فرمایا کہ تم نے قرآن کو پڑھا ہی
نہیں ورنہ قرآن میں موجود ہے کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ
فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ الخ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جس بات کا رسول تم کو حکم
دیں اس کو کرو اور جس چیز سے منع فرمادیں اس سے باز رہو کہا ہاں پڑھی ہے
فرمایا بس حضور نے اس سے منع فرمایا ہے مطلب یہ کہ یہ حدیث قرآن کے متن
کی شرح ہو گئی اور حدیث میں ایسے کرنے والے پر لعنت آئی ہے۔ پر ان چیزوں
کا موجب لعنت ہونا اس طرح قرآن میں بھی مذکور ہے پھر فرمایا کہ صاحب جن
چیزوں کو قرآن و حدیث میں صراحۃً منع کیا ہے ان کو ہی لوگوں نے کونسا چھوڑ
دیا اسی میں صدہا شبہات نکال دیتے ہیں میں ایک مرتبہ ریل میں سفر کر رہا تھا
ایک جنٹلمین بھی اسی درجہ میں سفر کر رہے تھے جن کے پاس ایک کتا بھی تھا
کہنے لگے معلوم نہیں کہ شرع نے اس کے پالنے کو کیوں منع کیا ہے حالانکہ اس
کے اندر فلاں فلاں خوبیاں ہیں میں نے کہا کہ اس کے دو جواب ہیں ایک جواب
خاص اور ایک جواب عام آپ کون سا جواب چاہتے ہیں کہا کہ دونوں فرمادیجئے
میں نے کہا کہ جواب عام تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے
پالنے سے منع فرمایا ہے مگر اس جواب عام سے ان کی کہاں تسلی ہو سکتی تھی کہا
کہ جواب خاص کیا ہے میں نے کہا کہ جواب خاص یہ ہے کہ اس میں ساری

خوبیاں ہیں لیکن اس میں ایک کمی اتنی ہے کہ ساری خوبیوں پر پانی پھر گیا وہ کمی یہ ہے کہ اس میں قومی ہمدردی نہیں آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک کتے کا دوسرے کتے کو دیکھ کر کیا حال ہوتا ہے بس پھر کیا تھا بے حد محظوظ ہوئے اور کہا کہ بس آج حقیقت معلوم ہوئی عجیب فہم کے آدمی تھے حقیقت کو تو معمولی بات سمجھا اور محض نکتہ کو حقیقت سمجھا میں ایک بار بریلی گیا تھا وہاں ایک تحصیلدار ملے انہوں نے بیان کیا کہ میں علی گڑھ کالج میں گیا تھا وہاں کے طالب علموں میں اس جواب کا بڑا چرچا تھا اور نہایت پسند کیا جارہا تھا حالانکہ اس جواب کا درجہ ایک شاعرانہ نکتہ سے زیادہ نہیں یہ ہے ان لوگوں کا فہم اور عقل۔

(ملفوظ ۲۵۴) اپنے بزرگوں کی عجیب شان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے کہ سب کچھ تھے مگر اپنے کو مٹائے ہوئے فنا کئے ہوئے تھے اس ہی لئے آج کل کے اکثر علماء اور مشائخ نظروں میں نہیں سماتے نہ پسند آتے ہیں ان حضرات میں ایک عجیب شان تھی جو بیان میں بھی نہیں آتی اور کسی کے دریافت کرنے پر بھی بتلائی نہیں جاسکتی بس اتنا ہی کہا جاسکتا ہے

نور حق ظاہر بود اندر ولی
نیک بیں باشی اگر اہل دلی
مرد حقانی کے پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

وہاں نہ خاص لباس تھا نہ خدم نہ حشم نہ عمامہ نہ چوغہ نہ پٹکا نہ اگالدان نہ پاندان نہ خاصدان لیکن صورت دیکھ کر بیساختہ یہ کہنا پڑتا تھا

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند
دلبر است کہ باحسن خدا داد آمد

اس کے مقابلہ میں ایک دوسری شان کے بزرگ کا واقعہ یاد آیا ایک

مولوی صاحب کسی امیر کے یہاں مہمان تھے وہ خود واقعہ بیان کرتے تھے کہ مجھ کو شب کو پاخانہ جانے کی ضرورت ہوئی جب فارغ ہو کر پاخانہ سے نکلے سنتری نے ٹوکا کون وجہ ٹوکنے کی یہ تھی کہ جس پاخانہ میں مولوی صاحب گئے تھے وہ خاص تھا ملازموں کو اس میں جانے کی اجازت نہ تھی اس کو شبہ ہوا کہ شاید کوئی ملازم غلطی سے چلا گیا اس لئے ٹوکا مولوی صاحب کہتے تھے کہ اگر میں دیو بندیوں کی طرح اس وقت یہ کہتا کہ میں ہوں حقیر فقیر پر تقصیر تو پٹتا کہ حقیر فقیر یہاں کیوں گھنے آیا تو وہ مولوی صاحب کہتے تھے کہ میں نے للکار کر کہا ہم ہیں مولانا صاحب دہلی والے اور تو کیا بکتا ہے اور دیکھ تجھ کو صبح کو درست کرایا جائے گا بس پھر کیا تھا لگا ہاتھ جوڑنے غرض نہ تواضع اس قدر ہو کہ ایسے موقع پر حقیر پر تقصیر کہے اور نہ اس قدر ترفع کی ضرورت کہ ہم ہیں مولانا صاحب دہلی والے بس یہ کہہ دے کہ بھائی میرا فلاں نام ہے اور مہمان ہوں سو یہ جامعیت اپنے ہی بزرگوں میں دیکھی۔

(ملفوظ ۲۵۴) بد فہم آدمی سے تعلق رکھنا نہیں چاہیئے

ایک صاحب کی اس غلطی پر کہ خلاف قاعدہ ایک پرچہ لیکر دینے لگے (جیسے آگے معلوم ہو گا) مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ نا معقول دور ہو خبردار جو کبھی یہاں آیا یا کبھی کوئی خط بھیجا میں ایسے بد فہم آدمی سے تعلق ہی رکھنا نہیں چاہتا باوجود اصول اور قواعد کے معلوم ہونے کے پھر یہ حرکت کہ لیٹر بکس لگا ہوا ہے حالات کے پرچہ اس میں پڑتے ہیں اور خود بھی کئی مرتبہ اس میں پرچہ ڈال چکا ہے مگر صبح میری چھاتی پر پرچہ لیکر آچڑھا دریافت کرنے پر کہتا ہے کہ قواعد کی ضرورت ہی نہیں اس لئے میں نے اس عمل سے اس کو ضرورت قواعد کی بتلائی ہے اس کو یہ تو معلوم ہو کہ ستانے پر یہ ہوا کرتا ہے ایسے ایسے کوڑ مغز بد فہم بد عقل یہاں پر آکر مرتے ہیں جن کو ذرا احساس نہیں کہ ہماری اس حرکت سے دوسرے کو اذیت تو نہ پہنچے گی اب کان اور آنکھیں کھل گئیں اب ایسی حرکت نہ

کرے گا اس پر مجھ کو لوگ مشورہ دیتے ہیں کہ نرمی کرو کیا یہ بد فہم نرمی کے اہل ہیں عرض کیا کہ مجھ سے حضرت کو سخت تکلیف پہنچی للہ معاف فرمائیے۔ فرمایا کہ اتنا ستانے کے بعد اقرار کیا اب کیسے زبان کھلی جب سے تو قفل لگا ہوا تھا پہلے تو قواعد کی ضرورت کا انکار تھا اب کیسے سب باتیں سمجھ میں آگئیں پھر فرمایا اس وقت یہاں سے اٹھ جاؤ دیکھ کر تغیر ہوتا ہے اور اب وطن واپس جا کر خط و کتابت کرنا وہاں سے حالات لکھنا یہاں رہتے ہوئے مکاتبت مخاطبت سب بند چلو رخصت۔

(ملفوظ ۲۵۵) فقہاء کے کمال کے دلائل

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فقہاء کا اگر کوئی بھی کمال نہ معلوم ہو تو ان کے استنباطات ہی ان کے کمال کی کافی دلیل ہیں کیا ٹھکانا ہے ان حضرات کی نظر کے دقیق ہونے کا۔ آج کل تو دعوے ہی دعوے ہیں کمالات ان کے تھے۔

(ملفوظ ۲۵۶) مالی انتظام کے لئے قدرے ضرورت بخل

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مالی انتظام کے لئے تھوڑے سے بخل کی ضرورت ہے بدون بخل کے انتظام غیر ممکن ہے۔ اگر کوئی کہے کہ جس قدر منتظم ہیں کیا سب بخیل ہیں واقعی بخیل ہیں گو وہ بخل شرعی نہیں مگر بخل لغوی ضرور ہے مولانا خوب فرماتے ہیں ؎

اے بسا امساک کز انفاق بہ
مال حق راجز بامر حق مدہ

(ملفوظ ۲۵۷) ایک طالب علم کی عقل پر اظہار افسوس

فرمایا کہ ایک طالب علم کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ علم کی محبت بڑھانے کے لئے کوئی تعویذ یا دوا تحریر فرمادیں میں نے صرف یہ لکھا ہے کہ افسوس اس

عقل پر پھر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ذہن میں دعاء ہو گی لیکن دوا لکھا گیا مگر میں نے تو دوا ہی کی بناء پر جواب لکھا ہے۔

(ملفوظ ۲۵۸) مال حرام کی نحوست

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مال حرام کی بڑی ہی نحوست ہوتی ہے حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ عمارت میں حرام مال مت لگاؤ یہی وجہ ہے کہ آج کل کی عمارتیں جلدی منہدم ہو جاتی ہیں اور پہلے لوگوں کے مال حلال تھے ان کی عمارتیں اب تک بجنسہ موجود ہیں۔

(ملفوظ ۲۵۹) راہ طریقت میں پہلا کام شیخ کامل کی تلاش ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس راہ میں قدم رکھنے سے قبل اس کی سخت ضرورت ہے کہ شیخ کامل کو تلاش کر لے بدون شیخ کامل کے اس میں قدم رکھنا خطرہ سے خالی نہیں ہزاروں دشوار گذار گھاٹیاں اس راہ میں ہیں اور شیخ کامل سے مراد ولی اور بزرگ نہیں ماہر فن مراد ہے جو اس راہ کا واقف کار ہو ورنہ بہت سی غلطیوں کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے غلطی کی ایک مثال بیان کرتا ہوں ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ کبھی تکبر بشکل تواضع ہوتا ہے اسی طرح کبھی ریاء بشکل اخلاص ہوتی ہے۔ سو ان چیزوں میں فرق کرنے اور پہچاننے کے لئے شیخ کامل کی ضرورت ہے اور ان سب میں زیادہ باریک اور نازک چیز اخلاص ہے۔ بزرگوں نے تصریح کی ہے کہ بعض اوقات اس کا پتہ بھی نہیں چلتا کہ کہیں اخلاص میں تو کمی نہیں ہو گئی۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ جب پتہ نہیں چلتا تو ہم اس کے مکلف بھی نہیں ہوں گے۔ جواب یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ بدون تدقیق نظر کے پتہ نہیں چلتا تو ہم اس کے مکلف بھی نہیں ہوں گے۔ جواب یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ بدون تدقیق نظر کے پتہ نہیں چلتا اور بعد تدقیق پتہ چل جاتا ہے اور تدقیق فعل اختیاری ہے۔ ایک

تابعی بزرگ کی حکایت ہے کہ دوسرے تابعی بزرگ کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ میں نیت درست کر رہا تھا اتنے میں نماز سے فراغت ہو گئی۔ نیت درست کرنے کی تفصیل ایک مثال سے معلوم ہو گی مثلاً یہاں جنازے آتے ہیں بعض کی نماز میں خود پڑھاتا ہوں اور بعض کے لئے دوسروں کو کہہ دیتا ہوں سوچنے کی بات ہے کہ اس تفاوت کی بناء کیا ہے وہ ایک وجدانی اور ذوقی بات ہے وہ یہ کہ جنازہ کی نماز میت کے حقوق اسلام میں سے ہے اس کا مقتضا یہ تھا کہ سب مسلمانوں کے جنازہ کے ساتھ یکساں معاملہ ہو مگر پھر فرق ہونا کیا وجہ پس وہی اخلاص اور عدم اخلاص کا مسئلہ ہے جہاں بجز حق اسلام کے اور کوئی بھی داعی ہو جیسے قرابت دوستی وجاہت وہاں تو خود پڑھاتا ہوں ورنہ بعض اوقات دوسروں سے کہہ دیتا ہوں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صرف حق اسلام ہی سبب نہیں بس یہی کمی ہے اخلاص کی پس اس معیار سے پہچاننا بوجہ عادت نہ ہونے کے مشکل ہے چنانچہ آج کل لوگ ان چیزوں سے واقف تک بھی نہیں۔

(ملفوظ ۲۶۰) انسان بننا بہت مشکل ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آدمی سب کچھ بن سکتا ہے بزرگ قطب غوث ابدال لیکن انسانیت کا پیدا ہونا اور انسان بننا مشکل ہے اور جب تک یہ نہیں اہل نظر کی نظر میں کچھ بھی نہیں ایک بار عبداللہ ابن مبارک مسجد سے باہر آئے تو نمازیوں کا مجمع نماز پڑھ کر جارہا تھا آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ محمد اللہ یہ سب جنت کی بھرتی ہیں مگر آدمی اس مجمع میں دو تین ہی ہوں گے بس یہی آدمیت وہ چیز ہے جس کی بدولت میں بد نام ہوں میں نہ بزرگی تقسیم کرتا ہوں نہ کرامت نہ قطبیت نہ غوثیت اگر کسی کو ان کی ضرورت ہو تو کہیں اور جاؤ میں تو صرف انسان بناتا ہوں اگر انسان بننا ہو یہاں پر آؤ۔ مولوی ظفر احمد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہیں ایک روز خواب میں حضرت حاجی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا عرض کیا کہ حضرت دعاء فرما دیجئے کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں فرمایا کہ صاحب نسبت تو ہو لیکن اصلاح کراؤ اور وہ بھی اپنے ماموں سے (میں مراد ہوں) تب مولوی ظفر احمد نے اس طرف رجوع کیا تو آخر باوجود صاحب نسبت ہونے کے جو پھر اصلاح کی طرف توجہ دلائی وہ اصلاح کیا ہے مراد اس سے وہی انسانیت ہے مگر لوگ اس کو بھلا کر اپنی ہی بگھارتے پھرتے ہیں۔

(ملفوظ ۲۶۱) فکر میں اعتدال کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب تک آدمی فکر سے کام نہیں لیتا اکثر غلطیوں کا شکار بنا رہتا ہے فکر سے کام لینے میں غلطیوں کا بہت کم صدور ہوتا ہے مگر فکر میں بھی غلو نہ ہو ایسے فکر سے بھی اللہ بچائے۔ ایک حافظ صاحب تھے ان میں بے فکری کا مرض زیادہ تھا ان سے میں نے کہا کہ سوچ کر کام کیا کرو اور سوچ کر بات کہا کرو لیکن جب گھر کی ہی عقل نہ ہو تو کوئی دوسرا ساتھ ساتھ تھوڑا ہی پھرے گا آپ نے اول بسم اللہ فکر اور سوچ کی ریل سے شروع کی۔ یہاں سے روانگی ہوئی بیوی بچے ساتھ جب ان کو ریل میں سوار کر چکے چنوں کو جی چاہا ریل سے اتر کر چنے خریدنے کا ارادہ کیا۔ اب کھڑے سوچ رہے ہیں کہ منشا اس خریدنے کا حظ نفس تو نہیں خریدوں یا نہ خریدوں اسی میں ریل نے سیٹی چلنے کی دیدی لیکن ان کا مراقبہ ختم نہ ہوا تھا حتی کہ ریل چلدی اب یہ اسٹیشن پر اور بیوی بچے ریل میں سخت پریشانی مجھ کو یہ قصہ معلوم ہوا میں نے کہا کہ عقل مند یہ مراقبہ اس طرح کرنا چاہئے تھا کہ چنے خرید کر اور ریل میں بیٹھ کر سوچتے کہ واقعی اس کی ضرورت ہے یا محض حظ نفس سبب ہے اگر ضرورت نہ سمجھتے تو کسی کو دیدیتے یا بیوی بچوں کو ہی دیدیتے سو اس طرح کی فکر غلو ہے اسی طرح ہر فکر میں اعتدال چاہئے مثلاً بعضے لوگ اخلاص کی فکر میں اتنا غلو کرتے ہیں کہ اصل عمل ہی رہ جاتا ہے اسی اصل پر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا

کرتے تھے اگر ریا سے بھی کوئی عمل کرتا ہو تو اس کو کرتا رہے ترک نہ کرے اول اول ریا ہو گی پھر عادت ہو جائے گی اور عادت سے عبادت ہو جائے گی کیسی حکیمانہ تحقیق ہے مایوسی کا کہیں نام و نشان نہیں۔ سو بعض اوقات شیطان ریا کا اندیشہ دلا کر ساری عمر کے لئے عمل سے روک دیتا ہے جو بڑا خسارہ ہے پس عمل کر لو چھوڑو مت تو اخلاص کے فکر میں بھی اتنا غلو نہ چاہئے کام میں لگے رہو اگر کوتاہی مظنون یا محتمل ہو استغفار سے اس کا تدارک کر لو غرض کہ کام میں لگو۔

(ملفوظ ۲۶۲) ایک غیر مقلد عالم کی درخواست بیعت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہر ضروری چیز کا قلب میں جواب رکھ دیا ہے میں اس نعمت پر حق تعالیٰ کا بڑا شکر گذار ہوں ان کی عطاء ہے رحمت ہے نعمت ہے یہاں ایک غیر مقلد آئے تھے سماع موتی اور فیوض اہل قبور کے مسئلہ پر میری تقریر سن کو بہت خوش ہوئے اور بیعت کی درخواست کی میں نے کہا کہ تعجیل سے کام نہ لیجئے پھر تھوڑی دیر بعد میں کہا کہ میں ایک غیر مقلد عالم سے بیعت بھی ہو چکا ہوں میں نے کہا کہ پھر اب تو اور بھی ضرورت نہیں دوسری جگہ بیعت ہونے کی کہا کہ کیا یہ مسئلہ حدیث میں ہے عالم آدمی تھے بڑے چوکنے ہوئے کہ حدیث میں کہاں ہے میں نے کہا کہ حدیث شریف میں ہے۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ۔یعنی من ایذاء د المسلمین ایک مقدمہ تو یہ ہوا۔ دوسرا مقدمہ مشاہد ہے کہ بعض شیوخ کو اس سے تکدر اور اذیت ہوتی ہے دوسرے حب فی اللہ مامور بہ ہے اور اس تکدر سے حب فی اللہ میں کمی ہو جاتی ہے نیز تجربہ سے بھی یہ مضر ہے اس لئے کہ کبھی اس تکدر کی وجہ سے باہم عداوت ہو جاتی ہے تو یہ بواسطہ مفضی ہو جائے گا ضرر کا اور خود اس کی بھی حدیث میں ممانعت آئی ہے آنکھیں کھل گئیں کہ اے اللہ یہاں تو ہر بات حدیث سے ثابت ہے اور اس پر عمل ہے کہنے لگے

ہمارے جماعت کے لوگ تو حدیث حدیث کرتے پھرتے ہیں مگر سمجھتے خاک بھی نہیں اس پر بڑا ناز ہے کہ ہم عامل بالحدیث ہیں اور کہنے لگے کہ ہماری جماعت بھول میں ہے یہاں پر تو بالکلیہ حدیث ہی پر عمل ہے۔

(ملفوظ ۲۶۳) صانع حقیقی پر نظر

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے صانع حقیقی پر نظر ہونے میں میری یہ حالت ہے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسے بچہ کے ہاتھ میں قلم دے کر اور باپ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کریما کی ایک سطر لکھے تو یہ بچہ خوش ہے کہ میں نے لکھا حالانکہ باپ کی شفقت ہے کہ اپنے فعل کی نسبت اس کے خوش ہونے کے لئے اس کی طرف کر رکھی ہے میں کیا عرض کروں واللہ اپنا ایمان بھی پورا اختیاری نہیں معلوم ہوتا اس لئے اپنے ایماں پر بھی اعتماد نہیں اور عمل گو اختیار میں ہے مگر اختیار تو اختیار میں نہیں وہ کسی ایسے کے ہاتھ میں ہے جو نہایت رحیم کریم اور شفیق ہے ان باتوں سے اچھی طرح نظر آئے گا کہ ایمان بھی پورا اختیاری نہیں اسی طرح کوئی کمال کوئی حال۔ ارشاد ہے۔ لَوْلَا اَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلاً

(ملفوظ ۲۶۴) فقہاء اور صوفیاء کے علوم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علوم تو فقہاء اور صوفیاء ہی کے ہیں سبحان اللہ چنانچہ جن چیزوں میں غامض اور دقیق علوم کی ضرورت ہے وہاں اجمالی سکون تو ہوا نصوص سے اور تفصیلی تسلی ہوئی صوفیہ کے کلام سے اور ہمیشہ سکون اور راحت ان کے ہی کلام سے ہوتی ہے اور سب وساوس کا دفعیہ ان ہی حضرات کے کلام میں ہے یہ عمق تک پہنچتے ہیں راہ کو بے غبار کر دیتے ہیں طالب کو کھلی آنکھوں نظر آنے لگتا ہے کہ یہ حقیقت ہے یہ دوسروں کے کلام میں یہ بات نصیب نہیں ہوتی۔

۱۰ر جمادیت الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دو شنبہ

(ملفوظ ۲۶۵) انسان کی حقیقت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان اپنی یاد اور ذہن و حافظہ و ایمان اور عمل پر کیا ناز کرے۔ اس کی ہستی اور وجود ہی کیا ہے یہ جو کچھ بھی ہے سب ان کا فضل اور عطاء اور رحمت ہے بندہ پر کہ تمام نعمتوں سے نواز رکھا ہے کیرانہ کا میرا واقعہ ہے کہ ایک کتاب پڑھنے میں مشغول ہو گیا جس سے عصر کی اذان نہ سنائی دی اور بادل تھا روشنی کا بھی انداز نہ ہوا اور اس بناء پر عصر کی نماز کا بھی وقت نکل گیا۔ مغرب کے وقت اپنے گمان میں عصر سمجھ کر مسجد میں گئے تو آذان ہوتے ہی اور حسب عادت فوراً جماعت کھڑی ہو گئی تعجب ہوا کہ کچھ بھی توقف کیا آخر جب امام نے جہر کیا تب معلوم ہوا کہ مغرب کا وقت ہے خود تھانہ بھون ہی کا میرا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت گھر کا راستہ بھول گیا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے میں خود نے سنا ہے ورنہ یقین بھی نہ آتا فرماتے تھے کہ ایک روز ایک خط کا جواب لکھا اور جب دستخط کرنے لگا اپنا نام بھول گیا یہ حقیقت ہے انسان کی جس پر یہ اسقدر نازاں ہے۔

(ملفوظ ۲۶۶) بصیرت فی العلم کیلئے بزرگوں کی صحبت کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بصیرت فی العلم کے لئے کسی بزرگ کی صحبت کی ضرورت ہے یعنی پہلے صحبت ہو اور اس کے بعد علوم حاصل کرے تو بے حد نافع ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے معدہ اگر اپنی اصلی حالت پر نہ ہو تو وہ لطیف سے لطیف غذا اور دوسری چیزوں کو باہر پھینک دیتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ پہلے طبیب سے معدہ کی اصلاح کرائے تب غذا کھائے تو نافع ہے۔

(ملفوظ ۲۶۷) تدابیر باطنیہ کی مثال

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس طریق میں علاوہ اعمال کے جس قدر چیزیں ہیں اشغال و مراقبات سب کا درجہ تدابیر کا ہے اور یہ سب اعمال مقصودہ ہی کی معین سمجھ کر اختیار کی جاتی ہیں۔ ان کو بدعت کہنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص طبیب جسمانی کی تدابیر کو اس لئے بدعت کہے کہ یہ تدابیر قرآن و حدیث میں وارد نہیں حالانکہ محل بدعت کا افعال ہیں نہ کہ تدابیر ایک نو عمر خان صاحب یہاں پر آئے تھے چند روز یہاں پر رہ کر وطن واپس ہو گئے اور مجھ کو لکھا کہ مجھ میں کبر کا مرض ہے یہاں کے زمانہ قیام میں میں نے ان کی حالت و سلامت طبع کا اندازہ کر لیا تھا۔ آدمی فہیم اور سمجھدار ہیں میں نے ان کو لکھا کہ اس ہی مضمون کو پانچ خطوط میں لکھ کر میرے پاس بھیج دو میں نے یہ سمجھ لیا کہ ان کے لئے یہ پانچ مرتبہ لکھنا بڑا مجاہدہ ہے اس سے مرض کا ازالہ ہو جائے گا۔ ایسا ہی ہوا کہ انہوں نے پانچ مرتبہ سے بھی کم لکھا تھا مرض کا ازالہ ہو گیا اب اس میں بدعت کی کون سی بات ہے کیونکہ یہ مثل دیگر تدابیر طبیہ کے ایک تدبیر تھی جس سے ایک اتنے بڑے خبیث مرض سے ایک مسلمان کو نجات مل گئی جو برسوں کے مجاہدہ اور ریاضات سے بھی میسر ہونا مشکل ہوتا ہے جو ایک سہل تدبیر سے حاصل ہو گئی۔

(ملفوظ ۲۶۸) حق تعالیٰ شانہ کے حکم کو خلاف حکمت سمجھنا کفر ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی ہر مجلس میں شاگردوں کا ایسا افادہ فرماتے تھے کہ جیسے شیخ اپنے مریدوں کا افادہ کیا کرتا ہے اکثر باتیں اسی وقت کی دل میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ مولانا کی عجیب شان تھی بڑا جامع علم تھا ایک مرتبہ کو مولانا نے شیطان کے کافر

ہونے کی وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ اس نے اپنی رائے کو خدا تعالیٰ کے حکم پر ترجیح دی اور حق تعالیٰ کے حکم کو خلاف حکمت بتلایا اس طرح سے کہ افضل کو حکم دینا کہ مفضول کو سجدہ کرو۔ اس کو خلاف حکمت بتلایا سبحان اللہ کیسے کام کی بات فرمائی یہ اس پر فرمایا تھا کہ اس وقت وقف علی الاولاد کا مسئلہ بعض نیچریوں نے شائع کر کے اس کی مصلحت اور میراث کی مضرت کہ اس میں جائداد ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے بیان کر کے وقف کرنے کی رائے دی تھی اور نواب صاحب چھتاری نے اس کی نقل بھیج کر استفتاء کیا تھا کہ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں اس پر ارشاد فرمایا تھا کہ فی نفسہ تو یہ وقف جائز ہے لیکن اس وقت جو اس محرک کے نزدیک اس کا منشا ہے کہ میراث کے حکم شرعی کو مضر اور خلاف حکمت کہا جاتا ہے اس کے اعتبار سے اس پر عمل جائز نہیں اب میں کہتا ہوں کہ اگر شریعت نے اسی مصلحت سے یہ مسئلہ میراث کا مقرر کیا ہو کہ جائداد کے ٹکڑے ہو جائیں اور کوئی طاغی اور باغی دنیادار نہ بنے تو آگے کلام کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

(ملفوظ ۲۶۹) قوت قلب کے لئے بچوں سے دل بہلانا اکسیر ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک روز میں نے شرح اسباب اس قصد سے دیکھی کہ اپنی کم خوابی کی کوئی تدبیر اس سے سمجھ کر اس کا استعمال کروں مگر جتنے اسباب اس میں لکھے تھے سب کو اپنے اندر پایا اس لئے مقصود حاصل نہ ہوا غور سے یہ سمجھ میں آیا کہ ہر سبب ہر درجہ میں مرض میں موثر نہیں بلکہ جو معتدبہ درجہ میں ہو اور اس کی تشخیص صرف ماہر فن کر سکتا ہے اسی سے سمجھ لینا چاہئے کہ آج کل جو مدعیان عقل قرآن و حدیث کے سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ فضول سر گردانی کرتے ہیں اور اپنی حماقت اور جہل کا اظہار کرتے ہیں ہر فن کے کچھ مبادی اور اصول ہوتے ہیں بدون ان کی سمجھ میں آنا کارے دارد

حالانکہ یہ کتابیں خود ابھی محتاج دخل ہیں چنانچہ شرح اسباب میں غالباً لکھا ہے کہ ایک دن کے بخار سے ایک سال کی قوت جاتی رہتی ہے اب اس میں ایک بات یہ بھی لکھنے سے رہ گئی کہ اسی طرح بعد صحت ایک دن میں ایک سال کی قوت آ بھی جاتی ہے یہ میرے نزدیک شرح اسباب میں کمی ہے اسی طرح کتب طبیہ میں قوت قلب کے لئے اموال کا مالک ہونا اور بچوں سے دل بہلانا قابل اضافہ ہے ایک طبیب مجلس میں بیٹھے تھے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت شیخ نے مال کے مالک ہونے کو تو لکھا ہے فرمایا چلو ایک بات رہی بچوں سے دل بھلانے کی اس کو بھی کہیں سے نکالو یہ بھی ضروری چیز ہے اور شرح اسباب میں ہونا چاہئے جب کتب طبیہ کہ ان میں دخل کی گنجائش ہے غیر ماہر کی سمجھ میں نہیں آئی تو جس شریعت میں کسی کے دخل کی بھی گنجائش نہیں اس میں کوئی **محققیت** کا دعویٰ کرے بجز نادانی کے کیا کہا جاوے۔

(ملفوظ ۲۷۰) ترجمہ مقصود سمجھنے کے لئے کافی نہیں

ایک صاحب ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ نرا ترجمہ مقصود سمجھنے کے لئے کافی نہیں ہوتا انگریزی میں ایک شخص نے لفظ عبداللہ کا ترجمہ کیا تھا اوبے ڈلا اور اخبار میں چھپا کرتا تھا ایک انگریز کا بچہ بیمار ہوا ڈاکٹر نے انگریزی میں گدھی کا دودھ بتلایا اس نے خانساماں کو سمجھانے کے لئے ڈکشنری دیکھی اس میں اس لفظ کا ترجمہ گدھا لکھا تھا اس نے خانساماں سے کہا کہ ایک گدھا لاؤ وہ ایک نر خرید کر لے گیا وہ میم صاحب کہتی ہیں کہ یہ نہیں یہ تو صاحب کا موافق ہے ہمارا موافق لاؤ یعنی گدھی لاؤ۔ میں ایک مرتبہ ڈھاکہ گیا نواب سلیم اللہ خان صاحب نے مدعو کیا تھا انہوں نے میری تفسیر بیان القرآن کو منگانے کے لئے میری معرفت سہارنپور تار دیا وہاں اس کا ترجمہ کیا گیا لوہے کا کنواں سہارنپور والوں نے مجھ کو لکھا کہ کیا لوہے کے کنویں سے مراد نل ہے اور کتنا عرض اور طول ہو۔ ایک انگریز حاکم کے پاس ایک مسلمان پیشکار تھے یہ دفتر پہنچے وہ انگریز

ان کو دیکھ کر کہنے لگا کہ تم آج موٹا فکیر ہے انہوں نے کہا کہ نہیں حضور نہ میں موٹا ہوں پتلا دبلا ہوں اور نہ فقیر ہوں اللہ نے سب کچھ دے رکھا ہے تو کہتا ہے کہ ہم یہ کہتا ہے کہ تم موٹا فکیر معلوم ہوتا ہے انہوں نے پھر یہی جواب دیا جھلا گیا کہ تم نہیں سمجھتا اور ایک کتاب اٹھا کر لا کر اور وہ مقام کھول کر ان کے سامنے رکھا کہ ہم یہ کہتا ہے اس میں متفکر لکھا تھا تو متفکر کی یہ گت بنی کہ موٹا فکیر ہو گیا تب انہوں نے کہا کہ حضور یہ تو متفکر ہے کہ ہاں ہاں ہم یہی کہتا تھا تم سمجھا نہیں وہ بیچارے سمجھتے ہی کیسے۔ ایک انگریز کے اجلاس میں ایک گائے کا مقدمہ پیش ہوا دو شخصوں میں اس پر جھگڑا تھا وکلاء نے انگریز کو معاملہ سمجھایا انگریز نے کہا کہ اس گائے کو عدالت کے سامنے حاضر کرو اجلاس دو منزلہ پر تھا وکلاء نے کہا کہ وہ یہاں پر نہیں آسکتی کہا کیوں نہیں آسکتی جب سب آتے ہیں وہ کیوں نہیں آسکتی تب وکلاء نے اس کو اوپر سے دکھلایا بہت ناراض ہوا اور کہا کہ تم گائے گائے کہتا ہے یوں کیوں نہیں کہتا کہ بیل صاحب کا میم صاحب۔

(ملفوظ ۲۷۱) حاکم قوم میں خداداد حوصلہ ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حکومت والی قوم کی عالی ظرفی حوصلہ خداداد ہوتا ہے کسی کے بنائے تھوڑا ہی بنتی ہے یا نصیب ہوتی ہے۔ ایک ترک طواف کر رہے تھے ایک شخص نے جیب کاٹ لی ہاتھ پکڑ کر ایک چپت رسید کیا اور گنی چھین لی اور پھر طواف شروع کر دیا اور ایک حرف زبان سے نہیں کہا یہ عالی ظرفی تھی۔ آخر کوئی بات تو ان کے اندر ہوتی ہے کہ حکومت کی خدمتیں ان کے سپرد ہیں اور ہم ان سے محروم ہیں۔

(ملفوظ ۲۷۲) حرم شریف میں تین سو ساٹھ اولیاء رہتے ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ حرم شریف میں تین سو ساٹھ اولیاء اللہ ہر وقت حاضر رہتے ہیں

غالبًا مراد اکثر اوقات ہوں گے پھر حضرت نے خود اپنی ایک حکایت بیان فرمائی کہ مجھ کو ایک بار کوئی باطنی اشکال پیش آیا جس سے میں پریشان ہو گیا آخر میں حرم شریف میں گیا وہاں پہنچ کر میں نے دل ہی دل میں کہا کہ تم تین سو ساٹھ کسی مرض کی دوا بھی ہو یہ خیال آنا تھا کہ ایک شخص آئے اور مجھ پر نظر کی اور وہ اشکال رفع ہو گیا۔

(ملفوظ ۲۷۳) مردہ طریق زندہ ہونا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنے فن کے امام تھے مجتہد تھے مجدد تھے محقق تھے۔ حضرت کی ذات بابرکات سے عالم کو بڑا فیض ہوا۔ بیشمار گم کردہ راہوں کو راہ مل گئی حضرت کی بدولت فن سلوک کی درسگاہیں کھل گئیں آپ کی دعاء کی برکت سے صدیوں کا مردہ طریق زندہ ہو گیا اب صدیوں ضرورت نہیں اور جب ہو گی حق تعالیٰ اور اپنے کسی خاص بندے کو پیدا فرمادیں گے۔

(ملفوظ ۲۷۴) شریعت و طریقت ایک ہی چیز ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جھک مارتے ہیں جو ایسا کہتے ہیں کہ شریعت اور طریقت دو چیزیں ہیں ایک ہی چیز ہے مگر سہولت تعبیر کے لئے اصطلاحاً اعمال ظاہرہ کے احکام کو شریعت کہتے ہیں۔ اور اعمال باطنہ مامور بہا کے احکام کو طریقت۔ یہ صوفیہ کی اصطلاح ہے جو محض سہولت تعبیر کے لئے الگ الگ نام رکھ لیا ہے اس اعتبار سے دو کہہ سکتے ہیں لیکن ان جاہلوں کی جو مراد ہے کہ دونوں میں تنافی بھی ہو سکتی ہے یہ جہل محض ہے یہ تو جاہلوں کی غلطی تھی اور آج کل ایک غلطی میں اہل علم تک مبتلا ہیں کہ اوراد اور وظائف کو طریق سمجھتے ہیں اور کیفیات کو ثمرہ جو محض غلط ہے نہ اوراد و وظائف طریق ہیں اور نہ کیفیات ثمرہ بلکہ اعمال ہی طریق ہیں اور مقصود رضاء حق ہے اس سے

آگے تحریف ہے ان ہی باتوں کی بدولت تو طریق بدنام ہوا اور اس میں لوگوں کو شبہات پیدا ہوئے۔

۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۲۷۵) ایک وزیر کی ذہانت

حضرت والا نے اپنے ملازم سے فرمایا کہ دوات میں ڈالنا ہے حوض سے پانی لے آؤ وہ کٹورا بھر لائے اس پر فرمایا کہ دوات کے تناسب سے پانی لانا چاہئے تھا اس پر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ سفر میں ایک حسین لڑکی پر ایک باوجاہت آدمی نے دعوی کیا کہ یہ میری لڑکی ہے اور تھی وہ ایک غریب قوم کی لڑکی۔ وزیر کے یہاں مقدمہ آیا اس نے طرفین کا بیان سن کر عجیب فیصلہ دیا۔ اس لئے کہ شہادت دونوں طرف نہ تھی دونوں مسافر تھے سفر کا معاملہ تھا۔ وہ فیصلہ یہ کیا کہ وزیر نے لڑکی سے کہا کہ ہم دوات میں پانی ڈالیں گے وہ ایک بڑا کٹورا بھر کر لائی وزیر نے کہا کہ یہ لڑکی اس غریب کی ہے اس لئے کہ یہ دوسرا شخص لکھا پڑھا ادمی ہے کیا اس نے کبھی دوات کے لئے لڑکی سے پانی نہیں مانگا ہوگا اگر یہ اس کی لڑکی ہوتی تو بقدر ضرورت پانی لاتی عجیب فیصلہ ہے اور گو صرف اتنا شرع میں کافی نہیں لیکن اس کے بعد جھوٹا آدمی بالضرور اقرار کر لینے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اقرار شرع میں حجت ہے۔

(ملفوظ ۲۷۶) عورتوں کا عجیب طریقہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان عورتوں کا بھی عجیب طبقہ ہے۔ ان کی باتوں کے نہ کہیں سر ہوتا ہے نہ پیر ہانکنے سے غرض۔ میں نے ایک بار دیوبند میں عورتوں کے جلسہ میں عورتوں کے عادات و رسوم کے متعلق بیان کیا بعد وعظ ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ عورتیں بہت ہی حیرت میں ہیں کہ ان کو ہمارا کچا چٹھا کس طرح معلوم ہو گیا کہ یہ ایسا کرتی ہیں ایسا کرتی ہیں میں نے کہا

کہ ان کو یہ جواب دیتا کہ میں بھی تو گھر والا ہوں اور گھر میں عورتیں ہیں اگر میں بے گھرا ہوتا تو تعجب کی بات تھی۔ کچھ رسوم دیکھنے سے معلوم ہوئیں کچھ تجربہ کار بیبیوں سے پوچھ کر اسی سے اصلاح الرسوم مرتب ہو گئی۔ ایک شخص نے اصلاح الرسوم کے متعلق تماشا کیا کہنے لگے کہ مجھ کو پہلے رسوم کے ادا کرنے میں بڑی دقت ہوتی تھی عورتوں سے پوچھنا پڑتا تھا اور اب اصلاح الرسوم دیکھ کر سب رسوم کو پوری کر لیتے ہیں۔ عجیب ذہین آدمی تھے۔

(ملفوظ ۲۷۷) محبت میں رعایت کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جوان متکبرین کے ساتھ ایسا ضابطہ کا برتاؤ کرتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ملانوں کو ذلیل سمجھتے ہیں میں ان سے اکثر پوچھا کرتا ہوں کہ حکام کے ساتھ بھی تم ایسا برتاؤ کر سکتے ہو۔ کہتے ہیں کہ نہیں میں پوچھتا ہوں کیوں۔ کہتے ہیں کہ وہاں ڈر ہے میں کہتا ہوں کہ یہاں محبت کا دعویٰ ہے محبت میں تو اور بھی رعایت کی ضرورت ہے محبت کے حقوق تو سب سے بڑھ کر ہیں نیز ڈر کے موقع پر تو بے احتیاطی کرنے سے اپنے ہی کو تکلیف ہوگی اور محبت کے موقع پر محبوب کو۔

(ملفوظ ۲۷۸) نوکر کو حقیر سمجھنا غلط ہے

ایک صاحب کے سوال جواب میں فرمایا کہ تعجب ہے تاجر کو تجارت کا معاملہ کرکے کوئی حقیر نہیں سمجھتا اور نوکر کو نوکری کے معاملہ میں حقیر سمجھتے ہیں حالانکہ مقتضا انصاف اور عقل کا یہ ہے کہ جب ہم تاجر کو حقیر نہیں سمجھتے تو نوکر کو کیوں حقیر سمجھیں تاجر کے ساتھ بھی عقد معاوضہ ہے اور نوکر کے ساتھ بھی عقد معاوضہ صرف فرق یہ ہے کہ تجارت میں معقود علیہ اعیان ہیں اور نوکری میں منافع۔ سو اس کو تحقیر میں کیا دخل پھر اس کو حقیر سمجھنے کا حق کیا ہے۔

(ملفوظ ۲۷۹) حب دنیا کی بڑی خرابی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر مالانوں کے ذلیل سمجھنے کی وجہ کچھ نہ پوچھو یہ خود بھی ذلیل ہوئے انہوں نے دنیاداروں کی چاپلوسی اور خوشامد میں بھی حد ہی کر دی ان لوگوں سے اپنی اغراض کو وابستہ سمجھ کر یہ طرز تملق کا اختیار کیا اس لئے ذلیل ہوئے اب تو ذلیل سے ذلیل آدمی بھی ان کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ یہ تمامتر خرابی حب دنیا کی ہے۔

(ملفوظ ۲۸۰) احکام کی چند اقسام

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ احکام کی چند قسمیں ہیں۔ ایک دیانات جیسے نماز ہے روزہ ہے۔ زکوۃ ہے۔ حج ہے دوسری معاملات جیسے لین دین ہے بیع و شرا ہے اور یہ سب احکام خداوندی ہیں مگر لوگوں نے ان کو فہرست سے نکال ہی دیا حالانکہ جزو دین ہے لیکن اس کی لوگوں کو قطعاً پرواہی نہیں۔ نہ اس پر عمل ہے نہ اس کا احساس ہے صرف چند چیزوں کا نام دین رکھ لیا ہے کس قدر ظلم کی بات ہے کہ گویا شریعت مقدسہ میں کتربونت شروع کر دی اور یہ سب نیچریت کے غلبہ کا اثر ہے خدا اس کو ناپید کرے اس کی بدولت بڑی گمراہی پھیلی۔

(ملفوظ ۲۸۱) انگریزی خواں کثرت سے بد تہذیب ہوتے ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انگریزی خواں کثرت سے بد تہذیب ہوتے ہیں۔ ایک ایسے ہی صاحب مجھ کو لکھتے ہیں کہ فلاں مسئلہ کی اگر اس طرح تحقیق بیان کی جاتی تو بہت زیادہ مناسب تھا میں نے لکھا کہ اس میں دو ہی صورتیں ہیں یا تو آپ کے نزدیک میں اس تحقیق کو جانتا ہوں یا نہیں جانتا اگر جانتا ہوں تو آپ نے اپنی تحقیق کا اظہار کیوں کیا اور اگر نہیں جانتا تو میں تحقیق ہی کیا بیان کر سکتا ہوں جبکہ جانتا ہی نہیں کیونکہ دوسرے کے مجملاً بتلانے سے مہارت و بصیرت نہیں ہو سکتی لہذا جو جانتا ہو اس کے پاس یہ خط بھیجو اس کے بعد

ایک سوال کا بھی جواب نہیں دیا میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ بد فہم سے پیچھا چھوٹا۔ اعتراض کون کون سا مشکل ہے مشکل تو کام کرنا ہے اعتراض کرنے میں تو صرف زبان ہلانا پڑتی ہے ان بد فہموں کو تو ایسے ہی خشک جواب دینے چاہیں تاکہ ان کی روشن دماغی ڈھیلی ہو۔ آج کل علماء نے ان کو رعایتی جواب دے دے کر ان کے دماغ خراب کر دیئے حالانکہ ان میں سوال کرنے کی بھی تو قابلیت نہیں سوال کرنے کے واسطے بھی تو نصف علم کی ضرورت ہے۔ پھر اپنے کو عقل مند اور دوسروں کو بے وقوف سمجھتے ہیں۔ ایسے خردماغوں پر میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ طالب علموں میں بھی اسپ دماغ ہیں۔ ایک شخص نے باوجود ہندوستانی ہونے کے بلا ضرورت انگریزی میں خط لکھا میں نے جوں توں پڑھوا کر عربی میں جواب لکھا جس کا پڑھنے والا بھی ان کو میسر نہیں ہوا دماغ ٹھیک ہو گیا پھر اردو میں خط آیا اور معذرت چاہی۔ اور یہ مرض لیاقت بگھارنے کا تو اب عربی طلباء میں بھی پیدا ہو گیا ہے ایک عربی خواں نے بلا ضرورت مجھ کو عربی میں خط لکھا میں نے اس کی مصلحت پوچھی جواب دیا کہ اہل جنت کی زبان عربی ہے میں نے لکھا کہ کیا اگر تم یہاں آؤ گے تو قسم کھا کر لکھو کہ تب بھی عربی ہی میں گفتگو کرو گے بس سیدھے ہو گئے یہ کمبخت مرض جاہ کا عالمگیر ہو گیا ہے کثرت سے ہر طبقہ کے لوگوں کو اس میں ابتلاء ہو گیا ہے مگر الحمد للہ یہاں پر تو اچھی طرح خبر لے لی جاتی ہے۔ اور دوسری جگہ یہ بات نہیں۔ بس یہی وجہ ہے کہ مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے اب دیکھئے یہ حب جاہ ہی کے تو کرشمے ہیں کہ مخلوق الکشنوں اور ممبریوں کے لئے ہزاروں لاکھوں روپیہ صرف کرتے ہیں زکوۃ کا ایک پیسہ دیتے ہوئے دم نکلتا ہے نیز علاوہ روپیہ کے وقت بھی صرف کرتے ہیں راتوں اور دنوں کا آرام و چین جاتا رہتا ہے دربدر ذلیل و خوار ہوتے پھرتے ہیں سو یہ مرض واقعی بڑا ہی سخت مرض ہے ایک مرتبہ میرے پاس قصبہ کی سرپنچی کے متعلق کلکٹر کا خط آیا جس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں اس کے لئے ہندو مسلمانوں میں اختلاف تھا ایک ہندو ڈپٹی کلکٹر نے کلکٹر کو یہ رائے دی کہ اس کو

(یعنی مجھ کو) تجویز کر دو کسی کو اختلاف نہ ہو گا چنانچہ اس نے فریقین کی رضا لے کر خط بھیج دیا میں نے لکھ دیا میں آپ کی عنایت کا شکر گذار ہوں لیکن میرا نشوونما مذہبی فضا میں ہوا ہے مجھ کو ایسی چیزوں سے مناسبت نہیں اس لئے معذور ہوں۔

(ملفوظ ۲۸۲) شریعت مقدسہ پر عمل کی برکت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص دین کا کام دین کی غرض سے نہ کرے بلکہ راحت کی غرض سے کرے تب بھی راحت ضرور ملے گی گو یہ نیت خلاف اخلاص کے ہے بخلاف دنیا کے کہ اس میں کسی صورت سے بھی راحت اور چین نصیب نہیں ہوتی۔ مشاہدہ ہے کہ شریعت پر عمل کرنے سے قلب میں قوت ہوتی ہے اور شریعت کے خلاف کرنے سے قلب میں کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ زمانہ غدر میں حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ گرفتار ہوئے تو بہت سخت پہرہ تھا ایک روز ننگی تلواروں کے پہرہ کا حکم ہوا تو خادموں کو بہت تشویش ہوئی فرمایا کہ پہلے جو نیام میں تھی ایک منٹ میں اس سے باہر ہو سکتی تھی تو اس میں اور اس میں فرق کیا ہے حضرت کے قلب پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا یہ صرف شریعت مقدسہ پر عمل کرنے کی برکت ہے۔

(ملفوظ ۲۸۳) تعلق مع اللہ کی برکت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدوں تعلق حق کے راحت کا میسر ہونا مشکل ہے اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں ۔

گر گریزی بر امید راحتے
ہم ازاں جا پیشت آید آفتے
ہیچ کنجے بے دو دبے دام نیست
جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

دنیا دار کو کبھی راحت نصیب نہیں ہو سکتی اور اس راحت سے مراد حقیقی راحت ہے یہ اہل اللہ ہی کو نصیب ہوتی ہے دنیا دار تو اگر ساری عمر بھی سر پٹک پٹک کر مر جائے تب بھی یہ چیز کہاں نصیب۔ اس کا راز یہ ہے کہ یہ حضرات اہل اللہ ہر بات پر راضی رہتے ہیں اس لئے ان کو کوئی کلفت نہیں ہوتی اور دنیا دار کو یہ ہمت نہیں ہوتی۔

(ملفوظ ۲۸۴) پانی پت میں تحریک خلافت سے متعلق گفتگو

ایک مولوی صاحب زمانہ تحریک میں پانی پت میں ملے تحریک خلافت پر کچھ گفتگو کرتے رہے مجھ سے محبت کرتے ہیں اور اس طرف بھی نہایت سر گرم ہیں سو ان کا معاملہ درجہ اختلاف ہی تک ہے خلاف کا درجہ نہیں اس لئے مجھ کو بھی ان سے ذرہ برابر خلش نہیں۔ کہنے لگے کہ آپ اخبار وغیرہ نہیں دیکھتے اس لئے واقعات سے بے خبری ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے تو آپ اخبارات وغیرہ نہیں دیکھتے اس لئے واقعات سے بے خبری ہے میں نے کہا ٹھیک ہے تو آپ اخبارات سے واقعات کا اقتباس کر کے میرے پاس بھیج دیا کریں مجھ کو معلومات حاصل ہو جائیں گی خبر دار ہو جاؤں گا۔ کہنے لگے کہ لکھ کر بھیجنا احتیاط کے خلاف ہے میں نے کہا کہ میری احتیاط یا آپ کی احتیاط کہنے لگے کہ آپ کی میں نے کہا کہ میری احتیاط کے کچھ خلاف نہیں اگر ایسا خط پکڑا گیا میں کہہ دوں گا کہ میں نے کسی کو تھوڑا ہی کہا تھا کہ میرے پاس بھیجا کرو میری دشمنی میں بھیج دیا اس جواب کے بعد میرا کچھ نقصان نہیں ہو گا اور آپ کو جو خطرہ ہے سو آپ اس کے لئے تیار ہیں پھر وہ احتیاط کسی کی رہی بس رہ گئے تمام شجاعت ختم ہو گئی اسی طرح اسی سلسلہ میں فلاں مولوی صاحب دہلی سے آئے مجھ سے کہا کہ میں تنہائی میں کچھ کہوں گا میں نے کہا کہ تنہائی میں گفتگو کرنے میں میرے لئے خطرہ ہے کہ میں مشتبہ ہو جاؤں گا اور میں اس کے لئے آمادہ نہیں اور جلوت میں گفتگو کرنے میں آپ کے لئے خطرہ ہے اس لئے کہ آپ خلاف حکومت باتیں کریں

گے مگر اس خطرہ کے لئے آپ تیار ہیں بس رہ گئے اللہ کا شکر ہے کہ ہر چیز کا ضروری جواب قلب میں پیدا فرمادیا ہے کہیں گاڑی نہیں اٹکتی۔

(ملفوظ ۲۸۵) مسلمانوں کو حق تعالیٰ پر بھروسہ کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں کی شان کے بالکل خلاف ہے کہ وہ دوسری قوموں کی روش اختیار کریں یا ان کی تدابیر ترقی کو اپنا ذریعہ ترقی بنائیں یا ان سے کسی قسم کی امداد کے خواہاں ہوں بڑے غیرت کی بات ہے ان کو تو حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے مشروع تدابیر کو اختیار کرنا چاہئے اپنے سلف کے کارناموں کو پیش نظر رکھنا چاہئے اسی میں ان کی خیر اور فلاح و بہبود ہے جو سبق مسلمانوں کو تعلیم دیا گیا ہے اس میں قوت بھی ہے شجاعت بھی ہے سب کچھ ہے اس میں ہم کو یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ سامان سے غلبہ نہیں ہوا کرتا بلکہ غلبہ ہوتا ہے قوت قلب سے اور قوت قلب میسر ہوتی ہے خدا کے ساتھ تعلق بڑھانے سے اور خدا کے ساتھ تعلق بڑھتا ہے ان کے احکام کے اتباع کرنے سے ان کی بتلائی ہوئی تدابیر عمل کرنے سے وہ سبق یہ ہے مگر مسلمانوں کے قلوب میں اس چیز کو کیسے اتار دوں میں خدا کی ذات پر بھروسہ کر کے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر بالاتفاق سب مسلمان احکام حق پر عمل پیرا ہو جائیں اور ان کے راضی کرنے کی سعی اور کوشش میں لگ جائیں تو چند روز میں انشاء اللہ تعالیٰ کایا پلٹ ہو جائے اور اگر بہ نیت اتباع ایسا نہ کریں تو ایک تدبیر ہی کا درجہ سمجھ کر کر کے دیکھ لیں آخر اور بھی تو تدابیر کر رہے ہو ایک یہ بھی سہی تمہارا مقصود تو یہ ہے کہ مقاصد میں کامیابی نصیب ہو سو جب کہ تمہاری خود ساختہ پرداختہ تدابیر میں اب تک کامیابی نہیں ہوئی تو اللہ اور رسول کی بتلائی ہوئی تدابیر کو تدابیر ہی کی نیت سے کر کے دیکھ لو کہ کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے اگر کامیابی نہ ہو گی تو چھوڑ دینا پھر بھی تو اختیار میں ہو گا کوئی امر محال نہ ہو گا لیکن کر کے دیکھو تو کرنے سے پھانسی کیوں لگتی ہے مرے کیوں جاتے ہو کوئی پکڑ کر تھوڑا ہی تم کو

اٹھالے گا۔ بہت دنوں تک بتوں کی پرستش کر کے تجربہ کر لیا اب ذرا خدا کو
بھی پوج کر دیکھ لو اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

سالہا تو سنگ بودی دل خراش
آزموں راایک زمانہ خاک باش

ان کی رحمت کی تو اپنے طرف متوجہ ہونے والوں کی ساتھ وہ شان
ہے کہ ایک شخص عرصہ طویل سے بت کے سامنے بیٹھا ہوا صنم صنم پکار رہا تھا
ایک روز بھولے سے منہ سے صمد نکل گیا فوراً آواز آئی لبیک یا عبدی لبیک
یعنی کیا کہتا ہے میرے بندے میں موجود ہوں اس نے جوش میں اٹھ کر بت کے
ایک لات رسید کی اور کہا کہ کمبخت عمر کا ایک بہت بڑا حصہ تجھ کو پکارنے میں
گذر گیا لیکن ایک دن بھی نہ جواب دیا آج سچے خدا وحدہ لاشریک لہ کا نام
بھولے سے زبان سے نکل گیا فوراً جواب ملا سو وہ تو بڑی رحیم اور کریم ذات ہے
جس کو تم بھلا رہے ہو اور اس سے تعلق کو کم کر رہے ہو کوئی انگریزوں کی بغل
میں جا کر گھستا ہے کہ ان کے پاس ہماری فلاح اور بہبود کے اسباب ہیں ان کی سی
بول چال ان کا سا لباس ان کی سی معاشرت اختیار کرتا ہے کوئی ہندوؤں کی بغل
میں جا کر گھستا ہے کہ ان کے ساتھ رہنے میں ہماری فلاح اور بہبود ہے ان
کیساتھ شریک ہو کر احکام اسلام تک کو پامال کر لینے کو تیار ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ
ایمان تک ان کی نذر کر دیا مگر رہے کورے کے کورے نہ انگریزوں سے کچھ ملا
اور نہ ہندوؤں نے کچھ دیا اس چودھویں صدی میں ایک اور طاغوت ظاہر ہوا اس
کو کہتے ہیں کہ بہت بڑا عاقل اور بیدار مغز ہے بد عقل بد فہم بددین کو عاقل
سمجھتے ہیں ہوا کیا تجربہ اور مشاہدہ نہیں ہوا کہ کتنا بڑا عاقل ہے اور کیسا بیدار مغز
ہے ملک کو تباہ کرا دیا مخلوق کو خراب اور برباد کر دیا لوگوں نے چالاکی کا نام عقل
رکھا ہے تم بھی تو بڑے عاقل ہو کہ اس کی آواز پر لبیک کہہ کر ساتھ ہو لئے
افسوس مسلمانوں میں شرم و حیا غیرت بھی تو نہ رہی اور عوام کی شکایت ہی کیا
جبکہ ان کے راہبر جو ان کے سیاہ و سفید کے مالک بنے ہوئے ہیں جن کے ہاتھ

میں ان کی تکمیل ہے یعنی لیڈر وہی پھسل گئے انہوں نے بھی اس کا وظیفہ رٹا اور ان کے ساتھ مل کر ان کے ہم خیال مولویوں نے اس کی ہر بات کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنا شروع کر دیا جیسے کہ جے بمعنی فتح کے ہو گیا یہ دین ہے اللہ بچائے جب غرض سامنے آجاتی ہے پھر ثابت قدم رہنا بڑا ہی مشکل ہے اللہ کا جن پر فضل تھا وہ تو ان خرافات سے محفوظ رہے حق تعالیٰ مسلمانوں کو فہم سلیم اور عقل کامل عطاء فرمائیں۔

۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۲۸۶) علم حقیقی بڑی نعمت ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علم بھی خداداد عطاء ہے اور اس علم سے مراد علم حقیقی ہے اللہ تعالیٰ جس کو بھی یہ علم حقیقی فرمادیں بڑی دولت ہے بڑی نعمت ہے اور وہ اس علم ظاہری مکتسب کے بھلا دینے کے بعد عطاء ہوتا ہے جس کی یہ شان ہے ؂

بینی اندر خود علوم انبیاء
بے کتاب و بے معید و اوستا

اور بھلانے سے مراد اس کے دعوے کا ترک کر دینا۔

(ملفوظ ۲۸۷) علم بڑی نعمت ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ علم ظاہر کیا کچھ کم نعمت ہے یہ بھی بڑی نعمت ہے ظاہر ہے کہ تمام احکام شرعیہ اسی پر موقوف ہیں اور یہ آج کل کے علوم معاش جن کو علوم کہا جاتا ہے یہ تو صنعتیں ہیں علوم نہیں نہ ان کو علوم کہنا جائز ہے علوم سے تو کبھی کسی غیر مسلم اقوام کو مناسبت نہیں ہوئی علوم سے مناسبت تو ہر زمانہ میں مسلمانوں ہی کو رہی اور اب بھی یہی بات ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ زمانہ قریب میں ہندوستان میں جیسے علماء

گذرے ہیں خیال یہ ہے کہ ممالک اسلامیہ میں بھی ایسے علماء نہ گذرے ہوں۔
فرمایا کہ تم تو پہلا ذکر کر رہے ہو میں اب کا واقعہ بیان کرتا ہوں ایک مولوی
صاحب بردوانی حج کو گئے تھے بعض علماء نجد سے ملاقات ہوئی تو کسی حدیث کا ذکر
آیا نجدی عالم نے پوچھا کہ یہ حدیث بخاری میں کتنی جگہ آئی ہے تو ان بردوانی
مولوی صاحب نے فوراً کہا کہ سات جگہ آئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کو پہلے سے کیا
معلوم تھا کہ کس حدیث کا ذکر آئے گا تاکہ احتمال ہو کہ پہلے سے تلاش کر رکھا
ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ یہ بخاری کے حافظ تھے۔ نجدی عالم کو حیرت ہوگئی کہ
ہندوستان میں بھی ایسے ایسے علماء موجود ہیں ایک سلسلہ میں ان ہی بردوانی
مولوی صاحب کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے مجھ کو ایک خط میں لکھا تھا کہ مجھ کو
سب سے زیادہ محدثین سے محبت ہے پھر فقہاء سے پھر صوفیہ سے اس کے بعد
حج کو گئے وہاں اہل نجد کی سختی کو دیکھ کر مجھ کو لکھا اس میں بڑی بڑی شکایتیں
لکھیں میں نے لکھا کہ ان میں جس چیز کی کمی سے سختی ہے یہ وہی ہے جس کو
آپ نے تیسرے درجہ میں رکھا ہے یعنی صوفیت اور میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ اپنا
اپنا مذاق ہے میرا مذاق بالکل اس کے برعکس ہے مجھ کو سب سے زیادہ محبت
صوفیہ سے ہے۔ دوسرے درجہ میں فقہا سے تیسرے درجہ میں محدثین سے یہ
مولوی صاحب صوفیوں کے معتقد نہ تھے یہاں تک اس باب میں سخت تھے کہتے
تھے کہ میں کسی کا معتقد نہیں محض حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معتقد
ہوں وہ بھی اس لئے کہ اشرف علی ان کا معتقد ہے ورنہ ان کا بھی معتقد نہ ہوتا
صرف مجھ سے حسن ظن رکھتے تھے بلکہ اس حسن ظن میں یہاں تک غلو تھا کہ
کہا کرتے تھے دنیا میں کوئی اور ایسا شخص نہیں اپنا خیال ہے جو چاہے جما لے اسی
خیال پر ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ بھوپال میں میرا وعظ ہوا تھا اس میں وہاں کے
کالج کا پرنسپل جو ہندو مرہٹہ تھا اور ولایت سے بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کر چکا تھا
شریک ہوا۔ وعظ کو سن کر اپنی رائے ظاہر کی کہ تعجب ہے کہ بیان کے وقت نہ
کوئی نوٹ ہاتھ میں تھا سب بیان ازبر تھا جیسے کوئی کتاب سامنے رکھی ہو۔

دوسرے تمام مضمون مرتبط تھا اور کوئی دعوی ایسا نہ تھا جس پر دلیل نہ قائم کی ہو۔ پھر اتنے گھنٹے تک بیان کرنا میں نے ولایت میں بڑے بڑے فلاسفروں اور لیکچراروں کی تقریریں سنیں بڑے بڑے ارکان سلطنت کو بیان کرتے دیکھا مگر نوٹ سب کے ہاتھ میں دیکھے ان کو دیکھ کر بیان کرتے تھے یہ بات میں نے کسی میں نہیں دیکھی میں نے سن کر کہا کہ یہ سب اللہ کا فضل ہے اور اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت ہے ہم کیا اور ہمارا وجود اور ہستی کیا مگر اس سے یہ ضرور کہو کہ اب تو معلوم ہوا کہ علماء کیا چیز ہیں اور میں تو محض ایک ناقص الاستعداد طالب علم ہوں اگر یہ کسی عالم کو دیکھے تو معلوم ہو۔ پھر اپنے بزرگوں کے برکات کے متعلق بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ہم چند طلبہ سے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ تم لوگ جہاں جاؤ گے انشاء اللہ تم ہی تم ہو گے میدان خالی ہے وہ میرا طالب علم کا زمانہ تھا تو یہ سب کچھ ان ہی بزرگوں کی دعاؤں کی برکت ہے ایک جگہ میں محض آرام کرنے کے لئے گیا تھا لوگوں نے وعظ کی درخواست کی میں نے کسل کا عذر کیا لوگوں نے کہا کہ یہ بیچارہ وعظ کہنا کیا جانے اس کے جو وعظ چھپے ہیں خواجہ صاحب لکھ کر دیدیتے ہیں اور یہ چھپوا دیتے ہیں مگر دوسرے بعض خاص دوستوں کے اصرار سے بیان ہوا اور یہ بات وعظ کے بعد مجھ کو معلوم ہوئی اگر پہلے معلوم ہو جاتا تو میں وعظ ہی نہ کہتا تاکہ لوگ اپنے اسی خیال میں رہیں غرض وعظ ہوا اور یہ وعظ خواجہ صاحب کے بڑے بھائی نے اصرار کر کے کہلوایا تھا وعظ میں ایک ہندو انجیر بھی جو ان کا دوست تھا شریک تھا وعظ کے بعد اس ہندو سے انہوں نے سوال کیا کہ بیان کے متعلق کیا رائے ہے اس نے کہا کہ رائے تو ہر سننے والا قائم کر سکتا ہے مگر میں تو شروع وعظ سے ایک ہی چیز میں محو حیرت رہا اور کسی چیز پر نظر ہی نہیں ہوئی وہ یہ کہ رمضان کیوجہ سے روزہ کا بیان تھا جو خاص ایک مذہبی چیز ہے نہ سیاست ہے نہ کوئی فلسفہ ہے پھر بیان کرنے والا بھی ایک مذہبی آدمی ہے سننے والے بھی مذہبی مگر بیان ایسا جامع تھا کہ اگر تمام دنیا کے اہل مذاہب مجلس میں

جمع ہوتے اور بیان کرنے والے کی صورت نہ دیکھتے جس سے اس کا مسلمان ہونا معلوم ہو جاتا محض آواز سنتے تو ہر مذہب والا یہ سمجھتا ہے کہ اس میں ہمارے ہی مذہب کی تحقیق بیان ہو رہی ہے اس ہندو نے یہ بیان کیا۔

(ملفوظ ۲۸۸) فن تصوف کے حصول کا طریق

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فن تصوف محض تحقیقات سے نہ آج تک کسی نے حاصل کیا اور نہ یہ قاعدہ ہے یہ آتا ہے کام کرنے سے محض زبانی جمع خرچ اور سنانے سے نہیں آیا کرتا یہ بات یاد رکھنے کی ہے۔ ہاں اصول و قواعد کے حاصل کرنے کے بعد پھر یہ تحقیقات اور سننا سنانا مناسبت میں معین ہو جاتا ہے اس لئے میں اپنے دوستوں کو ہمیشہ مشورہ دیا کرتا ہوں کہ کام میں لگو کام کرو سب ضروری معلومات حاصل ہو جائیں گی ہر کام کا ایک طریقہ ہے قاعدہ ہے اصول ہیں شرائط ہیں۔ آخر دوسرے علوم بھی تو طریقہ ہی سے حاصل کئے جاتے ہیں اس میں اور ان میں فرق کیا ہے۔

(ملفوظ ۲۸۹) فیصلہ کن چیز صرف وحی ہے

ایک صاحب یورپ کی تحقیقات اور ترقی اور اس میں تغیر و تبدل کا ذکر کر رہے تھے اس پر فرمایا کہ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ فیصلہ کن چیز صرف وحی ہے ورنہ اور چیزیں تو اس رنگ کی ہیں کہ آج کچھ کل کچھ ظلمات ہی ظلمات ہیں جن میں حقیقت مستور رہتی ہے دیکھئے اتنا زمانہ گذر گیا وحی میں کوئی تغیر تبدل نہیں ہوا۔

(ملفوظ ۲۹۰) ضرورت سے زیادہ بھولا پن بھی مضر ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں ایک بزرگ کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ ضرورت سے زیادہ بھولا پن بھی مضر ہے وہ جیسے صدور شر سے محفوظ رکھتا ہے کہ وہاں تک ذہن نہیں پہنچتا ایسے ہی بعض خیر سے بھی محروم رکھتا ہے کہ اس کا

ادراک نہیں ہوتا دونوں میں عقل ہی کی ضرورت ہے۔

(ملفوظ ۲۹۱) اولاد کے ثمرات

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اولاد کے ثمرات جو بھگتے ہیں وہ جانتے ہیں حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ تمہاری خالہ تمہارے لئے اولاد کی دعا کرنے کو کہتی تھیں میں نے کہہ دیا کہ میں دعا کروں گا لیکن میں تو تمہارے لئے اسی حالت کو پسند کرتا ہوں کہ جیسا میں خود ہوں یعنی بے اولاد۔ سامان سب کچھ ہوئے مگر چاہا ہوا بڑے میاں ہی کا ہوا اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ خاص معاملہ تھا وہ کہاں ٹل سکتا تھا۔

(ملفوظ ۲۹۲) حضرت حکیم الامت کی دلسوزی

ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ کونسی ایسی غامض اور باریک بات تھی جس کا تم جواب نہ دے سکے۔ میں یہی تو معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کے روز قیام رہیگا اس پر تم نے اس قدر اینچ پیچ کیا اور صاف نہ بتایا۔ اب کہاں تک صبر کروں اور کب تک مزاج میں تغیر نہ ہو مجھ کو تو بدنام کیا جاتا ہے کہ سخت گیر ہے۔ بد خلق ہے اپنی نرم گیری اور خوش اخلاقی کو کسی سے ظاہر نہیں کرتے۔ پھر سننے والے ایسے انصاف پسند اور منصف مزاج مل گئے ہیں کہ ایک طرفہ بیان سن کر فیصلہ دے دیتے ہیں میں تو خود اپنے اس طرز سے لرزاں اور ترساں ہوں ہر وقت خدا سے دعا کرتا رہتا ہوں کے اے اللہ میرے ساتھ ایسے مناقشہ کا معاملہ نہ ہو لیکن مجبوری آنے والوں کی مصلحت سے ایسا کرتا ہوں کہ ان میں آدمیت اور انسانیت پیدا ہو ان کو جہل عظیم سے نجات ملے ان کے کانوں میں اصولی باتیں پڑیں جس کے مجموعہ کا حاصل یہ ہے کہ ایک سے دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے اذیت نہ پہنچے اس پر لوگوں کو ناگواری ہوتی ہے مزاحا فرمایا کہ ان کی بے تمیزی کے سبب میں بھی ناگ وار ہو جاتا ہوں (یعنی سانپ

کے مشابہ)

(ملفوظ ۲۹۳) حضرت حاجی صاحب کی شفقت کیوجہ سے فیض زیادہ ہوا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے جو فیض زیادہ ہوا وہ حضرت کی شفقت کی وجہ سے ہوا آپ کی شفقت کی حالت اس کے مصداق تھی ؂

بندہ پیر خراباتم کہ لطفش دائم ست
زانکہ لطف شیخ وزاہد گاہ ہست وگاہ نیست

حضرت کی ذات کچھ عجیب و غریب تھی وہ بات کسی میں بھی نہ دیکھی جو حضرت میں تھی- مایوسی اور پریشانی تو وہاں تھی ہی نہیں ہر پریشان کی وہاں تسلی ہی تسلی تھی اور ہر برے سے برے شخص کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے جس کی وجہ غایت تواضع تھی مشکل سے کسی کے ساتھ حضرت کو بدظنی ہوتی تھی حتی الامکان سب کے افعال میں اقوال میں توجیہ اور تاویلات ہی فرما دیا کرتے تھے-

(ملفوظ ۲۹۴) حضرت حکیم الامت کی ابہام سے گھبراہٹ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر جو لوگوں سے میری لڑائی ہوتی ہے اس کی وجہ صاف بات کا نہ کہنا ہے- ابہام سے میرا جی بڑا گھبراتا ہے چاہے چھوٹی ہی سی بات ہو مگر صاف اور منتظم ہو- بس یہی بات اکثر لوگوں میں نہیں رہی میں اس کے پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں اس پر لوگ گھبراتے ہیں چاہتے ہیں کہ گول مول بات پر معاملہ ختم ہو جائے جیسے جاہل اور فقیر رموز اور اسرار ہانکا کرتے ہیں لوگ آکر ایسی ہی باتیں کرتے ہیں مجھ کو وحشت ہوتی ہے میں روک ٹوک کرتا ہوں اس سے آنیوالوں کو وحشت ہوتی ہے بس یہی لڑائی

ہے اگر سیدھی اور صاف بات کہیں کچھ بھی شکایت نہیں۔

(ملفوظ ۲۹۵) حضرت حکیم الامت کی دعا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ مجھ کو اپنے طرز اصلاح پر کچھ ناز نہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ تجربہ سے اس کو مفید سمجھتا ہوں مگر میں اس پر بھی دعا کیا کرتا ہوں کے اے اللہ میرے اس انتظام پر میرے ساتھ انتظام کا معاملہ نہ فرمائیے رحمت کا فضل کا معاملہ فرمائیے اس لئے کہ انتظام کا مقتضا تو یہ ہے کہ ہر ہر عمل پر باز پرس ہو۔ میں کسی پر عین مواخذہ کرنے کے وقت ڈرتا ہوں کہ اے نفس دیکھ سنبھال کر کام کرنا کبھی یہ مواخذہ تیرے مواخذہ کا سبب نہ بنے واللہ اس وقت ایک حالت ہوتی ہے خوف کی۔ مگر آنے والوں کی مصلحت سے ایسا کرتا ہوں اور کیا اپنی کسی چیز پر انسان ناز کر سکتا ہے وہاں تو یہ شان ہے کہ ہمارا تقویٰ بھی قابل پیش کرنے کے نہیں اور غیر تقویٰ تو کسی طرح قابل پیش کرنے کے ہو ہی نہیں سکتا خود تقویٰ بھی پیش کرنے کے قابل نہیں اگر تقویٰ ہی کے متعلق یہ سوال ہوا کہ یہ سڑیل چیز کیوں پیش کی تو کیا جواب ہو گا۔ بس زندگی رحمت پر ہے اور رحمت یہ ہے جس کے باب میں مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

من نہ کردم خلق تا سودے کنم
بلکہ تابر بندگاں جودے کنم

اور یہ رحمت ہی تو منشا ہوا ہے وجود عالم کا یہی راز ہے عالم کے بقاء کا۔ ورنہ جس قدر نافرمانیاں اور سرکشیاں عالم میں حق کے خلاف ہو رہی ہیں ایک دم میں ایک چشم زدن میں سب کو درہم برہم کر دیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہے۔

(ملفوظ ۲۹۶) قبض کی حقیقت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس پر گذرتی ہے وہی جانتا ہے کسی کو کیا

خبر جو لوگ اس غم میں مبتلا ہیں ان سے پوچھو کہ اس میں کیا حظ ہے اور کیا لذت ہے وہ ہزاروں خوشیوں کو اور بے غمی کو اس پر قربان کرنے کو تیار ہیں اور وہی غم آئندہ کسی وقت میں محبوب سے وصل کا سبب بنے گا اس لئے وہ اس غم پر جانیں قربان کر دینے کو تیار ہیں جن لوگوں نے اس غم کی بدولت خودکشیاں کر لی ہیں مولانا ان کی تسلی اپنے مشاہدہ سے فرماتے ہیں کیونکہ محققین مغموم بھی ہوتے ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد اپنی اصلی حالت پر آجاتے ہیں اسی تجربہ پر تسلی فرماتے ہیں اس حالت غم کو قبض کہتے ہیں مولانا تسلی دے کر اس غم کو گھٹاتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں؂

چونکہ قبضے آیدت اے راہ رو
آن صلاح تست آئیں دل مشو
چونکہ قبض آمد تو دروے بسط بیں
تازہ باش وچیں میفگن بر جبیں

اور اس راہ میں جو طبعاً حالت ہوتی ہے اس کو بھی مولانا فرماتے ہیں؂

بر دل سالک ہزاراں غم بود
چوں زباغ دل خلالے کم بود

۱۳ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۵۱ ھجری

مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۲۹۷) جمہوریت ایک کھیل ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ جمہوریت متعارفہ کیا ہے ایک لڑکیوں کا کھیل ہے اگر روٹی پکانے میں بھی جمہوریت ہو ایک روٹی بھی نہ پکے اگر نسخہ تجویز کرنے میں بھی جمہوریت ہو تو مریض کبھی اچھا نہ ہو آخر یہ جمہوریت معلوم نہیں کہاں سے نکالی ہے اس کے نتائج بھی بھگت رہے ہیں اپنی

آنکھوں مشاہدہ کر رہے ہیں مگر جو زبان سے ایک دفعہ نکل گیا ہے قیامت آجائے مگر اس سے نہ ہٹیں اس قدر نفس پروری کا زمانہ ہے کہ تجربہ ہو گیا مشاہدہ ہو گیا لیکن اڑے ہوئے ہیں۔

(ملفوظ ۲۹۸) اکابرین کی بے نفسی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے بزرگوں کو دیکھا کیسی کیسی ہستیاں تھیں اس قدر بے نفسی اللہ اکبر اپنے کو بالکل مٹائے ہوئے اور فنا کئے ہوئے تھے کسی فعل اور کسی قول سے یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ کچھ ہیں یا کچھ جانتے ہیں ان حضرات کو اب آنکھیں ڈھونڈتی ہیں وہ حضرات سب کچھ تھے اور اپنے کو کچھ نہ سمجھتے تھے اور آجکل یہ حالت ہے کہ کچھ نہیں اور اپنے کو سب کچھ سمجھے ہوئے ہیں اور اس کے متمنی ہیں کہ دوسرے بھی ہم کو کچھ سمجھیں۔ اسی کی ایک شاخ یہ مرض ہے جو عام بلا کی طرح پھیلا ہے کہ اپنے لئے لمبے چوڑے القاب تجویز ہونے لگے۔ کوئی امام التفسیر کہلاتے ہیں کوئی امام الشریعت کہلاتے ہیں۔ کوئی امام العصر بنے ہیں کوئی شیخ الحدیث یہ سب نئی فضا سے ناشی ہیں۔ ایک لقب ان میں پرانا ہے شیخ الاسلام یہ تو ناگوار نہیں ہوتا اور اس کے علاوہ سب میں وہی جدت کی جھلک ہے مجھ کو تو سن سن کر وحشت ہوتی ہے کہ اللہ ایک دم کایا پلٹ ہو گئی کہ کس قدر زبردست انقلاب ہوا ہے اور یہ اس قدر جلدی انقلاب ان تحریکات کے اثر سے ہوا ورنہ انقلاب ہونے کے لئے بھی ایک وقت کی ضرورت ہوا کرتی تھی ہم نے تو یہ دیکھا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنے شاگردوں اور مریدوں کے سامنے فرمایا کرتے تھے۔ کہ بھائی میں ادھورا ہوں اور میں نے ان دونوں سے کئی مرتبہ کہا کہ بھائی مجھ کو بھی کچھ بتادو مگر دونوں نے بخل سے کام لیا مراد دونوں سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر میں ایسا ہوتا جیسے کہ یہ دونوں تو بالدیوں (یعنی مواشی چرانے والوں) کو ایسا بنا

دیتا جیسے یہ دونوں ہیں معلوم ہوتا ہے میں ادھورا ہی مر جاؤں گا- اپنے تلامذہ اور مریدوں کے سامنے یہ بات- اس بے نفسی کو ملاحظہ کیجئے- اس کے بعد اتفاق سے مکہ معظمہ کا سفر ہوا اور حضرت کی خدمت میں پیاس بجھ گئی-

(ملفوظ ۲۹۹) کم بولنا فی نفسہ مقصود نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیباکی کے ساتھ پوچھا کہ حضرت آپ بولتے بہت ہیں حالانکہ بزرگوں نے زیادہ بولنے کی ممانعت کی ہے- نہایت بشاشت سے جواب میں فرمایا کہ میاں کم بولنا فی نفسہ مقصود نہیں- مقصود یہ ہے کہ فضول باتیں اور مضر باتیں نہ کرے اور اس کی صورت میں مبتدی کے لئے یہ ہے کہ ابتداء میں بہت ہی زیادہ کمی کی جاوے- پھر اس پر کاغذ کی مثال فرمائی کہ جس کاغذ کو چند روز موڑ کر یعنی لپیٹ کر رکھا گیا ہو پھر جب اس کو سیدھا کرنا ہو تو اس کا عکس کرتے ہیں یعنی دوسری طرف کو اسی طرح موڑتے اور لپیٹتے ہیں تاکہ سیدھا ہو جائے عجیب مثال ہے- مثال پر ایک اور ارشاد حضرت مولانا کا یاد آیا- فرمایا کرتے تھے کہ کام اتنا کرنا چاہئے کہ شوق بالکل ختم نہ ہو جاوے تھوڑا سا شوق رہ جائے اس سے پھر کام کرنے کی خواہش قوی ہو جاتی ہے اس پر ایک مثال فرمایا کرتے تھے کہ بچے جب چکئی کو پھینکتے ہیں تو اس میں کچھ ڈورا باقی رہنے دیتے ہیں تاکہ اس سے پھر آسانی سے واپس آجائے ورنہ دوبارہ چڑھانے کا اہتمام کرنا پڑتا ہے- سبحان اللہ کیسی عجیب مثال ہے

(ملفوظ ۳۰۰) آنے والوں کو ذریعہ نجات سمجھنا

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں تو ہمیشہ سب کی رعایت رکھتا ہوں مگر میری کوئی رعایت نہیں کرتا اور وہ بھی بے فکری سے اگر مجھ کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس شخص نے میری رعایت کی- ذرا سی بھی کوشش

کی پھر چاہے اس سے بد عنوانی اور غلطی بھی ہو جائے اس سے رنج نہیں ہوتا- خدانخواستہ آنے والوں سے کوئی بغض نہیں عداوت نہیں- میں تو سچ عرض کرتا ہوں اور اس پر قسم کھا سکتا ہوں کہ آنے والوں کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں-

حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں تو لوگوں کو اس نیت سے مرید کرتا ہوں کہ اگر پیر مرحوم ہو گا مریدوں کو جنت میں لے جائیگا اور اگر مرید مرحوم ہو گا تو پیر کو جنت میں کھینچ لے جائیگا تو جس شخص کا آنے والوں کے ساتھ یہ خیال ہو وہ کیا انکو حقیر اور ذلیل سمجھ سکتا ہے اور کیا ان سے بغض و نفرت رکھے گا- سو میں بھی اسی ذات کا زلہ ربا ہوں الحمد للہ یہی مذاق میرا ہے-

(ملفوظ ۳۰۱) حضرت حکیم الامت کی صاف گوئی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میری تقریر یا کوئی بات مبہم اور مہمل نہیں ہوتی اور اسی صفائی کی بدولت میں بدنام ہوا ہوں اور اسی پر لوگوں سے لڑائی رہتی ہے اور اس کثرت سے کہ شاید ہی کوئی اس لڑائی سے بچا ہو پھر بھی لوگ باز نہیں آتے اور میں بھی جب تک اصلاح کا کام اپنے ذمہ سمجھ رہا ہوں اسی وقت تک لوگوں سے لڑتا ہوں اور ترک اصلاح کے بعد پھر مجھ کو بھی کوئی غرض نہ ہو گی اور یہ تو میرے لئے آسان ہے کہ میں اصلاح کا کام چھوڑ دوں لیکن یہ مشکل ہے کہ اصلاح کا کام کرتے ہوئے لوگوں پر روک ٹوک نہ کروں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا نیز میں اس کو خیانت سمجھتا ہوں یہ تو ایسا ہے کہ طبیب کے پاس مریض آئے اور وہ ان کیساتھ خوش اخلاقی کی بناء پر اس کو کڑوی دوا نہ بتلائے جو اس کے مرض کے لئے ضروری ہے تو اس طبیب کا ایسا کرنا ظاہر ہے کہ خیانت ہو گا اور مریض کیساتھ دشمنی ہو گی تو مجھ سے لوگ ایسا کرانا چاہتے ہیں مگر میں صاف کہتا ہوں کہ میں ایسا نہ کروں گا اس حالت میں اگر

یہ میرا طرز پسند نہ ہو تو میرے پاس مت آؤ یہاں تو وہی برتاؤ ہو گا جو مناسب ہو گا۔

(ملفوظ ۳۰۲) مدعیان اجتہاد کی بے باکی

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ صوفیہ محققین اہل حق کی بدولت عالم میں حقائق کا انکشاف ہوا۔ انہیں کے فیوض سے ایسی رسوم کا قلع قمع ہوا جن کے رسم ہونے کا احتمال بھی نہ ہوتا تھا۔ ان ہی حضرات کی بدولت گمراہی کا پھاٹک بند ہوا پھر بھی لوگ انہیں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کس قدر ظلم کی بات ہے اور خصوص بعضے مدعیان اجتہاد یہ تو بڑے ہی بیباک اور گستاخ ہیں الا ماشاء اللہ کسی کو نہیں دیکھتے کہ کس درجہ کا ہے جس کو چاہتے ہیں جو جی میں آتا ہے کہہ ڈالتے ہیں۔ ان کو کام کی بات کرتے ہوئے کبھی نہ دیکھا۔ سوائے دوسروں پر اعتراض کرنے اور کافر اور مشرک بنانے کے ان کو اور کوئی کام ہی نہیں یہ دین ہے اللہ رحم فرمائیں۔

(ملفوظ ۳۰۳) حضرت انبیاء علیہم السلام اور اظہار حق

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس اظہار حق اور تبلیغ حق کی بدولت تو انبیاء علیہم السلام نے ہزارہا تکالیف برداشت کیں آج تو اس کا عشر عشیر بھی نہیں اور پھر لوگ کتمان حق کرتے ہیں پھر مدعی ہیں کہ ہم نہ توپوں سے ڈرتے ہیں اور نہ ہم کو مشین گنوں کا خوف ہے فرضاً اگر خوف نہ ہوا مگر جو غایت تھی عدم خوف کی یعنی اظہار حق وہ بھی نہ ہوا تو کون کمال ہوا بلکہ یہ کمال تھا کہ ڈر کی چیزوں سے ڈرو اور پھر اظہار حق کرو۔ یہ کیا بات کہ ان چیزوں سے تو ڈرتے نہیں حق کا اظہار کرتے ہوئے ڈرتے ہو۔ چنانچہ ان تحریکات میں دیکھ لو کہ ہندوؤں کی وجہ سے کس قدر کتمان حق کیا گیا دین کو اور مسائل کو صاف بیان نہ کر سکے۔ انبیاء علیہم السلام نے اور ان کے صحابہ نے تو

کام کر کے دکھلا دیا گو تکلیفیں پہنچیں لیکن پروا نہیں کی اور اب بھی اللہ کے بندے ایسے موجود ہیں کہ حق کے مقابلے میں وہ تمام عالم کی بھی پروا نہیں کرتے اور انبیاء جیسی تو تکالیف کوئی برداشت بھی نہیں کر سکتا- اسی کو مولانا فرماتے ہیں-

زاں بلاہا کانبیاء برداشتند
سر بہ چرخ ہفتمیں افراشتند

(ملفوظ ۳۰۴) نرا دعویٰ محبت کافی نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تو یہ حالت ہے کہ محبت کا دعویٰ کر کے آتے ہیں اور آکر اصلاح کرانے کو کہتے ہیں لیکن خلاف طبع ذرا سی بات کی بھی برداشت نہیں ہوتی وہ سب دعوے ھباء منثورا ہو جاتے ہیں اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تو بیک زخمے گریزانی زعشق
تو بجز نامے چہ میدانی زعشق
در بھر زخمے تو پر کینہ شوی
پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

(ملفوظ ۳۰۵) ظلم بڑی سخت چیز ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ظلم بڑی سخت چیز ہے آج کل جدھر دیکھو یہی آفت ہے کہ اہل قدرت کسی کے پرسان حال نہیں ہاں یہ ضرور ہوتا ہے کہ اکثر ظالم کی طرف داری کی جاتی ہے مظلوم کی کوئی نہیں سننے والا مسلمانوں پر ابھی پچھلے دنوں کیا کچھ تھوڑے مظالم ہوئے لیکن کسی نے بھی داد رسی نہ کی اور الٹا مسلمانوں ہی کو بدنام کیا گیا- اہل تجربہ نے لکھا ہے کہ کفر سے تو زوال سلطنت نہیں ہوتا مگر ظلم سے زوال سلطنت ہو جاتا ہے۔

۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۳۰۶) حضرت حکیم الامت کے مواعظ حسنہ سے نفع

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے پہلے بھی ان کے بہت لمبے چوڑے خطوط آئے مگر کوڑ مغزی سے بھرے ہوتے تھے میں نے ان کو لکھا تھا کہ تم کو سمجھ نہیں تم میرے سو وعظ دیکھو اس سے امید ہے کہ دین کی سمجھ پیدا ہو جاوے گی آج خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں نے بموجب ہدایت حضرت والا کے سو وعظ کا مطالعہ کیا الحمدللہ حضرت کی دعاء اور توجہ و برکت نے مجھے اپنے امراض معلوم ہو گئے میں سراپا امراض ہوں اور اب کے کوئی بے ڈھنگی بات نہیں لکھی اب اصلاح شروع ہو جاوے گی میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ کیا کیا امراض معلوم ہوئے لکھو یہ میں نے اس لئے لکھا ہے کہ اس طریق میں دو غلطی ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ کوئی مریض ہو مگر اپنے کو مریض نہ سمجھے دوسری غلطی یہ ہوتی ہے کہ غیر امراض کو امراض سمجھ بیٹھے سو غلطیاں لکھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ جن کو امراض سمجھا آیا حقیقت میں بھی وہ امراض ہیں یا نہیں دیکھئے کیا لکھتے ہیں یہ اصلاح کا کام بڑا ہی نازک ہے بیچ کرانے پڑتے ہیں لوگ میرے اسی طرز کو بد خلقی اور سخت گیری سے تعبیر کرتے ہیں اب اگر اس طرح اصلاح نہ کروں تو کیا کروں چنانچہ اس ہی ایک واقعہ سے کہ ان سے غلطیاں لکھنے کی فرمایش کی گئی اس طرز کا مفید ہونا ثابت ہو گیا اب معترضین فیصلہ دیں کہ اس کے علاوہ اور وہ کونسا طرز ہے جو اصلاح کے باب میں مفید ہے۔

(ملفوظ ۳۰۷) واقعہ بیعت حضرت مولانا رائے پوریؒ

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مولانا رائپوری پہلے ایک اور بزرگ سے بیعت تھے اور ان پہلے پیر کے خلیفہ بھی تھے پھر حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور بیعت ہونا بھی عجیب طریق سے

ہوا حضرت مخدوم صاحب نے حضرت رائپوری کو خواب میں فرمایا کہ گنگوہ میں مولانا سے بیعت ہو جاؤ انہوں نے کچھ التفات نہیں کیا اس کے بعد حضرت رائپوری حج کو تشریف لے گئے تو حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت رائپوری سے فرمایا کہ مخدوم صاحب نے جو فرمایا تھا اس پر عمل نہیں کیا تب حج سے واپس آکر حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اشرف علی عرض کرتا ہے مجھ کو یاد نہیں کہ یہ روایت میں نے بیان کی ہو ممکن ہے جامع نے کسی اپنے معتمد سے سن کر درج کر دی ہو اور اپنی طرف منسوب کرنا یاد نہ رہا ہو واللہ اعلم) اس بیعت پر حضرت رائے پوری سے بہت سے پیر بھائی خفا ہو گئے اور اعتراض کیا اور کہا کہ لٹیا ہی ڈبو دی سلسلہ کو بدنام کیا۔ خیر یہ تو بے ہودہ لوگ تھے جنہوں نے اس قسم کا اعتراض کیا اور جو ہوشیار تھے انہوں نے ایک عجیب توجیہ کی اور کہا کہ ہر شخص کو کمالات اور درجات کی ترقی کی ضرورت تو ہر وقت ہے یہ حضرت گنگوہی کے کمالات لینے گئے تھے جیسے جاذب کاغذ پر حرف آجاتے ہیں یہ عقلیں ہیں اور یہ فہم ہے کیا ان باتوں سے طریق اور سلسلہ بدنام نہیں ہوتا لوگ سن کر یہ نہ کہیں گے کہ بڑے ہی فہیم اور عقیل لوگ داخلہ سلسلہ ہیں جن کی یہ خرافات اور یہ تحقیقات ہیں۔

(ملفوظ ۳۰۸) متبع سنت سلاطین کے کارنامے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایمان جس قدر اور جتنا کامل ہوتا ہے اتنی ہی فراست قوی ہوتی ہے سلاطین اور شاہان سلف ہی میں دیکھ لیجئے جو سلاطین جس قدر متبع سنت ہوئے ہیں ان کی حکومت کے کارنامے موجود ہیں دیکھ لیجئے کس درجہ کے ہیں منجملہ ایسے بادشاہوں کے عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ کے کارناموں کو دیکھ لیا جائے کہ ان کی شجاعت بہادری دلیری سیاست فراست کی کیا انتہاء ہے یہ سب قوت ایمان کی برکت اور اتباع سنت کے کرشمے ہیں ان ہی چیزوں کو تو مسلمانوں نے چھوڑ دیا اس لئے ذلیل و خوار ہیں دوسروں کے یہاں کی گداگری

کرتے پھرتے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرتے ہیں اسلام کے اندر تو ہر طبقہ کی ضرورت کی چیز موجود ہے خواہ امیر ہو یا غریب بادشاہ ہو یا فقیر اپنے گھر میں سب کچھ دولت بھری ہے اور دوسروں کی طرف دیکھ دیکھ منہ میں پانی بھر بھر آتا ہے یہ سب علم دین نہ ہونے کی بدولت ہو رہا ہے۔

(ملفوظ ۳۰۹) تعلق مع اللہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر اعمال میں اتباع ہو اور قلب میں قوت ایمانیہ ہو تو اس کی ہر بات کا ہر کام کا رنگ ہی جدا ہوتا ہے اس کی ہر ادا سے تعلق مع اللہ کا پتہ چلتا ہے ان کے چہروں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ سیماھم فی وجوھھم من اثرالسجود. اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

نور حق ظاہر بود اندر ولی
نیک بین باشی اگر اہل ولی

یعنی ۔

مرد حقانی کے پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیش ذیشعور

(ملفوظ ۳۱۰) خوف حق اور خوف آخرت کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خوف حق اور خوف آخرت اگر دل میں ہو تو پھر عدل و انصاف اور سب کچھ خودبخود ہونے لگتا ہے یہاں سرے ہی سے جز ہی مفقود ہے پھر عدل و انصاف کی امید لا حاصل۔ ایک ثقہ شخص مجھ سے حکومت کابل کا ایک واقعہ بیان کرتے تھے امیر عبدالرحمٰن خان صاحب کے زمانہ کا کہ امیر عبدالرحمٰن خان صاحب کی بیوی نے کسی قصور پر ایک ماما کو پستول سے مار ڈالا اس کے ورثاء نے حکومت میں دعویٰ کیا امیر عبدالرحمٰن خان صاحب کو

خیال ہوا کہ کہیں لڑکے ماں کی محبت کی وجہ سے کوئی گڑبڑ نہ کریں ایک تنہا مکان میں اپنی بیوی کو بند کرا دیا اور اس پر فوجی پہرہ لگا دیا اور قاضی کے یہاں مقدمہ بھیج کر کہلا بھیجا کہ ہرگز اس کا خیال نہ کیا جائے کہ فلاں کی بیوی ہے اور فلاں کی والدہ جو حکم شرعی ہو اس کے مطابق فیصلہ صادر کیا جائے یہ بات بدوں قوت ایمان و خوف حق و خوف آخرت کے کبھی نہیں ہو سکتی غرض مقدمہ ہوا اور قصاص کا حکم ہو گیا امیر عبدالرحمٰن خان صاحب کے صاحبزادوں نے آکر عرض کیا کہ کیا والدہ کے لئے ایسی کارروائی ہو گی فرمایا جو شریعت کا حکم ہو گا وہی کیا جاوے گا اور افسوس تم کو اپنی والدہ پر تو رحم آتا ہے مگر اپنے بوڑھے باپ پر رحم نہیں آتا کہ اگر عدل اور انصاف کے خلاف ہوا تو قیامت کے روز فرشتے خدا کے سامنے کھینچے کھینچے پھریں گے رسوائی اور ذلت گلوگیر ہو گی جہنم کا کندہ بنا دیا جاؤں گا کیا باپ کی اتنی بڑی تکلیف گوارا ہے صاحبزادوں نے عرض کیا کہ اگر ہم ورثہ کو راضی کر لیں اور وہ معاف کر دیں فرمایا کہ بدوں جبر حکومت کے اگر وہ راضی ہو جائیں اور بطیب خاطر معاف کر دیں کچھ حرج نہیں چنانچہ راضی کر کے معافی ہو گئی اور جان بچی یہ شان ہوتی ہے اسلام اور ایمان والوں کی دیکھئے ایک حکومت یہ بھی تھی یہی صاحب جنہوں نے یہ واقعہ مجھ سے روایت کیا یہی صاحب ایک دوسرا واقعہ اپنے ساتھ گذرا ہوا بیان کرتے تھے کہ میں نے سلطنت کے مفید شب کو تنہائی میں چند نوٹ لکھے کہ صبح ان کو امیر عبدالرحمٰن خان صاحب کی خدمت میں بطور مشورہ پیش کروں گا کہ یہ ملک کی ترقی اور فلاح اور بہبود کے اسباب ہیں ان کو اختیار کر لیا جائے بیان کرتے تھے کہ میں حسب معمول امیر عبدالرحمٰن خان صاحب کے دربار میں حاضر ہوا ہنوز پیش نہیں کیا تھا کہ امیر صاحب نے خود ہی فرمایا کہ بعض لوگ ملک کی اصلاحات اور ترقی کے لئے ایسا ایسا مشورہ دینا چاہتے ہیں لیکن اس میں اگر یہ مفاد ہیں تو فلاں فلاں مضرات بھی ہیں کہتے تھے کہ وہ نوٹ کا پرچہ میری جیب میں ہی رہا اور امیر صاحب سب کو بیان کر گئے میں حیرت میں تھا کہ اللہ ان کو میرے نوٹ لکھے

ہوئے کیا معلوم کہتے تھے کہ منجملہ اور تمام نوٹوں کے میرے بے لکھی ہوئے نوٹ میں یہ بھی تھا کہ یہاں سے کچھ نو عمر لڑکے با عقل با سلیقہ انتخاب کر کے غیر ممالک مثلاً جرمن جاپان وغیرہ بھیجے جائیں تاکہ وہ صنعت و حرفت سیکھ کر واپس آکر اپنے ملک والوں کو سکھالیں اس سے بہت جلد ملک ترقی کر جائے گا اس کا یہ جواب دیا کہ مشورہ تو نیک اور مفید ہے لیکن طریق کار غلط ہے اس لئے کہ یہاں کے لوگ دوسرے ممالک میں جا کر وہاں کے خیالات اور جذبات لے کر آئیں گے اور پھر ان جذبات اور خیالات کا اثر دوسروں پر ہو گا جو قطعاً مناسب نہیں اس کی مناسب صورت یہ ہے کہ دوسرے ممالک سے ماہرین فن بلائے جائیں جو بحیثیت ملازم کے ہوں گے ان کی نگرانی بھی ہو سکتی ہے اور بسہولت ہو سکتی ہے وہ آکر کام سکھائیں اس میں یہ اندیشہ نہ ہوگا اس لئے کہ وہاں آزادی ہو گی یہاں آزادی نہ ہو گی واقعی کیسی کام کی بات فرمائی یہ سب نور ایمان کے برکات ہیں کہتے تھے کہ میں نے موقع پا کر دریافت کیا کہ امیر صاحب یہ نوٹ تو میں شب میں لکھ کر لایا تھا آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کیا آپ کو کشف ہوتا ہے فرمایا کہ کشف تو بزرگوں کو ہوا کرتا ہے مجھ کو کیا کشف ہوتا مگر اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے مجھ کو اس سے معلوم ہو گیا میں نے عرض کیا عقل کی رسائی ایسے امور تک کیسے ممکن ہے فرمایا کہ جہاں کشف کی رسائی ہوتی ہے وہاں عقل کی بھی ہوتی ہے مگر دونوں میں اتنا فرق ہے جیسے ایک تو ٹیلیگراف ہوتا ہے اور ایک ٹیلیفون ٹیلیگراف میں تو خاص اصطلاحیں ہیں کہ حرکات کو ان پر منطبق کر کے جو ایک قسم کا استدلال ہے مقصود کو سمجھتے ہیں اور ٹیلیفون میں صاف صاف الفاظ معلوم ہو جاتے ہیں پس عقل کی مثال تو ٹیلیگراف کی سی ہے اور کشف کی مثال ٹیلیفون کی سی تو ہم ٹیلیگراف سے کام لیتے ہیں عجیب بات بیان کی کہ جہاں تک کشف پہنچتا ہے وہیں تک عقل بھی پہنچتی ہے میں اور توسع کر کے کہتا ہوں کہ اس سے عقل اور کشف کی برابری کا شبہ نہ کیا جاوے عقل کے سامنے کشف بیچارا کچھ بھی چیز نہیں اور نہ اس کی کچھ حقیقت۔ اصل چیز عقل ہے جس کا تعلق قوت

ایمان سے ہے۔ فراست بھی اسی کا ایک شعبہ ہے جس کو یہ دولت عطاء فرمادی جائے تو کشف کیا چیز ہے۔

(ملفوظ ۳۱۱) کشف ہمیشہ پر خطر ہے

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کشف کیا کسبی ہے فرمایا کہ جی کسبی تو پھر بھی کسی کی مطلوب ہے اور نکاح کر لو تو بے خطرہ بھی ہو گئی یہ تو نرا طبلچی ہے اور ہمیشہ پر خطر مگر لوگوں نے خواہ مخواہ اس کو بزرگی کے لوازم میں سے سمجھ لیا۔

(ملفوظ ۳۱۲) آداب معاشرت سے لاپروائی پر اظہار افسوس

ایک نووارد صاحب حاضر ہوئے۔ سلام مسنون اور مصافحہ کے بعد ایسی جگہ بیٹھے کہ پہلے سے جو ایک صاحب مجلس میں بیٹھے تھے ان کی طرف پشت ہو گئی۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ آتے ہی عقلمندی کے کام شروع کر دیئے۔ کیا ہو گیا تم لوگوں کو کیا تم کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ ایک مسلمان کی طرف بلا ضرورت پشت کرنا نہیں چاہئے۔ معلوم بھی ہے ایسی حرکتوں سے دوسرے پر کیا اثر ہوتا ہے اول تو اس کے ہی دل میں نفرت اور اعراض پیدا ہوتا ہے جس کی طرف پشت کر کے بیٹھتا ہے وہ دل میں کہتا ہے کہ یہ نہایت بیہودہ اور بد تمیز شخص ہے اور دیکھنے والوں کو بھی برا معلوم ہوتا ہے۔ کیا یہ باتیں بھی میرے ہی تعلیم کرنے کی ہیں۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی معاف فرمایئے۔ فرمایا معاف کو معاف ہی ہے۔ خدانخواستہ انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں۔ مگر کیا آگاہ بھی نہ کروں۔ آئندہ ایسی بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ کبھی کسی مسلمان کی طرف بلاضرورت پشت کر کے نہیں بیٹھنا چاہئے بری بات ہے اور اگر ایسی ہی بے خبری اور بے ہوشی ہے تو میری ہی کیوں رعایت کی گئی۔ میری طرف بھی پشت کر کے بیٹھ جانا تھا۔ آخر فرق کیا ہے وہ بھی مسلمان ہیں میں بھی مسلمان ہوں۔ قطعاً تمیز نہیں رہی۔ کس

قدر بے ادبی کا بازار کھلا ہے- معاشرت تو بالکل ہی خراب اور برباد ہو گئی-

(ملفوظ ۳۱۳) مدارس میں خرابیوں کا ایک سبب

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ جو آجکل مدارس میں اساتذہ نے ایک طرز اختیار کیا ہے کہ طلباء کی مرضی پر اسباق رکھے جاتے ہیں یہ بالکل ہی غلط طرز ہے اس طرز میں بہت سی خرابیاں ہیں- اساتذہ کو چاہئے کہ طالب علم کی استعداد اور قوت کو دیکھ کر کتاب انتخاب کریں تاکہ آئندہ کے لئے محنت کار آمد ہو- دوسرے طلبا کے دماغ اور اخلاق خراب ہوتے ہیں- ایسے برتاؤ سے اساتذہ کو اپنا محکوم سمجھتے ہیں ایسی ہی باتوں کی بدولت مدارس میں خرابیاں پیدا ہو گئیں-

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ ھجری مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۳۱۴) ایک خط کا جواب

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ ایک شخص نے میرا مکان دبا لیا ہے مجھے کیا کرنا چاہئے میں نے جواب لکھ دیا ہے کہ تم کیا کیا کر سکتے ہو سب لکھو تب میں بتلاؤں گا کہ یہ کرو- اس پر فرمایا کہ بہت لوگ لکھتے ہیں کہ فلاں فلاں نے یہ جرم کیا اس کو کیا سزا دینا چاہئے میں لکھ دیتا ہوں کہ تم کیا کیا سزا دے سکتے ہو سب لکھو تب میں بتلاؤنگا کہ یہ سزا دو اس کے بعد پھر کوئی جواب نہیں آتا- آخر ایسے فہیم لوگوں کو اور کیا لکھوں- اب دیکھئے یہی عقلمند کیا جواب لکھتے ہیں-

(ملفوظ ۳۱۵) بے قدری بات

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ موت کا اس قدر خوف غالب ہے کہ نہ شب کو نیند آتی ہے نہ کسی وقت بھوک لگتی ہے ہر وقت بے

چینی رہتی ہے- اس کا کیا علاج ہے میں نے جواب میں لکھا ہے کہ گناہ کے احتمال سے علاج چاہتے ہو یا تکلیف کے خیال سے- دیکھوں کیا لکھتے ہیں- ایک جملہ بھی لکھا ہے جس پر مجھ کو گناہ سمجھنے کا شبہ ہوا- یہ لکھا ہے کہ اس قدر خوف محمود نہیں- عجیب بات ہے کہ بزرگ لوگ تو اس درجہ کے پیدا کرنے کے لئے مراقبات بتلاتے ہیں اور یہ شخص پیدا ہوئی حالت کو کھونا چاہتا ہے- کس قدر بے قدری کی بات ہے- اب دیکھنا یہ ہے کہ میرے جواب سے کیا سمجھتے ہیں-

(ملفوظ ۳۱۶) مرید کو اپنے شیخ سے مناسبت پیدا کرنے کی ضرورت

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ مجھ کو مرید کر لیا جائے اور قصد السبیل کی عبارت تائید میں لکھی ہے کہ بیعت ہونا اس لئے چاہتا ہوں کہ مرید کے حال پر شیخ کو توجہ اور مرید کو اتباع کی رغبت بڑھ جاتی ہے- میں نے لکھ دیا ہے کہ بالکل ٹھیک ہے مگر دلائل سے باہم مناسبت ہونا بھی شرط ہے- پہلے مناسبت پیدا کرنے کی کوشش کرو- اب جب مناسبت پیدا کرنے کی تدبیر پوچھیں گے جب بتلاؤں گا-

(ملفوظ ۳۱۷) طرز جدید پر تفسیر پڑھانے کی مذمت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل نیچریت کا غلبہ دینداروں پر بھی کم و بیش ہو گیا ہے- محض دینداروں ہی پر نہیں جھلک سب میں مارنے لگی ہے اور جو معدودے چند اپنے بزرگوں کے مسلک اور طرز پر قائم ہیں ان کو لکیر کا فقیر جامد الطبع اور خدا معلوم کیا کیا خطاب دیئے گئے ہیں اور کن کن القاب سے یاد کئے جاتے ہیں- فلاں مولوی صاحب جن کو میں مولویوں کا سید احمد خاں کہا کرتا ہوں یہاں آئے تھے انہوں نے دہلی میں ایک مدرسہ [illegible] کیا تھا اس میں نئے

روشنی کے اصول سے بی اے والوں کو تفسیر پڑھاتے تھے- یہاں جب آئے میں نے کہا کہ اس کی ضرورت ہی کیا ہے- کہنے لگے کہ قدیم طرز کی تفسیر سے ان لوگوں کو تشفی نہیں ہوتی اس لئے جدید طرز پر تفسیر پڑھاتا ہوں اور اس جدید طرز کے متعلق وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ سے ماخوذ ہے جو محض غلط ہے- میں نے ان سے کہا کہ یہ محض غلط خیال ہے کہ قدیم طرز کی تفسیر سے تشفی نہیں ہو سکتی- آپ دو طالب علم بی اے لیجئے جن کی طبیعت ایک سی ہو- علم یکساں ہو اور ایک ہی مسئلہ ہو- ایک کو آپ جدید طرز پر سمجھائیں اور ایک کو میں پرانے طرز پر سمجھاتا ہوں اور پھر ان کا تقابل کرایئے معلوم ہو گا کہ کون سمجھا اور کون نہیں سمجھا- کہنے لگے کہ آپ تو سمجھا سکتے ہیں میں نے کہا کہ جب میں سمجھا سکتا ہوں تو تم یہ کام چھوڑ دو میرے سپرد کردو- کہنے لگے بہتر- دہلی چل کر رہو اور وہاں رہ کر پڑھاؤ- میں نے کہا اس کی کیا ضرورت ہے- انگریزی خواں طلبہ کو یہاں بھیج دیئے نہ کسی چندہ کی ضرورت ہو گی نہ طالب علموں کا زیادہ خرچ ہو گا اور کام ہو جائے گا- پھر کچھ نہیں بولے خاموش ہو گئے اور کوئی بات نہیں صرف وہی بات ہے جو میں کہہ رہا ہوں کہ اس کمبخت منحوس نیچریت کا اثر اور جھلک اب سب میں نظر آنے لگی اس کا بڑا زہریلا اثر ہے جیسے کسی زمانہ میں ہوا میں سمیت پیدا ہو جاتی ہے بس وہ حالت اس ہو رہی ہے-

(ملفوظ ۳۱۸) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے جذبات کی رعایت فرماتے ہیں

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ عین وقت پر حق تعالیٰ مدد فرماتے ہیں- ضرورت کی چیز دل میں ڈال دیتے ہیں میں ان کا بڑا ہی فضل اور رحمت سمجھتا ہوں ایک مرتبہ میں گھر کی چند بچیوں

کو قرآن شریف کا ترجمہ پڑھا رہا تھا وہ بھائی اکبر علی مرحوم کی بچیاں تھیں۔ جب یہ آیت آئی وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ قَالَتِ النَّصَارٰى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ پر بچیوں نے سوال کیا کہ جب یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو ان کے اہلاک پر قادر ہیں پھر قاتلهم اللہ کہہ کر بددعا کیسی۔ کسی دوسرے کا کلام ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ سے ان کی ہلاکت کی بددعا کرتا۔ مجھ کو خیال ہوا کہ جواب کی تقریر ان کے مذاق اور استعداد کی رعایت کرتے ہوئے ہونا چاہئے تاکہ یہ سمجھ سکیں۔ میں نے کہا کہ حق تعالیٰ نے اپنے ایمان والے بندوں کے جذبات کی رعایت فرماتے ہوئے ایسا فرمایا اس لئے کہ ظاہر ہے کہ جس وقت حق تعالیٰ کا کسی کو بیٹا بنایا جائیگا تو ایک ایمان والی کو ضرور غصہ آئیگا اور غصہ میں بیساختہ جی چاہے گا کوسنے کو آگے دو ہی صورتیں تھیں یا تو کوسنے کی اجازت ہوتی یا نہ ہوتی اگر نہ ہوتی تو جذبات مضمحل ہو جاتے اور اگر ہوتی تو غیر قرآن کا قرآن کے اندر تخلل ہوتا ہے تو جذبات کی رعایت کر کے اس کو جزو قرآن بنا دیا تاکہ بیساختہ قرآن ہی میں اس کو بھی پڑھ دے۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ اب جزو قرآن شریف ہونے سے ثواب بھی ملا اور جذبات کی بھی رعایت ہو گئی یہ تقریر سن کر بچیاں نہایت آسانی سے خوب سمجھ گئیں میرا جی بھی خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عین وقت پر مدد فرمائی پہلے سے بالکل خالی الذہن تھا۔

(ملفوظ ۳۱۹) اہل بدعت کی خفگی کا سبب

ایک سلسلہ میں فرمایا کہ میاں اب تو بوڑھے ہو گئے اب کیا کسی کے بدنام کرنے سے ڈریں گے جس کا جی چاہے بدنام کرے اور الزام اور بہتان لگائے۔ ہوتا کیا ہے۔ آخر بیچارے اگر یہ بھی نہ کریں تو اور کیا کریں۔ باقی جو حلوے مانڈوں میں کھنڈت پڑ گئی ہے ان کی واپسی تو ذرا اب مشکل ہے اس ہی

لئے زیادہ خفا ہیں- عام لوگ جس طرح پہلے بھکائے میں آجاتے تھے اللہ کا شکر ہے کہ اب وہ بات نہیں رہی- یوں تو بد فہم بد عقل لوگ ہر زمانے میں رہے اور ہیں لیکن سمجھدار اب پھندوں میں نہیں آسکتے- مرغے انڈے حلوے مانڈے سب ختم ہو گئے تو کیا برا بھلا بھی نہ کہہ لیں- خصوص یہ بدعتی تو مجھ سے بے حد خفا ہیں ان کو ہی زیادہ نقصان پہنچا- آئے دن ایک نئی بات اور اعتراضات لیکر کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن تاڑنے والے تاڑ لیتے ہیں کہ حقیقت اس کی ہے کیا-

(ملفوظ ۳۲۰) بڑھاپے کی طبّی خاصیت

ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا حضرت بوڑھاپے میں کسی کا خوف نہیں رہتا- فرمایا کہ مومن کے قلب میں تو ہمیشہ ایک ہی کا خوف رہتا ہے- چاہے جوانی ہو یا بوڑھاپا ہو اور وہ حق تعالٰی کی ذات ہے- باقی بوڑھاپے میں خصوصیت کی ساتھ طبعاً بھی دوسروں کا خوف کم ہو جاتا ہے اور اس کے متعلق بھائی اکبر علی مرحوم نے عجیب بات کہی تھی جو میرے ذہن میں بھی کبھی نہیں آئی تھی وہ یہ کہ بڑھاپے میں طبعی خاصیت ہے کہ اس پر کسی کا رعب نہیں ہوتا نہ اثر ہوتا ہے- اس کو سب بچے نظر آتے ہیں اور اس کا سب پر اثر ہوتا ہے- بھائی مرحوم تھے بڑے ذہین ذہانت ہی سے جذبات کی پہچان ہو سکتی ہے- بات کام کی کہی واقعی بوڑھاپے کا یہ اثر ضرور ہے-

(ملفوظ ۳۲۱) انتظامی بات

ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت نے چماروں کے کنویں سے پانی پی لیا- فرمایا تو یہ کر لو اور آئندہ ایسا مت کرنا جب وہ شخص چلا گیا فرمایا کہ میں نے اس لئے کہا کہ تاکہ دل میں اس کی رکاوٹ رہے آگے نہ بڑھے نفرت پیدا ہو- حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص لایا گیا مع اپنے کنبہ کے وہ خانساماں تھا اس نے انگریز کی بچی ہوئی چائے پی لی تھی اس

کے تمام متعلقین نے اس سے نفرت ظاہر کی کہ تو تو کرشتان ہو گیا یہ شخص بہت پریشان تھا- حضرت شاہ صاحب کے پاس سب مسئلہ پوچھنے آئے- شاہ صاحب کے پاس اہل علم کا ان کے شاگردوں وغیرہم مجمع رہتا تھا- شاہ صاحب نے فرمایا کہ بھائی اتنی بڑی بات اتنی جلد طے نہیں ہو سکتی کل آنا کسی بڑی کتاب میں مسئلہ دیکھیں گے اور بیوی بچوں سے کہا کہ اس سے الگ رہنا- کئی روز دق کر کے فرمایا کہ آج ایک روایت نکلی ہے- بہت بڑی بات ہو گئی تم سے- اتنے مساکین کو کھانا کھلاؤ- اتنی نفلیں پڑھو- غسل کرو- غرض بڑا بکھیڑا بتلادیا- شاگردوں نے باہم جرحا کہا کہ نہ معلوم حضرت شاہ صاحب نے یہ مسئلہ کہاں سے فرمایا- حضرت شاہ صاحب نے سن کر فرمایا کہ تم کیا جانو یہ انتظامی بات ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگ دلیر ہو جاتے اور کرشتان بننا شروع ہو جاتے- حضرت شاہ صاحب کا طرز نہایت حکیمانہ تھا عجیب باتیں ہوتی تھیں-

(ملفوظ ۳۲۲) مدتوں بعد حقیقت طریقت کا واضح ہونا

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عوام تو طریق کو کیا سمجھتے انہوں نے سمجھا ہی کس زمانہ میں یہ بیچارے تو اتباع محض کرنیوالے ہوتے ہیں- خود اہل علم ہی طریق کو کم سمجھے- خصوص اس وقت تو طریق سے اس قدر بے خبری ہے کہ اس کو احکام شرعیہ اور اعمال کے علاوہ ایک چیز سمجھنے لگے- وجہ اس کی یہ ہوئی کہ علماء اہل حق نے اس طرف توجہ نہیں کی- جہلاء اور اہل باطل کے ہاتھوں اس کی یہ گت بنی کہ جو چاہا من گھڑت گھڑتے رہے اور تصوف کے نامزد کرتے رہے اب ان خرافات کا تو ثمرہ یہی ہوتا کہ لوگوں کو اس سے نفرت کا درجہ پیدا ہو گیا گو افراط اور تفریط سے دونوں طبقے خالی نہیں- مثبتین بھی نافین بھی- مگر اب بحمد اللہ تعالیٰ مدتوں کے بعد طریق کی حقیقت واضح ہوئی- اب ہر بات صاف ہے- بے غبار ہے- روز روشن کی طرح اظہر من الشمس ہے- اب مخالفین طریق کو کسی معتدبہ اعتراض کی گنجائش نہیں رہی اور

یوں تو اعتراض سے خود قرآن پاک اور حدیث شریف بھی بچے ہوئے نہیں۔ سوال تو معقول اور غیر معقول کا ہے۔ میں ایک مسئلہ کی حقیقت بطور مثال کے عرض کرتا ہوں کہ اعمال کے علاوہ جتنی چیزیں طریق میں ہیں جن کی شیخ طریقت تعلیم کرتا ہے اس کا درجہ طبیب جسمانی کی تدابیر سے زیادہ نہیں۔ مقصود نہیں محمود ہیں اور معین ہیں مقصود کی اور طریق صرف اعمال ہیں اور ان سے مقصود رضا حق ہے۔ یہ ہے حقیقت طریق کی اور جیسے طبیب جسمانی کی تدابیر کو بدعت نہیں کہہ سکتے ایسے ہی ان تدابیر اصلاح کو بھی بدعت نہیں کہہ سکتے۔ بدعت تو اس وقت کہا جا سکتا ہے جبکہ ان کو دین اور مقصود سمجھ کر ان پر عمل کیا جائے اور ان کو اختیار کیا جائے۔ رہا یہ کہ ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو اس کو دین سمجھ کر اور مقصود سمجھ کر عمل کرتا ہے تو اہل باطل اور جہلاء کے کسی ایسی بات کے کرنے یا کہنے سے حقیقت تو نہیں بدلی۔ پھر بتلاؤ کہ اس میں بدعت کی کیا بات ہے اور کس طرح اس کو بدعت کہا جا سکتا ہے۔ پس حقیقت ظاہر ہو گئی کہ اعمال طریق ہیں اور رضا حق مقصود ہے اور غیر اعمال کسی درجہ میں بھی مقصود نہیں۔ میں اس مسئلہ کو اس سے بھی زیادہ سہل عنوان سے اہل علم کے سمجھنے کی واسطے دو جملوں میں ادا کرتا ہوں کہ انفعالات طریق میں مقصود نہیں افعال مقصود ہیں اور افعال ہی کے ساتھ رضا حق کا وعدہ ہے۔ اس سے آگے ذکر و شغل مراقبہ غرضیکہ جو کچھ پیران طریقت اہل حق تعلیم کرتے ہیں سب تدابیر کے درجہ میں ہیں۔ اب میرے کان مشتاق ہیں کہ اس حقیقت کے معلوم ہونے کے بعد طریق کو بدعت کہنے کے دلائل کیا ہیں اور یہ بدعت اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ طبیب جسمانی کی تدابیر کو بھی بدعت کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فہم سلیم اور عقل کامل عطا فرمائیں تاکہ دین کو سمجھیں۔

(ملفوظ ۳۲۳) برصغیر میں مسلمانوں کی امتیازی شان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض سیاحوں کی زبانی معلوم ہوا کہ اسلام

کی جو شان ہندوستان میں ہے وہ ممالک اسلامیہ میں بھی نہیں اور اپنے بزرگوں سے بھی ایسا ہی سنا جنہوں نے دوسرے ممالک دیکھے ہیں شاید یہ وجہ ہو کہ وہاں پر تو مسلمان بے فکر ہیں کہ حکومت اسلامی ہے وہ ہر بات کی ذمہ دار ہے اس ہی لئے وہاں کے علماء بھی بے فکر اور عوام مسلمان بھی بے فکر اور ہندوستان میں حکومت اسلامی تو ہے نہیں عوام ہو یا علماء سب دین کی ذمہ داری اپنے اوپر سمجھتے ہیں- واللہ اعلم-

(ملفوظ ۳۲۴) اعلاء السنن کا عزم اشاعت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت سے باوجود بے سروسامانی کے یہاں پر جس قدر کام ہو رہا ہے دوسری جگہ سامان ہونے پر بھی اتنا کام نہیں ہو رہا اور یہ میں فخر کی راہ سے نہیں کہہ رہا بلکہ اللہ کی ایک نعمت اور رحمت سمجھ کر اس کا اظہار کر رہا ہوں- نہ یہاں پر ترغیب ہے نہ ترہیب اور پھر جس چیز کو جی چاہتا ہے حق تعالیٰ پورا فرما دیتے ہیں یہ ان کا فضل ہی تو ہے کہ کام سب برابر ہو رہے ہیں- اب اعلاء السنن کی بعض جلدیں چھپوانے کا ارادہ ہے تخمینہ جو کیا گیا تو کچھ کم و بیش غالباً چار ہزار روپیہ کا صرفہ بیٹھے گا- امید ہے ان کی ذات سے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ کام بھی پورا ہو جائے گا- یہ اعلاء السنن مذہب احناف کی نصرت میں لکھی گئی ہے اس سے پہلے ایسی کتاب اس ترتیب سے نہیں لکھی گئی حق تعالیٰ اس کو نافع فرمائیں-

۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ ۳۲۵) بلا ضرورت مصافحہ پر تنبیہ

ایک صاحب کئی یوم سے خانقاہ میں مقیم تھے انہوں نے مجلس خاص میں آکر بیٹھنے کے وقت حضرت والا سے مصافحہ کیا- اس پر حضرت نے مواخذہ

فرماتے ہوئے دریافت فرمایا کہ آپ تو کئی روز سے یہاں پر مقیم ہیں پھر اس وقت مصافحہ کرنے کی کیا وجہ ہے عرض کیا کہ دوسرے صاحب مصافحہ کر رہے تھے اس وجہ سے مجھ کو بھی خیال ہوا مصافحہ کرنے کا۔ فرمایا کہ یہ تم کو بھی معلوم ہو گا کہ یہ نئے آدمی ہیں جو ابھی آئے ہیں اور کیا جس روز سے تم مقیم ہو اس درمیان میں اور کسی نے مصافحہ نہیں کیا۔ یہاں روزانہ لوگوں کی آمد بڑ آمد رہتی ہے تو ان کو دیکھ کر کیوں نہیں مصافحہ کیا انہوں نے بھی تمہارے ہی سامنے مصافحہ کیا تھا کیا لغو عذر کرنے کا کچھ شوق ہے۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی۔ معاف فرمایئے فرمایا کہ آپ نے تو ایک چھوٹا سا لفظ کہہ دیا کہ غلطی ہوئی اور دوسرے کو جو اذیت ہوئی تکلیف پہنچی وہ کس مد میں گئی۔ آپ آنے والوں کے سامنے مزاج میں تغیر دلاتے ہیں وہ سمجھیں گے کہ بہت سخت مزاج ہے ان کو افسوس ہو گا کہ کہاں آکر پھنسے بڑا افسوس ہے سخت افسوس ہے نہایت افسوس ہے لیکن اگر سخت مزاجی کی بدنامی سے بچنے کے لئے خاموش رہتا ہوں تو اصلاح نہیں ہو سکتی اور جب اتنی موٹی موٹی باتوں کی بھی اصلاح نہ ہوئی تو تعلق رکھنے سے فائدہ ہی کیا ہوا اور آگے دقیق باتوں کی اصلاح کی کیا امید ہو سکتی ہے لوگ اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں لیکن میں نہ خود کسی کا تابع بنتا ہوں اور نہ دوسروں کو اپنا تابع بنانا چاہتا ہوں میں خود بھی اصول صحیحہ کا اتباع کرتا ہوں دوسروں کو بھی اصول صحیحہ کا تابع بناتا ہوں اگر یہ پسند نہیں تو ایسی جگہ جایئے جہاں آنے والوں کی غلامی کی جاتی ہو ایسی بہت جگہ ہیں ان ہی رعایتوں نے آپ لوگوں کے دماغ خراب کر دیئے مگر مجھ سے غلامی نہیں ہو سکتی جواب دیجئے کہ اس غلطی کا منشا کیا ہے جبکہ آپ نے اس سے پہلے ایسی ہمت نہیں کی آج کیوں یہ نیا جوش اٹھا عرض کیا اب کبھی ایسا نہ ہو گا۔ دریافت فرمایا اب کیوں ہوا جب تک منشا نہ بتلاؤ گے تو اصلاح کیسے ہو گی میری تو اس میں کچھ مصلحت نہیں تمہاری ہی مصلحت ہے یعنی اصلاح کی آپ لوگوں کو فکر ہی نہیں جو جی میں آیا کر لیا اور فکر ہی جڑ ہے تمام چیزوں کی بھلا ایسے آنے سے کیا فائدہ۔ اپنا پیسہ خرچ کیا وقت صرف کیا گھر بار چھوڑا سفر کی تکالیف اور

صعوبتیں برداشت کیں اور اس پر خود بھی محروم اور دوسرے کو بھی اذیت اور تکلیف پہنچائی ان رعایتوں کی بدولت تم لوگوں کا ستیاناس ہو گیا تم کسی کام کے نہ رہے تم خراب اور برباد ہو گئے تمہاری معاشرت برباد تمہارے اخلاق خراب تمہیں کچھ خبر نہیں کہ کون بات راحت کی ہے اور کون اذیت کی مثل بہائم کے ہو میں تم کو بتلائے دیتا ہوں کہ یہ بات اس طریق میں نہایت خطرناک بات ہے کہ معلم کو مکدر کیا جائے اس سے زیادہ خسارہ کی دوسری چیز نہیں مگر اس کی پروا ہی نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اب تو مشائخ کے یہاں اپنی اصلاح کی نیت سے یا غرض سے جاتے ہی نہیں دوسری ہی اغراض لے کر جاتے ہیں کہ جائیں گے اول تو آؤ بھگت ہو گی تعظیم و تکریم ہو گی خاطر مدارات ہو گی جاتے ہی مرید ہونے کو کہیں گے مرید کر لیا جائے گا لنگر سے کھانا ملتا رہے گا روپیہ دو روپیہ چلتے وقت بطور نذرانہ دے کر رخصت ہوں گے چلو چھٹی ہوئی سب ارکان پیری مریدی کے ادا ہو گئے اور یہ دینا ایسا ہے جیسے سرائے میں جا کر ٹھیرے اور چلتے وقت کچھ کرایہ مکان اور کچھ کھانے پینے کا حساب لگا کر اور آنہ دو چار آنہ اور زائد بھٹیارے کو دے کر چلتے بنے یہ نقشہ تو مرید کا تھا۔ اب پیر صاحب کا نقشہ سنئے کہ قبلہ رخ ایک مصلی پر آنکھیں بند کئے بیٹھے ہوں گے ہاتھ میں ایک لمبی موٹے موٹے دانوں کی تسبیح ہو گی دنیا و مافیہا سے بے خبر بت کی طرح بیٹھے ہوں گے چاہے کوئی لڈو پیڑے چڑھا جائے تب کچھ خبر نہیں یا کوئی بد تمیزی کر جائے تب کوئی خبر نہیں تو ایسے بھی بہت ہیں وہیں جاؤ ایسے بد فہموں کو وہیں سے فیض ہو گا ایک صاحب نے کہا تھا کہ ہم فلاں شاہ صاحب کے یہاں جاتے تھے تو صبح کو حلوا اور چاء ملتی تھی اور یہاں تو کوئی کسی کو بھی نہیں پوچھتا باوجود اس کے میں نے یہ خیال کر کے کہ ان حضرت کے معتقد ہیں میں نے ان صاحب کی ایک وقت کی دعوت بھی کر دی تھی مگر خود ان حضرت کے باوجود اس قدر اخلاق اور حلم کے آخر میں یہ رائے ہو گئی تھی (یہ رائے مجھ کو ایک صاحب سے جو ثقہ ہیں پہنچی) کہ سخت ضرورت ہے ایسے قواعد کی جو اشرف علی نے جاری کر رکھے ہیں پھر

ان صاحب کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ باہر جا کر مجھ کو بدنام کریں کہ ایسا بد خلق ہے مجھ کو بحمداللہ اس کی پروا نہیں۔ لوگ یہ نظیر پیش کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ کے ایسے اخلاق تھے لیکن ان کے اصحاب کے اخلاق کا بھی تو ذکر کرنا چاہئے کہ کیا حالت تھی اور ان بزرگ کے اخلاق سے ان کی کیا اصلاح ہوئی مگر اب تو اصلاح کا کوئی طالب ہی نہیں بس یہ سمجھتے ہیں کہ برکت کے لئے بیعت ہو گئے تو صاحب برکت تو اس طرح بھی حاصل ہو سکتی ہے کہ قرآن شریف گھر میں موجود ہے صبح ہی اٹھے اس کو ادب سے اٹھا کر سر پر رکھ لیا سینے سے لگا لیا چوم لیا برکت ہو گئی اور اس سے آگے اور بتاتا ہوں بڑے بڑے بزرگ مردہ موجود ہیں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ قطب صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہیں ان کے پاس ہو آیا کرو برکت ہو جاوے گی مگر مردوں کے پاس تو اس ہی لئے نہیں جاتے کہ وہاں اصلاح نہ ہو گی تعلیم نہ ہو گی اور زندوں سے تعلق اس لئے کرتے ہیں کہ وہاں روک ٹوک ہو گی اصلاح ہو گی پھر جب اصلاح ہی نہ ہوئی تو مردے زندہ سب برابر ہیں اب اس پر نظر کر کے اگر روک ٹوک کرتا ہوں تو بزرگوں کے اس درجہ مروجہ اخلاق نے لوگوں کے ذہنوں کو خراب کر دیا ہے کہ ان کو وحشت ہوتی ہے اور اس کو برداشت نہیں کرتے پھر فرمایا کہ خیر نہ کریں برداشت میری جوتی سے میں کسی کو کیا بلانے جاتا ہوں خود ہی آتے ہیں سو نہ آؤ میری غرض ہی کونسی ہے مجھ سے غلامی نہیں ہوتی۔ تم سے جن کی اغراض اور ضرورتیں وابستہ ہیں وہ تمہاری غلامی کریں گے وہیں جاؤ وہ بھی منہ کھولے انتظار میں بیٹھے ہیں ایسے فہیم اور عقیل لوگوں کی وہیں کھپت ہے میرے یہاں گنجائش نہیں اور نہ ایسوں کے لئے میرے یہاں جگہ ہے میں تو ایسے موقع پر یہ پڑھا کرتا ہوں ۔

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی
جسکو ہو جان ودل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

(ملفوظ ۳۲۶) دنیوی امور میں شیخ کو مشورہ دینا ضروری نہیں

ایک صاحب نے عرض کیا کہ میں ایک معاملہ میں حضرت سے مشورہ اور رائے لینا چاہتا ہوں یہ صاحب نووارد تھے۔ فرمایا کہ میں رائے نہیں دیا کرتا ہوں ساری عمر میں نے یہ کام نہیں کیا میری ساری عمر طالب علمی میں گذری ہے یہ بھی اس وقت کے بزرگوں کے اخلاق مروجہ کا ثمرہ ہے کہ وہ اپنے اخلاق کی وجہ سے معاملات میں رائے اور مشورہ دے دیتے ہیں تو لوگ یہ سمجھ گئے کہ بزرگ اس کام کے بھی ہیں کہ وہ معاملات میں رائے دیا کریں میں نے تجربہ کیا ہے کہ کبھی مشورہ دیدیا اور اس میں نقصان ہوا تو وہ نقصان میرے ذمہ لگا دیا کہ ان کے کہنے پر عمل کر لیا اس وجہ سے یہ ہوا حتے کہ اگر کسی کو فرائض نکال کر دیدئے تو کہا کہ میں تو ان کے کہنے سے مان گیا ورنہ عدالت کرتا لوگوں نے خود ہوشیار بنا دیا اب ہر بات ہر کام کے یہاں قواعد اور اصول منضبط ہیں اس کے خلاف نہیں ہو سکتا جو لوگ کسی وجہ سے مستثنیٰ ہیں وہ اور بات ہے اس کو میں ہی سمجھتا ہوں۔

(ملفوظ ۳۲۷) ایک صاحب کو چند روز قیام کا مشورہ

ایک نو وارد شخص حاضر ہوئے سلام مسنون مصافحہ کے بعد عرض کیا کہ حضرت میں ڈیڑھ مہینہ کا پیدل سفر کر کے حاضر ہوا ہوں اور بیعت ہونے کی غرض سے آیا ہوں آپ کا نام سنا تھا دریافت فرمایا کہ کس سے سنا تھا عرض کیا کہ ایک مولوی صاحب نے اپنے وعظ میں آپ کا نام لیا تھا تب معلوم ہوا تھا۔ فرمایا کہ اگر تم مجھ سے بذریعہ خط کے معلوم کر لیتے تو میں تم کو مناسب مشورہ دیتا اور صحیح طریقہ بتلاتا اب اس طرح آنے کا جس کو تم نے ظاہر کیا مجھ پر کیا احسان خیر جو کچھ ہوا گذر گیا وہ تو ہو چکا اب آئندہ کے لئے میں بتلاتا ہوں کہ یہ سب کام خط و کتابت سے ہو جائیں گے وطن پہنچ کر خط لکھو اس سے سب

معاملہ طے ہو جائے گا اب یہ بتاؤ کہ کتنے قیام کی نیت سے آئے ہو عرض کیا کہ جتنا حکم ہو گا تعمیل کروں گا فرمایا کہ پچاس برس تک رہو اگر میں اور تم زندہ رہے تو اس کے بعد پھر بات کرنا۔ پھر دریافت فرمایا کہ کیا پچاس برس رہو گے عرض کیا کہ جی رہوں گا فرمایا کہ کیوں ایسی باتیں کرتے ہو دیوانوں کی سی ایسی بات کیوں کہتے ہو جو نہیں کر سکتے صاف کہو جو دل میں گھر سے سوچ کر چلے ہو عرض کیا کہ دو ماہ رہوں گا فرمایا کہ پہلے ہی یہ بات کیوں نہیں کہہ دی تھی۔ پھر دریافت فرمایا کہ ان دو ماہ میں کھاؤ گے کہاں سے اس پر خاموش رہے فرمایا کہ کیا یہ نیت کر کے چلے ہو کہ میں پکا پکا کر کھلاؤں گا۔ عرض کیا کہ کھانے کو میرے پاس ہی فرمایا کہ میں تم کو خیر خواہی اور ہمدردی کی بنا پر مشورہ دیتا ہوں کہ اتنا طویل قیام یہاں پر مت کرو یوں دس پانچ روز کے لئے اگر جی چاہے مضائقہ نہیں وطن پہنچ کر خط و کتابت سے معاملہ طے کر کے کام میں لگو یہی صورت زیادہ بہتر ہے اور اس قیام کے زمانہ میں بھی مجھ سے مکاتبت اور مخاطبت کی اجازت نہیں مجلس میں خاموش بیٹھے رہنا ہو گا جو میں کہا کروں اس کو بغور سنا کرو پھر دریافت فرمایا کہ جو میں نے کہا سن لیا اور اچھی طرح سمجھ لیا عرض کیا جی سن لیا اور سمجھ لیا اسی پر عمل کروں گا فرمایا کہ یہ شخص اتنی دور سے آئے ان کی ٹانگیں دکھیں میرا دل دکھا اور ٹانگیں تو جلدی اچھی ہو جائیں گی اور جلدی دکھن جاتی رہے گی دل کی دکھن ذرا دیر سے جائے گی عام پیروں کے یہاں تو یہ قصہ ہو رہا ہے کہ آتے جاؤ اور پھنستے جاؤ میں یہ چاہتا ہوں کہ جس کام کی نیت سے سفر کیا خرچ کیا وقت صرف کیا اس میں لگو اور جو کام بھی ہو سمجھ سے ہو اور جس غرض سے کوئی آیا ہے وہ کام ہو نری مجلس آرائی سے کیا ہوتا ہے میں سچ عرض کرتا ہوں کہ پریشان تو یہ شخص ہو اور دل دکھ رہا ہے میرا خواہ مخواہ ان واعظ مولوی صاحب نے بیچارے کو پریشان کیا کیا خاک وعظ کہتے ہوں گے جیسا اس غریب کو بھکایا اسی طرح اوروں کو بھکاتے ہوں گے میں کیا عرض کروں تکلیف بھی کسی کی نہیں دیکھی جاتی اور غلام بھی نہیں بنا جاتا اور ساتھ ہی جی چاہتا ہے

کہ رعایت اصل مقصود کی ہر حال میں ہو اور وہ اصل مقصود کام ہے مگر آج کل ان رسمی پیروں کی بدولت ایسی رسمیں بگڑی ہیں کہ بڑے بڑے عقلا کو ان میں ابتلاء ہے اب تو اللہ کے فضل سے بہت کچھ لوگوں کو معلوم ہو چکا لیکن پھر بھی زیادہ طبقہ بے خبر ہی نظر آتا ہے۔

(ملفوظ ۳۲۸) حضرت حکیم الامت کا اصلی مذاق

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں کو تو بڑا شوق ہوتا ہے کہ سفر میں ناشتہ لے کر جاتے ہیں بڑا اہتمام ہوتا ہے اور میرا اصلی مذاق یہ ہے کہ جب میں سفر کیا کرتا تھا تو ناشتہ لے کر نہیں چلتا تھا کیونکہ ہر ضروری چیز اسٹیشن پر ملتی ہے ہاں اوروں کے لئے اہتمام ضرور کیا کرتا کیونکہ بازار کی چیز بعض کو پسند نہیں آتی۔

(ملفوظ ۳۲۹) حضرت حکیم الامت کا اپنے گھر والوں سے حسن سلوک

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس وقت کوئی شخص میرے پاس کسی کام کو آتا ہے اور ڈھنگ سے آکر پوری اور صاف بات کہتا ہے میں اس کو فارغ کرنے کی بہت جلد کوشش کرتا ہوں۔ یہ میرا معمول ہے مجھ کو اس سے تنگی ہوتی ہے کہ ایک مسلمان میری وجہ سے محبوس ہے اس لئے سب کام چھوڑ کر اس کا کام پہلے کر دیتا ہوں پھر فرمایا جب میں دوسروں کا یہاں تک خیال کرتا ہوں تو دوسروں کو بھی مجھ سے تکلیف نہ پہنچانا چاہئے اور کہنے کی تو بات نہ تھی مگر بضرورت تعلیم کہتا ہوں کہ اوروں کو تو مجھ سے کیا تکلیف پہنچتی جو خاص میرے محکوم ہیں یعنی گھر والے ان تک کو میری وجہ سے بحمد اللہ کوئی تکلیف نہیں پہنچتی گھر والوں کا یہ معمول تھا کہ جب میں گھر جاتا تب میرے لئے تازی اور گرم روٹی پکاتیں مجھ کو اس سے تنگی ہوتی اور تکلیف ہوتی کہ ان کو میری وجہ سے

تکلیف ہے میں نے کہا کہ میں گرم روٹی نہ کھاؤں گا ایک گھنٹہ کی رکھی ہوئی ٹھنڈی روٹی کھاؤں گا تب گھر والوں نے وہ عادت چھوڑی گو بلا التزام اب بھی ایسا ہو جاتا ہے ایک یہ کہ کبھی وقت پر کھانا نہ کھایا اور دوسرے وقت کے لئے رکھ دیا گیا تو کہہ دیتا تھا کہ تم بے فکر ہو جاؤ اور معین جگہ رکھ کر بتلاؤ میں خود اپنے ہاتھ سے لے کر کھالوں گا تم ایک جگہ رکھ دینے کا انتظام کر دو جگہ کے مقرر ہونے پر مجھ کو ڈھونڈنے کی کلفت نہ ہوگی غرض ان کو ہر طرح پر فارغ کر دیا اسی طرح اس کے متعلق بہت سے معمولات ہیں یہ ایک آدھ نمونہ کے طور پر ذکر کر دیا۔

۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۳۳۰) پرچہ پھینکنے والے کو تنبیہ

ایک دیہاتی شخص آیا ہاتھ میں ایک پرچہ لئے ہوئے تھا حضرت والا کے قریب بیٹھ کر اس پرچہ کو حضرت کے اوپر پھینک دیا اس پر حضرت والا نے مواخذہ فرمایا کہ ایسی بد تمیزی کی حرکت کیوں کی۔ عرض کیا کہ جی ہم گنوار ہیں فرمایا کہ ایسے گنواروں کا یہاں کام نہیں پہلے گنوار پن اتارو جب یہاں آنا۔ جاؤ اس وقت تم نے جی برا کر دیا اس لئے تمہارا کام کرنے کو دل نہیں چاہتا آدمی کی طرح پرچہ دینا چاہئے۔ اس وقت جاؤ اور گھنٹہ کے بعد آکر پرچہ دینا مگر دینا آدمی کی طرح جب کام ہوگا۔

(ملفوظ ۳۳۱) آدمیت کی تعلیم

ایک شخص نے پرچہ پیش کیا اس میں تعویذ کی درخواست تھی حضرت والا نے تعویذ لکھ کر دیا اور اس کی ترکیب بتلائی اس شخص نے ترکیب سننے کے بعد کوئی جواب نہیں دیا اس پر دریافت فرمایا کہ جو میں نے ترکیب بتلائی سن لی یا نہیں عرض کیا سن لی۔ دریافت فرمایا کہ پھر ہاں۔ نہ کا جواب کیوں نہیں دیا۔ یہ

تو کہہ دیا ہوتا کہ بہت اچھا۔ عرض کیا کہ میں کم سنتا ہوں دریافت فرمایا کہ تم کہتے تھے کہ ترکیب سن لی تو کیا بلا سنے ہوئے ہی کہہ دیا تھا اول یہی کہنا تھا کہ میں کم سنتا ہوں۔ جواب دو کیا میری بات سنی نہ تھی عرض کیا کہ تھوڑی سی سنی تھی۔ فرمایا کہ جو کچھ سنی تھی اس کا ہی جواب دیا ہوتا۔ جواب سے دوسرے کو تو یکسوئی ہو جائے کہ سن لیا عرض کیا کہ کہتا (خطا) ہوئی فرمایا کہ اب ایسی کہتا (خطا) نہ کرنا کبھی اس کی کتھا (داستان) ہو جائے جیسے اب ہو رہی ہے اس پر فرمایا کہ ان بیچاروں کا بھی قصور نہیں قصور تو بڑوں کا ہے۔ کوئی روک ٹوک نہیں کرتا اس شخص نے عرض کیا کہ ابی تم پیر ہو جو چاہے کہہ لو تمہارے کہنے کا کون برا مانے۔ فرمایا کہ بندہ خدا ایک تو آدمیت سکھا رہا ہوں اور اوپر سے ظالم بتلا رہا ہے کہ جو چاہو کہہ لو یعنی گویا ہو میں کچھ ظلم کر رہا ہوں۔

(ملفوظ ۴۳۲) وقت آنے پر اسباب حفاظت اسباب ہلاکت بن جاتے ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق تعالیٰ ہی اگر چاہتے ہیں تو حفاظت کا سامان حفاظت کا کام دیتا ہے ورنہ جو سامان حفاظت ہے وہی سبب ہلاکت کا بن جاتا ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک عورت بیوہ تھی اور شہر میں ایک بڑی پختہ حویلی میں جس کو قلعہ کہنا چاہئے رہتی تھی اس عورت کے ایک بچہ تھا شہرت ہوئی کہ شہر میں بھیڑیا اتر آیا ہے وہ غایت احتیاط کی غرض سے ایک کوٹھڑی میں اس بچے کو لے کر لیٹی اور اندر سے زنجیر لگالی۔ گرمی کا زمانہ تھا پنکھا جھلتی رہی حالانکہ وہاں احتمال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ بھیڑیا اس مکان میں آسکتا ہے اس لئے کہ اونچی اونچی دیواریں غرض تمام شب پنکھا جھلتی رہی آخر شب میں نیند آگئی چوروں کا کسی وجہ سے تھا کہ اس کوٹھڑی میں مال ہے اس خیال کی بناء پر چوروں نے اس میں نقب

جس وقت پار کر کے اندر داخل ہوئے آدمی کا سانس محسوس کر کے چور بھاگ گئے وہ نقب کی جگہ کھلی رہی اس میں بھیڑیا داخل ہوا اور بچہ کو لے کر چلتا ہوا جب وقت آتا ہے کچھ عقل وغیرہ کام نہیں کرتی اس کے دل میں یہ ڈالا چوروں کے دل میں یہ ڈالا بھیڑیے کے دل میں یہ ڈالا خود اسباب حفاظت سبب ہلاکت کا بن گئے۔

(ملفوظ ۳۳۳) متعدد تعویذ لینے کا طریق

ایک صاحب نے بذریعہ خط چند تعویذوں کی فرمائش بھیجی اس پر فرمایا کہ اتنا کام ایک دم نہیں لینا چاہئے جس کو دوسرا آدمی نہ کر سکے جس کو زیادہ تعویذ لینے ہوں اس کو چاہئے کہ یہاں پر رہنے والوں میں سے کسی سے ملاقات پیدا کر لے اور ایک پرچہ فہرست کا لکھ کر اس کو دیدے وہ ایک تعویذ روز لے لیا کرے پھر چاہے ساری عمر لیتا رہے کام سے انکار نہیں مگر قاعدہ اور طریقہ سے۔

(ملفوظ ۳۳۴) اپنے بزرگ کی تادیب و سیاست کی حکایت

ایک بزرگ کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ خواہ مخواہ یہاں کے متعلق لوگ تشدد تشدد کہتے ہیں اور ان بزرگ کو خلیق و حلیم بتلاتے ہیں مجھ کو ان بزرگ سے سابقہ پڑا ہے خلوت میں رہتے ہیں اور ان مولوی صاحب نے ان بزرگ کی بہت سی حکایتیں تادیب و سیاست کی بیان کیں مجھ کو اس وقت ایک حکایت یاد ہے کہ ان بزرگ کے پاس ایک شخص آیا وہ نفلیں پڑھ رہے تھے اور اندر سے زنجیر لگا رکھی تھی اس نے کھٹ کھٹ کی وہ سلام پھیر کر آئے دروازہ پر یہ شخص چلدیا انہوں نے جا کر پھر نیت باندھی اس نے آ کر پھر کھٹ کھٹ شروع کی یہ سلام پھیر کر پھر گئے پھر ندارد پھر نفلوں کی نیت باندھ لی پھر کھٹ کھٹ وہ پھر باہر نکلے اور اس مرتبہ وہ شخص مل گیا ایک چپت رسید کیا

یہ تشدد ہے اپنی حرکتوں کو نہیں دیکھتے دوسروں کی ہر بات بد خلقی پر مبنی ہے اور خود بڑے با اخلاق ہیں کہ ایذاء پہنچاتے ہیں۔

(ملفوظ ۳۳۵) خودرائی سے ضرورت اجتناب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے کبھی کوئی کام بدوں اپنے بزرگوں کی اجازت کے نہیں کیا حتی کہ نوکری چھوڑی وہ بھی اپنے بزرگوں کے ارشاد سے یہی میں اپنے دوستوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ جو کام کرنا ہو ہمیشہ پہلے اپنے بزرگوں سے اس میں پوچھ لیا کرو یہ بڑی برکت کا سبب ہوتا ہے۔ یہ جو آج کل خودرائی پیدا ہو گئی ہے اس کی بدولت لوگ زیادہ تباہ اور برباد ہیں اس نے تو بڑوں بڑوں کو خراب اور برباد کر دیا اس سے سخت اجتناب کی ضرورت ہے۔

(ملفوظ ۳۳۶) حضرت حکیم الامت کے پیرو مرشد اور ماموں جان کی حکایت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ سب حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے فیوض اور برکات ہیں۔ انہیں کی دعاؤں کے ثمرات ہیں میرے پاس تو کوئی چیز بھی نہیں حضرت ہی کے فیض باطن کی برکت سے یہ مدتوں کا مردہ طریق زندہ ہو گیا۔ حضرت اپنے زمانہ کے اس فن کے مجتہد تھے محقق تھے مجدد تھے امام تھے سچ یہ ہے کہ حضرت کی شان ہی جدا تھی حضرت کے یہاں جمعیت قلب کا بہت بڑا اہتمام تھا یہ تعلیم تھی کہ اس جمعیت میں اگر تعلقات مخل ہوں تو ان کو چھوڑ دینا چاہئے اور اگر عدم تعلقات مخل ہوں ان کو چھوڑ دینا چاہئے مریدوں پر حضرت باپ سے زیادہ شفیق تھے حتے کہ اس شفقت کے آثار خواب تک میں نمایاں ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ حیدر آبادی ماموں صاحب کے پاس جا کر بیٹھنے کے متعلق حضرت نے خواب میں فرمایا کہ میاں ان کے پاس جا کر بیٹھنے سے خارش پیدا ہو جائے گی۔ پھر میں نہیں گیا اس پر ماموں صاحب

مجھ سے خفا ہو گئے۔ معبرین کے یہاں خارش یا جذام کی تعبیر بدعت ہے ماموں صاحب کا مسلک ہم لوگوں کے خلاف تھا صاحب سماع تھے اور اس میں بھی غلو کا درجہ پیدا ہو گیا تھا مگر باتیں ماموں صاحب کی بڑی حکیمانہ ہوتی تھیں ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ میاں کہیں دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کی بدولت اپنی گٹھڑی نہ اٹھوا دینا۔ مجھ کو تو یہ بات بڑی پسند آئی۔ ایک بات میں نے یہ بھی دیکھی کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے جواب سے شفاء ہو جاتی تھی اور ماموں صاحب کے جواب سے شفاء نہ ہوتی تھی ویسے بڑے ذہین ذکی تھے اور آج کل کے رسمی پیروں کی طرح دکاندار نہ تھے لیکن سماع وغیرہ میں غلو کا درجہ تھا یہاں پولیس میں ایک تھانہ دار تھے وہ بھی ماموں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ایک روز ماموں صاحب کے یہاں سماع کا سامان تھا تھانہ دار سے کہا کہ آپ بھی آئیں انہوں نے کچھ مری ہوئی آواز سے کہا کہ بہت اچھا۔ ماموں صاحب نے فرمایا کہ کیا تم کو اس میں کچھ کلام ہے انہوں نے کہا کہ میں پولیس کا حاکم ہوں میرے ہاتھ سے ظلم بھی ہوتا ہے رشوت بھی لیتا ہوں تو سماع تو اس سے کم ہی درجہ کا ہے اس میں کیا کلام ہوتا ماموں صاحب شرمندہ ہو گئے ایک بار ان تھانہ دار نے ماموں صاحب سے عرض کیا تھا کہ علماء کے مقابلہ میں آپ کی بات اس لئے نہیں مانی جاتی کہ آپ جو کہتے ہیں مشاہدہ سے کہتے ہیں اور ہم کو مشاہدہ ہے نہیں نہ آپ مشاہدہ کرا سکتے ہیں اور علماء جو کہتے ہیں دلائل سے کہتے ہیں اور وہ دلائل ہم بھی سمجھ سکتے ہیں تو اگر آپ ہم کو بھی مشاہدہ کرا دیں تو پھر ان سے ان کے دلائل کا مقابلہ کریں اس پر ان تھانہ دار کو ماموں صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن باوجود اس کے پھر اس زمانہ میں سلامتی تھی۔ آج کل کے جیسے بدعتی ہیں وہ ایسے نہ تھے چنانچہ علماء میں حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمتہ اللہ علیہ کے بے حد معتقد تھے اور بدعتیوں کو برا کہا کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے تمام عمر خدمت دین کی حتیٰ کہ اسی میں جان تک دیدی کیا وہ ہستی ایسی ہے کہ اس پر اعتراض کئے جائیں عجیب بات ہے کہ مداح

ہوئے تو حضرت شہید رحمتہ اللہ کے جو سب میں زیادہ بد نام ہیں۔

(ملفوظ ۳۳۷) ایک نازک مسئلہ کا زبانی جواب

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آئرلینڈ سے آیا ہے لکھا ہے کہ میں عنقریب ہندوستان آنے والا ہوں اور میرا روپیہ بنک میں جمع ہے اس کے سود کو لیکر کہاں خرچ کرنا چاہئے میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ اس کو لیکر ہندوستان آجاؤ اور پھر آکر مسئلہ پوچھو۔ ایسا جواب اس لئے لکھا کہ نازک مسئلہ ہے معلوم نہیں تحریر سے کچھ غلط فہمی ہو جاوے۔ پھر فرمایا کہ بہت ہی دور جگہ ہے لیکن ان جہازوں اور ریل کی بدولت کچھ بھی دور نہیں۔

(ملفوظ ۳۳۸) کام کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل یہ مرض بھی عام ہو گیا ہے کہ لوگ باتیں زیادہ بناتے ہیں زبانی جمع خرچ چاہے جتنا کرا لو اور جب کام کرنے کا وقت آتا ہے یا کرنا پڑتا ہے اس وقت بغلیں جھانکتے نظر آتے ہیں اور جو لوگ کام کرنے والے ہیں ان پر اعتراضات کی بھر مار رہتی ہے کہ یہ کمی ہے یہ نہ کیا وہ کر دیا۔ تو ان لوگوں کے نام کی شرم بھی تو نہ رہی خود تو کچھ نہ کرنا نہ دھرنا اوروں پر اعتراض یہی وجہ ہے کہ لوگ دین کی کوئی خدمت نہیں کر سکتے اگر کوئی ارادہ کرتا بھی ہے تو یہ آفت ہے میں تو ایسے موقع پر یہ پڑھا کرتا ہوں خوب ہی کہا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ضروری کام کرنا چاہئے خواہ دنیا میں اس کا ثمرہ مرتب نہ ہو ۔

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہ کن
بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

(ملفوظ ۳۳۹) ایک خطرناک مرض

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگ علاج یا اصلاح کرانے تھوڑا ہی آتے ہیں کیونکہ مریض بن کر آنے میں تو سُکی ہوتی ہے طبیب آتے ہیں فن کے متعلق سوالات کرنا شروع کر دیتے ہیں اور یہ مرض لکھے پڑھے لوگوں میں زیادہ ہے اور یہ سب جاہ کا مرض ہے تاکہ معلوم ہو کہ بڑے فن کے جاننے والے ہیں محقق ہیں مجتہد ہیں گو سراپا امراض ہیں مگر اپنے کو تندرست سمجھتے ہیں اور یہ حالت نہایت خطرناک ہے کہ مریض ہو کر اپنے کو مریض نہ سمجھے مگر ایسی رسمیں بگڑی ہیں کہ کچھ کہا نہیں جاتا اور یہ سب ان دکاندار پیروں کی بدولت خرابیاں پیدا ہوئی ہیں کہاں تک لوگوں کی اصلاح کی جائے اور چونکہ یہاں پر یہ باتیں چلتی چلاتی نہیں اس لئے کہ میں ان کی نبضیں پہچانتا ہوں اس پر روک ٹوک کرتا ہوں اور یہ بد دماغ اس کو برداشت نہیں کر سکتے اس لئے خفا ہو کر چلدیتے ہیں باہر جا کر بدنام کرتے ہیں بدنام کیا کریں اور خفا ہوا کریں میری جوتی سے۔ ایک دفعہ کو تو مزاج درست ہو جاتے ہیں اس سے بھی جی خوش ہوتا ہے کہ ایسے بدفہموں کو سبق تو ملا مجھ کو تو اذیت اور تکلیف پہنچتی ہی ہے مگر ان کو بھی چھٹی تک کا دودھ یاد آجاتا ہے آخر کب تک تغیر نہ ہو کہاں تک صبر کروں اس طرح آتے ہیں جیسے کوئی نواب صاحب ہوتے ہیں بد فہم بد عقل آج جن کو نکالا ہے ان کی کتابیں ختم ہو گئیں عالم فاضل مولانا مولوی کہلائے جانے لگے اور تمیز ابھی تک ایک دیہاتی کے برابر بھی پیدا نہ ہوئی اب ساری عمر کے لئے کان کھل گئے اب کبھی ایسی حرکت تو کریں گے نہیں۔

(ملفوظ ۳۴۰) بعض حکومتوں کی ہوشیاری

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض گورنمنٹیں بھی بڑی ہوشیار ہیں شاہان سلف کی طرح کچھ لینا دینا تو ہے نہیں کارگذاریوں پر یا آئندہ کی بعض مصلحتوں کی

بناء پر کچھ خطابات عطاء کر دیتی ہے ایک واعظ صاحب بڑے ہی ظریف اور ذہین تھے کہتے تھے کہ خطاب بھی گورنمنٹ نے عجیب تجویز کیا ہے سی ایس آئی کہنے لگے کہ سیدھا یوں ہی نہ کہہ دے عیسائی۔

(ملفوظ ۴۴۱) حق تعالیٰ شانہ سے محبت پیدا کرنے کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عشق ہی وہ چیز ہے کہ تمام ان چیزوں کو جو بظاہر مشکل معلوم ہوتی ہیں آسان کر دیتا ہے۔ قلب میں اس کے آجانے کے بعد سب قیل و قال چوں وچرا ہباء منثورا ہو جاتے ہیں۔ اس کو فرماتے ہیں ؎

عشق آمد عقل او آوارہ شد
صبح آمد شمع او بے چارہ شد

اس پر ایک حکایت یاد آئی ایک بڑھیا سندھ کے علاقے میں بکریاں چراتی ہوئی حاجیوں کو حج کو جاتے ہوئے دیکھ کر حج کو چل پڑی حاجیوں کی بھلیوں کے پیچھے ہو لی۔ بکریاں بھی جنگل ہی میں چھوڑ دیں حاجیوں نے رحم کر کے گاڑی میں بٹھلا لیا۔ اس میں تو کسی کے کچھ دام خرچ نہیں ہوئے مگر کراچی پہنچ کر جہاز پر سوار ہونے کے لئے تو مستقل کرایہ کی ضرورت تھی وہاں یہ غیبی سامان ہوا کہ بادبی بغلہ والوں نے کہا ہم الگ الگ ٹکٹ نہ دیں گے پورا بغلہ کرایہ کرنا ہو گا اس طرح سے بڑھیا کرایہ سے بچی اب جہاز کے بعد تو خرچ کی ضرورت لازم ہے وہاں یہ سامان ہوا کہ وہاں جہاز کے اندر حجاج کے بچوں میں بیماری شروع ہو گئی بڑی بی سے دم کرانا شروع کیا جس پر دم کیا وہی اچھا کسی نے روپیہ کسی نے دو روپیہ دیا اونٹوں کے کرایہ کا کام ہو گیا مکہ معظمہ پہنچ کر بعد فراغ الحج مدینہ شریف کا سفر شروع ہوا۔ بڑی بی پیادہ چل کھڑی ہوئی قافلہ میں ایک رئیسہ بیگم صاحبہ بھی جا رہی تھیں ایک منزل پہنچ کر ان کی شریک سواری بی بی کا انتقال ہو گیا انہوں نے اپنے حشم کو حکم دیا کہ کوئی نیک بی بی سواری کی شرکت کے لئے تلاش کرو چنانچہ یہ بی بی ملیں اس طرح سے وہ ان کو ہمراہ لے

گئیں دیکھئے وہ اس طرح خود کھینچ لیتے ہیں خوب کہا ہے۔

خود بخود آں شہ ابرار بری آید

نہ بزورو نہ بزاری نہ بزری آید

جس کو وہ چاہتے ہیں وہ اس طرح پہنچ جاتا ہے مگر ان کے چاہنے کے لئے شرط ہے طلب صادق ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ایک بادشاہ اپنے بالا خانہ پر بیٹھے تھے۔ یہ بزرگ چلے جارہے تھے بادشاہ نے ان کو بلایا۔ ان بزرگ نے کہا کہ کس طرح آؤں دروازہ بہت دور بادشاہ نے کمند ڈال دی اس کو پکڑ لیا اور یہ اوپر کھینچ لئے گئے بادشاہ نے عرض کیا کہ حضرت میں نے آپ کو اس لئے تکلیف دی ہے کہ ایک مسئلہ پوچھنا ہے وہ یہ کہ آپ کی خدا تک کس طرح رسائی ہوئی فرمایا جس طرح تم تک رسائی ہوئی میرے پاس کون ذریعہ تھا تم تک پہنچنے کا تم نے چاہا کمند ڈال کر کھینچ لیا پہنچ گیا عجیب جواب ہے۔

(ملفوظ ۴۴۲) طلب صادق اور خلوص پیدا کرنے کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدوں طلب صادق اور خلوص کے کچھ نہیں ہو سکتا نہ منزل مقصود ہاتھ آسکتی ہے۔ طلب صادق اور خلوص ہی وہ چیز ہے کہ بظاہر بڑے بڑے اہم کاموں کو سہل کر دیتا ہے اور منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے پس ان دونوں چیزوں کے پیدا کرنے کی ضرورت ہے پھر ان کے پیدا ہونے کے بعد منزل مقصود بالکل قریب ہے۔

(ملفوظ ۴۴۳) انسانیت کا پیدا ہونا مشکل ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگی اور ولایت الگ چیز ہے اور ان کا حاصل ہونا بھی آسان ہے اس لئے کہ اس کا واسطہ ایک بہت بڑے کریم اور رحیم سے ہے بندہ کی ادنیٰ توجہ سے فضل ہو جاتا ہے۔ مشکل تو آدمیت اور انسانیت کا پیدا ہونا ہے کیونکہ اس کا تعلق مخلوق سے ہے اسی کے متعلق حقوق العباد ہیں

اس لئے اس کا بہت اہتمام ضروری تھا مگر آج کل اسی کو دین کی فہرست سے خارج سمجھتے ہیں۔

(ملفوظ ۴۴۴) صورت اور سیرت دونوں ٹھیک ہونے کی ضرورت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ محض صورت بنانے سے کیا ہوتا ہے بڑی چیز سیرت ہے مگر فلاح کامل میں صورت اور سیرت دونوں کے ٹھیک ہونے کی ضرورت ہے ورنہ اگر محض صورت ہی صورت ہو تو اس کے متعلق مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فیصلہ فرماتے ہیں ؎

گر بصورت آدمی انساں بدے
احمد و بوجہل ہم یکساں شدے

(ملفوظ ۴۴۵) ایک خلاف اصول بات

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نہایت خلاف اصول اور بالکل لغو طریق ہے کہ سب کے سب ایک ہی کام میں لگ جائیں اور ایک ہی طرف متوجہ ہو جائیں دنیا کی متمدن قومیں سب اس پر متفق ہیں کہ تقسیم عمل ہونا چاہئے اگر تمام ملک فوج ہی بن جائے یا پولیس ہی بن جائے یا سب کے سب دفتری ہی بن جائیں تو ہو چکا کام اور ہو چکا ملک کا انتظام یہ لوگ جو ایسا کرتے ہیں عقلاء کہاں ہیں میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ آج کل کے عاقل آکل ہیں عقل کی ایک بات نہیں صرف اکل کی فکر ہے۔

(ملفوظ ۴۴۶) اکبر الہ آبادی مرحوم کا عجیب کلام

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکبر حسین جج الہ آبادی کا کلام بھی عجیب ہے مالوی نے جس وقت سنا وجد ہو گیا کہتے ہیں ؎

ساغر ان کا ساقی ان کا
آنکھیں میری باقی ان کا

۱۶؍ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۳۴۷) حضرت حکیم الامت کا اصلی مذاق

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا اصلی مذاق یہ ہے کہ میری طرف سے کسی پر گرانی نہ ہو اگر دونوں شق مباح ہوئے تو میں کسی کو ایک پر مجبور نہیں کرتا بالکل آزادی دے دیتا ہوں۔

(ملفوظ ۳۴۸) حب جاہ کا مرض بڑا خبیث ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ حب جاہ کا مرض بھی بڑا ہی خبیث اور منحوس مرض ہے اس کی بدولت یہاں تک تو نوبت آگئی ہے کہ لوگ حسب نسب تک بدل دینے کو تیار ہیں آج کل اکثر قومیں جا بجا کانفرسیں منعقد کر رہی ہیں کہ ہم فلاں ہیں فلاں ہیں۔ میں بھی ان دلائل کا مشتاق ہوں کہ وہ دلائل کیا ہیں جن سے خاص قوم سے ہونا ثابت کریں گے ان لوگوں کو خبط سوار ہوا ہے عزت اور ذلت تو کمال اور عدم کمال پر موقوف ہے باقی حسب نسب کی بعض خاصیتیں فطری چیزیں ہیں نسب بدلنے سے بھی وہ نہیں بدلتیں ان خاصیتوں کو بیان کرنے سے برا ماننا محض عبث ہے ایک راجپوت بیان کرتے تھے کہ ایک پیر کے مرید ایک راجپوت تھے اس نے اپنے پیر سے کہا کہ اپنے لڑکے کو جو آپ وصیتیں کر رہے ہیں ایک وصیت یہ بھی کر دیجئے کہ کسی راجپوت کو مرید نہ کرے پیر نے کہا یہ کیا بات دیکھو تم راجپوت ہو اور کیسے مخلص ہو۔ کہنے لگا بارہا میرے دل میں آیا کہ تمہاری بھینس کھول لے جاؤں۔ میں تو ضبط کرتا رہا لیکن سب ضبط نہیں کر سکتے۔ ایک رئیس خان صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک شخص نے ایک پٹھان بزرگ کی تعریف کی۔ مخاطب نے کہا کہ بے دیکھے ہم نہ مانیں گے چنانچہ

دونوں ان کی خدمت میں گئے اور اس مخاطب نے نے ان کو جوش دلانے کے لئے کہا کہ آپ جنگ میں تنہا رہتے ہیں جہاں شیر بھیڑیے رہتے ہیں آپ کو بہت ڈر لگتا ہوگا بزرگ کو جوش آگیا کہ بزدلی کی نسبت ان کی طرف کی کہنے لگے میں شیر بھیڑیے سے تو کیا ڈرتا میں خدا سے تو ڈرتا ہی نہیں ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بسبیل گفتگو فرمایا کہ یہ شیخ زادہ کی قوم بڑی خبیث ہے ایک شخص نے اسی مجلس میں کہا کہ حضرت آپ بھی تو شیخ زادہ ہیں بیساختہ فرمایا کہ میں بھی خبیث ہوں اور میں یہ کہا کرتا ہوں کہ یہ شیخ کی قوم فطرتی ہوتی ہے اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو ہر قوم میں ضرب المثل کے طور پر ہیں۔ خدا معلوم ان نئے مدعیوں کو کیوں اس قدر جوش ہے ادھر تو یہ کہ عربی النسل بننے کو پھرتے ہیں اور ادھر کہتے ہیں حسب نسب اور شرافت کوئی چیز نہیں اگر کوئی چیز نہیں تو تم کیوں قدم نسب چھوڑ کر جدید قوم بننے چلے کہتے ہیں کہ سب نسل آدم ہیں ٹھیک ہے پھر کس لئے یہ کانفرنسیں ہو رہی ہیں اور کیوں سرگرداں اور بدحواس ہوئے پھرتے ہو جو کچھ بھی ہو گھر بیٹھو جب حسب نسب اور شرافت کوئی چیز نہیں قوم کوئی چیز نہیں سب نسل آدم ہیں تو آخر یہ نئی قوم بننے کو کیوں جی چاہتا ہے۔ یوں ہی ہڑبونگ مچا رکھا ہے نہ کسی بات کا کوئی سر ہے نہ پیر متضاد باتیں کرتے پھرتے ہیں اور اوپر سے دھمکیاں دیتے ہیں۔ اور یہ شرفاء تو خواہ مخواہ بدنام ہیں کہ یہ غریب قوموں کو ذلیل سمجھتے ہیں ان کی شرافت تو پرانی ہے نئی اور مصنوعی نہیں اس لئے ان کو اس کے اثبات کا اہتمام نہیں اور شرافت نسبی تو وہ چیز ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس پر فخر کیا ہے۔ مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں نہیں کفار کے مقابلہ میں مگر یہ تو ثابت ہوا کہ یہ شرف کی چیز ہے۔ میرے پاس بکثرت ایسے لوگوں کے استفتاء آئے میں نے کئی جگہ یہ جواب لکھ دیا کہ زبانی آکر سمجھ لو یہ اس لئے کہ نہ معلوم کہاں کہاں شائع کریں گے اور کیا معنے عبارتوں کے گھڑیں گے فہم اور عقل تو خود ہی ظاہر ہے اس کے مناسب ایک واقعہ یاد آیا ایک امام تھے جو ولد

الحرام تھے۔ بعض لوگوں کو علم تھا اور اکثر بے خبر تھے مگر جن کو علم تھا وہ سمجھدار لوگ تھے فضیحت نہیں کرتے تھے مگر ایک خیر خواہ صاحب پیدا ہوئے ان امام صاحب کی نصرت کی اور ایک رسالہ چھاپا اس میں ان امام صاحب کا نام تک لکھ دیا کہ ولدالحرام ہونا جبکہ علمی و عملی کمال رکھتا ہو موجب کراہت امامت نہیں دوستی بے خرد چوں دشمنی است۔ جن کو معلوم نہ تھا ان کو بھی معلوم ہو گیا اور جو نہ جانتا تھا وہ بھی جان گیا تو اسی طرح یہ نئے مدعی فتوے چھپوائیں گے تو لوگ سمجھیں گے کہ مستفتی فلاں قوم کا ہے خود تو اپنا نقص ظاہر کرتے پھرتے ہیں پھر دوسروں پر الزام ہے۔

(ملفوظ ۳۴۹) قدیم اہل علم کی شان استغناء

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل علم پہلے زمانہ میں جو ہوئے ہیں ان میں استغناء کی شان ہوتی تھی۔ اب تو جس کو دیکھو امراء کے دروازوں پر نظر آتے ہیں پہلے فقر و فاقہ کو اپنا زیور سمجھتے تھے دنیا سے نفرت اور دین سے رغبت اور اس میں مشغولی رہتی تھی۔ اسی کی برکت تھی اور اسی سے عزت تھی اب جب سے اپنے بزرگوں کا یہ مسلک اور مشرب چھوڑ دیا ویسے ہی ذلیل و خوار ہیں باقی جو بڑے بڑے متکبرین ہیں وہ اب بھی فقیروں کے دروازہ پر آتے ہیں اور کوئی سچا فقیر ان کے دروازوں پر نہیں جاتا اور یہ شان ان کے لئے اس قدر شایاں ہے کہ دوسرے قوم کے لوگ ان کے لئے اسی کو زیبا بتلاتے ہیں ایک غلام مصطفیٰ نامی کانپور میں مولوی ہیں۔ بڑے دلیر ہیں ایک بڑے انگریز یعنی لفٹنٹ گورنر کے پاس پہنچے ملاقات ہوئی کہا کہ کیا مولویوں کا آپ کے یہاں کوئی حق نہیں کیا یہ آپ کی رعیت نہیں۔

لفٹنٹ گورنر نے کہا کہ حق ہے حق کیوں نہ ہوتا آپ فرمایئے بات کیا ہے۔ کہا کہ کوئی نوکری دلوایئے کہا کہ نوکری بہت مگر میں آپ کو ایک نیک اور مفید مشورہ دیتا ہوں کہ آپ عالم ہیں۔ آپ کو اللہ نے علم دین عطاء فرمایا ہے۔

آپ ان کے بھروسہ پر کسی مسجد میں بیٹھ کر درس دیجئے گا آپ کی شان کے لئے یہی شایاں ہیں ہمارے یہاں کی نوکری آپ کی شان علم کے خلاف ہے اللہ آپ کے کفیل ہوں گے اس کے بعد اپنے خدمت گار کو اشارہ کیا وہ ایک کشتی میں پچاس روپیہ لے کر حاضر ہوا لفٹنٹ گورنر نے وہ کشتی اپنے ہاتھ میں لے کر نہایت احترام اور ادب سے ان مولوی صاحب کے سامنے پیش کی یہ قبول فرما لیجئے انہوں نے کہا کہ میں آپ کے مشورہ پر عمل کرنے کی نیت کر چکا ہوں کہ اب تو اللہ ہی دے گا تو لوں گا اس مشورہ پر یہیں سے عمل شروع کرتا ہوں اس لئے یہ نہ لوں گا کس قدر حوصلہ کی بات ہے میں نے سن کر کہا کہ اتنی ہی کی نکی میں اگر ہوتا لے لیتا اس لئے کہ دین پر نیت کر لینے ہی کی خلوص کی برکت تھی کہ اللہ نے وہیں سے کفالت شروع کر دی وہ بھی تو اللہ ہی دلوا رہے تھے وہ بے چارا کیا دیتا غرض کہ اہل علم کو استغناء کی سخت ضرورت ہے خصوص امراء کے دروازوں سے تو ان کو بالکل ہی اجتناب چاہئے اس میں دین علم دین اہل دین سب کی ذلت ہے سُبکی ہے مجھ کو تو اس سے بڑی نفرت ہے اور میں جب کوئی واقعہ اہل علم کا امراء کے ساتھ تملق کا سنتا ہوں سخت افسوس ہوتا ہے میں تعلق کو منع نہیں کرتا تملق کو منع کرتا ہوں۔ یہ اہل علم کی شان سے بہت ہی بعید ہے مگر کس طرح دل میں دل ڈال دوں۔

(ملفوظ ۳۵۰) مطلوب کو طالب بنانا تحقیر کی بات ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں طریق ہی کی حفاظت کی وجہ سے کہ اس کی ذلت نہ ہو ان متکبرین کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہوں تاکہ دین کو حقیر اور ذلیل نہ سمجھیں۔ طالب کو مطلوب اور مطلوب کو طالب بنانا خود تحقیر اور ذلت کی بات ہے طریق مطلوب ہے اب ایسا برتاؤ کرنا کہ جس سے اس کا طالب ہونا ظاہر ہو اس سے غیرت آتی ہے اور آج کل کے رسمی اور دکاندار پیروں نے یہی طرز اختیار کر رکھا ہے کہ طریق کو طالب بنا کر دکھلایا

جارہا ہے اسی وجہ سے متکبر لوگوں کے دماغ خراب ہوئے یہاں پر بحمد اللہ آکر اچھی طرح پتہ چل جاتا ہے اور دماغ درست ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے لوگ خفا ہیں اور مجھ کو بدنام کرتے ہیں ورنہ میں نے کسی کے کون سے روپے مار لئے ہیں بس یہی لڑائی ہے۔

(ملفوظ ۳۵۱) سر سید نے لاکھوں مسلمانوں کے ایمان برباد کیئے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ سر سید کی وجہ سے زیادہ ہندوستان میں گڑبڑ پھیلی لوگوں کے عقائد خراب ہوئے فرمایا کہ گڑبڑ کیا معنے اس شخص کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے ایمان تباہ اور برباد ہو گئے۔ ایک بہت بڑا گمراہی کا پھاٹک کھول گیا اس کے اثر سے اکثر نیچری ایمان سے کورے ہوتے ہیں ہمارے قصبات میں ایک شخص انگریزی خواں وکیل ہے اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہا کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آپ بہت بڑے قوم کے رفارمر تھے آپ نے عرب جیسی جاہل قوم کی اصلاح کی۔ آپ بہت بڑے مصلح ہیں اس وقت کے مطابق اصلاح فرمائی باقی پیغمبری یہ محض ایک مذہبی خیال ہے اور اس وقت کے لئے وہ اصلاحات کافی نہیں یوں ہی لوگ لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں باقی اس سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ میں اس سے آپ کی توہین کرنا چاہتا ہوں نہیں نہیں میں ان کو ایک بہت بڑا رفارمر اور مصلح سمجھتا ہوں میرے دل میں آپ کی قدر ہے اب ایسے بدفہموں اور بدعقلوں کا کیا علاج اور کیا فتویٰ دیا جائے۔

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(۳۵۲) افراط فی التعظیم کی ممانعت

ایک صاحب نے اتنی عجلت سے پنکھا کھینچنے کے لئے پکڑ لیا کہ حضرت والا مجلس میں اپنی جائے قیام پر اچھی طرح پر بیٹھنے بھی نہ پائے تھے اس پر فرمایا

کہ اگر میں دس منٹ اور کھڑا رہتا تو تم کیا کرتے یہ کوئی انسانیت ہے کیا اور دس منٹ تک اسی میں قلب کو مشغول رکھتے کہ یہ بیٹھے گا تو میں پنکھا کھینچوں گا کیا ایسے انہماک کے ساتھ غیر اللہ کی طرف مشغول رہنا یہ طریق میں مضر نہیں۔ آپ لوگوں کو تعلیم کرنا بھی عبث ہی ہے آخر میں کہاں تک چکنے گھڑوں پر پانی ڈالوں جبکہ تم لوگوں کو خود ہی اپنی اصلاح کا خیال نہیں۔ ہر کام موقع اور حدود کے اندر کرنا چاہئیے مومن کا قلب تو ایسا ہونا نہیں چاہئے کہ ہر وقت کسی دوسرے ہی کی طرف مشغول رہے مومن کا قلب تو ایک ہی کی مشغولی کے واسطے بنایا گیا ہے یہ تو قلب کو تاریک کرنا ہے مجھ کو بھی اسی سے وحشت ہوتی ہے کہ ناموزوں حرکتیں کر کے میرے قلب کو بھی لوگ غیر اللہ میں مشغول رکھنا چاہتے ہیں جس سے مجھ کو الجھن ہوتی ہے صبر بھی کرتا ہوں مگر پھر تغیر ہو جاتا ہے اب چپ بیٹھے ہو اپنی غلطی کو محسوس کیا یا نہیں ہاں یا نہ کچھ جواب تو ملنا چاہئے عرض کیا کہ اپنی غلطی کو سمجھ گیا اب آئندہ خیال رکھوں گا فرمایا کہ مجھ کو تو اس کا افسوس ہے کہ میں تو آپ لوگوں میں دین کے پیدا کرنے کی کوشش کروں اور تم مجھ کو افراط فی التعظیم کر کے جو اس وقت کی حرکت کا منشا تھا فرعون بنانے کی کوشش کرو یہ باتیں اور ہی جگہ چلتی ہیں مجھ کو ایسی خدمت سے اور ایسی تعظیم سے نفرت ہے خدمت سے اس وقت راحت ہوتی ہے جبکہ روح کو تکلیف نہ ہو تب ہی جسم کو راحت ہوتی ہے اس کا خیال رکھنے کی سخت ضرورت ہے کہ روح کو تکلیف نہ ہو ایک صاحب یہاں پر آئے تھے مجھ پر بھوت کی طرح مسلط ہو گئے ذرا اٹھا جوتے اٹھا لئے ذرا بیٹھا پنکھا کھینچنا شروع کر دیا اذان ہوئی لوٹہ بھر کر رکھ دیا میں نے منع کر دیا تو اس پر ایک پرچہ لکھ کر دیا کہ مجھ کو سعادت سے محروم کر دیا گیا میں نے بلا کر کہا کہ جہاں سعادت بٹتی ہو وہاں جاؤ یہاں تو سعادت سے محروم ہی رکھا جاتا ہے تب آنکھیں کھلیں میں نے کہا کہ جس کام کو آئے ہو وہ کرو میرے پیچھے کیوں پڑ گئے تب ان سے پیچھا چھوٹا۔

(ملفوظ ۳۵۳) اکابر کے کلام سے توافق میں مسرت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض چیزیں ذہن میں آتی ہیں اور پھر وہ اکابر کے کلام میں نکل آتی ہیں تو بہت سے لوگ تو اس سے افسردہ ہو جاتے ہیں کہ یہ چیز ہماری طرف منسوب نہیں رہی اور مجھ کو اس سے بحمد اللہ بہت مسرت ہوتی ہے کہ اکابر کے ساتھ توافق ہوا ذہن کو۔

(ملفوظ ۳۵۴) ہر بزرگ کا رنگ جدا ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہندوستان میں بدعت کا قلع قمع حضرت سید صاحبؒ اور مولانا شہید صاحبؒ کی بدولت زیادہ ہوا۔ مولانا تو برہنہ شمشیر تھے اور حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بھی بڑی برکت والی تھی جہاں جہاں کو تشریف لے گئے وہاں اب تک برکات موجود ہیں تھانہ بھون بھی تشریف لائے ہیں باقی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مستقل اور ممتاز شان تھی آپ کی بڑی حکیمانہ باتیں ہوتی تھیں ہر بزرگ کا رنگ جدا ہوتا ہے جیسے باغ میں ہر قسم کے پھول ہوتے ہیں رنگ جدا خوشبو جدا پتی جدا ایسے ہی یہ حضرات ہوتے ہیں خود حضرات انبیاء علیہم السلام جس قدر ہوئے ہیں سب مختلف الاحوال ہوئے ہیں ایسے ہی ان کے غلام بھی مختلف الاحوال ہوتے ہیں مگر باوجود احوال کے اختلاف کے ایک چیز ان سب میں مشترک ہے وہ طلب رضاء حق ہے یہ سب کے اندر ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۳۵۵) مدعیان محبت نبوی کا مشغل

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آج کل مدعیان محبت نبوی نے بدعات کا رواج دے کر لوگوں کے ایمان برباد کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے ہر وقت شرارت کا شغل ہے اور ان لوگوں کو ذرا خوف خدا نہیں ان لوگوں کا شب و روز کا یہی مشغلہ ہے کہ اہل حق کو ستاتے ہیں بے بنیاد الزامات اور

بھتان لگاتے ہیں۔

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دو شنبہ

(ملفوظ ۳۵۶) ایک نو وارد صاحب سے خطاب

ایک نو وارد صاحب سے حضرت والا نے فرمایا کہ میں کلام اس پر کر رہا ہوں کہ آپ نے اپنے سفر کی بناء تعلیم کا حاصل کرنا بتلایا ہے سو اس پر کلام ہے۔ کیا آپ میری بات کو سمجھتے نہیں جو ادھر ادھر کی ہانکتے ہو میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آٹھ روز کا قیام تعلیم کے لئے کافی نہیں اس کی حقیقت معالجہ کی سی ہے ایک دو روز یا دس پانچ روز میں تعلیم نہیں ہو سکتی یہ سلسلہ تو ایک مدت دراز تک رہتا ہے آپ نے بڑی غلطی کی آپ کو خط کے ذریعہ پہلے مشورہ کر لینا چاہئے تھا تاکہ اس سفر کی صعوبت سے بچ جاتے یہ کام تو خط کے ذریعہ سے بھی ہو سکتا تھا اب یہ سفر بے کار ہی رہا مجھ کو تو اس سے بھی تکلیف ہوتی ہے کہ آپ لوگوں کا روپیہ صرف ہوتا ہے وقت خرچ ہوتا ہے۔ سفر کی تکالیف اور صعوبت برداشت کرنی پڑتی ہیں اور ان چیزوں کا اثر بھی ہوتا ہے کہ آپ کی پوری خدمت کروں۔ مگر کیا کروں مجبور ہوں کام تو کام ہی کے طریقہ سے ہوتا ہے۔ اس میں کوئی رعایت نہ ہو سکتی ہے۔ نہ کر سکتا ہوں اگر لوہار لوہے کی رعایت کرے اس کو بھٹی میں نہ دے اور اس پر گھن نہ بجائے تو پھر اس کے کھرپے پھاوڑے اور گنڈاسہ پھالی کیسے بن سکتے ہیں یا اگر سنار چاندی کے ساتھ رعایت کرے اور جنتری میں دیکر نہ کھینچے اور کٹھالی میں رکھ کر نہ دھونکے تو کیسے زیور بن سکتا ہے رعایت کا بھی تو کوئی محل ہونا چاہئے تم لوگ تو اس کو ٹالنا سمجھتے ہو حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے اب آپ وطن واپس پہنچ کر خط ہی کے ذریعہ معاملہ طے کریں مجھ کو خدمت سے آدھی رات انکار نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ قاعدہ اور طریقہ سے خدمت لی جائے۔

(ملفوظ۳۵۷) وقف شدہ قبرستان میں زیادہ جگہ گھیرنا جائز نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص پختہ قبر بنانا چاہتا تھا میں نے سوال کیا کہ زمین ملک کسی کی ہے کہا کہ وقف ہے میں نے کہا کہ وقف جگہ میں زیادہ زمین گھیرنا جائز نہیں اگر کسی ایک شخص کی ملک ہوتی تو جگہ اس کی اجازت سے گھیر سکتے ہیں لیکن پختہ قبر بنانا پھر بھی ایک فعل زائد ہوتا اس پر وہ صاحب خوش نہیں ہوئے یہ حالت آج کل لوگوں کی دین کے ساتھ ہو رہی ہے۔ دین کو بھی اپنے تابع بنانا چاہتے ہیں ایسا کچھ دماغوں میں خناس بھرا ہے اگر کسی عرفی پیر کا دربار ہوتا اور وہاں یہ سوال ہوتا تو اس شخص کی خوشنودی مزاج کے لئے خدا معلوم کیا مسئلہ بتایا جاتا یہاں سے تو بے چارے مایوس ہی گئے۔

(ملفوظ۳۵۸) آج کل مسلمانوں کی قوت ایمانیہ کمزور ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہندوؤں کو اس قدر قوت محض مسلمانوں کی وجہ سے ہوئی۔ یہ بے سمجھ لوگ اس بات کو اور اس راز کو نہیں سمجھے ان کے ساتھ شرکت کر لی۔ انہوں نے ان کی ہر قسم کی قوت کا اور ہر قسم کے کام کا بات کا بھید معلوم کر لیا دلیر ہو گئے حالانکہ اس کے علاوہ بھی مسلمانوں میں ایک اور قوت ہے جس کا پتہ آج تک حکومت کو تو چلا ہی نہیں ہندو بے چارے تو کیا اندازہ کر سکتے ہیں وہ قوت قوت ایمانیہ ہے وہ وقت پر جوہر دکھلاتی ہے اب اس گئے گذرے زمانہ میں بھی جبکہ مسلمانوں کی قوت ایمانیہ بھی کمزور ہے جہاں کہیں رد درود ہو کر مقابلہ ہوا مخالف کو شکست ہوئی ویسے چھپ چھپا کر یا کوٹھوں سے اینٹیں پھینک کر مسلمانوں کو نقصان پہنچا دیا یہ دوسری بات ہے اب دیکھ لیجئے ہندوؤں کی پچاس برس کی مردہ کانگریس مسلمانوں ہی کی بدولت زندہ ہوئی جب تک مسلمانوں نے شرکت نہ کی کسی نے کانگریس کا نام

بھی نہ سنا تھا۔ مسلمانوں کی شرکت سے ہر کام میں رونق ہو جاتی ہے اس لئے کہ
یہ زندہ دل ہیں اور ان کے دل زندہ ہونے کی ایک یہی پہچان ہے کہ اگر ان پر
حوادث بھی آتے ہیں تب بھی ایمانی قوت کی وجہ سے ان کی زندہ دلی نہیں جاتی
اور باقی جتنی اور قومیں ہیں وہ بوجہ محبت دنیا کے مردہ دل ہیں ان کے مردہ دلی کی
ایک یہی پہچان ہے کہ حوادث کے وقت بد حواس ہو جاتے ہیں گھبرا جاتے ہیں
اگلی پچھلی سب بھول جاتے ہیں یہ تو مشاہدہ ہے کہ ان تحریکات کو قوت
مسلمانوں کی وجہ سے ہوئی یہی راز تھا کہ ہندوؤں نے ان کو ساتھ شریک کیا
خصوص ان کے بعض افراد تو بڑے ہی چالاک اور مکار ہیں وہ اس راز کو سمجھ گئے
کہ یہ قوم زندہ دل ہے بدوں اس کی شرکت کے کامیابی مشکل ہے اپنی چالاکیوں
اور مکاریوں سے مسلمانوں کو پھنسا کر آگے کر دیا یہ مسلمانوں کی قوم بھولی ہے ان
کے دام کید میں آگئے ہزاروں مسلمانوں کی جانیں تلف ہو گئیں اور مسلمان اپنی
سادگی اور بھولے پن سے ان کو اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ اور ہمدرد سمجھتے
رہے مگر اس کی خیر خواہی اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا راز گول میز
کانفرنس پر کھلا تب مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں کہ یہ تو مسلمانوں کے دشمن جان
بلکہ دشمن ایمان ہیں مگر اس وقت جنہوں نے ان لوگوں کی چالاکی اور مکاری
ظاہر کی ان کو خود مسلمانوں نے ہی بدنام کیا مسلمانوں میں افسوس تو یہ ہے کہ
دوست دشمن کی بھی پہچان نہیں یہی وجہ ہے کہ آئے دن مصائب کا شکار بنے
رہتے ہیں خصوص ان پر زیادہ افسوس ہے کہ جو مسلمانوں کی راہبر اور مقتدا
کہلاتے اور جن کے ہاتھ میں ان کی نکیل ہے جو ان کی کشتی کے ناخدا بنے ہوئے
ہیں جو ان کے سیاہ اور سفید کے مالک ہیں وہ ان کے لیڈر ہیں لیکن ایسے لوگ کیا
خاک رہبری کریں گے جب خود گم کردہ راہ ہیں تو دوسروں کو کیا راہ بتلائیں
گے انہوں نے کافروں کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر مسلمانوں کو پسوا دیا اور
مسلمانوں ہی کو کیا خود بھی ان چیزوں کا ارتکاب کیا جو ایمان اور دین کو خراب اور
برباد کرنے والی تھیں۔ جے کے نعرے لگائے پیشانیوں پر قشقے لگائے ہندوؤں کی

ارتھیوں کو کندھا دیا رام لیلا وغیرہ کا انتظام مسلمان والنٹیریوں نے کیا بے ہودہ اور کفریہ کلمات زبان سے بکے کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو فلاں ہندو نبی ہوتا کیا خرافات واہیات ہے میں نے اس ہی شباب تحریک کے زمانہ میں کہا تھا کہ جو شخص توحید اور رسالت کا منکر ہو اور وہ اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ اور ہمدرد ہو یہ معما سمجھ میں نہیں آتا مگر اس وقت چڑھی ہوئی تھی کون سنتا تھا اب دیکھ لی اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ اس کی خیر خواہی اور ہمدردی ادھر تو حکومت کے مقابلہ میں مسلمانوں کو آگے کر دیا ادھر بعض بدفہم اور بے سمجھ مسلمانوں کے جو راہبر تھے ان کو بھلا پھسلا کر ہجرت کا سبق پڑھایا ادھر شدھی کا مسئلہ جاری کرا دیا غرض کہ ہر طرح پر مسلمانوں کے جان ایمان جائداد مال زر زمین گھر سب کا مالک اپنی قوم کو بنانا چاہتا تھا یہ تھی اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ اس کی خیر خواہی اور ہمدردی لیکن یہ لیڈر نہ سمجھے اور نہ ان کے ہم خیال مولوی ہندوؤں کو تو قوت ہوئی مسلمانوں کی شرکت سے اور مسلمانوں کی شرکت ہوئی مولویوں کی شرکت سے ورنہ لیڈران قوم تو قریب قریب ڈیڑھ سال سے چیخ رہے تھے عوام مسلمانوں نے شرکت نہ کی تھی جس وقت مولویوں نے شرکت کی تب بے چارے عوام مسلمان بھی پھنس گئے اور اگر وہ ہندو ایسا ہی تھا جیسا کہ بعض بد اندیش سمجھے ہوئے تھے یا اب تک بعض سمجھے ہوئے ہیں تو محمد علی تو پاس رہے ہیں ان کا فیصلہ دیکھ لو کہ وہ کس طرح الگ ہو گئے تھے مسلمانوں کو بھی اگر سیاسی ضرورت ہوئی تو مسلمانوں میں سے کسی نہ کسی کو اپنا بڑا بنا لیتے ہندوؤں نے تو ایک کو اپنا بڑا بنا لیا تھا اور یہ شخص تو دنیا میں اس وجہ سے آیا ہے کہ دنیا کو چین سے نہ بیٹھنے دے۔ مولانا نے چرواہے کے قصہ میں مثنوی کے اندر فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔

تو برائے وصل کردن آمدی

نے برائے فصل کردن آمدی

اس شخص کے متعلق اس کا عکس ہونا چاہئے بالکل مطابق حال ہو جائے گا

تو برائے فصل کردن آمدی
نے برائے وصل کردن آمدی

اس کی ساری عمر ان لڑائی جھگڑوں ہی میں گذری۔ آئے دن جہاں رہتا ہے فساد پھیلاتا رہتا ہے۔ ایک صاحب نے اس شخص کی نسبت مجھ سے دریافت کیا کہ ہندو تو بالاتفاق اور کچھ مسلمان بھی جو ان تحریکات کے حامی ہیں اس کی پیروی کرتے ہیں اس کیا وجہ۔ میں نے کہا کہ جس چیز کی طرف وہ دعوت دے رہا ہے وہ تو لوگوں کے قلوب مین پہلے ہی سے ہے اور اس کی طلب قریب سب ہی کو ہے یعنی دنیا۔ اس نے اس طرف بلایا لوگ ساتھ ہو لئے۔ اور آپ کو اس پر تو شبہ ہوا مگر اس پر کبھی شبہ نہ ہوا کہ شیطان کے متبعین کس قدر کثرت سے ہیں اور انبیاء علیہم السلام مامور من اللہ ہو کر دنیا میں تشریف لائے ان کا اتباع کتنوں نے کیا۔ بعض نبی قیامت کے میدان میں ایسے ہوں گے جن کا ایک بھی امتی نہ ہوگا۔ صحیح مسلم کتاب الایمان کے باب آخر سے پہلے باب میں صریح حدیث ہے۔ یہ کوئی حق کا معیار تھوڑا ہی ہے ہاں ایک اور معیار ہے کہ جس طرف عوام الناس ایک دم چل پڑیں سمجھ لو کہ دال میں کالا ہے کیونکہ خالص حق اور دین پر چلنا نفس پر گراں ہوتا ہے اس لئے عام طور پر اس سے گھبراتے ہیں جیسے نماز خالص دین ہے کتنے پڑھنے والے ہیں۔ روزہ خالص دین ہے کتنے رکھنے والے ہیں حالانکہ اس میں بہت تھوڑی سی مشقت جسمانی ہے ورنہ نہ اس میں جان کا اندیشہ اور نہ مال صرف ہو اور ایسی نفس کی مطلوب چیزوں میں جان مال سب کا اندیشہ تو یہ حظوظ نفسانی کی بدولت آسان نظر آتا ہے۔ ایک سب انسپکٹر صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا مسلمانوں میں ایسی کوئی ہستی نہیں کہ سب مسلمان اس کا اتباع کر سکیں جیسے ہندوؤں میں ہیں میں نے کہا کہ ہستی تو ایسی مسلمانوں میں بحمد اللہ بہت زیادہ ہیں مگر یہ اتباع نہ کرنے والوں سے پوچھو یہ سوال ہم سے کرنے کا نہیں۔ نہایت بے محل سوال ہے۔ جیسے ایک مسجد

میں ایک عالم مستحق امامت ہیں جو ہر طرح پر نماز پڑھانے کے اہل ہیں مگر مقتدی ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تو اگر کوئی ان سے سوال کرے کہ یہ مقتدی آپ کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے آخر وہ کیا جواب دیں گے یہی جواب دیں گے کہ جو نہیں پڑھتے یہ سوال ان سے کرنے کا ہے مجھ کو کیا خبر کہ میرے پیچھے کیوں نہیں نماز پڑھتے ایسے ہی ہماری طرف سے یہ جواب ہے کہ اتباع نہ کرنے والوں سے پوچھو کہ جو لوگ مسلمانوں میں اس کے اہل ہیں کہ ان کا اتباع کیا جائے یا ان کو اپنا بڑا بنا لیا جائے ان کے اتباع سے تم کو کیوں عار ہے وہی اس کا جواب دے سکتے ہیں ہمیں کیا خبر کہ اتباع نہ کرنے کے کیا اسباب ہیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ ایسوں کا اتباع کرتے ہیں جن کی عداوت کی یہ حالت ہے کہ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا مگر باوجود اس کے ان کی عداوت کا علاج ان کے اتباع سے کرتے ہیں اور حقیقی علاج نہیں کرتے وہ علاج یہ ہے کہ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ جس کی وجہ یہ ہے کہ مذہب کی وقعت خود ان مذہب والوں کے دل میں نہیں بلکہ مذہبی لوگوں کی نسبت کہتے ہیں کہ تاریک دماغ ہیں پست خیال ہیں سو مسلمانوں کی اس بدنصیبی اور بدبختی کا کسی کے پاس کیا علاج غیروں کے اتباع کی حالت دیکھئے کہ دہلی میں جامع مسجد کے ممبر پر ایک کافر مذہبی شخص کو بٹھلا کر مسلمانوں کا مرکز بنایا اب یہ باتیں ان لوگوں کی فلاح اور بہبود کی ہیں۔ یا تباہ اور برباد ہونے کی جو کوئی سمجھاتا ہے یا آگاہ کرتا ہے اس کو دشمن قوم دشمن ملک گورنمنٹ سے ساز باز رکھنے والا سی آئی ڈی سے تنخواہ پانے والا دشمن اسلام فاسق فاجر القاب سے یاد کیا گیا جب آخر میں نتیجہ ظاہر ہوا تب آنکھیں کھلیں تب عقل آئی جن لوگوں نے اس وقت مجھ سے اختلاف کیا بحمد اللہ تعالیٰ مجھ کو ان کے در پر جانے کی ضرورت پیش نہیں آئی وہی بکثرت یہاں پر آئے اور معافیاں چاہیں میں نے کہا کہ میں سب کو معاف کر چکا میرا کون سا نفع ہے کہ ایک مسلمان کو میری وجہ سے قیامت میں سزا ہو

معاف کرنے میں تو امید ثواب اور نفع کی بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں کو معاف فرمادیں اور کیا کہوں جی تو سب کچھ چاہتا ہے کہنے کو مگر وہ معاملہ ہی ختم ہو چکا۔ بقول غالب ؎

سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالب
خدا سے کیا ستم و جورنا خدا کہئے

(ملفوظ ۳۵۹) ان الارض یرثھا عبادی الصالحون کا مفہوم

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک مرتبہ دہلی میں یہ واقعہ ہوا کہ ایک ولایتی مولوی صاحب نے قرآن پاک کی ایک آیت پر میرے وعظ کے دوران میں ایک شبہ کیا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں انَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ اور یہ وہ وقت تھا کہ جنگ بلقان ہو رہی تھی ایڈریانوپل بلقانیوں نے فتح کر لیا تھا شبہ یہ کیا کہ وعدہ تو حق تعالیٰ آیت میں صالحین کو زمین کے مالک بنانے کا فرما رہے ہیں اور مالک ہوتے جاتے ہیں کافر۔ اور بعض نے عقلمندی یہ کی کہ اس شبہ کو پوری شہرت دیدی اور اس سے کثرت سے انگریزی خواں مذبذب ہو گئے اور دہلی شہر میں ہل چل پڑ گئی قریب تھا کہ بعضے لوگ اسلام کو چھوڑ دیں دہلی سے اس کی خبر آئی اور ایک صاحب نے اطلاع کی کہ یہاں پر بہت گڑبڑ ہو رہی ہے بہت جلد دہلی آجانے کی ضرورت ہے میں گیا مجھ سے بیان کی درخواست کی گئی میں نے کہا کہ میرے بیان کے چند شرائط ہیں۔ ایک یہ کہ میں تقریر میں کسی کا پابند نہیں ہوں گا جو وقت پر ذہن میں خدا تعالیٰ ڈالے گا بیان کر دوں گا۔ ایسے ہی وقت کی پابندی بھی میں نہیں کروں گا جب تک جی چاہے گا بیان کروں گا دوسرے صدر اس جلسے کا میں خود ہوں گا اور مجھ کو یہ اختیار ہو گا کہ نہ قبل از بیان اور نہ بعد از بیان کسی کو بیان کرنے کی اجازت نہ دوں گا۔ اگر یہ شرائط منظور ہوں تو میں بیان کر سکتا ہوں سب شرائط منظور ہو کر جلسہ قرار پایا۔ بطور جملہ معترضہ کے دہلی ہی کی ایک جلسہ کا واقعہ یاد آگیا کہ اس

جلسہ میں محمد علی یہ بیان کر چکے تھے کہ ترکوں کی طرف سے قرض کی درخواست ہے مگر میری رائے میں بجائے قرض کے ویسے ہی فی سبیل اللہ ان کی امداد کی جائے اس جلسہ میں اس کے متعلق مجھ سے بھی امام جامع مسجد نے بیان کی فرمائش کی میں نے بیان کیا کہ بعض صاحبوں کا یہ خیال ہے کہ اس موقع پر بجائے قرض دینے کے ترکوں کی امداد فی سبیل اللہ کی جائے مگر میری رائے اس کے خلاف ہے اور اس کے وجوہ ہیں ایک یہ کہ حکومت ترکی مسلمان ہے دوسری سلطنتوں کی نظروں میں اس کی تحقیر ہو گی کہ بھیک مانگنا شروع کر دیا دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ مسلمان امداد کر دیں گے دو مرتبہ کر دیں گے تین مرتبہ کر دیں گے بالآخر کہاں تک پھر یہ ہو گا کہ میاں یہ تو روز روز کا قصہ ہو گیا اکتا کر امداد کرنا بند کر دیں گے تو وہ صورت اختیار کرنی چاہئے کہ جس سے نہ حکومت اور سلطنت ترکی کی تحقیر ہو اور مداومت کیساتھ امداد ہوتی رہے مسلمان امداد سے نہ اکتائیں وہ صورت یہی ہے کہ ان کو قرض دیا جائے اور جس وقت سلطنت ترکی میں وسعت اور گنجائش ہو جائے وہ سب کا قرض ادا کر دے اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اگر ویسے کوئی شخص مثلاً دس روپے امداد میں دیتا تو بشرط گنجائش سو روپیہ دینے پر بطور قرض آمادہ ہو جائے گا کہ یہ رقم تو مجھ کو واپس ہی مل جائے گی حکومت ترکی کا اس میں نفع یہ ہے کہ اس کو کافی امداد وقت پر پہنچ جائے گی اور اس کا وقار بڑھے گا اور ہمیشہ کے لئے سلسلہ جاری رہ سکے گا میری اس رائے اور مشورہ کو سب نے پسند کیا۔

محمد علی مرحوم نے بھی مخالفت نہیں کی خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب میں اپنے جلسہ وعظ کی طرف عود کرتا ہوں۔ جس میں آیت انَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ پر شبہ کیا گیا۔ اور حقیقت میں ان کو شبہ ہی پیش آ گیا کوئی نفس کی آمیزش یا شرارت نہ تھی غرض انہوں نے کہا کہ آیت میں صالحین کے متعلق زمین کا مالک بنایا جانا بیان فرمایا گیا ہے اور اس وقت معاملہ اس کے عکس ہے کہ غیر صالحین کو زمین کا مالک بنایا گیا۔ میں نے کہا کہ یہ قضیہ باعتبار جہت

کے کون سا ہے دائمہ ہے یا مطلقہ عامہ کہا کہ مطلقہ عامہ ہے دائمہ تو نہیں میں نے کہا کہ جب دائمہ نہیں مطلقہ ہے تو وہ ایک دفعہ کے وقوع سے بھی پورا ہو چکا اب کیا شبہ ہے کہا کہ کچھ بھی نہیں اور اس میرے جواب پر بہت مسرور ہوئے اور الحمدللہ لوگوں کے ایمان بچے ورنہ ارتداد ہی کا دروازہ کھلنے والا تھا اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ضرورت کے وقت دل میں ضرورت کی چیز ڈال دیتے ہیں یہ سب ان کا فضل اور رحمت ہے اور اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت ہے خصوص بڑے میاں کی توجہ اور دعاء کی برکت ہے جس کا نام امداد اللہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ذات بابرکات مخلوق کے لئے رحمت تھی۔ حضرت کے فیض باطن و ظاہر سے بڑا ہی نفع مخلوق کو پہنچا۔ آخر کوئی چیز تو حضرت میں تھی کہ جس کی وجہ سے باوجود حضرت کے اصطلاحی عالم نہ ہونے کے مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ جیسے امام وقت حضرت سے تعلق ارادت رکھنے کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے تھے میں کسی فخر کی راہ سے نہیں بلکہ تحدث بالنعمت کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ یہ سب کچھ جو نظر آرہا ہے یہ سب حضرت ہی کی دعاؤں اور توجہ کی برکت ہے ورنہ میں کیا اور میرا وجود اور ہستی کیا۔

(ملفوظ ۳۶۰) فضل خداوندی سے شبہات کا ازالہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ اللہ ہی کا فضل ہے کہ ایک شخص ویسرائے کے دفتر میں تھے بڑے آدمی تھے انہوں نے مجھ سے اجازت چاہی کہ تنہائی میں مجھ کو ملاقات کے لئے پانچ منٹ مل جاویں میں نے اجازت دیدی انہوں نے کچھ شبہات پیش کئے میں نے ان کے جواب دیئے سمجھدار آدمی تھے سمجھ گئے اس کے بعد انہوں نے کہا کہ ان ہی جوابوں سے میری ساری عمر کا ذخیرہ شبہات کا ختم ہو گیا میں ملحد تھا دہری تھا نیچری تھا آج مسلمان ہو گیا دعائیں دیتے چلے گئے اب یہ انسان کا کام تھوڑا ہی ہے جب تک اس طرف سے

امداد اور فضل نہ ہو۔

(نوٹ) نظر اصلاح کے وقت یہ واقعہ مجھ کو یاد نہیں آیا مگر جب راوی ثقہ ہیں ان کا یاد میرے نسیان پر حسب اصول محدثین راجح ہے۔ اشرف علی ۱۲

(ملفوظ ۳۶۱) ایک غلطی کا ازالہ

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ سمجھنا ہی غلط ہے کہ کفار جو ہم پر سلطنت کر رہے ہیں ان میں کوئی لیاقت ہے نہیں بلکہ ہمارے اندر نالائقی ہے اس وجہ سے مسلط کر دیئے گئے اگر وہ نالائقی دور ہو جائے تو پھر وہی معاملہ ہے۔

(ملفوظ ۳۶۲) اتفاق کی اصل بنیاد

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب تھے ندوہ کے فاضل۔ ان کا خیال تھا کہ اگر کوشش کی جائے تو تدبیر سے مسلمانوں میں اتفاق ہو سکتا ہے۔ میں نے کہا کہ نری تدبیر سے مسلمانوں میں اتفاق نہیں ہو سکتا۔ اور میں نے یہ آیت پڑھی هُوَالَّذِیْ اَیَّدَکَ بِنَصْرِہٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْاَنْفَقْتَ مَافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤاَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مدبر اور تدبیر کا اتنا بڑا سامان کہ تمام مافی الارض کا انفاق۔ مگر ان سب تدبیروں کا نتیجہ اور حاصل دیکھئے کیا ارشاد ہے کہ مَاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وہ فاضل بے حد مطمئن ہوئے کہنے لگے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت کبھی میری نظر سے نہ گذری تھی اور چونکہ اتفاق کا تعلق تدابیر سے نہیں اسی لئے میں نے اس اتفاق کا بیان آج تک وعظوں میں مستقلا بیان نہیں کیا اس لئے کہ بے کار ہے جو چیز اصل ہے اتفاق کی وہ اعمال صالحہ ہیں اگر مسلمان ان کو اختیار کریں خود بخود اتفاق ہو جائے گا۔

(ملفوظ ۳۶۳) قلوب میں شعائر اسلام کی وقعت نہ ہونے کا سبب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمان دوسروں کے شاکی ہیں کہ مذہب اسلام کے شعائر کی وقعت نہیں کرتے اہانت کرتے ہیں لیکن خود مسلمانوں ہی میں ایسے ہیں کہ اتنی بھی وقعت دین کی ان کے قلوب میں نہیں کہ جتنی حکومت کے قانون کی ہے یہ شب و روز کا مشاہدہ ہے کہ وکلاء کے پاس جاتے ہیں مقدمات لڑاتے ہیں لیکن کبھی کوئی شبہ قانون پر نہیں کرتے اور مولویوں کے پاس آکر احکام اسلام پر شبہات کی پوٹ کی پوٹ کھل جاتی ہیں کیا احکام شعائر میں سے نہیں کیا یہ معاملہ وقعت ہے ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ یہ حکم شرعی ہے کہ جہاں دوسری جگہ طاعون ہو وہاں نہیں جانا چاہئے یہ تو سمجھ میں آتا ہے مگر یہ کہ جہاں خود رہتا ہے اگر وہاں طاعون ہو جائے تو وہاں سے بھی نہیں جانا چاہئے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اسباب ہلاکت سے بچنے کی ممانعت کے کیا معنے اس کا جواب ضابطہ کا تو اور تھا مگر میں نے تبرعاً کہا کہ پہلے میرے ایک سوال کا جواب دیجئے تب میں اس کا جواب دوں گا وہ یہ کہ بادشاہ مجازی مثلاً حکومت برطانیہ کے یہاں یہ قانون ہے کہ میدان جنگ سے اگر کوئی سپاہی عین قتال کے وقت بھاگے تو اس کو گولی سے مار دو۔ تو یہ سپاہی کا بھاگنا کیوں جرم ہے اس لئے جو شبہ یہاں ہے کہ جان کا اندیشہ وہی وہاں پر بھی ہے جو اس کا جواب آپ مجھ کو دیں گے وہی میری طرف سے سمجھ لیا جاوے اس لئے کہ یہ تو عقلا کا قانون ہے اس پر تو کوئی شبہ عقلی نہیں ہو سکا بس رہ گئے کہنے لگے کہ اب سمجھ میں آگیا میں نے کہا کہ اب کیوں نہ سمجھ میں آتا اب تو آنا ہی چاہئے تھا ان لوگوں کی یہ عقلیں ہیں جس پر ناز ہے کہ ہم بھی عقلاء میں سے ہیں ہر وقت تو اکل کی فکر کرتے ہیں اور عقل کے مدعی ہیں۔

(ملفوظ ۳۶۴) اہل غرض کی باتیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ویسے تو ہر موقع پر سر سید احمد خاں کے اقوال پیش کیے جاتے ہیں اور ان کی بیدار مغزی بیان کی جاتی ہے مگر یہ سب بیدار مغزی احکام اسلام ہی پر اعتراض کرنے کے لئے رہ گئی ورنہ ان ہی سر سید احمد خان نے کانگریس کی مخالفت میں تقریریں کیں اور مخالفت کی مصلحتیں بھی بیان کیں چنانچہ ایک تحصیلدار مجھ سے بیان کرتے تھے کہ میں نے سر سید سے کہا کہ اس میں تو ہندوستانیوں کا نفع ہے بڑے بڑے عہدے ملیں گے اس وقت کانگریس کے مقاصد محدود تھے سر سید احمد خاں نے کہا کہ تم بچے ہو اگر اس تحریک کی پاداش میں پامال کرنے کا کوئی قانون ہو گیا تو مسلمان پامال ہو جاویں گے اور اگر کامیابی ہو گئی تو مسلمان بھی اس میں حصہ دار ہوں گے تو اسلم علیحدگی ہی ہے ان کی یہ بھی رائے تھی کہ قدرت نہ ہوتے ہوئے حکومت سے مخالفت نہیں کرنا چاہئے اور یہ بھی نہ تھا کہ وہ انگریزوں سے دبتے ہوں بلکہ حقیقت میں ان کی مصالح کی بناء پر یہ ایک رائے تھی تو ان معتقدین نے اس پر عمل نہ کیا ہاں جہاں قرآن و حدیث پر اعتراض ہیں وہ بیدار مغزی پر مبنی کئے جاتے ہیں اور اس کو اس کا عکس کہو گے بس یہ سب غرض کی باتیں ہیں جو نفس کی موافق ہوا اس کو لے لیا نام دوسرے کا کر دیا۔

(ملفوظ ۳۶۵) حضرت حکیم الامت کو ہجوم سے وحشت طبعی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جس معمول کو ترک کر دیتا ہوں اس میں حق تعالیٰ ہی کی رحمت ہے کہ حفاظت فرماتے ہیں کہ پھر اس کی طرف مضطر ہونا نہیں پڑتا میں نے مدرسہ دیوبند والوں سے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے انتقال کے بعد ایک مرتبہ مدرسہ کی حاضری کا وعدہ کر لیا تھا اس بناء پر مدرسہ والوں نے کئی مرتبہ مطالبہ کیا میں نے کہا کہ وہ وعدہ ایک شرط پر تھا

کہ اگر تمہاری پریشانی کم نہ ہوئی۔ اب اللہ کا شکر ہے وہ پریشانی نہیں رہی اس سفر سے بھی اللہ نے جان بچالی۔ اور اگر جاتا بھی تو یہ خیال تھا کہ نہ یہاں خبر کروں گا نہ وہاں چپکے سے مدرسہ میں جا کھڑا ہوں گا اس لئے کہ اطلاع پر وہ مشتہر کرتے قرب و جوار کے لوگ آپہنچتے ایک اچھا خاصہ ہجوم ہو جاتا اور ہجوم سے اب طبیعت گھبراتی ہے۔

(ملفوظ ۳۶۶) آج کل کی تہذیب تعذیب ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عرب میں دیکھا کہ تہذیب اور تمدن بہت زیادہ اور پھر بے تکلفی کے ساتھ ہے اور یہاں جو آج کل تہذیب ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ تعذیب ہے اس میں نیچریوں کی تہذیب کا حصہ زیادہ شریک ہو گیا ہے۔ اور ان کی جتنی باتیں ہیں سب میں تکلیف ہے۔

(ملفوظ ۳۶۷) بے لطفی اور بے مزگی کا سبب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بڑے لطف کی بات ہے کہ چھوٹے تو یہ سمجھیں کہ ہم چھوٹے ہیں اور بڑے یہ سمجھیں کہ یہ چھوٹے نہیں کیسے لطف کی بات ہے اگر سب ایسا کریں تو بہت ہی راحت رہے اب جو بے لطفی اور بے مزگی ہے اس کا سبب یہی ہے کہ چھوٹے تو اپنے کو چھوٹا نہیں سمجھتے اور بڑے ان کو چھوٹا سمجھتے ہیں۔ اور پھر لطف کہاں بے لطفی ہی ہو گی۔

(ملفوظ ۳۶۸) عید کے روز سیویاں پکانا بدعت نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بار مجھ کو بدعت کا شبہ ہوا عید کے روز شیر پکانے کے متعلق میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو لکھا حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ایسے امور میں زیادہ کاوش نہیں کرنا چاہئے لوگ بدنام کرتے ہیں اور عید کے روز سیویوں کے پکانے کو کوئی عبادت اور دین نہیں سمجھتا جس سے بدعت ہونے کا شبہ ہو یہ جواب ہو حضرت نے

فرمایا یہی میری رائے ہے کہ اس میں تنگی نہیں کرنا چاہئے آج کل اعتدال بہت کم ہے۔ افراط و تفریط بہت زیادہ ہے۔ اگر خیال نہیں تو بڑی بڑی معصیتوں کا اور بدعتوں کا نہیں ہوتا اور خیال ہوتا ہے تو مباح تک پر ہاتھ صاف کرنے کو اور اس کو معصیت میں داخل کرنے کو تیار ہیں۔

(ملفوظ ۳۶۹) شیخ کو مکدر کرنا سم قاتل ہے

ایک نووارد صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ کون سی عقلمندی اور تہذیب کی بات ہے کہ کسی بات کا جواب ہی نہیں یہ کس نے تعلیم دی ہے کہ کہیں جاؤ تو چپ چپ کا روزہ رکھ کر جانا یا کم سنتے ہو ارے بھائی کچھ تو بولو کیوں پریشان کرتے ہو اس پر بھی وہ صاحب خاموش رہے فرمایا جب بولتے ہی نہیں تو تمہارا آنا ہی بے کار ہے اچھا چلو اٹھو یہاں سے خبردار جو کبھی یہاں آکر قدم رکھا۔ یہ بات جو پوچھی گئی ایسی کون سی غامض بات ہے کہ جس کا جواب ہی تم نہ دے سکتے تھے عرض کیا کہ قصور ہوا معاف فرماویں اب آئندہ ایسا نہ ہوگا فرمایا کہ اب کہاں سے زبان لگ گئی پہلے تو گنگ شاہ بنے بیٹھے تھے اوروں کو غلام یا نوکر ہی سمجھ رکھا ہے۔ نواب بن کر آتے ہیں اب دماغ پر زد پڑی تو آنکھ کھلی اللہ کے بندہ کیا پہلے سے سو رہا تھا یا کوئی نشہ پی کر آیا تھا اس کی بے ہوشی تھی چند بار کی دریافت کرنے اور کہنے پر بھی نہ بولا جب ایسے ایسے کوڑ مغزوں سے واسطہ پڑے تو کہاں تک مزاج میں تغیر نہ ہو چلو جاؤ تم نے بہت ستایا اور اذیت پہنچائی تم سے آئندہ ہی کیا امید ہو سکتی ہے ایسے بدفہموں کا یہاں کیا کام۔ عرض کیا کہ للہ معاف کر دیجئے آئندہ ایسی غلطی نہ ہوگی۔ فرمایا کہ اچھا معاف ہے۔ لیکن یہ بتلاؤ کہ اس غلطی کا منشاء کیا تھا کیوں نہیں جواب دیا تھا اور کیوں نہیں بولے تھے۔ عرض کیا کہ میرے دل میں حضرت کے سوال کے بعد ایک خوف طاری سا ہو گیا اور ہولدلی سی معلوم ہوئی فرمایا کہ میں شیر ہوں بھیڑیا ہوں۔ اور اگر ہوں تو اب بھی تو میں ہی ہوں اب کیوں بولے اور میں تو نہایت

نرم گفتگو کر رہا تھا لیکن پھر بھی اگر یہی ہول دلی ہے تب بھی مجھ سے تعلق رکھنا بے کار ہے اس لئے کہ میں جب کوئی بات پوچھوں گا یہی حالت تم پر طاری ہو گی تو کون تم سے بیٹھا ہوا خوشامدیں کیا کرے گا۔ اچھا جاؤ اس وقت مجلس سے اٹھ جاؤ اور کل بعد نماز ظہر اگر جی چاہے تو آکر بیٹھنا اس وقت تمہاری صورت دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے تم نے بہت ستایا اس وقت مجھ کو تغیر ہے یہ غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا ذرا بات ہلکی پڑ جائے گی اسی وقت مجلس میں بیٹھنے سے نفع بھی ہو گا اب ایسی حالت میں بیٹھنے سے کوئی نفع بھی نہ ہو گا کیونکہ اس طریق میں یہ بات مسلم قاتل ہے کہ معلم کو مکدر کیا جائے اس حالت میں خاک نفع نہیں ہوتا بلکہ پہلا نفع بھی برباد ہو جاتا ہے۔

(ملفوظ ۳۰۷) دین امور دنیا میں مخل نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ خواہ مخواہ دین کو بدنام کرتے ہیں کہ دنیا کے لئے دین مخل ہے سخت غلطی ہے اگر امور دنیا میں معین نہیں تو مخل بھی نہیں۔ دین کا ایسا حصہ جس میں اخلال دنیا کا شبہ ہے زیادہ تر وہ ہے جس میں یہ حکم ہے کہ یہ کام نہ کرو گناہ ہو گا وہ نہ کرو گناہ ہو گا مگر وہ چیزیں خود ایسی ہی جو عقلاً بھی قابل ترک ہیں مثلاً جھوٹ ہے فریب ہے غیبت ہے علی ہذا تو ان کے ترک میں کوئی وقت صرف نہیں ہوتا جو کسب دنیا میں مخل ہو بلکہ ارتکاب میں تو کچھ وقت صرف ہوتا بھی ہے۔ اسی قدر وہ دنیا میں مخل ہو سکتا ہے ترک میں کچھ بھی صرف نہیں ہوتا ہاں جن چیزوں کا حکم ہے مثلاً نماز ہے اس کی پابندی سے بعض کاموں میں مزاحمت ہوتی ہے تو جو کرنے والے ہیں وہ کرتے ہیں اور اگر تعمق کی نظر سے دیکھا جائے تو اس میں بھی کوئی مزاحمت نہیں اس لئے کہ آخر اور بھی تو ایسی چیزیں ہیں جو طبعاً ضروری ہیں اور ان کو انسان کرتا ہے تو دین ہی کو کیوں تختہ مشق بنایا جاتا ہے ان کو بھی چھوڑ دو مثلاً کھانا ہے پینا ہے اور حوائج ضروریہ ہیں ان کی پابندی کیوں کرتے ہو یہ سب شبہات دین سے

عدم تعلق اور اعتقاد عدم ضرورت کی وجہ سے سوجھتے ہیں ورنہ ضرورت کی چیز کے متعلق امر فطری ہے کہ کبھی شبہ نہیں ہوا کرتا سو اگر دین کو بھی ضروری سمجھتے تو اس میں بھی شبہ پیدا نہ ہوتا۔

(ملفوظ ۳۷۱) احکام باطنہ شریعت مقدسہ ہی کے شعبے ہیں

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ علماء اہل حق اگر شروع ہی سے طریق باطن کی طرف متوجہ رہتے اور ظاہری احکام شرعیہ کی طرح باطنی احکام کا اہتمام بھی ان کے ہاتھ میں رہتا تو اس درجہ طریق کے بد نام ہونے کی نوبت نہ آتی مگر علماء اہل حق نے اس طرف توجہ نہ کی جہلاء اور اہل باطل نے جو چاہا اس میں تصرف کیا اور جو چاہا بکو اس کی وہ سب طریق کے سر تھوپا گیا اور اسی کو طریق سمجھ لیا گیا اور یہاں تک نوبت آگئی کہ طریق کو خود بعض علماء نے بھی شرعی احکام سے ایک جدا چیز سمجھ لیا اور جو چیزیں ان جہلاء اور رسمی پیروں کی بدولت طریق کے نامزد ہوئیں وہ کسی طرح اس قابل نہیں کہ ان کو طریق کی طرف نسبت کیا جائے جاہل لوگوں نے اس میں وہ تحریفات کیں کہ سمجھدار لوگوں کو اس سے وحشت ہوگئی اور واقعی وہ وحشت کی باتیں ہی تھیں ورنہ حق سے کبھی وحشت نہیں ہوتی گو دہشت ضرور ہوتی ہے مگر اب بحمد اللہ طریق مثل آفتاب کے روشن ہو گیا کوئی غبار نہیں رہا واضح ہو گیا کہ شریعت مقدسہ ہی کے دو شعبے ہیں ایک احکام ظاہرہ جس کو اصطلاح میں شریعت کہنے لگے اور دوسرے احکام باطنہ جس کو اصطلاح میں طریقت کہنے لگے یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اہل فن نے سہولت تعبیر کے لئے اپنی اصطلاح میں باطن کے احکام کا نام طریقت رکھ لیا ہے میرا ایک وعظ ہے الظاہر اس میں اس کی پوری تحقیق موجود ہے اس کو دیکھ لینے کے بعد پھر انشاء اللہ تعالیٰ کوئی شبہ نہ رہے گا اس کو دیکھ لیا جاوے یہ بات مدتوں کے بعد لوگوں کو معلوم ہوئی کہ طریق احکام شرعیہ ہی کا ایک جز ہے اور وہ جز ایسا ہے کہ بدوں اس کے نجات بھی مشکل ہے جیسے

احکام کی شان ہوتی ہے اب میں طریق کی حقیقت اور اس طریق سے جو مقصود ہے بیان کرتا ہوں کہ اعمال مامور بہا طریق ہیں اور رضاء حق مقصود ہے اس کے علاوہ جو کچھ مشائخ تعلیم کرتے ہیں اذکار و اشغال وغیرہ وہ اعمال مامور بہا کے رسوخ کے واسطے ہیں جن کا درجہ تدابیر سے بڑھ کر نہیں جیسے طبیب جسمانی کی تدابیر مریض کے واسطے ہوتی ہیں اسی لئے جیسے طبیب جسمانی کی تدابیر کو بدعت نہیں کہا جا سکتا ایسے ہی اس کو بھی بدعت نہ کہیں گے یہ ہے حقیقت طریق کی اب دیکھئے اس میں کون سی بات وحشت کی ہے۔

۱۸ / جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۳۷۲) اتفاق کے لئے عقل کی ضرورت

ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت میرے یہاں دو بیبیاں ہیں ان میں نااتفاقی رہتی ہے ایسا تعویذ دے دیجئے کہ دونوں میں باہم اتفاق رہا کرے فرمایا کہ اتفاق کے لئے عقل کی ضرورت ہے عقل سے کام لو یہ تعویذ کا کام نہیں میرے یہاں بھی دو بیبیاں ہیں ان میں بھی رنجش تھی اب کچھ عرصہ سے بحمد اللہ بالکل نہیں اگر یہ تعویذ کا کام ہوتا یا کوئی ایسا تعویذ ہوتا تو پہلے اپنے واسطے کرتا جس سے چند روزہ رنجش بھی نہ ہوتی مگر میں نے ایک تعویذ بھی نہیں کیا اس لئے کہ اس کام کا کوئی تعویذ ہے ہی نہیں اور ہوگا بھی تو عاملین کو معلوم ہوگا میں عامل نہیں ہوں عرض کیا کہ حضرت دعاء فرماویں فرمایا کہ دعاء سے کیا انکار ہے دعاء کرتا ہوں۔

(ملفوظ ۳۷۳) اصلاح بھی ضروری چیز ہے

ایک دیہاتی شخص نے تعویذ مانگا اور یہ نہیں بتلایا کہ کس چیز کا تعویذ اس پر حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ پوری بات کہہ چکے عرض کیا کہ جی فرمایا کہ ہم نہیں سمجھے تم لوگ سمجھدار ہو بڑے لوگ ہو عاقل ہو فہیم ہو میں ایک

گنوار بے سمجھ بد عقل بد فہم چھوٹا آدمی ہوں۔ میں تمہاری باتوں کو کہاں سمجھ سکتا ہوں۔ جاؤ چلو اٹھو یہاں سے جو تمہاری بات سمجھ سکے اس سے کام لو۔ میں تمہاری خدمت کرنے کا اہل نہیں ہوں۔ عرض کیا کہ اوپرے اثر کا تعویذ دیدو فرمایا کہ اب کہاں سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ بات جو میں نے پہلے کہی تھی وہ ادھوری تھی اور کہتا یہ تھا کہ میں پوری بات کہہ چکا تم لوگ جیسے ہو میں خوب سمجھتا ہوں تمہاری نبضیں میں خوب پہچانتا ہوں اب ہو گیا دماغ درست ہونے لگی آمد ورنہ آورد سے بھی کام نہ چلتا تھا اچھا اس وقت جاؤ آدھ گھنٹہ کے بعد آکر پوری بات کہنا تب تعویذ ملے گا وہاں تو اس کو اوپر اثر چمٹ رہا ہے تو مجھ کو اوپرے اثر کی طرح آچمٹا اب ایک تعویذ مجھ کو اپنے لئے کرنا چاہئے وہ شخص مجلس سے اٹھ کر چلا گیا فرمایا دور کا رہنے والا شخص ہے مجھ کو تو اس کا بھی قلق اور افسوس ہوتا ہے کہ یہ ناکام واپس گیا اور اصلاح بھی ضروری چیز ہے اس کی یہ تدبیر کی گئی کہ آدھے گھنٹہ کے بعد کام بھی ہو جائے گا اور اب آئندہ بھولے گا بھی نہیں ہمیشہ یاد رکھے گا کہ پوری بات کہنی چاہئے اگر اسی وقت تعویذ دے دیتا تو سمجھتا کہ پیروں کے یہاں تو ایسی باتیں ہوا ہی کرتی ہیں سبق حاصل نہ ہوتا۔

(ملفوظ ۳۴۷) خدمت لینے کے لئے سلیقہ کی ضرورت

ایک شخص نے آکر متوحشانہ لہجہ میں کھڑے کھڑے عرض کیا کہ ایک گنڈا بنا دیجئے یہ کہہ کر خاموش ہو گیا فرمایا کہ میاں بیٹھ کر پوری بات کہو گھبرائے ہوئے اور بد حواس کیوں ہو کیا چوری کر کے بھاگے ہو یہ کوئی طریقہ ہے کسی سے خدمت لینے کا۔ اب جو لوگ یہاں پر موجود ہیں وہ دیکھ رہے ہیں کہ یہ تیسرا واقعہ ہے اب بتلایئے کہ جس کو ہر وقت ایسے لوگوں سے سابقہ پڑتا ہو وہ کہاں تک صبر کرے اور کہاں تک اس میں تغیر نہ ہو خدا معلوم بد فہمی کا کوئی خاص مدرسہ ہے جس میں یہ لوگ تعلیم پا پا کر آتے ہیں یا سارے بد فہم میرے ہی حصہ میں آگئے ہیں کہ خوب اچھی طرح مجھ کو بدنام کرائیں اب اگر مجھ کو اور

کام نہ ہو تو بیٹھا ہوا ان ہی کی باتوں کا کھرل کئے جاؤں مجھ کو تو اس قدر کام ہیں کہ ان کی ہی مشغولی میرے لئے کافی ہے اور سب سے بڑا کام جو ہے وہ یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ قلب خالی رہے اس کے شغل کے لئے تو ایک ہی کافی ہیں یہ لوگ ادھوری اور الجھی ہوئی بات کہہ کر قلب کو اپنی طرف مشغول کرنا چاہتے ہیں مجھ کو وحشت ہوتی ہے یہی سبب لڑائی کا ہے غرض وہ شخص بیٹھ گیا اور بیٹھ کر بھی یہی عرض کیا کہ اجی مولوی جی گنڈا ہوانے آیا ہوں فرمایا سن تو لیا بہرا نہیں ہوں مگر سمجھا نہیں دیکھ لیجئے اس قدر میرے کہنے پر بھی نہیں سمجھا۔ ارے بھائی میں سمجھوں کیسے پوری بات ہو تو سمجھوں عرض کیا کہ جی بخار آوے ہے اور رات کو ڈرے ہے فرمایا یہ پہلے ہی کیوں نہیں کہا تھا جب گھر سے چلا تھا تو جو ذہن میں لے کر آیا تھا وہ آتے ہی صاف کہہ دینا تھا مگر خواہ مخواہ اس میں کتربونت لگائی اور پریشان کر کے کہا بھلا میں بدوں تیرے بتلائے کیسے سمجھتا کیا مجھ کو علم غیب ہے آخر میں کس چیز کا گنڈا ہنا کر دیتا جبکہ مجھ کو معلوم ہی نہ تھا اور معلوم ہوتا بتلانے سے اور تو نے بتلایا تھا نہیں جاؤ اب سے پاؤ گھنٹے میں آنا اور پوری بات آکر کہنا کبھی اس وقت کے کہنے کے بھروسہ رہے مجھ کو یاد نہ رہے گا اب تو تو نے جی برا کر دیا اور جی برا ہونے کے وقت کام نہیں ہوا کرتا اور اگر کر بھی دیا تو کوئی نفع نہیں ہوتا وہ شخص چلا گیا۔

(ملفوظ ۳۷۵) انگریزی تعلیم کا اثر

فرمایا کہ ایک انگریزی خواں کا خط آیا ہے کہ اس منحوس تعلیم انگریزی کا یہ اثر ہے کہ اس میں بجز کبر کے اور کچھ نہیں آپ کو بڑا سمجھتے ہیں دوسروں کو چھوٹا سمجھتے ہیں یہ خلاصہ ہے اس تعلیم انگریزی کا یہ صاحب بی اے ہیں جن کا یہ خط آیا ہے انہوں نے پہلے خط میں چند بے اصول باتیں لکھی تھیں میں نے جواب میں متنبہ کیا اس پر بھی متنبہ نہیں ہوا آج پھر وہی خرافات لکھی ہوئی آئی ہے ان بی اے والوں کو چاہئے کہ بی اے کی ڈگری حاصل کر کے کسی ما کے

پاس رہیں تاکہ آدمیت آجائے اور حیوانیت دور ہو۔

(ملفوظ ۳۷۶) مبتلائے جہل ایک صاحب کا مکتوب

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ آذان ہونے پر میرے قلب میں ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے کبھی تو اپنے کسی کام میں لگ جاتا ہوں اور کبھی اسی جگہ سربسجود ہو جاتا ہوں اور کبھی مسجد چلا جاتا ہوں تو بلا وضو ہی نماز پڑھ لیتا ہوں مگر وہ کیفیت ایسی ہوتی ہے کہ دل تمام چیزوں سے بے خبر ہو جاتا ہے اس پر فرمایا کہ ان کو اس پر فخر ہے کہ کیفیت ہو چاہے نماز نہ ہو دین سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ میں کسی کو ستاتا نہیں اگر مجھ کو کوئی ستائے در گذر کرتا ہوں۔ غرض درویشانہ اخلاق کی فہرست لکھی ہے کہ مجھ میں یہ باتیں ہیں لیکن نماز کو جواب یہ بھی لکھا ہے کہ مجھ کو کوئی ستائے نہیں ترش روئی سے کلام نہ کرے اس کی دعا کر دیجئے۔ میں نے لکھا ہے کہ جب مخلوق کی ترش روئی و ناخوشی سے اسقدر بچتے ہو تو خدا تعالیٰ کی ناخوشی کی چیز سے تو اور بھی زیادہ ڈرنا چاہئے اور وہ چیز گناہ ہے جس میں ترک نماز بھی ہے جس پر حق تعالیٰ کا غضب اور قہر متوجہ ہو جاتا ہے۔ دیکھئے اس پر کیا جواب آتا ہے۔ اب کی مرتبہ ان کے فہم اور عقل کا اندازہ کر کے صاف لکھوں گا۔ تبلیغ میں اس کی بڑی سخت ضرورت ہے کہ غلطی کا منشا معلوم کر کے اصلاح کرے۔ ایسی غلطیوں میں اکثر لوگوں کو ابتلاء ہے کہ اخلاق کو ارکان پر ترجیح دیتے ہیں اب اگر یہ شخص اپنی یہ حالت کہیں اور لکھتا تو نہ معلوم کس قدر اس کی مدح کی جاتی اور نہ معلوم جواب میں کیا اڑنگ بڑنگ ہانکتے۔ بس ہمیشہ بے چارے کو جہل ہی میں ابتلاء رہتا ایک صوفی شاعر کی حکایت ہے کہ صاحب دل آدمی تھے تصوف میں کلام اچھا ہوتا تھا ایسا ہی کوئی کلام ایران پہنچا کسی ایرانی نے سنا قدر کی اور یہ سمجھا کہ جس شخص کے جذبات کلام میں یہ ہیں وہ خود کس حالت میں ہوگا ایسا شخص قابل زیارت ہے یہ خیال کر کے ایران سے سفر کیا اور ہندوستان پہنچا یہ شاعر جہاں رہتے

تھے وہاں لوگوں سے پتہ معلوم کر کے پہنچے دیکھا تو اس وقت شاعر صاحب حجامت بنا رہے تھے اور داڑھی پر استرہ چل رہا تھا یہ شخص اس حالت کو دیکھ کر ششدر کھڑا رہ گیا اور شاعر سے سوال کیا کہ آغا ریش می تراشی آغا کہتے ہیں۔ بلے ریش می تراشم ولے دل کسے نمی خراشم۔ اس نے فوراً برجستہ جواب دیا۔ آرے دل رسول اللہ می خراشی۔ مطلب یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کر رہا ہے جس سے حضور کو تکلیف پہنچ رہی ہے یہ کہنا تھا آخر صاحب دل شخص تھا فوراً ایک حالت طاری ہو گئی اور بے ساختہ زبان قال یا حال پر یہ جاری تھا:

جزاک اللہ کہ چشمم باز کر دی
مرا با جان جاں ہمراز کر دی

اسی وقت اس خبیث فعل سے توبہ کر لی تو ایسی غلطیوں میں ابتلاء ہو جاتا ہے کہ بعض باطنی چیزوں کو اعمال ظاہرہ سے مستغنی سمجھ جاتے ہیں۔ مگر اطلاع پر بعض اوقات نفع بھی ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی ان صاحب کی حالت ہے۔

(ملفوظ ۳۷۷) اس وقت دو فرقے قابل علاج ہیں

ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب تم لوگ ستاتے ہو رنج پہنچاتے ہو تو کیا خاک نفع ہو رنج کی حالت میں کوئی کام نہیں ہو سکتا رنجیدہ دل سے کوئی کام کر نہیں سکتا تم لوگوں کو تو خدمت لینا بھی نہیں آتی خدمت لینے کا بھی طریقہ ہے پہلے آدمی سلیقہ سیکھے تب آگے قدم رکھے کیا یہ موٹی موٹی باتیں بھی میرے ہی اصلاح کرنے پر موقوف ہیں یہ تو فطری چیزیں ہیں اور اسے بھی جانے دیجئے اگر کوئی بات نہ معلوم ہو تو آدمی کسی سے معلوم ہی کر لے آخر خدا نے عقل دی زبان دی آخر یہ چیزیں کس کام کی ہیں اس وقت دو فرقے زیادہ تر قابل علاج کے ہیں متکبر اور بدتمیز اور میں متکبروں کو تو حقیر بھی سمجھتا ہوں۔ بدتمیزوں کو حقیر تو نہیں سمجھتا لیکن ان سے دل بھی خوش نہیں

ہوتا اور یہ سب خرابی ان با اخلاق بڑوں کی بدولت ہے ان کے اخلاق نے ان لوگوں کے اخلاق کو خراب اور برباد کیا اب میں اکیلا کہاں تک سب کی اصلاح کروں۔ میں تو اپنی کھلی ہوئی حالت رکھتا ہوں تاکہ کسی کو دھوکہ نہ ہو اور اس کی ساتھ صاف کہتا ہوں کہ اگر میں اصول کے خلاف کروں تو ایک بچے کو حق ہے کہ وہ مجھ کو روک دے اور پھر دیکھئے کہ میں رکتا ہوں یا نہیں اور یہ تو ایک معمولی وقتی چیز ہے میرے یہاں تو بفضلہ تعالیٰ ترجیح الراجح کا ایک مستقل اور مستمر ایسا باب ہے جو اہل علم کے نزدیک ایک نہایت سکی کی بات ہے بطور مزاح فرمایا مگر یہ سکی سب کی نہیں صرف میری ہی ہے جس پر میں راضی ہوں میں اس سلسلہ میں برابر اپنی غلطیوں سے رجوع کر کے شائع کرتا رہتا ہوں اللہ کا شکر ہے اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے قلب میں دین کی محبت اور عظمت پیدا فرمادی حق کے قبول کرنے میں اپنی کوئی مصلحت نظر میں نہیں رہتی اور ہماری مصلحت ہے ہی کیا چیز اصلی مصلحت تو احکام شرعیہ ہی کی ہے اور اصل چیز یہی احکام ہیں اور ہم محض ان کے تابع ہیں۔

(ملفوظ ۳۷۸) خیر الامور اوسطھا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بحمداللہ میرے یہاں ہر چیز اپنی حد پر ہے افراط تفریط نہیں۔ خیر الامور اوسطھا کا صحیح راستہ ہے میں ایک مرتبہ ککرولی گیا یہ ضلع مظفر نگر میں ایک گاؤں ہے وہاں پر شیعہ زمیندار رئیس ہیں۔ ان میں لکھنو کے تعلق سے تہذیب کا کافی اثر ہے ان لوگوں نے میرے ساتھ بڑی ہی تہذیب کا برتاؤ کیا سو جیسے انہوں نے میرے ساتھ تہذیب برتی میں نے بھی تہذیب کا جواب تہذیب سے دیا چنانچہ ان لوگوں نے بعد مغرب کہ میں اسی وقت پہنچا تھا کہلا کر بھیجا کہ ہم لوگ زیارت کے مشتاق ہیں اگر اجازت ہو تو حاضر خدمت ہو کر زیارت سے مشرف ہوں۔ایک تو رعایت کے ساتھ رعایت ہوتی ہے۔ دوسرے میں یہ بھی سمجھا کہ یہ اپنی تہذیب کو ظاہر کرنا

چاہتے ہیں کہ بلا اجازت ملنے نہیں آئے۔ میں ایک غریب سنی قصائی کے مکان پر ٹھیرا تھا اور یہی غریب سنی لوگ داعی تھے میں نے جواب میں کہلا کر بھیجا کہ اگر اجمالی ملاقات مقصود ہو تو میں اسوقت بھی حاضر ہوں اور اگر تفصیلی ملاقات مقصود ہو تو صبح کے وقت مناسب ہے۔ انہوں نے اس وقت ملنا چاہا۔ میں نے جواب دیا کہ آجایئے۔ اور ساتھ یہ بھی کہلا بھیجا کہ اگر آپ چاہیں میں ملاقات کے لیے تخلیہ کا انتظام بھی آسانی سے کر سکتا ہوں۔ اس کہلانے کی وجہ یہ تھی کہ میرے میزبان غریب میلے کچیلے اُن کے رعایا کے لوگ تھے۔ شاید ان کے دوش بدوش بیٹھنا یہ رئیس لوگ بھی گوارا نہ کریں اور اس سے مجھ کو ان کی تہذیب کا جواب بھی دینا تھا جس کی طرف اُن کا ذہن بھی از خود نہ جا سکتا تھا اس کہلا کر بھیجنے پر ان رئیس شیعوں پر بے حد اثر ہوا کہ کیا انتہاء ہے اس شخص کی وسعت نظر اور رعایت حدود اور تہذیب کا کہ کہاں نظر پہنچی انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس وقت آنا چاہتے ہیں اور غریبوں کے ساتھ بیٹھنا فخر سمجھتے ہیں- چنانچہ ان کو اجازت دی گئی اور انہوں نے آکر ملاقات کی- ایک غریب شخص نگر ولی ہی کے رہنے والے مجھ سے محبت رکھتے ہیں وہ بیان کرتے تھے کہ میرے پاس آپ کے مواعظ ہیں اور رسالہ النور وغیرہ بھی منگاتا رہتا ہوں تو یہ شیعہ رؤساء منگا کر دیکھتے رہتے ہیں اور یہی شخص یہ بھی بیان کرتے تھے کہ ان میں سے ایک صاحب یہ کہتے تھے کہ اگر شیعوں میں ایسا ایک مجتہد بھی ہوتا تو شیعوں کا مذہب زندہ ہو جاتا اور اس میں روح پیدا ہو جاتی- میں نے سن کر کہا کہ چلو اپنی زبان سے یہ تو اقرار کر لیا ہے کہ ہمارا مذہب مردہ ہے- شب کی مذکورہ ملاقات میں بعض شیعوں نے بیعت کی درخواست کی- میں سوچ میں پڑا کہ بدوں تشیع چھوڑے بیعت کیسے ہو سکتی ہے اور تشیع کے چھوڑنے کو خصوص جب میں اس درخواست کو محض رعایت مہمانداری سمجھتا ہوں کیسے کہوں- آخر میں نے کہا کہ بیعت کے کچھ شرائط ہیں جو اس جلسہ میں مفصل بیان نہیں ہو سکتے- اس کی مناسب صورت یہ ہے کہ میں جب وطن پہنچ جاؤں اس وقت آپ مجھ سے اس کے

متعلق خط و کتابت فرمائیں- میں جواب میں شرائط سے اطلاع دوں گا- خیال دل میں یہ تھا کہ اگر ان لوگوں نے وطن پہنچنے کے بعد لکھا تو یہ جواب دوں گا کہ اس طریق میں نفع کے لئے مناسبت شرط ہے- بدون مناسبت نفع نہیں ہو سکتا اور اختلاف مذہب ظاہر ہے کہ مناسبت کی ضد ہے تو نفع کی کیا صورت ہے- خلاصہ یہی نکلتا کہ سنی ہو جاؤ تو بیعت ہو سکتے ہو مگر اس کے بعد کسی نے کچھ نہیں لکھا- یہ حضرات اکثر بڑے مہذب ہوتے ہیں اور اکثر دیکھا ہے کہ دوسرے فرقے جس قدر ہیں ان میں ظاہری اخلاق اور تہذیب بہت ہوتی ہے- ایک شیعہ نے ان ہی سے ایک سوال کیا جو بالکل نیا سوال تھا اس سے قبل مجھ سے یہ سوال کسی نے نہ کیا تھا- میں بالکل خالی الذہن تھا مگر اللہ تعالیٰ نے عین وقت پر مدد فرمائی وہ سوال یہ تھا کہ تقلید اور بیعت میں کیا فرق ہے میں نے کہا کہ تقلید کہتے ہیں اتباع کو اور بیعت کہتے ہیں معاہدہ اتباع کو- یہ جواب سن کر وہ شخص بے حد محظوظ ہوا اور یہ سب ہر وقت کے مناسب معاملہ یا جواب سمجھ میں آجانا اللہ کا فضل ہے اور اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت ہے- چنانچہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ جوش کی حالت میں ہم چند خادموں سے یہ فرمایا تھا کہ جہاں تم جاؤ گے انشاء اللہ تعالیٰ وہاں تم ہی تم ہو گے تو یہ میرا کمال تھوڑا ہی ہوا یہ تو حضرت کی دعا کی برکت ہے- اسی لئے بزرگوں سے تعلق بڑی دولت ہے- بڑی نعمت ہے- لوگ اس کی قدر نہیں کرتے مجھ کو تو اس لئے بھی اسکی خاص قدر ہے کہ میرے پاس تو سوائے بزرگوں کی دعا کے اور کچھ ہے ہی نہیں نہ علم ہے نہ عمل ہے اگر ہے تو صرف یہی ایک چیز ہے اور جس شخص کا یہ اعتقاد ہو وہ کیا اپنی کسی بات پر ناز یا فخر کر سکتا ہے اور ناز و فخر تو کسی حالت میں بھی انسان کو نہیں کرنا چاہئے جبکہ سرتاسر نقائص و عیوب سے بھرا ہوا ہے- اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

ناز را روئے بباید ہمچو ورد
چوں نداری گرد بدخوئی مگرد

نیاز پیدا کر نیکی سعی اور کوشش میں لگا رہنا چاہئے- اسی وقت تک خیر ہے ورنہ آگے خیر نہیں- یہ بات تو اپنے بزرگوں میں دیکھی کہ سب کچھ تھے اور اپنے کو کچھ نہ سمجھتے تھے- اپنے کو مٹائے ہوئے فنا کئے ہوئے تھے چونکہ یہ طرز اپنے بزرگوں میں دیکھا اس لئے یہی پسند ہے- آجکل کے ڈھونگ نظروں میں سماتے نہیں اور کوئی کتنا ہی بڑا ہو نظروں میں جچتا نہیں- اصل تو یہ ہے کہ ہمارے بزرگ ہم کو بگاڑ گئے اور کسی کام کا چھوڑا ہی نہیں- صرف ایک ہی کام کا بنا گئے- مٹنا فنا ہونا-

(ملفوظ ۳۷۹) کسی کے دل کو پریشان کرنا گوارہ نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو کسی طرح یہ گوارا نہیں کہ ایک منٹ اور ایک سیکنڈ کے لئے بھی میری وجہ سے کسی کا قلب گرانی میں مشغول ہو- یہی میں دوسروں سے چاہتا ہوں کہ ایسی باتیں کیوں کرتے ہو کہ جس سے میرے قلب کو دوسری طرف مشغولی ہو- یہ آنے والے بد تمیزیاں کرتے ہیں مجھ کو الجھن ہوتی ہے اس کی بناء پر تغیر ہوتا ہے- پھر لڑائی ہونا کون تعجب ہے-

(ملفوظ ۳۸۰) تعلیم ناقص بد تمیزی کا سبب

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اکثر بد تمیزی کا سبب بے تعلیمی نہیں ہے بلکہ تعلیم ناقص ہے ورنہ یہ سب امور فطری ہیں اگر تعلیم بھی نہ ہو تب بھی ان بد تمیزیوں کا صدور نہ ہونا چاہئے- یہ تعلیم ہی کا اثر ہے کہ بد تمیزیاں کرتے ہیں مگر ہے وہ تعلیم ناقص- اب دیکھ لیجئے کہ بعضے تعلیم یافتہ لوگ کس قدر بد تمیز اور بد تہذیب ہوتے ہیں حالانکہ وہاں تعلیم ہے-

(ملفوظ ۳۸۱) سر سید احمد خاں سے بہت گمراہی پھیلی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سر سید احمد خاں کی وجہ سے بڑی گمراہی پھیلی- یہ نیچریت زینہ ہے اور جڑ ہے الحاد کی اس سے پھر شاخیں چلی ہیں- یہ

قادیانی اس نیچریت ہی کا اول شکار ہوا- آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ استاد یعنی سر سید احمد خاں سے بھی بازی لے گیا کہ نبوت کا مدعی بن بیٹھا- غلام احمد ایسا چغد نہ تھا قصداً ایسا کیا- شروع میں گو ممکن ہے کہ دھوکہ ہو لیکن آخر میں تو اپنی بات کی پچ اور اس پر ہٹ اور ضد ہو گئی تھی- غرضیکہ ہے یہ نیچریت ہی سے ناشی-

(ملفوظ ۳۸۲) دارالعلوم دیوبند کے آغاز پر سر سید احمد کا گمان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب مدرسہ دیوبند قائم ہوا اور بنیاد پڑی تو سر سید احمد خاں نے کہا تھا کہ کیا ہو گا اور دو چار قل اعوذ یئے بڑھ جائیں گے- یہ معلوم نہ تھا کہ تمہارے جادو کو موسیٰ علیہ السلام کی طرح ھباء منثورا کرنیوالی جماعت یہی ہو گی- واقعی اگر ہندوستان میں حق تعالیٰ جماعت کو پیدا نہ فرماتے تو چہار طرف سے الحاد اور دھریت کے چشمے ہندوستان میں ابل پڑتے اور ابھی ابلنے میں کونسی کسر رہ گئی لیکن قانون قدرت کے مطابق ہر فرعونے راموسیٰ کا مصداق یہ جماعت ہو گئی جس کے متعلق مخبر صادق جناب رسول اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں لا یزال طائفۃ من امتی منصورین علی الحق لا یضرھم من خذلھم- ورنہ ان کا مکر اور ان کی چالاکیاں ایسی تھیں جیسے ارشاد ہے وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ- ان کے تمام مکر اور کید اسلام کی دشمنی پر تلے ہوئے تھے- لیکن حق تعالیٰ وعدہ فرماتے ہیں اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ تو اس کے ماتحت یہی ایک جماعت پیدا فرمائی گئی- اس لئے کہ عادۃ الہٰیہ کے موافق انسان کے وجود کو بھی اسباب حفاظت دین میں واسطہ بنایا گیا ہے- ایسا ہی وعدہ ایک دوسری جگہ خداوند جل جلالہ فرماتے ہیں کلام پاک ہیں-

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ یہی سلسلہ مضلین اور ہادین کا برابر چلا آتا رہا حتیٰ کہ اب اس زمانہ پر فتن اور پر آشوب میں جبکہ اسلام پر چہار طرف سے نرغہ ہے تمام بدخواہ اسلام اسلام پر دانت پیس رہے ہیں- اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا ہوا

دیکھنا چاہتے ہیں- چودھویں صدی کا ایک طاغوت نکل آیا- اس نے اسلام اور مسلمانوں کو فنا کرا دینے اور ختم کرا دینے کی کوئی تدبیر اٹھا نہیں رکھی- اللہ ہی نے حفاظت فرمائی- باوجود عوام مسلمان اور لیڈروں اور ان کے ہم خیال مولویوں کے اس کے دام میں آجانے کے بھی بڑی حق تعالیٰ کی رحمت مسلمانوں پر ہوئی ورنہ معاملہ ہی درہم برہم ہو جاتا- اس کی چالاکیاں اور مکروہ فریب کو سمجھنے والی بھی ایک جماعت حق تعالیٰ نے پیدا فرمادی جو لوگوں کو آگاہ کرتی رہی گو اس پر ہر قسم کے الزامات اور بھتان باندھے لیکن وہ جماعت لَایَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ پر عمل کرتے ہوئے اظہار حق کرتی رہی- ایسے اسباب کا پیدا فرما دینا یہی رحمت ہے ورنہ ان لیڈروں اور ان کے ہم خیال مولویوں نے تو آنکھیں بند کر کے مسلمانوں کے تباہ اور برباد کرانے کا بیڑا اٹھا ہی لیا تھا- اللہ تعالیٰ سمجھ اور فہم عطاء فرمائیں اور محفوظ رکھیں-

(ملفوظ ۳۸۴) اہل علم کی متوکلانہ شان

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک بات حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بڑے جوش کیساتھ فرمائی تھی کہ مجھ سے میری درخواست پر وعدہ ہو گیا ہے کہ مدرسہ دیوبند کے پڑھے ہوئے کو دس روپیہ ماہواری سے کم آمدنی نہ ہو گی مگر اس وقت اتنی گرانی نہ تھی ورنہ اگر یہ زمانہ ہوتا تو درخواست میں کہتے کہ پچاس روپیہ سے کم میں کام نہیں چلتا اس زمانہ میں دس بہت تھے- اکثر اہل علم کی پانچ دس روپیہ ماہوار تنخواہ ہوتی تھی- علاوہ ارزانی کے پہلے کچھ تھی بھی متوکلانہ شان اہل علم کی- مولانا رحمت اللہ صاحب کے مدرسہ مکہ معظمہ میں سلطان عبدالحمید خاں نے کچھ مقرر کرنا چاہا منظور نہیں کیا اور لوگوں کے پوچھنے پر فرمایا- نہ بھائی پھر کام نہ ہو گا- اب تو کارگذاری دکھلانے پر چندہ ملتا ہے اس لئے سب کوشش کام کرتے ہیں- پھر وہاں سے آتا مستقل طور پر- چاہے کام ہوتا یا نہ ہوتا- اب تو مدرسہ میں سرمایہ

نہیں- روپیہ نہیں لیکن کام ہے اور جب یہ سب کچھ ہوتا مگر کام نہ ہوتا بے فکری ہو جاتی- اب ہی دیکھ لیجئے اس وقت جو علماء ریاستوں سے وظائف پا رہے ہیں وہ بے فکر پڑے ہوئے اینڈا کرتے ہیں- پھر کام کہاں تو کہا کرتا ہوں کہ جس قوم کے مذہبی راہبر امیر ہونگے وہ مذہب اور قوم گمراہ ہو جائیگی اس لئے کہ ان کو ضرورت قوم سے واسطہ رکھنے کی رہے گی نہیں اور جب واسطہ نہ رہا تو گمراہ ہونا قریب ہے ہی- اس کا یہ سبب نہیں کہ اب واسطہ مال کے سبب ہے بلکہ امارت میں خاصہ ہے تبعید مساکین کا-

(ملفوظ ۳۸۴) حضرت مولانا یعقوب صاحب شیخ وقت تھے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ہستی ایک ممتاز ہستی تھی- مولانا جیسا باکمال شخص اب نظروں سے نہیں گذرتا- یہ مولانا ہی کی تربیت اور اصلاح کا اثر ہے کہ ہر چیز میرے یہاں اپنی حد پر ہے- خود درس کے وقت ایسی اصلاح فرماتے تھے کہ جیسے بہت بڑا شیخ وقت استقلالاً اصلاح کیا کرتا ہے اور ماشاء اللہ تعالیٰ تھے ہی شیخ وقت- اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے اساتذہ اور پیر سب کے سب کامل تھے- یہی اتنی بڑی دولت حق تعالیٰ نے نصیب فرمائی کہ شکر ادا نہیں ہو سکتا-

(ملفوظ ۳۸۵) حضرات ازواج مطہرات کی عقیدت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کا علم ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس جیسی تھی اس کا پتہ اس طرح چل سکتا ہے کہ حضور کی متعدد بیبیاں تھیں جن پر شوہر کا کچا چٹھا عیاں ہوتا ہے اگر حضور میں کوئی کمی بھی ہوتی تو بیبیاں سب سے پہلے غیر معتقد ہوتیں حالانکہ وہ سب سے زیادہ حضور کی معتقد تھیں- اس سے آپ کی شان کا پتہ چلتا ہے- جماعت ازواج مطہرات اور جماعت صحابہ کرام

نے حضور کی تمام سوانح اندرونی خانگی اور بیرونی معاملات واقعات سب عالم میں بہ بانگ دہل آشکارا کر دیئے اور ہم کو اس پر فخر ہے کہ سارا کچا چٹھا حضور کا موجود ہے بتلاؤ کہیں انگلی رکھنے کی جگہ ہے۔

(ملفوظ ۳۸۶) حضرت حکیم الامت کی حکیمانہ شان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے دل میں اللہ کا شکر ہے کہ باوجود بہت لوگوں کے ستانے کے اور بدنام کرنے کے نہ کسی کی طرف سے کینہ ہے نہ کپٹ نہ بغض نہ عداوت۔ یہ تو غیر معتقدین کیساتھ معاملہ ہے اور معتقدین کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ میں یہاں کے رہنے والوں تک کو اپنے معاملات میں ایسا دخل کبھی نہیں دیا کہ جس سے چاہا راضی کر دیا جس سے چاہا ناراض کر دیا اور بہت سے درویشوں کے یہاں یہ آفت ہے۔ ایک مرتبہ میرے بڑے گھر میں سے ایک شخص کی شکایت کی اور وہ شخص بھائی مرحوم کے یہاں کارندہ تھے۔ میں نے ان کو دروازہ پر بلا کر کہا کہ یہ تمہارے متعلق یہ کہتی ہیں۔ انہوں نے اپنا تبریہ کیا میں نے گھر میں سے کہا کہ ثبوت تمہارے ذمہ ہے۔ ثبوت دو۔ کہنے لگیں توبہ تم تو ذرا سی دیر میں آدمی کو فضیحت کرتے ہو میں نے کہا کچھ بھی ہو مگر اب سے کسی کی چغلی مت کرنا۔ بس شرمندہ ہو کر رہ گئیں۔ تو میرے یہاں یہ چیزیں نہیں ہیں اللہ کا شکر ہے۔

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۳۸۷) سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب کا تھانہ بھون سے قلبی تعلق

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ذات بابرکات بڑی ہی کریم ذات تھی۔ ایک مرتبہ تھانہ بھون کا ایک مجمع حج کو گیا

جب حضرت کی خدمت میں باریاب ہوئے حضرت سب سے بغلگیر ہو کر ملے اور فرمایا کہ بھائی اپنے باپ داداوں کے نام بتلاتے رہو- میں نوجوانوں میں سے کسی کو نہیں پہنچانتا- ایک تھانہ بھون کے رہنے والے کہتے تھے کہ میں جب مکہ معظمہ حاضر ہوا حضرت کے پاس مجمع زیادہ تھا- میں خاموش ایک گوشہ میں بیٹھ گیا کہ جب حضرت فارغ ہوں گے اس وقت ملوں گا حضرت نے خود فرمایا کہ اس مجلس میں سے بوئے وطن آرہی ہے تب انہوں نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ حضرت میں تھانہ بھون کا رہنے والا ہوں فرمایا کہ میاں غیروں کی طرح دور جا بیٹھے آؤ یہاں آؤ سینے سے لگایا- پیار کیا- کیا ٹھکانا تھا حضرت کی شفقت کا- مولوی معین الدین نانوتوی بیان کرتے تھے کہ میں نے تھانہ بھون کے زمانہ قیام میں ایک ہرن شکار کیا اور اس کی کھال درست کرا کر ایک شخص حج کو جاتے تھے ان کے ہاتھ حضرت کی خدمت میں بھیجی- حضرت نے فرمایا اس کھال میں سے بوئے وطن آتی ہے- عرض کیا کہ حضرت یہ تھانہ بھون کے جنگل کا ہرن تھا- یہ حالت تھی لطافت ادراک کی- ندوہ نے مدرسہ جامع العلوم کانپور کو اپنے تحت میں کرنا چاہا تھا- میں نے ان کی اور بعض باتیں جو مضر تھیں ان کو ظاہر کیا- ان صاحبوں نے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو لکھا کہ آپ اس کو لکھ دیں- حضرت نے مجھ کو تحریر فرمایا کہ تم وہاں کی مصلحتوں کو خوب سمجھتے ہو جو مناسب ہو کرو یہ ہے شان مشخت کی کہ ہر بات اپنے مرکز پر رہے- پھر خود ندوہ کا جو حشر ہوا سب کو معلوم ہے کہ وہ ایسوں کے ہاتھ میں مدت تک رہا جن کی طبیعت میں بالکل نیچریت تھی وہی سر سید احمد خاں کے قدم بقدم ان کی رفتار رہی- وہی جذبات- وہی خیالات- کوئی فرق نہ تھا-

(ملفوظ ۳۸۸) جائے بزرگاں بجائے بزرگاں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو مشہور ہے کہ جائے بزرگاں بجائے بزرگاں اس سے برکت مراد ہے ایسی جگہ میں برکت ضرور ہوتی ہے- مولانا شیخ

محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی روایت مجھ کو پہنچی ہے- ایک صاحب پر بیان کرتے تھے کہ مولانا شیخ محمد صاحب نے فرمایا کہ جب حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ حج کو تشریف لے گئے تو میں نے اس جگہ بیٹھ کر ذکر کیا جس جگہ حضرت ذکر کیا کرتے تھے تو انوار معلوم ہوئے- اب آنکھیں ان بزرگوں کو ڈھونڈتی ہیں- ان ہی بزرگوں کو دیکھا- اب طبیعت بھی- دل بھی- کان بھی ان ہی چیزوں کے خوگر ہو گئے- اس کے خلاف پر وحشت ہوتی ہے- اب طبیعت کو کیسے بدل دیا جائے- غیر اختیاری بات ہے-

(ملفوظ ۳۸۹) خطبات حکیم الامت کی جامعیت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل ایسی طبیعت کے بھی لوگ موجود ہیں جن کو امامت کا شوق ہے لیکن اہل امامت کے نہیں- لمبے لمبے رکوع اور خطب پڑھنا باعث فخر سمجھتے ہیں- ہمارے حضرات بہت ہی مختصر پڑھتے تھے- حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ اکثر حضرت شہید صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا خطبہ پڑھا کرتے تھے وہ بہت ہی مختصر اور جامع ہے مگر اس میں سے بھی ایک حصہ حذف کر دیتے تھے- میں نے جو مجموعہ خطب لکھا ہے کوئی خطبہ اس میں سورہ مرسلٰت سے بڑا نہیں اور تعجب ہے کہ میرے اس مجموعہ خطب کو غیر مقلدوں نے اس لئے نہیں خریدا کہ میں نے اس میں لکھ دیا ہے کہ اردو میں خطبہ پڑھنا خلاف سنت ہے اس پر خفا ہو گئے حالانکہ یہ اوفق بالحدیث ہے یہ فرقہ بھی عجیب ہے- کہیں تو عامل بالحدیث ہونے کا اس قدر زور شور اور کہیں یہ حالت کہ حدیث ہوتے ہوئے اور پھر عمل ندارد-

(ملفوظ ۳۹۰) حضرات غیر مقلدین میں تدین کم ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ غیر مقلدی بھی عجیب چیز ہے کثرت سے ان لوگوں میں تدین بہت کم دیکھا اور عامل بالحدیث ہونیکا دعوٰی ہی دعوٰی ہے-

عملی صورت میں نہایت ہی پیچھے ہیں- احتیاط کا تو ان میں نام و نشان نہیں- بس گھر میں بیٹھے ہوئے اسے بدعتی کہہ دیا اسے مشرک کہہ دیا اور خود اپنی حالت نہیں دیکھتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں- میں نے استواء علی العرش کے مسئلہ کو تفسیر بیان القرآن میں اس طرح ترتیب دیا تھا کہ متن میں تو متاخرین کے قول کو رکھا تھا اور حاشیہ پر متقدمین کے قول کو اور متاخرین کے قول کو متن میں رکھنے کی بجز سہولت فہم عوام کے کوئی خاص وجہ نہ تھی لیکن یہ کیا معلوم تھا کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو ہر وقت اعتراض ہی کے لئے تیار رہتے ہیں- ایک غیر مقلد صاحب نے عنایت فرما کر اس طرف توجہ فرمائی اور اپنے خاص جذبات کا ثبوت دیا- اگر حدود کے اندر مشورہ دیتے تو میں قبول کر لیتا- لیکن متاخرین کے طرز اور مسلک کو اور ان کے قول کو سراسر جہل اور اعتزال بتلایا- محض گستاخی اور بے باکی ہے اس لئے مجھ کو واقعی ناگوار ہوا- مگر میں نے پھر بھی ان کی بلکہ انصاف کی رعایت سے متقدمین کا قول متن میں رکھ دیا اور متاخرین کا قول حاشیہ میں کر دیا مگر یہ پھر بھی راضی نہیں ہوئے بلکہ ان بزرگ نے متاخرین کے مسلک کا تو ابطال کیا اور سلف کا مسلک جو بیان کیا تو بالکل مجسمہ اور شبہ کے طرز پر اور مجھ سے بھی اسی پر اصرار کیا- یہ ان معترضین کا علم ہے- یہ قابلیت ہے یہ دین ہے اور پھر علمی مبحث میں قدم- ایک دفعہ مجھ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ ابن تیمیہ اور ابن القیم کی تصانیف دیکھا کریں- میں نے کہا تم نے تو دیکھیں ہیں- تمہارے اندر بڑی شان تحقیق پیدا ہو گئی- میں ہمیشہ ایسے مباحث میں پڑنے سے بچا اور یہی مسلک اپنے بزرگوں کا رہا مگر ضرورت کو کیا کروں جس وقت یہ بحث لکھ رہا تھا تو ہر جاہل شخص کو دیکھ کر رشک ہوتا تھا کہ کاش میں بھی جاہل ہوتا- تو اس مبحث پر ذہن نہ چلتا تو اس وقت جاہل ہونے کی تمنا کرتا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی فضل ایزدی نے دستگیری فرمائی اور یہ خیال آیا کہ یہ تمنا بھی تو علم ہی کی بدولت ہوئی تو جہل کو کسی حالت میں علم پر ترجیح نہیں- تب جا کر قلب کو سکون ہوا- ایسے دقائق میں صوفیہ کی توجیہ سب میں زیادہ اقرب دیکھی گئی- ان سے بڑی تشفی

ہوئی مگر یہ معترض صاحب صوفیہ ہی کے مخالف ہیں- پھر راہ کہاں- نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ استواء علی العرش صفت ہے یا فعل- ان اہل ظاہر میں مشہور یہ ہے کہ صفت ہے لیکن اگر صفت ہے تو عرش حادث ہے اور صفت ہے قدیم تو قبل حدوث عرش جو استواء علی العرش کی صورت تھی وہی اب بھی تسلیم کر لو ورنہ صفت میں تغیر لازم آوے گا- یہ عجیب و غریب الزامی حجت ہے- جو حق تعالیٰ نے ذہن میں ڈالی اور اس مبحث میں لکھنے کے وقت جو اقوال نظر سے گذرے ان کے تزاحم سے ذہن میں عجب کشمکش ہوئی- مگر خیر جس طرح سے ہو سکا اس کے متعلق ایک رسالہ تیار ہو گیا جس کا نام تمہید الفرش فی تحدید العرش ہے اور اصل تو یہ ہے کہ ذات و صفات کی کنہ کون معلوم کر سکتا ہے اس لئے آگے بڑھتے ہوئے بھی ڈر معلوم ہوتا ہے اور واقعی کیا کوئی ادراک کر سکتا ہے- اسی لئے منع فرما دیا کہ ذات صفات کی بحث میں نہ پڑنا چاہئے یہی امر معقول ہے- اس لئے کہ بحث سے بھی کوئی حقیقت معلوم نہیں کر سکتا جیسے اندھے مادر زاد کو کہا جائے کہ لون کی حقیقت میں خوض نہ کر- منع کرنا یقیناً معقول ہے اس لئے کہ وہ اس کی حقیقت کو باوجود خوض کرنے کے بھی نہیں سمجھ سکتا-

(ملفوظ ۳۹۱) ریلوے گارڈ کو کرایہ معاف کرنے کا اختیار نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ وہ وقت پر ضرورت کی چیز دل میں ڈال دیتے ہیں اور یہ ثمر اور برکت اپنے بزرگوں کی دعا اور توجہ کی ہے- نیز ضرورت کی قریب قریب تمام چیزیں اپنے بزرگوں سے کانوں میں پڑ چکی ہیں اس لئے حمد اللہ زائد کتابوں سے بھی مستغنی ہوں اور اول تو شروع ہی سے کتب بینی کا کچھ اہتمام نہیں رہا ویسے ہی فضل ایزدی ہوا کہ وہ مدد فرما دیتے ہیں کام چل جاتا ہے کہیں گاڑی نہیں اٹکتی-

میں ایک مرتبہ جلسہ سہارنپور میں شرکت کے لئے ریل میں سوار ہوا- اسی گاڑی سے ایک طالب علم دہلی سے آکر اترے- کہنے لگے کہ میں تو آپ ہی

سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا تھا- میں نے کہا کہ میں اس وقت تو سہارنپور جا رہا ہوں- یا تو تھانہ بھون ٹھرے رہو اور اگر جی چاہے بشرط گنجائش ساتھ چلنے کی بھی اجازت ہے دونوں شقوں پر عمل کر سکتے ہو وہ ساتھ چلنے پر آمادہ ہوئے لیکن باوجود سعی کے اس وقت ٹکٹ نہ حاصل کر سکے- میں نے کہا کہ گارڈ سے کہہ کر سوار ہو جاؤ- چنانچہ وہ اسی طرح سوار ہو گئے میں نے کہا کہ نانوتہ پہنچ کر یہاں تک کے پیسے گارڈ کو دے کر رسید لے لو اور آگے سہارنپور کا ٹکٹ خرید لو- غرضیکہ اسٹیشن نانوتہ پہنچ کر انہوں نے سہارنپور کا ٹکٹ خرید لیا اور نانوتہ تک کا محصول گارڈ کو دینا چاہا اس نے ان کو غریب دیکھ کر کہا کہ یہ ہم تم کو معاف کرتے ہیں- انہوں نے آکر یہ قصہ بیان کیا میں نے ان طالب علم کے جواب میں کہا کہ گارڈ کو کوئی حق معاف کرنیکا نہیں ہے- وہ ریلوے میں بحیثیت ملازم کے ہے- بحیثیت مالک کے نہیں اس لئے یہ کرایہ تم پر ادا کرنا واجب ہے اور یہ جب تک ادا نہ کرو گے ریلوے کے قرضدار رہو گے- پھر میں نے ادا کرنے کی صورت بتلائی کہ واپس آکر نانوتہ اور تھانہ بھون کے درمیان کا ٹکٹ خرید کر چاک کر دینا جس وقت میں یہ گفتگو کر رہا تھا چند آریے بھی قریب بیٹھے تھے- ان میں ایک شخص لکھا پڑھا تھا اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ انگریزی تعلیم یافتہ اور لکچرار تھا- میری اس گفتگو پر وہ لکھا پڑھا آریہ کہنے لگا کہ میں اس وقت اپنی ایک کمزوری ظاہر کرتا ہوں وہ یہ کہ جس وقت ان صاحب نے آپ سے آکر یہ کہا کہ گارڈ نے معاف کر دیا میں خوش ہوا کہ ایک غریب آدمی کا بھلا ہوا مگر آپ کے فرمانے پر معلوم ہوا کہ میری یہ خوشی بے ایمانی پر مبنی تھی- واقعی اس کو معاف کرنے کا کیا حق تھا- میں نے کہا کہ یہ آپ کی خوبی کی بات ہے کہ آپ سمجھ گئے- دوسرا چپکے سے اپنے ساتھیوں سے بولا جس کو میرے ساتھیوں نے سنا کہ معلوم نہیں کیا بات ہے ان کی معمولی باتوں میں بھی دل کو کشش ہوتی ہے- ایک نے کہا سچ ہونے کی یہی دلیل ہے پھر اس ہی لکچرار آریہ نے مجھ سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں آپ سے ایک اور سوال کر سکتا ہوں- میں نے کہا کہ

خوشی سے اجازت ہے اگر مجھ کو جواب معلوم ہو گا عرض کر دوں گا اور اگر نہ
معلوم ہوا عذر کر دوں گا- کہا کہ دو شخص ہیں- دونوں نے ایک نیک کام کیا-
نفع دونوں کے کاموں سے ایک سا پہنچا- غرض سب حالات ایک- لیکن صرف
فرق اتنا ہے کہ ان دونوں میں ایک مسلم ہے اور ایک غیر مسلم تو کیا دونوں کو
اجر اور ثواب برابر ملے گا یا نہیں- میں سمجھ گیا کہ اس کا مقصود یہ ہے کہ یہ یقیناً
یہی کہیں گے کہ ایک کو اجر اور ثواب ملے گا جو مسلم ہے اور دوسرے کو نہ ملے گا
جو غیر مسلم ہے تو اس جواب پر اس کو گنجائش گفتگو کی ہو گی کہ یہ بجز تعصب
کے کیا ہے کہ ایک ہی سا کام لیکن صرف غیر مسلم ہونیکی وجہ سے وہ ثواب سے
محروم ہے حالانکہ جب دلائل سے ثابت ہے کہ اسلام شرط قبول اعمال ہے تو یہ
فرق ضروری ہے لیکن اگر اس اعتراض کی گنجائش ہی نہیں دی جاوے تو زیادہ
بہتر ہے اس لئے کوئی ایسا جواب ہونا چاہئے کہ جو اس کی سمجھ سے بھی باہر نہ ہو
اور ہو مختصر جس سے سلسلہ جلدی ختم ہو جائے- اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی فوراً
ایک صورت جواب کی ذہن میں آگئی میں نے کہا کہ تعجب ہے اور آپ کی
دانشمندی سے بہت بعید ہے کہ آپ مجھ سے ایسی بات کا سوال کر رہے اور پوچھ
رہے ہیں کہ جس کا جواب آپ کے ذہن میں ہے اس پر کہا کہ یہ آپ کو کیسے
معلوم ہوا کہ اس سوال کا جواب میرے ذہن میں ہے میں نے کہا کہ اس جواب
کے مقدمات آپ کے ذہن میں ہیں اور مقدمات کے لئے نتیجہ لازم ہے اس
لئے وہ جواب بھی ذہن میں ہے- کہا کہ یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اس کے
مقدمات میرے ذہن میں ہیں- میں نے کہا میں ابھی بتلائے دیتا ہوں- سنئے یہ
ظاہر ہے کہ مذاہب موجود ہیں سب تو حق ہو نہیں سکتے- ایک حق ہو سکتا ہے
اور باقی باطل اور مذہب حق والے کی مثال مطیع سلطنت کی سی ہے اور باطل
والے کی مثال باغئی سلطنت کی سی ہے آپ اس کو تسلیم کرتے ہیں- کہا ٹھیک
ہے- میں نے کہا فرض کیجئے ایک شخص ہے جو بہت بڑا فلاسفر ہے- ڈاکٹری پاس
کئے ہوئے اور بہت سی ڈگریاں حاصل کر چکا ہے لیکن باوجود ان تمام خوبیوں کے

وہ باغی ہے اس پر گورنمنٹ اس کو دوام حبس یا پھانسی کا حکم دے تو کیا عقلاء اس کو ظلم کہیں گے یا عقلاء اس کی تصویب کریں گے- کہنے لگا تصویب کرینگے- میں نے کہا جواب ہو گیا- دیکھئے یہ سب مقدمات آپ کے ذہن میں تھے- باوجود اس کے پھر سوال کرنا اس کا منشا صرف یہ ہو سکتا ہے کہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اپنی زبان سے آپ کو کافر کہوں- کہا کہ واقعی یہی منشا تھا اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایسی زبان سے لفظ کافر سننے سے بھی کانوں کو لذت حاصل ہوتی ہے- میں نے کہا کہ یہ آپ کی خوبی کی بات ہے مگر میری اسلامی تہذیب اس کی اجازت نہیں دیتی کہ میں بلاضرورت آپ کو کافر کہوں اور ضرورت کی قید میں نے اس وجہ سے لگائی کہ بضرورت تو کافر کہتے ہی ہیں- بجد خوش ہوا اور میرا وطن پوچھا اور معلوم ہونے پر کہا کہ میں لیکچر کے لئے وہاں جایا کرتا ہوں- اب کی بار آنا ہوا تو آپ کے پاس ضرور آؤں گا مگر پھر آیا نہیں- اس قسم کے جوابوں سے عوام سمجھ بھی جاتے ہیں نفع بھی زیادہ ہوتا ہے اور وقت بھی زیادہ صرف نہیں ہوتا مگر علماء نے یہ طرز چھوڑ دیا- جواب ہمیشہ اصولی ہونا چاہئے مثلاً ایک آریہ نے میرے ایک عزیز سب انسپکٹر کے واسطہ سے ایک اعتراض کیا بتقدیر کے مسئلہ میں کہ اس میں تو جبر لازم آتا ہے اور یہ مسئلہ ہے عقلی اہل اسلام کے ذمہ ان اعتراضوں کا جواب ہے جو معقول ہے میں نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ مسئلہ اگر اہل اسلام کا نقلی ہوتا تو واقعی اس کے ذمہ دار صرف اہل اسلام ہوتے مگر یہ مسئلہ عقلی اور مقدمات عقلیہ سے تم کو بھی اس کا قائل ہونا پڑے گا تو اس صورت میں یہ مسئلہ تم میں اور ہم میں مشترک ہو گیا تو دونوں سے سوال ہو گا- سو اگر تمہاری سمجھ میں آجاوے تم ہمیں بتلادو اور ہماری سمجھ میں آجاوے تو ہم تم کو بتلادیں اور اگر کسی کی سمجھ میں نہ آئے دونوں صبر کر کے بیٹھ جاؤ اور اس کی حل کی فکر میں رہو- تم کو اہل اسلام سے سوال کرنے کا کیا حق ہے جیسے بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی آریہ یہ اعتراض کرے کہ ایک آنکھ کافی تھی پھر دو کیوں ہیں- ہم کہیں گے تم ہی بتلادو- کیونکہ یہ تو تم کو بھی تسلیم ہے کہ دونوں آنکھیں

خدا کی بنائی ہوئی ہیں تو اس کا جواب صرف ہمارے ہی ذمہ کس قاعدہ سے ہے۔
یہ بھی ایک وجہ ہے کہ مجھ کو آج کل کے مناظرہ مروجہ سے نفرت ہے کہ وہ
اصول صحیحہ کے ماتحت نہیں ہوتا اور وجہ یہ ہے کہ کمال تو آج کل پیدا ہوتا نہیں
نہ پیدا کرنیکی کوشش کرتے ہیں ویسے ہی جوڑ بے جوڑ۔ معقول۔ غیر معقول
باتکتے رہتے ہیں نہ کسی بات کا سر ہوتا ہے نہ پیر اور مجھ کو بے اصولی بات سے
الجھن ہوتی ہے اور عبث کلام سے نفرت ہے اور مناظروں میں یہی کچھ باقی رہ گیا
ہے۔ ایک وجہ انقباض کی یہ ہے کہ چاہے منہ سے حق بات نکلے یا غیر حق وہ
معقول ہو یا غیر معقول کہے جانے سے غرض۔ جس کا اصلی مقصود یہ ہوتا ہے
کہ دوسرے کی بات مان لینے سے ہیٹی نہ ہو۔ سبکی نہ ہو۔ مزاحاً فرمایا کہ حق کے
مان لینے سے تیری سبکی ہوتی ہو گی۔ سبکی تو نہیں ہوتی۔ ریل میں ایک پادری
نے مجھ سے دریافت کیا کہ تصویر کی ممانعت کیوں ہے۔ میں نے کہا کہ یہ مسئلہ
اصول کا ہے یا فروع کا۔ کہا کہ فروع کا میں نے کہا اگر یہ فرعی مسئلہ حل بھی ہو
گیا تو نفع کیا ہو گا کیونکہ اصول میں اختلاف باقی رہتے ہوئے تم تو پھر عیسائی رہو
گے۔ کہنے لگا یہ صحیح ہے مگر ایسی گفتگو سے ذرا تفریح ہوتی ہے میں نے کہا کہ
ہمارا مذہب اس سے منزہ ہے کہ ہم اس کو آلہ تفریح بنائیں۔ تلعب بالمذہب تم
ہی کو مبارک ہو۔ ایک بار دو ہندو کہ اس میں ایک نوجوان رئیس زادہ۔ دوسرا
بوڑھا اس کا گرو تھا میرے پاس آیا نوجوان نے ایک سوال کی اجازت چاہی۔ میں
نے اجازت دے دی۔ کہنے لگا کہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کلام اللہ خدا کا کلام ہے
اور کلام ہوتا ہے زبان سے جو ایک عضو ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی عقیدہ ہے کہ
خدا تعالیٰ جوارح اور اعضاء سے منزہ ہے خدا تعالیٰ نے کلام کیسے کیا میں نے سن
کر کہا کہ ہم جو زبان سے کلام کرتے ہیں تو ہم تو متکلم بواسطہ زبان کے ہوئے اور
اصل متکلم زبان ہوئی تو اب اگر تکلم کے لئے زبان کی ضرورت ہے تو زبان جو
متکلم ہے اس کے لئے ایک زبان ہونا چاہئے مگر اس کے زبان نہیں اور وہ پھر بھی
متکلم ہے اس سے ثابت ہوا کہ زبان کو تکلم کے لئے زبان کی ضرورت نہیں تو

تعجب ہے کہ زبان جو کہ ایک گوشت کا لوتھڑا ہے وہ تو اس پر قادر ہو کہ وہ بدون زبان کے متکلم ہو سکے اور خدا کو اتنی بھی قدرت نہ ہو کہ بدون زبان کے متکلم ہو سکیں- ایسے ہی آنکھ جو دیکھ رہی ہے اس آنکھ کے کونسی آنکھ ہے تو جب یہ آنکھ بلا آنکھ کے دیکھنے پر قادر ہے تو کیا خدا کو اتنی بھی قدرت نہیں کہ بدون حاسہ بصر کے دیکھ سکے- ایسے ہی کام کو لیجئے ان کان کے کون سے کان ہیں جس سے یہ سنتے ہیں جب یہ کان اس پر قدرت رکھتے ہیں کہ بلا کان کے سن سکتے ہیں تو کیا خدا کو اتنی بھی قدرت نہیں کہ وہ بدون حاسہ کان کے سن سکیں- وہ نوجوان بہت خوش ہوا اور اپنے گرد سے کہا کہ دیکھئے علم اس کو کہتے ہیں اور خوش ہو کر کچھ سنگترے پھل مجھ کو ہدیہ دئے- میں نے دل میں کہا کہ میں نے دماغ سے کام لیا ہے اور یہ دماغ خدا کی مشین ہے اس کی قوت کے واسطے وہ دلوار ہیں میں نے لے لئے- ایسے ہدیہ کے لئے کوئی شرط نہیں- پھر مزاحاً فرمایا کہ اگر کوئی ہدیہ بلاشرط قبول کرانا چاہے اس کی تدبیر بہت سہل اور آسان یہ ہے کہ وہ مخالف ہو جائے- پھر اس کا ہدیہ قبول کرنے میں کوئی شرط نہ ہو گی- اس لئے کہ مخالف پر دھوکے کا شبہ نہیں رہتا- دوستوں پر دھوکے کا شبہ ہوتا ہے کہ شاید وہ بزرگ سمجھ کر دیتے ہوں اور میں بزرگ نہیں اس لئے خاص شرطیں لگاتا ہوں-

(ملفوظ ۳۹۲) ڈپٹی کلکٹر بریلی کی بدنامی کا سبب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ ہم اپنی وضع پر نہیں رہے- ہم اپنے بزرگان سلف کی سوانح دیکھتے ہیں کہ ان کا برتاؤ دیکھ دیکھ کر لوگ مسلمان ہوتے تھے- بھائی اکبر علی مرحوم نے ایک موقع پر اسی اصل پر جواب دیا تھا واقعہ یہ ہوا کہ ایک زمانہ میں میونسپل بورڈ کے سیکرٹری تھے- اس زمانہ میں بریلی میں آریوں کا ایک جلسہ ہوا اس وقت وہاں پر ایک ڈپٹی کلکٹر مسلمان تھے جو جلسہ کے انتظامی اور نگرانی پر مامور ہوئے- خدا معلوم کیا سوجھی- انہوں نے آریہ پنڈتوں کی دعوت کر دی- تمام شہر بریلی میں ایک دم

شہرت ہو گئی کہ ڈپٹی صاحب آریہ ہو گئے- ایک صاحب مسلمان بھاگے ہوئے بھائی مرحوم کے پاس آئے کہ سیکرٹری صاحب آپ کو معلوم بھی ہے کہ ڈپٹی صاحب آریہ ہو گئے بھائی مرحوم بڑے ذہین اور خوش مزاج تھے- نہایت متانت سے کہا کہ اگر ایسا ہوا تو تمہارا کیا حرج ہوا ایسا بدفہم تو اسلام سے جس قدر جلد نکل جائے بہتر ہے- ایسا شخص تو ننگ اسلام ہے اسلام کو ایسوں کی ضرورت نہیں اور بھائی مرحوم نے جوش میں آ کر یہ بھی کہا کہ تم کو دوسروں کی کیا فکر پڑی تم خود تو مسلمان ہو جاؤ اور اگر تمام بریلی میں ایک مسلمان بھی ہوتا تو سارے بریلی کے کافر مسلمان ہو جاتے کہا کہ کیا بریلی میں کوئی مسلمان نہیں- فلاں مولوی خان صاحب بھی مسلمان نہیں- بھائی مرحوم نے کہا کہ میرے نزدیک تو جیسا مسلمان ہونا چاہئے ایسے مسلمان وہ بھی نہیں اس شخص کو تو یہ جواب دے دیا مگر دوسرے وقت بھائی مرحوم جا کر ان ڈپٹی صاحب سے ملے اور اس کا ذکر کیا کہ اس واقعہ کی کیا حقیقت ہے- سنا ہے آپ آریہ ہونے والے ہیں- ڈپٹی صاحب بولے کہ کون حرام زادہ کہتا ہے- بھائی مرحوم نے کہا تمام حلال زادے بریلی کے یہی کہہ رہے ہیں- کہنے لگے کہ کیا کہوں آریہ پنڈتوں کی دعوت کرنے کی مجھ سے غلطی ہو گئی- یہ بلا اس سے سر پڑی اور بھائی مرحوم سے مشورہ کیا کہ اب میں کیا کروں بڑی بدنامی ہوئی مجھ کو اس کی کیا خبر تھی- بھائی مرحوم نے کہا کہ آریہ پنڈتوں کی دعوت کر کے آریہ مشہور ہوئے- اب مولویوں کی دعوت کر کے مسلمان مشہور ہو جاؤ- چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مولویوں کا مجمع کر کے توبہ کا اعلان کیا تب یہ شہرت بند ہوئی-

(ملفوظ ۳۹۴) اصل مذہب تعلق مع الحق ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمان کا اصل مذہب تو تعلق مع الحق ہے- اسی تعلق سے اس کا اسی پر بھروسہ ہوتا ہے اور یہی کامیابی کی جڑ ہے- محمد ابن قاسم نے جس وقت ہندوستان پر چڑھائی کی تو راجاؤں کی متعدد بیٹیاں جو

نہایت ہی حسین تھی اسیر ہوئیں- فتح کر لینے کے بعد ان لڑکیوں نے خود محمد ابن قاسم کی طرف رغبت ظاہر کی مگر انہوں نے التفات بھی نہیں کیا اور ان کو صاف انکار کر دیا اور ان کو دارالخلافۃ میں بھیج دیا گیا کہ خلیفہ وقت کو اختیار ہے کہ وہ جس کے چاہے سپرد کر دیں- اس وقت عمر محمد ابن قاسم کی سترہ سال کی تھی اور ان محمد ابن قاسم کے ساتھ بڑے بڑے پرانے تجربہ کار فن جنگ کے ماہر موجود تھے مگر سب ان کی اطاعت کرتے تھے اس شہوت پر یاد آیا کہ جس وقت راجہ داھر سے مقابلہ کا اہتمام ہو رہا تھا اس وقت محمد ابن قاسم کو معلوم ہوا کہ راجہ داھر نے اپنی بہن سے شادی کی ہے یہ سن کر بے فکر ہو گئے اور یہ کہا کہ اب اس کے مقابلہ میں ہم ضرور انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہوں گے اس لئے کہ وہ کافر ہی نہیں ملحد بھی ہے وہ شہوت سے مغلوب ہے- کفر کیساتھ تو شجاعت جمع ہو سکتی ہے مگر شہوت کیساتھ شجاعت نہیں ہو سکتی- یہ محمد ابن قاسم حجاج بن یوسف کے داماد تھے- خود حجاج باوجود اتنے بڑے ظالم ہونے کے کفار کے مقابلہ میں بہت جوشیلا تھا- خود ظلم تک مسلمانوں پر کرتا تھا لیکن حمیت اسلام اور غیرت اسلام بھی قلب میں بے حد تھی- دوسرے مسلمانوں کو ستائیں اس کی برداشت نہ کر سکتا تھا اور عبادت کی رغبت میں اس شخص کی یہ حالت تھی کہ شب میں تین سو نفلیں پڑھتا تھا- دیکھئے اس وقت کے ظالم بھی ایسے ہوتے تھے- حیرت ہوتی ہے تین سو نفلیں پڑھنے میں تو تمام شب بیداری ہی رہتی ہو گی-

(ملفوظ ۳۹۴) بہادری کی ایک نئی قسم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بہادری کی ایک نئی قسم نکلی ہے- مار کھانا ذلیل ہونا- بھوک ہڑتال کر کے مر جانا- یہ سب کچھ اس لئے کہ حکومت مل جائے- ایسے ذلیلوں اور کم حوصلہ لوگوں کو تو حکومت کا نام بھی نہ لینا چاہئے- پٹتے تو خود ہی پھرتے ہیں کیا بد نصیبوں کو حکومت اور ملک کا مزہ ملے گا- یہ ایک طاغوت اس زمانہ میں پیدا ہوا ہے- پیدا ہوئے تو بہت دن ہوئے اب

ظاہر ہوا ہے جس کے عقل اور فہم کی دنیا مداح ہے- یہ بہادرانہ تدابیر اس کی ساختہ برداختہ ہیں- ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ ہندوؤں میں بڑی شجاعت ہے پھانسی تک کیلئے تیار ہیں میں نے کہا یہ شجاعت تو عورتوں کی سی ہے کہ جان کھونے کے لئے کنوئیں میں جا پڑتی ہیں- اس سے آگے بھی ان کی بہادری کا کوئی درجہ دیکھا ہے-

(۳۹۵) غیر اللہ سے محبت کا مفہوم

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غیر اللہ سے محبت کے یہ معنے تھوڑا ہی ہیں جو تم سمجھے ہو بلکہ جو چیزیں محبت حق میں معین ہوں ان کی محبت حق ہی کی محبت کہلائیگی- اسی طرح جن کی ترغیب حق تعالیٰ نے دی مثلاً حور کی محبت اور رغبت محبت حق کے منافی نہیں کیونکہ جنت کی نعمتوں میں سے ہے اور حق تعالیٰ ان نعمتوں کے حق میں فرماتے ہیں وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ اور خدا سے محبت بلاواسطہ ہو بھی کیسے سکتی ہے اس کا حوصلہ کس کو ہے- اسی واسطے محققین متادبین نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی تم سے پوچھے کہ خدا کیساتھ تم کو محبت ہے تو کوئی جواب نہ دو- اس لئے کہ اگر کہو کہ ہے تو اپنے منصب سے بڑا دعویٰ ہے اور اگر کہو کہ نہیں تو حق سبحانہ سے اعراض ہے- اس لئے ادب یہی ہے کہ کچھ مت کہو- نیز محبت موقوف ہے معرفت پر اور معرفت تامہ مقدور بشر نہیں تو محبت کا یہ درجہ بھی غیر مقدور ہے- اسی کو کسی مجذوب نے خوب کہا ہے کہ عقل وہ ہے جو خدا کو پاوے اور خدا وہ ہے جو عقل میں نہ آوے- بس یہاں تو یہ حالت ہے ؎

اے بروں از وہم و قال و قیل من
خاک بر فرق من و تمثیل من

کیا کوئی ذات باری کی کنہ کو پا سکتا ہے اور کیسے پا سکتا ہے- یہی محمل ہے اس کا کہ ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں
کانجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

(۳۹۶) رویت حق صرف جنت میں ہو گی

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ وہ رویت حق جس سے تشنگی کم ہو وہ جنت ہی میں ہو گی اور یہاں تو یہ کیفیت ہے جیسا کسی نے کہا ہے۔

کنار و بوس سے دونا ہوا عشق
مرض بڑھتا رہا جوں جوں دوا کی

اور یہ عشق ہے ہی ایسی چیز کہ اس کے ہوتے ہوئے عاشق کو کہاں راحت اور کہاں چین۔

مریض عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا رہا جوں جوں دوا کی

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۳۹۷) ایک کوڑ مغز کی ایذا دہی

ایک شخص حاضر ہوئے۔ بعد سلام مسنون و مصافحہ کے حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ آپ کو کچھ کہنا ہے۔ عرض کیا کچھ کہنا نہیں۔ فرمایا کہ سمجھ لو اگر کوئی کام ہو یا کہنا ہو اب بھی اجازت ہے کہہ لو۔ عرض کیا کہ جی مجھے کچھ کہنا نہیں۔ حضرت والا ڈاک کے جوابات تحریر فرمانے میں مشغول ہو گئے۔ کچھ تھوڑی دیر کے بعد اس ہی شخص نے ایک پرچہ پیش کرنا چاہا فرمایا کہ اس کو تو اپنے پاس رکھو جہاں سے نکالا ہے وہیں رکھ لو مگر اس کا جواب دو کہ میں نے ابھی کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی پوچھا تھا کہ کچھ کہنا ہے تم نے صاف کہا کہ کچھ کہنا نہیں۔ میں نے اس پر پھر دوبارہ اور پہلے سے زیادہ تاکید سے کہا کہ اگر کچھ کہنا

ہے کہہ لو اجازت ہے اس پر بھی انکار ہی رہا اور اب وہ کام لیکر بیٹھے- میرے اس اہتمام کی وجہ یہ تھی کہ جب آدمی کہیں جاتا ہے تو ایسا تو بہت کم ہوتا ہے کہ بلاغرض یا بلا کام کہیں جاوے- اکثر اغراض اور کام ہی لیکر آتے ہیں میں یہی سمجھا تھا کہ جب یہ شخص آیا ہے صاف ظاہر ہے کہ کچھ کام ہوگا مگر تماشہ یہ ہے کہ بلا پوچھے ہوئے تو یہ شخص کیا بتلاتا- دریافت کرنے پر بھی اور وہ بھی مکرر انکار ہی کیا اب وہ کام کہاں سے نکل آیا- یاد رکھو تمہارا کوئی کام نہ ہوگا یہ تمہارا اس وقت کا جو آنا ہے وہ پائی کے برابر بھی نہیں اس لئے پائی کا اثر نہ ہوا کہ کوئی چیز پائی نہیں (یہ آنہ پائی ظرافت سے فرمایا) اب جو حرکت اس شخص نے کی کیا اس کی کوئی تاویل ہو سکتی ہے- کوئی محمل صحیح ہو سکتا ہے- آپ ہی انصاف سے کہئے کہ کون ستاتا ہے کون بد اخلاق ہے مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے- اب بتلایئے کس طرح غلامی کروں کہ وہ پہلی بات کہی تھی میں اس پر راضی ہوتا اب جب پرچہ دینا چاہا تو اس پر راضی رہوں- میں خدمت کے لئے تو تیار ہوں- ضرورت کے وقت آدھی رات بھی انکار نہیں لیکن تمیز اور سلیقہ کیساتھ اگر خدمت لے جائے کتنی بڑی بدتمیزی کی بات ہے کہ جب یہ میرے قلمرو میں آئے تو میں نے ان کی قدر کی اور جب میں ان کے قلمرو میں گیا تو میری بے قدری کی- بڑی اہانت کی بات ہے کہ ایک شخص تمہاری ہی درخواست پر اپنا کام چھوڑ کر تمہاری طرف متوجہ ہوا اور اس کو اس طرح پر ٹال دیا جائے اور اس سے جھوٹ بولا جائے عذر گناہ بدتر از گناہ اور سنئے کہ اب پوچھنے پر کہتے ہیں کہ یاد نہیں رہا تھا یہ ایک اور دوسرا جھوٹ بولا- دو جھوٹ تو ہو چکے ایک اور سوچ ساچ کر بول دے تو تین جھوٹ ہو جائیں تو جھوٹوں کا بادشاہ ہو جائے- جاؤ چلو یہاں سے نکلو ایسے کوڑ مغز اور بدفہموں کا یہاں کچھ کام نہیں جاؤ باہر جاکر مجھے بدنام کرتے پھرو- دیکھوں میرا کیا بگڑے گا- کیا یہ سمجھ میں آنیوالی بات ہے کہ گھر سے پرچہ لکھوا کر لیکر چلا اور جس کام کو آیا اس کو بھول گیا-

(ملفوظ ۳۹۸) شیخ کامل کے بغیر طریقت میں قدم رکھنا خطرناک ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں قدم رکھنے سے پہلے ضرورت اس کی ہے کہ رہبر کامل کی تلاش کرے بدون سر پر کسی کامل کے ہوئے اس میں قدم رکھنا خطرہ سے خالی نہیں اور وہ خطرہ غلطیوں میں مبتلا ہونا ہے جو منزل مقصود میں راہزن ہوتی ہیں اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

یار بایدراہ را تنہا مرو
بے قلاوز اندریں صحرا مرو

اور اسکے ساتھ ہی اس کی بھی ضرورت ہے اور اشد ضرورت ہے کہ پختہ ہو کر قدم رکھے اور جو کچھ پیش آئے اس پر صبر کرے۔ برداشت کرے۔ تحمل کرے۔ اسی کو فرماتے ہیں ؎

دررہ منزل لیلی کہ خطرہاست بجان
شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی

(ملفوظ ۳۹۹) اثر کا ہونا فطری امر ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جن لوگوں نے مجھ کو برا بھلا کہا قسم قسم کے الزامات اور بہتان لگائے ان سے کینہ نہیں ہاں طبعاً رنج ہے۔ انقباض ہے اور میں اس میں معذور ہوں کیا کروں غیر اختیاری چیز پر کیا اختیار۔ آخر بشر ہوں اثر کا ہونا امر فطری ہے۔

(ملفوظ ۴۰۰) پہلے لوگوں کی سادگی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے لوگوں میں سادگی تھی اب چالاکی ہے۔ یہاں ایک شخص تھا زمیندار جن کا کاشتکار ان کو نوے من غلہ دے رہا تھا۔

وہ اسی من مانگ رہے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اسی من سے ایک دانہ کم نہ لوں گا کیا ٹھکانا ہے اس سادگی کا گنتی بھی معلوم نہ تھی اب جس قدر خود غرضی ترقی پیدا ر مغزی بڑھ رہی ہے اسی قدر پریشانی اور بے برکتی ہے۔

(ملفوظ ۴۰۱) مبتدی کو مختلف لوگوں سے ملنا مضر ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے تو میری یہ عادت تھی کہ جہاں جاتا تھا وہاں کے علماء اور مشائخ سے ملتا تھا چاہے کسی مشرب کا ہو اور اب تجربہ کے بعد یہ عادت نہیں رہی اور اب تو میں خود اپنے دوستوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ یہ طرز خطرناک ہے۔ پہلے لوگوں کی طبائع میں سلامتی تھی اب شرارت ہے۔ آج کل بجائے کسی نفع کے مضرت کا اندیشہ ہے اور جو ایسا کرتے ہیں ان کو اکثر الجھن ہی میں دیکھتا ہوں۔ بکثرت اس قسم کے خطوط آتے ہیں کہ جس میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ فلاں سے ملا۔ فلاں سے ملا اور اب فساد قلب کی یہ کیفیت ہے۔ مبتدی کو مختلف لوگوں سے ملنا نہیں چاہئے۔ اس سے انتشار ہوتا ہے۔ طبعیت میں یکسوئی رہتی نہیں اور اس طریق میں ضرورت ہے یکسوئی اور جمعیت قلب کی اور جب یہ اس صورت میں نہیں رہتی پھر نفع کہاں۔

(ملفوظ ۴۰۲) ایک معقولی مولوی صاحب کا حضرت سے قدرت عن الاخبار عن خلاف الواقع پر گفتگو

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ایک مرتبہ آلہ آباد گیا وہاں پر ایک مشہور معقولی مولوی تھے ان سے ملاقات ہوئی انہوں نے مجھ سے قدرۃ علی الاخبار عن خلاف الواقع میں گفتگو کی۔ میں نے کہا کہ یہ امتناع بالذات کلام نفسی میں ہے یا کلام لفظی میں۔ کہنے لگے دونوں میں۔ میں نے کہا کہ جب زید قائم نہ ہو تو کیا قضیہ زید قائم کا خلق ممتنع بالذات ہے کہ اس پر قادر نہیں کہا کہ ہاں قادر نہیں ممتنع بالذات ہے۔ میں نے کہا کہ اگر قائم ہو جاوے تو اگر

اب قادر ہو تو ممتنع ممکن کیسے ہو گیا- اور اگر اب بھی قادر نہیں تو صدق پر بھی قادر نہ ہو پھر اس کو چھوڑ کر مایبدل القول سے استدلال کرنے لگے- میں نے کہا مایبدل فرمایا ہے نقدران یبدل نہیں فرمایا- پھر کوئی جواب نہیں بن پڑا یہ ان مدعی لوگوں کی تحقیقات ہیں-

(ملفوظ ۴۰۳) طریقت میں اصل چیز تعلیم ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بیعت کو نہ معلوم لوگ فرض و واجب کیوں سمجھتے ہیں اصل چیز تعلیم ہے مگر اس سے سب گھبراتے ہیں یہ سب طریق سے ناواقفیت کی دلیل ہے حتے کہ اہل علم تک اس بلا میں مبتلا ہیں بیعت کے متعلق ایسا عقیدہ ہو گیا کہ غیر واجب کو واجب لوگ سمجھنے لگے تو یہ بدعت اور فساد عقیدہ نہیں اور کیا یہ قابل اصلاح نہیں میں بعضے آنیوالوں سے پوچھتا ہوں کہ بیعت ہونا چاہتے ہو یا تعلیم کا حاصل کرنا کہتے ہیں کہ بیعت کر لیجئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ بیعت کو ضروری اور تعلیم کو جو کہ اصل ہے غیر ضروری سمجھتے ہیں علماء کو اس طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے تاکہ فساد عقیدہ جاتا رہے ہر چیز کو اس کی حد پر رکھنا یہی دین ہے اور یہی شریعت مقدسہ کی تعلیم ہے اس سے آگے افراط و تفریط ہے۔

(ملفوظ ۴۰۴) دوسروں کی فکر سے اپنی اصلاح نہیں ہوتی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا آج کل یہ مرض عوام اور خواص سب میں نظر آتا ہے کہ دوسروں کی تو اصلاح کی فکر ہے اپنی فکر نہیں دوسروں پر اگر مکھیاں بھنک رہی ہیں اس پر اعتراض ہے اور اپنے کیڑے پڑ رہے ہیں اس کی بھی پروا نہیں ماموں صاحب نے مجھ سے ایک مرتبہ بڑے کام کی بات فرمائی تھی وہ یہ کہ بھائی کہیں دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کی بدولت اپنی گٹھڑی نہ اٹھوا دیجئیو۔ آج کل تو ایسا ہی ہو رہا ہے کہ اپنی فکر نہیں دوسروں کی فکر ہے یہی وجہ

ہے کہ اصلاح نہیں ہوتی اگر ہر شخص اپنی اصلاح کی فکر میں لگ جائے تو بہت جلد اصلاح ہو جائے۔

(ملفوظ ۴۰۵) علماء دیوبند کو معقول سے مناسبت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دوسرے علماء کا خیال ہے کہ دیوبندیوں کو معقول نہیں آتی مگر دیکھا یہ جاتا ہے کہ دوسروں کو فن نہیں آتا گو کتابیں آتی ہیں اور فن دیوبندیوں کا حصہ ہے پانی پت میں ایک معقولی ملے تھے کہنے لگے کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ آپ کو معقول سے مناسبت ہے میں نے کہا الحمدللہ ہماری تمام جماعت کو معقول سے مناسبت ہے میں کیا چیز ہوں کہنے لگے کہ یہ آپ کہیں مگر میں نے تو آپ ہی کے متعلق سنا ہے۔

(ملفوظ ۴۰۶) حضرات اکابر میں شان فنا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو بات ہمارے حضرات میں تھی وہ کسی میں بھی نہ دیکھی اپنے کو مٹائے ہوئے فنا کئے ہوئے تھے اور جامع ہونے کی وجہ سے اس کے مصداق تھے ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سنداں عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ باوجود شغل علم کے اور ساری عمر پڑھنے پڑھانے کے گو علوم تو حاصل نہیں ہوئے مگر اپنے جہل کا علم ضرور ہو گیا کہ ہم کو کچھ نہیں آتا جاتا۔

(ملفوظ ۴۰۷) دنیا دار الکدورت ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دنیا دار الکدورت دار الفناء ہے اس میں ایمان والے کو راحت کہاں مومن کو تو راحت دار الاخرۃ دار البقاء ہی میں نصیب ہو گی یہاں تو ایسی ہی کشمکش اور الجھنوں میں گذرے گی آج کل لوگ دنیا ہی کو

جنت بنانا چاہتے ہیں کیونکہ یہ تو جنت ہی کے اندر بات نصیب ہو گی کہ راحت ہی راحت ہو یہاں یہ چیز کہاں یہاں تو یہ حالت ہے۔

گر گریزی بر امید راحتے
ہم ازاں جا پیشت آید آفتے

اور اگر یہ بات کسی کو کسی درجہ میں نصیب ہے تو وہ صرف ان کو جنہوں نے ان کی یاد میں لگا رہنا اپنا شعار سمجھ لیا اور مخلوق سے بے تعلقی اور گوشہ نشینی اختیار کر لی ورنہ کہاں چین اور کہاں راحت اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

ہیچ کنجے بے دد وبے دام نیست
جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

اور یہ نہیں کہ اہل اللہ اور خاصان حق کو حوادث پیش نہیں آتے ضرور آتے ہیں مگر قلب کو سکون اور اطمینان ہوتا ہے جس کو پریشانی اور بد حواسی کہتے ہیں ان کو وہ نہیں ہوتی وہ قضاء کے ساتھ چلتے رہتے ہیں میں اس پر ایک مثال عرض کرتا ہوں کہ آپریشن کے وقت تکلیف بھی ہوتی ہے بے قراری بھی ہے لیکن یہ خیال رہنے پر کہ مقدمہ ہے صحت کا ہرگز ہرگز قلب میں پریشانی اور بد حواسی پیدا نہ ہوگی یہی کیفیت اہل اللہ کی حوادث کے وقت ہوتی ہے کہ پریشانی نہیں ہوتی گو احساس ہوتا ہے اور احساس نہ ہونا یہ کوئی کمال نہیں جیسے کسی کا بے ہوش کرنے کے بعد آپریشن ہو رہا ہے اور وہ حرکت نہیں کرتا ناواقف کہتا ہے بڑا بہادر ہے جی ہاں بڑے بہادر ہیں بڑے شجاع ہیں معلوم بھی ہے ان کو کلورا فارم سنگھا رکھا ہے اسی طرح وہاں بھی ایک کلورا فارم ہے جو بعض ضعفاء کو سنگھا دیا جاتا ہے اس سے احساس نہیں ہوتا سو یہ کیا کمال ہے اہل کمال کی شان یہ ہے کہ احساس ہے مگر پھر پریشانی نہیں جیسے انبیاء اور کاملین کہ احساس کے ساتھ بھی رضا ہے دیکھ لیجئے کہ بعض آدمی آپریشن کے وقت روتا ہے چلاتا ہے مگر بعد میں خوش ہو کر فیس دیتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ میاں جب تو چلا رہا تھا تو خوش نہ تھا پھر انعام کیسا۔ وہ کہتا ہے کہ وہ چلانا یا رونا دل سے تھوڑا ہی تھا۔

(ملفوظ ۴۰۸) حق پرستی؟

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس تنبیہ و سیاست میں میں ہی سب کی طرف سے وقایہ بنا ہوا ہوں۔ سب پیر پھیلا کر سوئیں۔ لوگوں کو اس کا بڑا خطرہ ہے کہ ایسے کرنے سے کوئی برا بھلا نہ کہے کوئی غیر معتقد نہ ہو جائے میں تو اس کو مخلوق پرستی سمجھتا ہوں۔ حق پرستی تھوڑا ہی ہے۔ الحمدللہ میں تو اس کا عادی ہو گیا ہوں مجھ کو برا بھلا کہا کریں اور مجھ کو بدنام کیا کریں اور غیر معتقد ہو جاویں۔ بحمد اللہ میرا کچھ نہیں بگڑتا ہاں اس کے عکس کے برتاؤ میں میں اپنا دینی نقصان سمجھتا ہوں اس لئے کہ یہ طرز اور مسلک مخلوق پرستی ہے اور اغراض کی وجہ سے ہے۔

(ملفوظ ۴۰۹) اسلام جیسی بابرکت تعلیم کسی مذہب میں نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب کوئی چیز قلب میں گھر کر لیتی ہے اس کا رنگ ہی دوسرا ہوتا ہے میں مدرسہ جامع العلوم کانپور میں بیٹھا ہوا پڑھا رہا تھا ایک شخص چھوٹا سا قد خوبصورت اور نازک میرے پاس آیا میں نے پوچھا کیسے آنا ہوا کہا کہ میں مسلمان ہونے آیا ہوں میں نے مسلمان کر لیا اسلام لاتے ہی ایسا ہو گیا کہ جیسے تانبے میں کوئی اکسیر ڈال دے اور وہ کندن بن جاوے اس کے بعد اس کی ہر بات میں اور ہر کام میں ایک نور اور برکت معلوم ہوتی تھی حقیقت میں اسلام جیسی بابرکت تعلیم تو دوسرے مذاہب کی ہو ہی نہیں سکتی مگر قابل میں قابلیت شرط ہے پھر تو وہ قعر دل میں گھر کر لیتی ہے۔

(ملفوظ ۴۱۰) لوگ فضولیات میں مبتلا ہیں

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے اس میں بیعت کی درخواست کے بعد ایک خواب لکھا ہے کہ ایک صاحب ہیں ان کے دونوں طرف صف ہیں اور وہ مخلوق کو مرید کر رہے ہیں میرے بھائی بھی ان سے مرید ہوئے میں نے بھائی

سے پوچھا کہ یہ کون ہیں جو مرید کر رہے ہیں اس پر میرا یعنی اشرف علی کا نام لیا ہے میں نے لکھا ہے کہ یہ خواب کیوں لکھا اس کا جواب دو لوگ ان قصوں میں مبتلا ہیں اگر باز پرس نہ کی جاوے تو عمر بھر ان ہی فضولیات میں ابتلا رہے۔

(ملفوظ ۴۱۱) ہر کام اور بات کا خاص طریقہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ باتیں بنانے سے کام نہیں چلتا کام تو کرنے سے ہوا کرتا ہے مگر آج کل یہ مرض عام ہے کہ تحقیقات اور تشقیقات تو بہت کچھ ہیں مگر کام کا نام نہیں فن حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن ہر کام اور بات کا خاص طریقہ ہے بس اس کے سیکھنے اور حاصل کرنے کا جو طریقہ ہے اس طرح سیکھو اور بعض چیزیں ذوقی اور وجدانی ہیں جو کام کرنے ہی پر معلوم ہو سکتی ہیں ویسے معلوم ہونا دشوار کیا بلکہ عادۃً محال ہے یہ سب اس کے اصول ہیں مگر خدا معلوم لوگ اصول اور قواعد سے کیوں گھبراتے ہیں۔

(ملفوظ ۴۱۲) ایک غیر مقلد صاحب کا فاسد عقیدہ

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میری بیوی بیمار تھی میں نے آپ کو دعاء کو لکھا تھا وہ مر گئی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے توجہ نہیں کی ایسے بے ہودہ خطوط بھی آتے ہیں آج لکھا ہے کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں ایک ہفتہ تک برابر دعاء کر دو میں نے لکھا ہے کہ اگر نکاح نہ ہوا تو پھر وہی الزام دو گے کہ توجہ نہیں کی میں محنت کروں دعاء کروں اور اوپر سے الزام اپنے سر لوں ایسی حالت میں نہ تم کو مجھ سے دعاء کرانا چاہئے اور نہ مجھ کو کرنا چاہئے اور میں نے یہ بھی پوچھا ہے کہ کیا تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ اگر میں دعاء کرتا یا متوجہ ہوتا تو وہ موت سے بچ جاتی یہ جن کا خط ہے ایک غیر مقلد صاحب ہیں حنفیوں کو مشرک بتلاتے ہیں اور خود یہ عقیدے ہیں ان کی توحید بھی ملاحظہ ہو بس باتیں ہی بناتے ہیں آگے صفر ہے کچھ خبر نہیں۔

(ملفوظ ۴۱۳) بد عنوانیوں پر تنبیہ میں حکمت

فرمایا کہ پہلے ایک صاحب کا خط آیا تھا میں نے ان کی چند بد عنوانیوں پر متنبہ کیا تھا آج پھر خط آیا ہے جس میں تاویلیں کی ہیں میں نے لکھ دیا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ میں بے سمجھ ہوں کہ آپ کی باتوں کو سمجھا نہیں سو ایسے بے سمجھ سے تعلق رکھنا ہی بے کار ہے لہذا ایسے بے سمجھ کو چھوڑ دو کسی سمجھدار سے تعلق پیدا کرو جو تمہاری باتوں کو سمجھ سکے ایسے پر مغز اور غامض کلام کے سمجھنے سے میں قاصر ہوں اب بتلایئے ایسے کوڑ مغزوں سے پالا پڑتا ہے اب کہاں تک ان کی بے ہودہ حرکتوں پر صبر کروں اور اگر صبر کر بھی لوں اس لئے کہ اختیاری ہے تو ان کا کیا نفع یہ تو جہل ہی میں مبتلا رہے۔

(ملفوظ ۴۱۴) انگریزی خوانوں کی خوش فہمی

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کیا ان انگریزی خواں لوگوں کی سب کی ایک ہی حالت ہے اور ایک ہی محاورات کیا ان کی ساری ہی باتیں بے ہودہ ہوتی ہیں اور یہ سب اس سے ناشی ہے کہ یہ اپنے کو بڑا عقلمند اور بیدار مغز اور روشن دماغ سمجھتے ہیں مگر بحمداللہ یہاں پر آکر ان کو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ روشن دماغ اور بیدار مغز ہیں یا تاریک دماغ اور بے مغز۔ اس کمبخت منحوس تعلیم ہی کا اثر ہے کہ بد عقلی بد فہمی کوڑ مغزی خردماغی بڑھ جاتی ہے اور میں ان کو یہ دکھلانا چاہتا ہوں کہ تم تو ہو ہی خردماغ مگر ملانوں میں بھی اسپ دماغ ہیں یہاں ایسے بے ہودہ اور متکبروں کا اچھی طرح علاج ہوتا ہے اور خناس دماغ سے نکالا جاتا ہے یہی وجہ ہے میری بدنامی کی اس پر کہتے ہیں کہ مزاج میں درشتی ہے میں کہا کرتا ہوں کہ تین نقطے الگ کر دو یعنی درستی ہے بے اصول باتیں کرتے ہیں میرے یہاں چلتی چلاتی نہیں اس لئے خفا ہوتے ہیں بدنام کرتے ہیں کہ بد خلق ہے سخت گیر ہے کوئی پوچھے کہ جناب بڑے خوش خلق اور نرم گیر ہیں

دوسروں کو تکلیف پہنچانا اذیت دینا فرائض میں سے سمجھ رکھا ہے مگر میں بحمد اللہ ان باتوں سے نہیں گھبراتا اور اکثر یہ پڑھا کرتا ہوں۔

عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا
اور جو خود ناکام ہو اس کو کسی سے کام کیا

اگر یہ طرز پسند نہیں مت آؤ بلانے کون جاتا ہے یہاں تو یہی برتاؤ ہوگا ایسے موقع پر یہ بھی پڑھا کرتا ہوں۔

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی
جسکو ہو جان ودل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

اور یہ بھی پڑھا کرتا ہوں۔

درکوئے نیک نامی مارا گذر نہ دادند
گر تو نمی پسندی تغییر کن قضارا

حقیقت یہ ہے کہ یہ زمانہ ہی بدفہمی اور بے عقلی کا ہے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ فہم و ذہن تو عرصہ ہوا کہ زمانہ سے مفقود ہو چکا کچھ تھوڑا سا حافظہ باقی ہے وہ بھی اندھوں میں واقعی بات تو یہی ہے کہ فہم تو بہت ہی کم نظر آتا ہے۔

(ملفوظ ۴۱۵) حضرت حکیم الامت کا طبعی اعتدال

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب ٹاؤن کا اسٹیشن بن گیا تو یہاں پر چھوٹی لائن ریلوے کا منیجر جو معاشرۃً ولساناً بالکل انگریز ہے آیا تھا اور میرے ایک عزیز کے مردانہ مکان میں ٹھہرا اور ان ہی کی معرفت مجھ سے ملنا چاہا اور آنے کی اجازت چاہی میں نے کہا کہ میں خود وہیں جا کر مل لوں گا اور اس میں مصلحت یہ سمجھی کہ اگر وہ یہاں آیا تو مجھ کو اس کی تعظیم کرنا پڑے گی اور میں وہاں گیا تو اس کو تعظیم کرنا پڑے گی۔ دوسرے میں اپنے اور اس کے لئے تو کرسی کا انتظام کرلوں گا لیکن اگر میری وجہ سے دوسرے صلحاء اور نیک لوگ آکر بیٹھنے لگے تو

میں اتنی کرسیوں کا کہاں سے انتظام کروں گا اور یہ کسی طرح گوارا نہیں ہو سکتا کہ ایک غیر مسلم تو بیٹھے کرسی پر اور اللہ والے صلحاء اور اولیاء کا طبقہ بیٹھے زمین پر یہ بھی گوارا نہ تھا اس لئے میں نے ہی وہاں جانے کا عزم کر لیا وہاں اطلاع پہنچی کہ وہ خود ملنے آرہا ہے اس بے چارے نے کہلا کر بھیجا کہ یہ تو میرے لئے سخت گستاخی ہے کہ میں حاضر نہ ہوا اور آپ تشریف لاویں میں نے کہلا بھیجا کہ مجھ کو اسی میں راحت ہے غرض میں وہیں جا کر ملا مجھ کو بحمداللہ ہر موقع اور محل پر حدود کا خیال رہتا ہے اللہ کے فضل سے اور اپنی بزرگوں کی دعاء سے میرے یہاں ہر چیز اپنی حد پر رہتی ہے گڈ مڈ معاملہ نہیں ہے اسی کا ایک شعبہ یہ ہے کہ طلبہ اور اہل علم کی جو میرے قلب میں محبت اور عظمت ہے وہ کسی کی نہیں۔

(ملفوظ ۴۱۶) غور اور فکر پر اصلاح کا انحصار ہے

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ تہجد کے وقت آنکھ نہیں کھلتی کوئی چیز پڑھنے کو بتلا دیجئے یہ بھی لکھا ہے کہ فلاں بزرگ سے بیعت ہوں ان کا انتقال ہو گیا اب آپ کے سوا کس سے عرض کروں میں نے جواب میں لکھا ہے کہ یہ آنکھ کا کھلنا نہ کھلنا اختیاری ہے یا غیر اختیاری اس کے جواب آنے پر آگے چلوں گا بچوں کی طرح ایک ایک حرف کی پہچان کرا کر سبق پڑھانا پڑتا ہے اور اس طرز میں دو نفع ہیں ایک تو فہم کا اندازہ ہو جاتا ہے دوسرے فکر اور غور کی عادت ہو جاتی ہے جس پر اصلاح کا انحصار ہے۔

(ملفوظ ۴۱۷) اختراعی بزرگی

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آج کل بزرگوں کی کمی کیا ہے کثرت سے بزرگ ہی بزرگ ہیں نزدیک ہی لوگوں کے پاس جا کر لوگ بیعت ہوتے ہیں جس میں نہ کچھ کرنا پڑے نہ دھرنا بزرگی مل جاتی ہے اور یہ ایسی ہی اختراعی بزرگی اور ولایت ہی کی بدولت انسانیت اور آدمیت آئی گئی

ہوئی۔ خبر نہیں کہ ایسے بزرگ بن کر کیا لینا چاہتے ہیں۔

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۴۱۸) بے فکری کی غلطیاں قابل تسامح نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس بے فکری کے مرض میں عام ابتلاء ہو رہا ہے الاماشاء اللہ جو غلطیاں بے فکری سے ہوتی ہیں وہ قابل تسامح نہیں ہوتیں۔

(ملفوظ ۴۱۹) فکر اور ہمت کے بغیر نری صحبت کافی نہیں

ایک صاحب جو عرصہ سے خانقاہ میں مقیم تھے اور قصبہ میں ایک مسجد کے اندر اذان دینے پر ان کا تقرر تھا مجلس میں آکر بیٹھے حضرت والا نے بیٹھ جانے کے بعد ان سے سوال فرمایا کہ ایک شخص تمہاری نسبت یہ کہتے تھے کہ تم نے کوئی مسئلہ ان کو بتایا ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ نماز میں نیت کے اندر یہ کہنا کہ خاص واسطے اللہ کے یہ بری بات ہے عرض کیا کہ یہ تو نہیں کہا کہ یہ بری بات ہے ہاں یہ ضرور کہا تھا کہ جب اس کے سامنے کھڑے ہیں تو اب یہ الفاظ کیوں کہے جاویں دریافت فرمایا کہ تم پہلے یہ بتاؤ کہ تم مفتی ہو یا مؤذن عرض کیا کہ مؤذن ہوں فرمایا کہ جاہل ہو کر مسئلہ میں دخل کیوں دیا تجھے حق کیا تھا مسئلہ بگھارنے کا جا دور ہو یہاں پر کبھی مت آنا جب تک کہ آدمیت نہ سیکھے یہاں پر کوئی تھیٹر کا تماشہ ہے جو آکر اور بیٹھ کر روزانہ سنتا اور دیکھتا ہے جب اتنی بھی تمیز نہیں آئی حالانکہ اتنا عرصہ یہاں پر رہتے ہوئے اور پاس بیٹھتے ہوئے ہو گیا تو پھر بیٹھنے سے فائدہ ہی کیا چل اٹھ خبردار جو یہاں آکر کبھی قدم بھی رکھا جب تک کہ آدمیت نہ آجائے یہ صاحب اٹھ کر چلے گئے فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ نری صحبت سے بھی کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ خود طلب نہ ہو اپنی اصلاح کی یہاں تو خیال کرنے سے اور فکر اور ہمت سے کام چلتا ہے نرے وظائف اور صحبت سے

کیا ہوتا ہے اور اس سے کیا کام چل سکتا ہے اور یہ جو احتساب اور تبلیغ ہے یہ خود ایک فن مستقل ہے اس کے قیود و حدود و شرائط ہیں بڑی بڑی کتابیں اس فن میں لکھی ہوئی ہیں جاہل کو حق نہیں احتساب کا صرف عالم کو حق ہے وہی اس کے حدود کی رعایت کر سکتا ہے مگر اس وقت قیود و حدود سے نفس کو دبانا جانتے ہی نہیں بالکل آزاد رکھنا چاہتے ہیں بہت ہی آزادی کا اثر ہو گیا ہے جس کو دیکھئے حدود سے نکلا ہوا جب ایسے ایسے جاہل آزاد ہو کر مسائل شرعیہ میں دخل دینے لگے جب ہی تو گمراہی کا پھاٹک کھل گیا جدھر دیکھو اور جس طبقے کو دیکھو اور جس کو دیکھو دین کے مسائل کا مدعی تحقیق اور تفسیر کا دعویٰ نہ ان لوگوں کے قلوب میں آخرت کا خیال نہ خدا کا خوف خصوص بعض نیچریوں نے تو بیڑا اٹھا رکھا ہے قرآن و حدیث میں تحریف کرنے کا اور یہ ان کا شعار ہو گیا ہے۔

(ملفوظ ۴۲۰) حضرت حکیم الامت کو تفسیر اور تصوف سے مناسبت

ایک نو وارد اہل علم صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں ایک مسئلہ فقہیہ دریافت کر سکتا ہوں فرمایا کہ اپنے اساتذہ سے دریافت کیجئے عرض کیا کہ ان سے معلوم کیا تھا مگر اختلافی صورت پیدا ہو گئی اور میرے متعلق فتاوی کا کام ہے اس لئے تحقیق کی ضرورت ہوئی فرمایا کہ میرا علم تو ان صاحبوں سے بھی کم ہے جن سے آپ تحقیق کر چکے ہیں مجھ کو عرصہ ہوا اس شغل کو چھوڑے ہوئے اور میرے اس کہنے کو آپ تواضع پر مبنی نہ فرماویں۔ میں نے تواضع متعارف کبھی اختیار ہی نہیں کی بلکہ میرے اندر جو کمال ہے اس کو بھی ظاہر کر دیتا ہوں اور جو نقص ہے اس کو بھی ہاں پہلے الحمدللہ میری نظر وسیع عمیق تھی اب وہ بھی نہیں رہی باقی مہارت اور مناسبت جس کا نام ہے وہ مجھ کو فقہ سے کبھی ہوئی ہی نہیں۔ البتہ تفسیر اور تصوف سے مجھے مناسبت ہے اور یہ بھی اس لئے کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے دعا فرمائی تھی کہ تجھ کو تفسیر اور تصوف سے مناسبت

ہو گی اس وقت اگر اور علوم کے لئے بھی دعاء کرا لیتا تو اوروں سے بھی مناسبت ہو جاتی۔ اور صاحب اپنے اس نقص کو ظاہر کرنے میں بدنامی ہے اور اپنی بدنامی کو کون گوارا کرتا ہے مگر بات وہی کہی جاتی ہے کہ جو حقیقت ہے اس لئے میں نے جو بات تھی صاف عرض کر دی اور اب تو عمر کے اعتبار سے بھی زمانہ دوسرا ہے قویٰ بھی ضعیف ذہن بھی ضعیف حافظہ بھی ضعیف یہ بھی اللہ کا احسان اور فضل ہے کہ وہ آرام دینا چاہتے ہیں ہر چیز میں انحطاط ہو گیا خصوص فقہیات میں تو دخل دیتا ہوا بہت ہی ڈرتا ہوں ہمت نہیں ہوتی اور اکثر لوگوں کو میں اسی میں زیادہ دلیر پاتا ہوں البتہ تصوف سے سہل کوئی چیز نہیں گو آج کل خیال عام اس کے عکس ہے کہ مشکل کو سہل سمجھتے ہیں اور سہل کو مشکل۔ اور صاحب سچ تو یہ ہے کہ میں تو صرف ایک ہی کام کا ہوں یعنی مجھ سے اللہ کا نام پوچھ لیا جائے ان تک پہنچنے کا راستہ معلوم کر لیا جائے اپنے امراض باطنی کی اصلاح کا مشورہ لیا جائے اس خدمت کے لئے میں حاضر ہوں پھر اس میں بھی یہ ہے کہ اگر اس مشورہ کو دل قبول کرے عمل کر لیا جائے نہ قبول کرے اس کو بھی چھوڑ دیا جائے بس میں سوائے اس کام کے اور کسی کام کا نہیں رہا اور اب تو میں اتنا قاصر اور عاجز ہو گیا ہوں کہ مجھ کو ایک رسالہ تیار کرانا ہے وہ رسالہ آج کل کی ضروریات اور خاص کر مفقود الخبر کے متعلق وہ رسالہ ہے مگر ایک سال ہو گیا اگر مجھ میں قابلیت ہوتی تو کیوں اس قدر وقت صرف ہوتا اس سے میرے علم و استحضار کا اندازہ کر لیا جائے اس لئے مجھ کو فقہ سے مناسبت اور مہارت ہوتی تو خدانخواستہ کیا خدمت دین سے انکار ہو سکتا تھا جو کہ عین دین ہے اور اس فقہ کی کمی پر بھی جو کچھ اللہ نے عطا فرمایا ہے گو اس میں مناسبت اور مہارت کا درجہ نہ ہو مگر اتنی خدمت کی بھی ہے اور کرتا بھی رہتا ہوں بقدر ضرورت اللہ نے ہر بات عطا فرما رکھی ہے جس کو میں ایک بہت بڑی نعمت اور رحمت اور فضل سمجھتا ہوں اور اس کو اپنے بزرگوں کی دعاء کا ثمرہ متصور کرتا ہوں لیکن مجھ سے فقہ کی خدمت لینے میں ایک شرط ہے وہ یہ کہ اس خدمت لینے والے سے بے تکلفی ہو

یعنی معذوری میں ایک استثناء بھی ہے وہ یہ کہ جو حضرات مسئلہ مسائل کی خدمت مجھ سے لیناچاہیں وہ پہلے بے تکلفی پیدا کریں جو آپ سے اس کے مخاطب وہ مولوی صاحب ہیں جن سے گفتگو ہونا شروع ملفوظ میں مذکور ہے اتفاق سے نہیں ہوئی عرض کیا کہ حضرت بے تکلفی کی حقیقت کیا ہے فرمایا بے تکلفی کے معنے ہیں کثرت انبساط عرض کیا کہ حضرت اس کی تدبیر کیا ہے فرمایا کہ یہی تدبیر ہے کہ اکثر اوقات کسی کے پاس رہنا ہنسنا بولنا ملے چلے رہنا اس سے بے تکلفی ہو جاتی ہے دل کھل جاتا ہے بس یہی تدبیر ہے اور یہ میرے اور آپ کے اختیار میں ہے لیکن اب یہ سوال رہا کہ اس کی ابتداء کون کرے تو اس کا معیار صاحب غرض ہوتا ہے سو جس کی غرض ہو گی وہ اس کی سعی کرے گا کہ بے تکلفی حاصل ہو نہ غرض ہو گی نہ کرے گا۔

(ملفوظ ۴۲۱) نفع کے لئے مناسبت شرط ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں نفع کے لئے مناسبت شرط ہے جب تک یہ نہ پیدا ہو گی نفع کا ہونا مشکل ہے عدم مناسبت اس طریق میں سم قاتل ہے اور ایک چیز اس عدم مناسبت سے بڑھ کر مضر طریق ہے اور وہ معلم کے قلب کو مکدر کرنا ہے اس تکدر کے ساتھ اگر ساری عمر بھی سر مارے گا کچھ نہیں ہو گا۔ بس یہ دو چیزیں اس طریق میں نفع کے لئے شرط لازم ہیں کہ مناسبت ہو اور معلم کے قلب کو مکدر نہ کیا جاوے اور اس کا اہتمام فکر اور غور سے کام لینے سے ہو سکتا ہے مگر آج کل بے فکری اور بے پروائی شیر و شکر بنے ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ غلطیوں کا بہت زائد صدور ہوتا ہے اگر فکر اور غور سے کام لیا جائے تو گو غلطیاں اس وقت بھی ہوں گی مگر بہت کم نیز اس کا اسقدر قلب پر بھی برا اثر نہیں ہوتا اس خیال کے سبب کہ اس کو فکر اور اہتمام تو ہے اس لئے قلب قلیل صدور سے در گذر کر دیتا ہے یہ فرق ہے فکر یا عدم فکر کی حالت میں غلطیوں کے صدور کی۔

(ملفوظ ۴۲۲) تصوف میں نفع کی شرط اعظم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب دو صاحبوں کو جن میں ایک ندوہ کے فاضل دوسرے ایک فلسفی بزرگ تھے لے کر یہاں پر آئے مجھ سے کہا کہ ان کو بیعت کر لیجئے میں نے کہا کہ آپ ہی ان کو بیعت کر لیں کہنے لگے کہ میں اس کا اہل نہیں میں نے کہا اگر اہل کا یہ مطلب ہے کہ ان کی اصلاح بھی نہیں کر سکتے تو یہ بات اگر آپ کہیں تب بھی غلط اور میں کہوں تب بھی غلط اور اگر یہ مطلب ہے کہ ہم کہیں کہ شبلی اور جنید نہیں تو ان کی اصلاح کے لئے جنید و شبلی شرط نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ مجھ سے ان کو اس لئے نفع نہیں ہو سکتا کہ اس طریق میں نفع کی شرط اعظم مناسبت ہے اور ان کو مجھ سے مناسبت نہیں اور آپ سے مناسبت ہے اس لئے کہ آپ بھی خادم قوم ہیں یہ بھی خادم قوم اور میں نادم قوم ہوں۔ میں نے کوئی قوم کی خدمت ہی نہیں کی۔ اس کہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ دونوں صاحب تحریکات سے دلچسپی رکھتے تھے جو بات تھی صاف صاف عرض کر دی تاکہ دھوکا نہ ہو۔

(ملفوظ ۴۲۳) ایک نو عمر شخص سے تعلیم دین سے متعلق گفتگو

ایک صاحب نے ایک دوسرے نو عمر صاحب کے متعلق حضرت والا سے مشورہ لیا اور عرض کیا کہ پہلے یہ انگریزی پڑھتے تھے اب علم دین کی طرف ان کا رجحان ہے اور اسکولوں وغیرہ میں رہنے سے اندیشہ بھی ہے کہ کہیں ملحد اور دہری نہ ہو جائیں فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ ایسے نہیں کہ ان کے جذبات پر کوئی غلبہ کر سکے تو اگر اسکولی تعلیم ہی کی حالت میں دینی تعلیم کا کچھ شغل رکھیں تو کیا حرج ہے اس کے بعد دریافت فرمایا کہ انگریزی پڑھنے کا کیا اب بھی کیا خیال ہے عرض کیا کہ بالکل نہیں دریافت فرمایا کہ تو پھر جو مصالح انگریزی پڑھنے کے ساتھ خیال میں تھے مثلاً نوکری عزت تعلیم دینی میں ان کے عدم حصول پر کیا

جواب دل میں پیدا ہوا عرض کیا کہ انگریزی پڑھنے سے دنیا میں تو عزت وغیرہ سب ہو جائے گی مگر آخرت کا تو کوئی بھی کام نہ ہو گا فرمایا کہ جزاکم اللہ تعالیٰ اگر تمہارے دل میں یہ خیال راسخ ہے تو مبارک ہو اور اللہ کے بھروسہ پر علم دین کی تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہو جاؤ میں دل سے دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو جلد سے جلد اپنے مقصد نیک میں کامیابی نصیب فرمائیں جب وہ چلے گئے تو حاضرین سے فرمایا کہ یہ خشک گفتگو ان سے اس لئے کی کہ اگر خود ترغیب دی جاتی تو ان کے جواب سے اتنا اطمینان ہوتا جتنا اب ہوا بلکہ اس وقت اگر یہ نخرے کرتے تو ہم کو برداشت کرنا پڑتے اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ تم ہی نے تو کہا تھا۔

(ملفوظ ۴۲۴) اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے توجہ کی ضرورت

فرمایا کہ رنگوں سے ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ حضرت دعاء کریں کہ میاں صاحب کے علاج سے مریض کو شفاء ہو جاوے اور اس کی یہ غایت لکھی ہے کہ لوگوں کو اپنے حضرات سے عقیدت بڑھ جائے گی اور دارالعلوم کی وقعت لوگوں کی نظروں میں ہو جائے گی اسپر فرمایا کہ مجھ کو اس قسم کی باتوں سے بڑی وحشت ہوتی ہے میاں خدا سے تعلق بڑھاؤ یہ ہے کام کی بات کس کی عقیدت اور کس کی وقعت اس لئے میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ خدا تعالیٰ یہ ثمرات بھی مرتب فرمادیں اگرچہ مقصود نہیں پھر فرمایا کہ کوئی معتقد ہو گیا تو کیا اور نہ ہوا تو کیا گو ثواب تو ان نیتوں میں بھی ہے اس لئے کہ نیت اچھی ہے مگر اس سے آگے ایک مقصود اس سے بھی زیادہ اچھا ہے وہ یہ کہ خدا کے راضی کرنے کی طرف متوجہ ہوں اور انہیں پر نظر رہے۔

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۴۲۵) تکلفات دین کے خلاف ہیں

ایک نووارد صاحب نے حاضر ہو کر سلام و مصافحہ کے بعد دست بوسی کی اور پھر پائے بوسی کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا اس پر حضرت والا نے ان کو متنبہ کیا اس پر بھی وہ اصرار کرتے رہے تب بلند آواز سے فرمایا کہ افسوس نرمی کے ساتھ کہنے سے سمجھ میں نہیں آیا کیا میری پرستش کرنے آئے ہو مجھ کو فرعون بنانا مقصود ہے تم لوگوں کے عقیدے کیوں خراب ہو گئے آخر تم لوگ اسلام اور مسلمانوں کو کیوں بدنام کرتے ہو آخر کہاں تک صبر کروں اور کہاں تک تغیر نہ ہو کوئی حد بھی ہے بندہ خدا سلام اور مصافحہ کیا کچھ کم ہیں کیوں شرکیات اور بدعات میں مبتلا ہو رہے ہو اب دیکھ لیجئے کہ کیا یہ موقع خاموشی اور متعارف خوش اخلاقی کا ہے اگر نہ بولتا تو پائے بوسی سے فراغ کے بعد یہ شخص سجدہ کرتا اور نہ معلوم کہاں تک نوبت پہنچتی (اور یہی وجہ تھی پابوسی سے روکنے کے سد ذرائع کے طور پر) اللہ بچائے بدفہموں سے یہ ساری خرابی تکلفات کی ہے مسلمانوں کی سادگی رہی ہی نہیں فقیروں میں دیکھو تو تکلفات امیروں میں دیکھو تو تکلفات اس کا خیال ہی نہیں کہ یہ بات دین کے خلاف ہے یا موافق ہے اس کے علاوہ ہر موقع اور ہر معاملہ کے وقت اس کا خیال رکھنے کی بھی سخت ضرورت ہے کہ اپنے کسی قول یا فعل سے کسی دوسرے پر بوجھ نہ ہو بار نہ ہو گرانی نہ ہو اور یہ پائے بوسی مجھ پر سخت گراں ہے گو جائز بھی ہو اور اگر ناواقفی کا عذر ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ جہاں جاوے وہاں کے طریقے کسی سے معلوم کر لے ہر جگہ ایک ہی طریقہ برتنا کہاں تک مناسب ہے اور مجھ کو جو صاحب مشورہ دیتے ہیں کہ خوش اخلاقی کا برتاؤ کرو اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر بے ادبی کریں تو اس کو برداشت کروں ادب کریں تو اس کو برداشت کروں دو جماعتوں نے ان

لوگوں کا ناس کر دیا فقیروں نے اور امیروں نے یہ لوگ یا تو امیروں میں گھسے رہتے ہیں وہاں کی اٹھک بیٹھک یا پریڈ سیکھی ہے یا فقیروں کے یہاں جا کر سجدہ کرنا چومنا چاٹنا سیکھا ہے حضور کے یہاں محبت تھی تکلف کا نام و نشان نہ تھا دیہاتی یا محمد یا محمد کہہ کر پکارتے تھے رسول اللہ بھی بعض نہ کہتے تھے ہاں جو ہر وقت پاس رہنے والے تھے وہ یارسول اللہ کہتے تھے مجھ کو تو ایسی تعظیم سے جس کی نوبت حالاً یا مآلاً شرک تک پہنچ جاوے سخت نفرت ہے اور یہ نفرت ہوتا تو سب کو چاہئے مگر نہ معلوم آج کل کے پیروں کو اس میں کیا مزا آتا ہے نئے نئے طریقے تعظیم کے نکالے ہیں اور ایسی تعظیم کی ایسی مثال ہے جیسے بے حیا عورت کی حیا کی مثال جس کا قصہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی کے مکان پر اس کو دریافت کرنے آیا تو اس کی بیوی نئی بیاہی ہوئی تھی زبان سے کیسے بولے اور بتلانا ضرور تھا اس لئے کہا تو ہے نہیں لہنگا اٹھا کر اور موت کر اور اس پر کو پھاند کر گئی جس سے بتلا دیا کہ دریا پار گیا ہے بس یہ شرم کی کہ منہ سے تو نہیں بولی اور شرم گاہ دکھا دی یہی حالت ہے آج کل کے ان نئے مہذبین اور ادب والوں کی ساری خرابی یہ ہے کہ قرآن شریف اور حدیث شریف کی خبر نہیں اس لئے یہ حرکتیں ہوتی ہیں یہ تو ہوتا نہیں کہ علماء کی صلحاء کی صحبت اختیار کریں جس وقت دنیا کی ضرورت پڑتی ہے تب مولوی صاحب فرائض کے لئے سوجھتے ہیں پھر ادب اور آدمیت و انسانیت کیسے پیدا ہو کوئی چیز بھی اپنے طریقہ پر نہیں رہی ہر چیز میں ایجاد بندہ موجود ہے تنگ کر دیا ان موذیوں نے اگر ان کی چیزوں میں موافقت کرے تو انسان فرعون ہو جائے مثلاً بعض لوگ قصداً قبلہ سے منہ پھیر کر میری طرف منہ کر کے بیٹھتے ہیں اگر سکوت کیا جاوے تو پہلے پہلے تو ناگوار ہوگا پھر گوارا ہو جائے گا پھر عادت ہو جائے گی پھر اس کے خلاف پر ناگواری ہو گی آگے فرعونیت ہی کا درجہ ہوگا اور کیا ہوگا میں جب کانپور تھا تو وہاں پر مہذب لوگ ہیں وہ خطاب میں آپ آپ کہتے تھے جب میں یہاں پر آیا ہوں تو تم کا لفظ مجھ کو ناگوار ہوتا تھا تسامح کا نتیجہ یہ ہوتا ہے ساری دنیا میں بدتمیزی سیکھ کر آتے ہیں

اور مشق مجھ پر کی ہے کی جاتی ہے جب آتے ہیں تو ظاہراوہ تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور وہ آداب بجا لاتے ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فنانی الشیخ ہیں اور اصلی ادب ندارد اس لئے مجھ کو تغیر ہوتا ہے اور مجھے خود ان اعمال پر ناگواری نہیں ہوتی بلکہ اس اعمال کے منشا پر نظر پہنچنے سے ناگواری ہوتی ہے مثلاً کوئی معمولی بات ہے مگر منشا اس کا فساد اعتقاد ہو تو وہاں غصہ کی وجہ خود وہ فعل نہیں بلکہ سوء اعتقاد اس منشاء پر یاد آیا اکثر لوگ تعویذ کی فرمائش کرتے تھے اور یہ نہیں بتلاتے تھے کہ کس چیز کا تعویذ ان سے جھک جھک کرنا پڑتی تھی ایک دفعہ میں نے اس روزانہ کے جھگڑوں کی وجہ سے یہ انتظام کیا کہ آنے والوں کو بھی راحت اور مجھ کو بھی راحت وہ یہ کہ ہر کام کے لئے تعویذ میں بسم اللہ لکھ کر دیدی۔ دو شخص آئے انہوں نے تعویذ مانگا میں نے اسی طرح بسم اللہ لکھ کر دیدیا اور خوش ہوا کہ اچھی تدبیر سمجھ میں آئی اور ایک عزیز سے بیان کیا کہ ہم نے اپنی راحت کے لئے ایک نئی ایجاد کی ہے انہوں نے کہا کہ معلوم بھی ہے اس ایجاد کا کیا نتیجہ ہوا وہ دونوں یہ کہتے جارہے تھے کہ دیکھو ہم نے کچھ بھی نہیں کہا کہ کس چیز کا تعویذ ہے کہے ہوئے دل کی بات کی خبر ہو گئی میں نے کہا کہ لاحول ولا قوۃ۔ یہ تو لڑائی جھگڑے سے بڑھ کر بات ہو گئی یعنی عقیدہ کی خرابی آخر اس کو بھی چھوڑا اب ان بد فہمیوں اور کم عقلیوں کا کہاں تک علاج کیا جائے اس تکلف کے ذکر میں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ جتنا تکلف ہو گا اتنی ہی محبت میں کمی ہو گی اور جتنی بے تکلفی ہو گی اتنی ہی محبت زیادہ ہو گی غرض ادب نام ہے محبت کا تعظیم کا نام ادب نہیں نیز دوسرا عنوان ادب نام ہے راحت رسانی کا کہ اپنے سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے نیز یہ فرمایا کہ یہ ایذاء رسانی ساری خرابی ہے مصلحین سے کم ملنے کی اگر طلبہ سے مولویوں سے ملتے رہیں تو خبردار ہو جائیں اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ صلحاء سے ملنے میں اور کچھ فائدہ نہ ہو تو مگر دین کی تو خبر ہو گی پھر جب دین کی خبر ہو گی تو بہت سی باتیں خود ٹھیک ہو جائیں گی اب تو جہل میں کثرت سے ابتلاء ہے اور اس جہل کی بدولت یہ حرکتیں ہیں اس ہی لئے میں

کہا کرتا ہوں کہ یہاں سے خفا ہو کر جانے والا بھی محروم نہیں جاتا مرحوم ہو کر جاتا ہے کچھ لے کر ہی جاتا ہے۔

(ملفوظ ۴۲۶) بد فہمی نا قابل علاج ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ مجھ کو تادیب پر برا بھلا کہتے ہیں مجھ کو ناگوار نہیں ہوتا مزاحاً فرمایا کہ اور میں جو ناگ وار ہو جاتا ہوں (مراد سانپ ہے اشارہ ہے تادیب کی طرف) یہ صرف آنے والوں کی مصلحت سے کہ ان کی کسی طرح اصلاح ہو باقی دل میں ان کو معذور سمجھتا ہوں اس لئے کہ ان کو خبر نہیں ہمارے ہی قصبہ کا واقعہ ہے کہ ایک بید نے ایک شخص کی آنکھیں بنائیں جس وقت آپریشن ہو رہا تھا وہ شخص بید کو گالیاں دے رہا تھا ایک شخص نے کہا کہ یہ تم کو گالیاں دے رہا ہے بید نے کہا کہ یہ معذور ہے جب روشنی آنکھوں میں آجائے گی تب گالیاں دے یا برا کہے وہ قابل برا ماننے کے ہوگا ایک اور حکایت ہے کہ ایک شخص جنگل میں درخت کے نیچے پڑا سو رہا تھا ایک سوار کا اس طرف گذر ہوا دیکھا کہ ایک اژدھا درخت سے اتر کر اس کو ڈسنے والا ہے اس سوار نے بڑی عجلت سے گھوڑا آگے کو بڑھا کر اور درخت کے پاس پہنچ کر اس سونے والے شخص کے ایک چابک رسید کیا وہ بلبلا کر ایک دم اٹھ کر بھاگا یہ برابر گھوڑا ساتھ لگائے ہوئے اور چابک مارتا ہوا چلا جارہا ہے اور وہ بھاگتا جاتا ہے اور گالیاں دیتا ہوا جاتا ہے کہ ارے ظالم میں نے تیرا کون قصور کیا ہے میں ایک مسافر غریب الوطن تو مجھ کو کیوں کمزور سمجھ کر ستا رہا ہے وہ نہیں سنتا برابر ہاتھ صاف کر رہا ہے جب سوار نے دیکھ کہ اب اژدھا دور ہو گیا تب ہاتھ روک کر کہا کہ پیچھے دیکھ تجھ کو اس سے بچا کر لایا ہوں یہ دیکھ کر وہ شخص قدموں پر گر گیا اور ہزاروں دعائیں دیں اور معافی چاہی کہ آپ میرے محسن ہیں آپ نے میری جان بچائی میں تمام عمر یہ احسان نہ بھولوں گا ایسے ہی میں ان برا بھلا کہنے والوں کو معذور سمجھتا ہوں جب اصلاح سے آنکھیں کھلیں گی اس وقت میری سختی اور نرمی

کا پتہ چل جائے گا مگر یہ معلوم اس وقت ہوتا ہے جب برداشت کر لیا جائے اس کے بعد جس وقت نورانیت قلب میں پیدا ہو گی تو ہزار جان سے قربان ہونے کو تیار ہو جائے گا اور میں تو خود مشاہدہ کرتا ہوں کہ باوجود میری ڈانٹ ڈپٹ کے اور سختی کے جس کو عرف میں لوگ سختی سمجھتے ہیں اکثر لوگ مارے نہیں مرتے بھگائے نہیں بھاگتے ٹالے نہیں ٹلتے تو آخر وہ کیا چیز ہے کہ جس کی وجہ سے وہ سب کچھ برداشت کرتے ہیں اور دوسری جگہ کی نرمی اور آؤ بھگت پر بھی نہیں جاتے اور یہاں کی سب باتیں برداشت کرتے ہیں لیکن یہ سب کرتے وہی ہیں جو اہل فہم ہیں باقی بد فہم کا ایک منٹ ایک سکنڈ یہاں پر گذر نہیں اور بد فہموں سے تو میں خود ہی گھبراتا ہوں اس لئے کہ بد فہمی نا قابل علاج ہے ہاں بے فکری اور بے پروائی بیشک قابل علاج ہے اس کی اصلاح ہو سکتی ہے اور چونکہ بد فہمی کا علاج نہیں ہو سکتا اس لئے ایسوں کو میں خود ہی نکال دیتا ہوں کیونکہ مجھ کو کوئی فوج بھرتی کرنا تھوڑا ہی ہے کام کے اگر دو چار دوست ہوں وہی ٹھیک ہیں۔

(ملفوظ ۴۴۷) مختلف شقوق کا حکم ایک دم نہ بتلانا چاہئے

ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ میں یہ بات اہل علم کے لئے بیان کرتا ہوں کہ مختلف شقوق کا حکم ایک دم سائل کو نہیں بتلانا چاہئے کہ اگر یوں ہے تو یہ حکم ہے اور یوں ہے تو یہ حکم ہے تشقیقات کے ساتھ جواب نہیں دینا چاہئے بعض اوقات سائل کو اس میں خلط ہو جاتا ہے بلکہ اول واقعہ کی تحقیق کر لینا چاہئے جب ایک شق کی تعیین ہو جاوے اس کا حکم بتلا دیا جاوے پہلے مجھ کو شبہ تھا کہ علماء وعظ میں احکام کیوں نہیں بیان کرتے صرف ترغیب و ترہیب پر اکتفا کرتے ہیں اور جو علماء محض واعظ ہیں صرف ان پر یہ سوال نہیں تھا بلکہ حقیقت میں جو علماء ہیں ان کے متعلق یہ شبہ تھا اور اپنے بزرگوں پر بھی یہی شبہ تھا لیکن پھر خود تجربہ سے معلوم ہوا کہ وعظ میں مسائل بیان کرنا ٹھیک نہیں خصوص اس زمانہ میں جبکہ بد فہمی کا بازار گرم ہے محض ترغیب دینا ہی مناسب ہے ترغیب

ہی دینا چاہئے یہ تجربہ مجھ کو لکھنؤ کے ایک وعظ سے ہوا میں نے چند مسئلے ربوا کے متعلق ایک دم سے بیان کر دئے سامعین میں بعض مسائل میں اختلاف ہو گیا میرے پاس مکرر تحقیق کے لئے آئے معلوم ہوا کہ قلت فہم یا سوء حفظ سے کسی مسئلہ کا مقدم دوسرے کی تالی سے جوڑ دیا اور بالعکس اس لئے گڑبڑ ہو گئی اور جب خود کوئی واقعہ پیش آوے گا تو اس کے پوچھنے پر صرف وہی واقعہ نظر میں ہو گا اس میں خلط نہیں ہو سکتا۔

(ملفوظ ۴۲۸) نا معلوم چیز کے استعمال کا حکم

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو گھڑے پانی سے بھرے ہوئے مسجد میں رکھے ہوئے ہوں ان سے غسل وغیرہ کرنا جائز ہے جبکہ یہ بھی نہ معلوم ہو کہ رکھنے والے نے کس نیت سے رکھے ہیں فرمایا کہ اگر قرائن سے معلوم ہو کہ پینے کے لئے رکھے ہیں تب تو جائز نہیں اور اگر قرینہ سے بھی معلوم نہیں تو کوئی حرج نہیں ایسی نا معلوم چیز کا استعمال جائز ہے جس کے متعلق کوئی قرینہ بھی قائم نہ ہو۔

(ملفوظ ۴۲۹) دوران تحریک خلافت اظہار حق کی جماعت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمانہ تحریک خلافت میں تو بہت ہی زیادہ مسائل میں تحریف کی گئی بس جو مصلحت ہوتی گئی اسی کو مسئلہ بناتے گئے کثرت سے عوام کو بد عقیدگی ہو گئی کہ کبھی کچھ کبھی کچھ ایسوں نے تو حقیقت کو ہی بدل دینا چاہا تھا مگر اللہ نے حفاظت فرمائی کہ ایک ایسی جماعت کو متعین فرما دیا کہ وہ اظہار حق کرتی رہی۔

(ملفوظ ۴۳۰) خر دماغ اور اسپ دماغ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سمجھداروں کے آنے سے جی خوش ہوتا ہے اور کودنوں کے آنے سے اور توحش ہوتا ہے اور ایسے متکبروں کے دماغوں کو

ٹھیک کرنا پڑتا ہے ان کو بھی تو معلوم ہو جاوے کہ صرف ہم ہی خردماغ نہیں بلکہ ملا بھی اسپ دماغ ہوتے ہیں مجھے تو صرف اتنا ہی دکھلانا ہے اور جی یہی چاہتا ہے کہ ان کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا جاوے کیونکہ یہ لوگ ملانوں کو حقیر سمجھتے ہیں اہل علم کی قطعاً ان کے قلوب میں عظمت نہیں اس لئے طرح طرح کی بے ہودگیاں ان سے ہوتی ہیں اور گو وہ بات چھوٹی سے ہوتی ہے مگر اس کا منشاء یعنی تحقیر اہل علم تو برا ہوتا ہے اس لئے مجھ کو تغیر زیادہ ہوتا ہے کہ میری نظر منشاء پر ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۴۳۱) زبردست تبلیغ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہی بڑی زبردست تبلیغ ہے کہ انسان خود عامل ہو اور دوسروں کو کہنا اور خود عمل نہ کرنا یہی کمزوری کی بات ہے حافظ عبدالکریم نامی ایک شخص آگرہ کے رہنے والے تھے وہ لندن میں ملکہ کے پاس ملازم تھے یہاں ان کے ذریعہ سے ایک غریب مسلمان جو گلاؤنی میں تھے مجھ سے بھی ملے ہیں پولیس میں جمعدار تھے لندن بلائے گئے اور ملکہ کے سامنے پیش کرنے کے قبل حافظ صاحب نے ان کو تعلیم دی کہ آداب شاہی یوں بجا لانا اور سلام یوں جھک کر کرنا انہوں نے کہا کہ صاحب میں نے علماء سے سنا ہے کہ سوائے خدا کے اور کسی کے سامنے جھکنا جائز نہیں حافظ صاحب نے کہا کہ بھائی یہاں مسئلہ نہ بگھارو یہ شاہی دربار ہے انہوں نے کہا کہ ہو گا دربار خدا کے دربار سے بڑا نہیں حافظ صاحب نے کہا کہ بھائی بدقسمتی تمہاری ایسی بڑی جگہ آیا اور خالی چلا انہوں نے کہا کہ میاں بدقسمت اور کوئی ہو گا میں تو اللہ کا شکر ہے کہ خوش قسمت ہوں اپنے دین و ایمان پر قائم ہوں غرض کہ یہ ملکہ کے سامنے پیش نہیں کئے گئے ایک روز ملکہ نے خود دریافت کیا کہ میاں وہ تمہارے ہندوستانی نہیں آئے حافظ صاحب نے کہا کہ حضور وہ تو پاگل سے ہیں ملکہ نے دریافت کیا کہ وہ پاگل بنا کیا ہے کہا کہ ان سے یہ گفتگو ہوئی ہے ملکہ نے کہا کہ

یہ پاگل بنا ہے وہ تو بہت اچھا آدمی ہے اپنے مذہب کی عزت کرتا ہے اس کو ضرور پیش کرو دیکھئے دین کی برکت سے اس شخص کی کتنی رعایت کی گئی درمیان میں ایک اور واقعہ اسی سلسلہ کا یاد آگیا اسی طرح ایک شخص یوسف بیگ لکھنو کے ملکہ کے یہاں خان ساماں مقرر ہوئے تھے ملکہ کو معلوم ہوا کہ یہ گوشت نہیں کھاتے ان سے پوچھا انہوں نے کہا کہ یہاں ذبیحہ خلاف شرع ہے ملکہ نے کہا کہ شرع کے موافق کس طرح ہو سکتا ہے انہوں نے بے ضرورت بھی بہت سا نخرہ پھیلا دیا ملکہ نے ان کے بیان کے موافق حکم دیا کہ ان کے ذبیحہ کے لئے ایک مکان الگ تیار کرا دیا جائے ذبح کرنے والا مسلمان ہو اس کے متعلق برتن چھری کپڑا سب الگ اور صاف ہو یہ قصہ یوسف بیگ نے خود مجھ سے بیان کیا یہ تو جملہ معترضہ تھا اب میں جمعدار مذکور کے قصہ کی طرف عود کرتا ہوں کہ حافظ صاحب نے ان کو پیش کیا یہ پہنچے اور نہ جھکے نہ اور کچھ کیا جا کر السلام علیکم کہا ملکہ نے اپنی دستی گاڑی پر ہوا خوری کی خدمت پر ان کو ملازم رکھ لیا اور ان کی بڑی قدر تھی غرض دینی کمزوری اپنی ہے اور دوسروں پر الزام اسی طرح مولوی عبدالجبار صاحب وزیر بھوپال کا واقعہ ہے کہ ایک جلسہ میں ویسرائے خود تقریر کر رہے تھے کہ ان ہی مولوی عبدالجبار صاحب نے گھڑی دیکھ کر اور کھڑے ہو کر ویسرائے سے کہا کہ ہماری نماز کا وقت ہو گیا ہے ہم نماز پڑھ کر آجائیں تب تقریر کیجئے گا ویسرائے نے ایک دم تقریر بند کی اور بیٹھ گئے اور وہاں جتنے مسلمان تھے ان کو بھی نماز کے لئے جانا پڑا اس خیال سے کہ کہیں ویسرائے یہ نہ سمجھیں کہ یہ بے نمازی مسلمان ہیں جب سب باہر آئے ایک صاحب نے ان سے کہا کہ آپ نے غضب کیا کہ تقریر بند کرا دی انہوں نے کہا کہ کیا نماز فرض نہیں کہا کہ نماز تو فرض ہے لیکن خود چپکے سے اٹھ کر چلے آتے اعلان کی کیا ضرورت تھی انہوں نے کہا اگر اعلان سے نہ کہتا تو تم جیسے کیسے نماز پڑھتے واقعی کام کا جواب دیا غرض خود ویسا ہو جانا بڑی زبردست تبلیغ ہے یہ واقعات تو بیچ کے ہیں اب غیرت اسلامی اور حمیت اسلامی اور جوش اسلامی کا ایک واقعہ

سنئے ایک راجہ گوالیار کے یہاں فوجی لوگ داڑھی منڈائیں یا نہ منڈائیں اس کے متعلق کوئی قانون نہ تھا ایک شخص مسلمان نوجوان فوجی ڈاڑھی منڈایا کرتا تھا سب برا بھلا کہتے کہ تو داڑھی منڈاتا ہے وہ جواب میں کہتا کہ میاں گناہ کرتا ہوں اللہ معاف کرے گا پھر اتفاق ایسا ہوا کہ راجہ کی طرف سے حکم ہوا کہ فوج میں رہنے والا شخص کوئی داڑھی نہیں رکھ سکتا جس قدر اس شخص کو تبلیغ کرنے والے تھے ایک دم سب نے داڑھی منڈا ڈالی اور اس شخص سے کہا کہ لو میاں مبارک ہو تیرا ہی چاہا ہو گیا کہا کہ کیا ہوا کہا کہ اب تو راجہ کا حکم ہو گیا کہ کوئی فوجی داڑھی نہیں رکھ سکتا اس لئے بھائی ہم سب کو منڈانی پڑیں اس پر یہ شخص جواب دیتا ہے کہ میاں اب تو جو داڑھی منڈائی اور خدا کی نافرمانی کی تو نفس کے کہنے سے مگر اب خدا کے ایک نافرمان کا حکم ہے تو اب منڈانا بے حمیتی ہے کہا کہ فوج سے برخاست کر دیئے جاؤ گے کہا کہ اللہ رازق ہے وہ کہیں اور سبیل فرما دیں گے یہ ہے قوت ایمانیہ اور یہ ہے جوش اسلامی اور غیرت اسلامی اور حمیت اسلامی مگر مسلمانوں نے خود ہی کمزوری اختیار کر لی اس کے یہ نتائج ہیں جو ظاہر ہو رہے ہیں۔

(ملفوظ ۴۳۲) اصلاح دین کی خاطر آنے والے صاحب کو مشورہ

ایک نو وارد صاحب نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں اپنی اصلاح دین کی چاہتا ہوں اس لئے حاضر ہوا ہوں فرمایا کہ قیام کتنا ہو گا عرض کیا کہ تین دن فرمایا کہ خدا جانے آپ کے ذہن میں اصلاح دین کا مفہوم کیا ہے اور یہ مدت اصلاح کے لئے ہو سکتی ہے اس مدت میں اصلاح تو کیا مناسبت و عدم مناسبت کا بھی پتہ چلنا اور بے تکلفی کا ہونا دشوار ہے اس مدت کو تو محض ملاقات ہی کے لئے رکھیں تو مناسب ہے اگر اصلاح مقصود ہے تو وطن واپس پہنچ کر خط و کتابت کریں اگر آپ پہلے ہی خط کے ذریعہ مجھ سے مشورہ کر لیتے تو یہ سفر کی تکلیف بھی آپ کو نہ اٹھانا پڑتی اور نہ پیسہ صرف ہوتا اور نہ وقت صرف ہوتا اب آپ اس

کے متعلق خود کوئی سوال نہ کریں ممکن ہے کہ وہ سوال اصول کے خلاف ہو اور بے لطفی پیدا ہو اس لئے کہ آپ بے خبر ہیں یہاں پر ملاقات کرنے والوں کے واسطے یہی قاعدہ ہے کہ نہ مخاطبت کریں اور نہ مکاتبت کریں اسی میں خیر ہے طرفین کی اور یہی راحت رسانی کی صورت ہے اس میرے طرز کو لوگ روکھا پن اور سوکھا پن سمجھتے ہیں اگر صفائی کی بات کو لوگ روکھا پن سمجھیں تو اس کا میرے پاس کیا علاج ہے میں تو اس قدر رعایتیں کرتا ہوں کہ سب تدابیر خود ہی بتلا دیں اس لئے کہ نو وارد ہیں بے خبر ہیں پھر اگر اب بھی گڑبڑ کریں تو یہ خود ذمہ دار ہیں اور مجھ کو خدانخواستہ آنے والوں سے کیا کوئی عداوت ہے دشمنی ہے مگر صفائی کی بات پر اگر کوئی خفا ہو برا مانے اس کا برا ماننا اور اس طرز کو روکھا پن سمجھنا ایسا ہے کہ ایک شخص کوئی کھانے کی چیز خریدے خریدنے کے وقت وہ پوچھتا ہے کہ بھائی اس کے کیا دام ہیں کہتا ہے کہ اجی تم سے کیا دام کھا بھی لو۔ کھا گئے اب دوسرے کو بھیجتا ہے وہ آکر کہتا ہے کہ اس کے دام لاؤ انہوں نے تخمینہ کر کے دو روپیہ دیدئے وہ کہتا ہے کہ اس چیز کی قیمت تو بارہ روپیہ تھی اب وہ اخلاق نکل رہے ہیں اس لئے میں کہتا ہوں کہ صاف کہہ دو کہ بارہ روپیہ قیمت ہے دوسرا چاہے لے یا نہ لے خریدے یا نہ خریدے صاف بات عجیب چیز ہے مگر لوگوں کو اس کی قدر نہیں۔

(ملفوظ ۴۳۴) ساری خرابی کا سبب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل ساری خرابی اس کی ہے کہ طبائع میں بے فکری ہے اس لئے کوئی چیز منتظم نہیں اور میں انتظام چاہتا ہوں اس سے اختلاف ہو جاتا ہے اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یا تو مجھ کو ہیضہ ہو گیا ہے انتظام کا یا اوروں کے یہاں قحط ہے انتظام کا تو ہیضہ زدہ اور قحط زدہ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

(ملفوظ ۴۳۴) جاہل آدمی کو دوسروں کو احکام و مسائل نہ بتلانے چاہیئے

ایک صاحب کے متعلق فرمایا کہ پرسوں اس شخص نے بڑا پریشان کیا پہلے تو یہ تھا کہ دوسروں کے دنیوی قصوں میں دخل دیا کرتے تھے وہ عادت تو چھوٹ گئی اب یہ حرکت کی کہ ایک شخص کو مسئلہ بتا دیا عوام سے سنا سنایا غلط اور کسی عالم سے بھی سن کر نہیں اور جاہل کو تو عالم سے سن کر بھی نہیں بتلانا چاہیئے اور خیر اگر صحیح طریق سے کسی مستند عالم سے کوئی مسئلہ معلوم ہوا ہو اور وہ اچھی طرح یاد بھی ہو اور کسی کو بتلا دے تو بظاہر کوئی حرج نہیں گو اس میں بھی ایک خرابی وہ یہ کہ ایک دو مسئلہ تو ٹھیک بتائے گا لیکن پھر دیکھنے والے اس کو عالم سمجھ کر اس سے پوچھنا شروع کریں گے علم تو ہے نہیں انکار کرے گا نہیں اس لئے کہ اس میں اپنی ذلت سمجھے گا کہ لوگ کہیں گے کہ اسے کچھ آتا جاتا نہیں اس لئے اٹنگ بڑنگ ہانکنا شروع کرے گا اور گمراہی پھیلنے کا زیادہ یہی سبب ہے اس بناء پر میں نے اس شخص کو یہاں آنے سے منع کر دیا اب معافی چاہنے کا پیام آیا ہے مگر ابھی ایک دو دن اور ذرا طبیعت کو ٹھیک ہو جانے دیا جاوے ان خرابیوں پر نظر کر کے میں کہا کرتا ہوں کہ تم گھر چھوڑ کر جس کام کو آئے ہو اس میں لگے رہو دوسروں کے قصوں سے تمہیں کیا غرض مگر لوگ ہیں کہ حدود پر رہتے ہی نہیں اور یہ مرض ایسا عام ہوا ہے الا ماشاء اللہ کوئی اس سے بچا ہوا ہو گا آزاد شخص کا تو یہ مذہب ہونا چاہیئے ؎

بہشت آنجاکہ آزاری نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

(ملفوظ ۴۳۵) مشائخ کو اخلاق و عادات کی تعلیم دینے کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل ان خرابیوں کی زیادہ وجہ یہ ہے کہ

مشائخ کے یہاں اخلاق عادات کی تعلیم ہی نہیں محض اوراد و ظائف کی تعلیم ہے
اسی کو دین سمجھتے ہیں اور چیزوں کو دین کی فہرست سے خارج سمجھ رکھا ہے اس
لئے نہ خود مشائخ اس طرف توجہ کرتے ہیں نہ ان کے متعلقین۔ اور مرید یا
متعلقین تو کیا توجہ کرتے جب خود مشائخ کی یہ حالت ہے اب عام لوگوں کی
حالت سنئے وہ بھی ایسے ہی پیروں سے خوش ہیں کہ جو نہ روک ٹوک کریں نہ ان
کے یہاں مواخذہ اور محاسبہ ہو اور ہر نذرانہ قبول کر لیا کریں اس کی ایسی مثال
ہے کہ جو حکام رشوت خوار ہوں تو وہ خلیق سمجھے جاتے ہیں یہ سمجھا جاتا ہے کہ
جب لیا ہے تو کام ضرور ہی کریں گے اور جو غریب رشوت نہ لے سمجھتے ہیں کہ
یہ خشک ہے جب لیا ہی نہیں تو توجہ ہی کیوں کریں گے ایسا ہی مشائخ کو سمجھتے
ہیں کہ جب نذرانہ قبول کر لیا تو ضرور ہی توجہ کریں گے اور قطبیت اور غوثیت
بانٹ دیں گے اور جب نہ لیں گے تو توجہ کیوں کرنے لگے اس قدر رسمیں
خراب ہوئی ہیں کہ جس کی کوئی انتہاء نہیں۔

(ملفوظ ۴۳۶) ہندوؤں میں دنیا کی عقل ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص یہاں پر جودھپور سے آئے تھے
پولیس کے محکمہ سے تعلق تھا یہ لوگ آزاد سے ہوتے ہیں کہنے لگے کہ ہندوؤں
میں جیسی شخصیت گاندھی کی ہے کہ اس کی سب پیروی کر رہے ہیں کیا
مسلمانوں میں کوئی ایسی ہستی نہیں میں نے کہا یہ سوال ہم سے کرنے کا نہیں ہے
تم خود اس کو دیکھو کہ مسلمانوں میں کوئی ہستی ایسی ہے یا نہیں اور معلوم کرنے
کی تدبیر میں بتلاتا ہوں کہ چند روز گاندھی کے پاس بھی رہ کر دیکھ لیجئے اور جن
کے میں نام بتلاؤں ان کے پاس بھی چند روز رہئے معلوم ہو جائے گا کہ کوئی ہستی
اور کوئی شخصیت مسلمانوں میں ایسی ہے یا نہیں اور ان میں کون زیادہ اہل ہے اور
کون نہیں مگر بات یہ ہے کہ ہندوؤں کو دنیا کی عقل ہے انہوں نے دیکھا کہ
اختلاف میں ہماری دنیا کا نقصان ہے اس لئے بالاتفاق گاندھی کو بڑا بنا لیا۔

مسلمانوں کو اس کی پروا نہیں اس لئے ان کو اس مصلحت کا اہتمام نہیں ہوا۔ اس کے بعد سے یہ سوال کرنا اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک مسجد میں ایک عالم امام ہیں جو ہر طرح پر نماز پڑھانے کے اہل ہیں مگر اہل محلہ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اب ان سے یہ سوال کرنا بے ہودگی ہے کہ آپ کے پیچھے یہ لوگ نماز کیوں نہیں پڑھتے یہ سوال نہ پڑھنے والوں سے کرنا چاہئے کہ تم ایک عالم کے پیچھے جو ہر طرح پر نماز پڑھانے کے اہل ہیں نماز کیوں نہیں پڑھتے وہ امام تو یہی کہیں گے کہ مقتدیوں سے پوچھو مجھے کیا خبر اس عدم اتباع و عدم اجتماع کا افسوس تو مسلمانوں کی حالت پر ہے کہ ان میں نہ قوت رہی نہ اتفاق رہا نہ دین رہا اگر دین ہو تو اتفاق ہو اور اتفاق ہو تو قوت ہو اور اگر مسلمان کسی قابل ہوتے تو پھر نصرت حق ان کیساتھ ضرور ہوتی کسی نے خوب کہا ہے:-

اس کے الطاف تو عام ہیں شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی گر تو کسی قابل ہوتا

بھلا خاص درجہ کے مسلمانوں کا تو گاندھی سے کیا موازنہ ہوتا ہر عامی مسلمان حتیٰ کہ فاسق سے فاسق فاجر سے فاجر خدا کے نزدیک ہر کافر سے افضل ہے مگر جب مسلمان ہی کسی قابل نہ ہوں تو اس کا کیا علاج ہے رات دن کے مشاہدات اور واقعات ان کی عدم قابلیت کے پیش نظر ہیں اور پھر اس نا قابلیت کے ساتھ طرہ یہ کہ دوست دشمن کی قطعاً مسلمانوں کو شناخت نہیں۔ تعجب ہے کہ ایک غیر مسلم توحید اور رسالت کا منکر اپنی تدابیر سے اپنی قوم کو نفع پہنچانے کی سعی کرتا رہتا ہے اور فکر میں لگا ہوا ہے اور یہ مسلمان لیڈر اور ان کے ہم خیال بعض مولوی اس کو اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ اور ہمدرد سمجھتے ہیں۔ کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے اتنی موٹی بات مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں آتی کہ جو شخص اللہ اور رسول کا دشمن ہے اور توحید اور رسالت کا منکر ہے قیامت آجائے وہ کبھی اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ اور ہمدرد نہیں ہو سکتے ہر کافر اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے اور یہ دشمنی محض مسلمانوں کے مال اور جان ہی تک محدود

نہیں بلکہ ایمان سے بھی دشمنی ہے اگر کوئی غیر مسلم عاقل ہوتا جیسا کہ خیال ہے تو وہ پہلے اپنی آخرت کی فکر کرتا ایمان لاتا جب یہ نہیں تو عقل کہاں چالاک ہے تو چالاکی اور عقل سے کیا واسطہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ عورتوں کے مکر کو عظیم فرمارہے ہیں اور دوسری طرف حدیث میں ان کو ناقص العقل فرمایا گیا ہے معلوم ہوگیا کہ عقل اور چیز ہے کید اور چیز ہے وہ یہاں تک بڑھ جاتا ہے کہ بعض کی نسبت ارشاد ہے وَاِنْ کَانَ مَکْرُھُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ۔

۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۴۳۷) مسلمانوں کی خرابی اور بربادی کا سبب

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ سب خرابی بے فکری کی ہے اگر آدمی فکر سے غور سے کام کرے بہت کم غلطیوں کا صدور ہو اس لئے عقل جو حق تعالیٰ نے عطاء فرمائی ہے اس سے کام لینا چاہئے عقل بڑی دولت ہے اس کو بالکل معطل کر رکھا ہے اگر انسان عقل سے کام نہ لے تو پھر جانور اور آدمی میں فرق ہی کیا ہے خدا معلوم کیا ہو گیا لوگوں کو جس کو دیکھو بد عقلی اور بد فہمی کے مرض میں مبتلا ہے یہی وجہ مسلمانوں کی خرابی اور بربادی کی ہے کہ بے سوچے سمجھے کام کرتے ہیں پریشان اور تباہ حال ہو رہے ہیں نہ دنیا ہی درست نہ دین ہی ٹھیک ہے خسر الدنیا والا خرۃ مصداق بنے ہوئے ہیں پھر کسی طرح ہوش نہیں آتا نہ آنکھیں کھلتی ہیں بڑا ہی افسوس ہے۔

(ملفوظ ۴۳۸) عیدین یا جمعہ کے موقع پر اپنی جگہ مخصوص کرنے کا حکم

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اکثر یہ رواج ہے کہ لوگ

عیدین یا جمعہ کے روز مسجد میں اپنا کوئی رومال یا تہمد یا چادر رکھ کر چلے جاتے ہیں
کہ اس جگہ پر کوئی دوسرا نہ قبضہ کر سکے۔ فرمایا کہ جب تک مستقل بیٹھے رہنے کی
نیت سے نہ بیٹھ جائے ان صورتوں سے قبضہ کرنا جائز نہیں ہاں اس نیت سے اگر
بیٹھ جاوے وہ قبضہ صحیح ہو گیا پھر اگر کسی ضرورت سے اٹھنا پڑے تو اس میں
تفصیل ہے وہ یہ کہ غیبت طویلہ میں تو ایسا کرنا جائز نہیں کہ اپنا قبضہ رکھے ہاں
اس کا مضائقہ نہیں کہ مثلاً ناک صاف کرنا ہے یا استنجاء کرنا ہے یا پانی پینا ہے
اس صورت میں ان ذرائع سے قبضہ رکھنا جائز ہے یہ صورت غیبت طویلہ کی
نہیں ہے پہلے سے بدون بیٹھے ہوئے قبضہ کرنے کے ناجائز ہونے کی تائید اس
حدیث سے ہوتی ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ منیٰ میں آپ کے لئے
خیمہ لگا دیں فرمایا لا منی مناخ من سبق یعنی نہیں بلکہ جو پہلے پہنچ جائے اسی
کا حق ہے حضور نے خود اپنے لئے اس صورت کو جائز نہیں رکھا۔

(ملفوظ ۴۳۹) اللہ تعالیٰ جس سے چاہیں کام لیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں کہاں تک اس کی رحمتوں کا اور فضل
کا بیان کر سکتا ہوں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایک دفعہ مجھ کو سترہ یوم طاعونی
بخار آیا غشی طاری رہی مگر نماز ایک وقت کی بھی بحمد اللہ قضا نہیں ہوئی حالت یہ
تھی کہ نہ ہوش نہ کھانا نہ پینا مگر جہاں نماز کا وقت آیا ہوش ہو جاتا تھا اور اتنی
قوت ہوتی تھی کہ بدون کسی کے سہارے خود نماز پڑھ لیتا تھا یہ ان کا ہی فضل
ہے رحمت ہے یہ بخاری جلسہ سہارنپور کے وعظ میں ہوا تھا اس کے قبل بخار آیا
تھا نقاہت باقی تھی کہ جلسہ میں جانا ہو گیا مگر وعظ کہنے سے عذر کیا ایک طبیب
نے قوت کی دوا دیدی تھی کہ وعظ کہنا ممکن ہو چنانچہ وعظ شروع ہو گیا اور وعظ
ہی کے درمیان میں طاعونی بخار ہو گیا وطن واپس پہنچ کر بخار بڑھ گیا غشی ہو گئی
اسی غشی کی حالت میں بحمد اللہ تعالیٰ ہر بات ٹھکانے کی ہوتی بحمد اللہ بیان بھی
جلسہ میں پورا ہو گیا کام بھی نہیں رکا وہ جس سے چاہیں اور جس حالت میں

چاہیں کام لے سکتے ہیں۔

(ملفوظ ۴۴۰) اللہ کے عاشق

ایک طالب علم نیک صالح دیو بند سے ملنے آئے تھے واپسی میں کرسی ندی کو عبور کر کے غرق ہو گئے۔ اس غرقابی سے فوت ہو جانے پر فرمایا کہ بے چاروں کی لاش تک نہیں ملی نہ معلوم کیا حشر ہوا اور حشر کچھ ہی ہوا مگر اجر تو کہیں گیا ہی نہیں کیونکہ جس قدر بے کسی اور بے بسی ہوتی ہے درجات بلند ہوتے رہتے ہیں فرمایا کہ ان طالب علم کے متعلق سنا ہے کہ ان کی یہ حالت تھی کہ اللہ کا نام لے کر ان سے جو چاہو کام لے لو۔ ایک مولوی صاحب مدرسہ کے بیان کرتے تھے کہ ان کے گھر سے خرچ آتا تو اور طلبہ اللہ کا واسطہ دے دے کر سب خرچ مٹھائی کھانے میں صرف کرا دیتے کبھی عذر نہ کرتے اب بھی اللہ کے عاشق ایسے موجود ہیں کہ ان کو دیکھا تک نہیں اور پھر ایسا عشق اور تعجب ہی کیا ہے مقناطیس لوہے کو پہچانتا نہیں مگر اس کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے وہ ذات ہی ایسی ہے کہ کسی میں ذرا قابلیت ہو وہ بالاضطرار ادھر کھچتا ہے۔

(ملفوظ ۴۴۱) چھوٹے لوگوں کی دشمنی اور مخالفت زیادہ خطرناک ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چھوٹے لوگوں کی دشمنی اور مخالفت زیادہ خطرناک ہوتی ہے بڑے لوگوں کی دشمنی اور مخالفت اس قدر خطرناک نہیں ہوتی حکومت ہی کو دیکھ لیجئے کہ ملک نے بغاوت کی لیکن حکومت نے اپنا آئین نہیں چھوڑا باقاعدہ مقدمہ چلا کر ثبوت اور صفائی لے کر سزا کی یا رہا کیا اور چھوٹے لوگ فوراً ختم کر دیتے ہیں۔

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۴۴۲) مولویوں پر عجیب الزام

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ یہاں پر بعض مولویوں نے مباح رسوم کو روک کر مسلمانوں کو حرام تک میں مبتلا کر دیا یہاں تک نوبت آگئی ہے کہ لوگوں نے ان مانعین کی ضد میں آکر ناچ گانا سب کچھ کرایا اس پر فرمایا کہ یہ عجیب الزام ہے اگر کوئی پیغمبر اپنی رسالت کا اعلان کرے اور کفار لوگ اس اعلان کی بناء پر ضد میں آکر خدا کی شان میں گستاخی کے کلمات بکنے لگیں تو کیا اس کا الزام پیغمبر پر ہو گا کہ پہلے تو تمہاری نبوت ہی کا انکار تھا اور اب تمہاری تبلیغ سے خدا تک نوبت پہنچی تو کیا یہ الزام معقول سمجھا جا سکتا ہے جب نہیں سمجھا جاسکتا تو یہ الزام بھی مولویوں پر اس ہی نوع کا ہے۔

(ملفوظ ۴۴۳) غالی بدعتیوں نے بد عقیدگی کا دروازہ کھول دیا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگوں کے عقائد بہت زیادہ خراب ہو گئے ہیں خصوص ان غالی بدعتیوں نے تو بالکل ہی بد عقیدگی کا دروازہ کھول رکھا ہے ان لوگوں کے قلوب میں ذرا خوف خدا نہیں کانپور میں ایک بڑھیا مسجد میں مٹھائی لائی ایک طالب علم وہاں رہتے تھے ان سے کہا کہ اس پر بڑے پیر کی نیاز دیدو یہ طالب علموں کا طبقہ ہوتا ہے آزاد سادہ تیار ہو گئے دوسرے طالب علم نے منع کیا کہ عوام کا عقیدہ اچھا نہیں نیاز میں بزرگوں کو مقصود بالذات سمجھتے ہیں پہلے صاحب نے کہا کہ یہ محض بدگمانی ہے اور کہا کہ مقصود یہ ہے کہ نیاز اللہ کی اور ثواب بزرگوں کو دوسرے طالب علم نے امتحان کے لئے بڑھیا سے سوال کیا کہ اللہ کے نام کی نیاز دیدیں اور ثواب بڑے پیر صاحب کو بخش دیں کہنے لگی کہ نہیں بیٹا اللہ کے نام کی تو میں دلوا چکی اس پر بڑے پیر کے نام کی دیدو انہوں نے تاویل والے صاحب سے کہا کہ یہ تمہاری تاویل کو نہیں

مانتی دیکھئے یہاں تک نوبت پہنچی ہوئی ہے۔

(ملفوظ ۴۴۴) اصلاح کا کام بہت نازک ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصلاح کا کام بڑا ہی نازک ہے اس میں ضرورت ہے شیخ کامل کی کیونکہ بدون مہارت فن نہ یہ خود تشخیص کر سکتا ہے اور نہ مریض کو شفاء ہو سکتی ہے طبیب جسمانی کی طرح یہ بھی ہے جب تک طبیب جسمانی فن میں حاذق نہ ہوگا مہارت نہ رکھتا ہوگا مریض کا اللہ ہی حافظ ہے آج کل بزرگوں سے جو بیعت ہوتے ہیں تو محض بزرگ بننے کے لئے مگر یہ چیز جدا ہے اور اصلاح کا فن جدا ہے بزرگی ولایت سب آسان لیکن انسانیت آدمیت کا پیدا ہونا مشکل مولوی ظفر احمد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے بیعت ہیں ایک روز انہوں نے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ حضرت دعاء فرماویں کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں حضرت نے فرمایا کہ صاحب نسبت تو تم ہو مگر اصلاح کراؤ اور وہ اپنے ماموں سے (میں مراد ہوں) تو یہ چیز ہی جدا ہے اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اگر بزرگی ولایت کی تلاش ہے تو کہیں اور جاؤ دو چار ہی دن میں سب کچھ ہو جاؤ گے اور اگر انسانیت آدمیت لینا ہے اور انسان بننا ہے تو میرے پاس آؤ یہاں تو انسانیت آدمیت تقسیم ہوتی ہے اسی کو ایک شاعر نے لکھا ہے اس نے تو ذرا سخت لکھا ہے اس طرح ؎

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند
ایں جملہ شدی ولے مسلمان نہ شدی

اس میں یہ جملہ سخت ہے ولے مسلمان نہ شدی میں نے اس کو اس طرح بدل دیا ہے ؎

زاہد شدی و شیخ شدی دانش مند
ایں جملہ شدی و لیکن انسان نہ شدی

(ملفوظ ۴۴۵) ہربات میں طالب کی جانچ کرنا پڑتی ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ فن بالکل ہی دنیا سے مفقود ہو چکا تھا اب اللہ کا شکر ہے کہ مدتوں کے بعد زندہ ہو گیا اب جو اس میں نزاکت ہے وہ خفا کی وجہ سے نہیں بلکہ خود باعتبار فن ہی سے ہے میں اسی نزاکت کی بناء پر یہاں تک خیال رکھتا ہوں کہ بعض خاوند اپنی بیوی کی طرف سے اپنی عبارت میں درخواست بیعت کا خط لکھتے ہیں مگر اس سے اس کے جذبات کا پتہ نہیں چلتا میں لکھ دیتا ہوں کہ خود ان کی عبارت میں خط لکھو جو وہ کہتی جائیں وہ لکھو اگر کوئی عنوان غیر واضح یا غیر مانوس ہو تو حاشیہ پر تم اس کی شرح لکھ دو مگر ان کے درخواست کے الفاظ بجنسہ رہنے دو تاکہ میں اس سے ان کے فہم کا جذبات کا طلب کا عقل کا اندازہ کر سکوں وجہ یہ ہے کہ کام تو انہیں کو کرنا ہے اصلاح تو ان کی ہی مقصود ہے غرض ہر بات میں طالب کی جانچ کرنا پڑتی ہے۔

(ملفوظ ۴۴۶) صحیح لفظ نظرانہ ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نظرانہ حرف (ظ) سے صحیح ہے اور حرف (ذ) سے غلط ہے اس نظرانہ کے معنے ہیں کہ ہم آپ کی نظر سے گذارتے ہیں اور نذرانہ کے معنے ہیں کہ ہم نے نذر یعنی منت مانی تھی وہ دیتے ہیں سو یہ تو صدقہ ہے جو غریبوں اور محتاجوں کو دیا جاتا ہے اور وہ ہدیہ کی شان ہے اس میں لکھے پڑھے لوگ غلطی کرتے ہیں اور بہت سی ایسی ہی باتیں ہیں جن میں لوگ مبتلا ہیں۔

(ملفوظ ۴۴۷) بد فہم لوگوں کی بہ کثرت حضرت حکیم الامت کی خدمت میں حاضری

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ تو میں نہیں کہوں گا کہ لوگوں میں فہم

نہیں جس کی وجہ سے غلطیوں میں لبتلاء ہے ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ فکر نہیں توجہ نہیں اسی لئے سمجھانے پر بھی نہیں سمجھتے اور مجھ کو جو اس درجہ تغیر ہوتا ہے وہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ باوجود فعل اختیاری ہونے کے پھر یہ لوگ بے فکری سے گڑبڑ کرتے ہیں اگر فکر اور توجہ کریں تو اس سے ان غلطیوں کا صدور نہ ہو مگر اس کا قصد ہی نہیں کہ ہماری کسی بات سے کسی کام سے دوسرے کو تکلیف نہ ہو اذیت نہ پہنچے بالکل بے فکرے ہیں جیسے کوئی جانور بیل گائے ہوتے ہیں سو یہ تو جانوروں کی سی زندگی ہوئی میں اس پر روک ٹوک کرتا ہوں تو خفا ہوتے ہیں برا مانتے ہیں مگر یہ پھر بھی نہیں ہوتا کہ اپنی اصلاح کریں فکر اور توجہ پیدا کرنے کی سعی اور کوشش کریں بے فکری کا مرض ایسا عام ہوا ہے کہ قریب قریب الاماشاء اللہ کوئی بچا ہوگا جو اس کا شکار نہ ہو چکا ہو مجھ کو تو رات دن سابقہ پڑتا رہتا ہے اکثر ابتلاء شدہ ہی لوگ آتے ہیں اب میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ سارا عالم ہی اس مرض میں مبتلا ہے یا چھنٹ چھنٹ کر ایسے لوگ میرے ہی پاس آتے ہیں غرض مجھ کو تو اکثر ایسے ہی لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے واللہ عالم بالصواب

(ملفوظ ۴۴۸) سر سید احمد خان کے چیلے چانٹے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ حب دنیا پکارنے والے سب سر سید احمد خاں کے چیلے چانٹے ہیں وہ یہی گیت گاتے گاتے بے چارے مر گئے اور اب ان کی باری ہے عمر گذر گئی ان لوگوں کی صدا سنتے ہوئے ترقی ترقی لیکن اس معمے کا حل ہی نہ ہوا کہ آخر ان کا منشاء ہے کیا نصوص کا انکار ہے صاف تو کہتے نہیں مگر قرآن و حدیث میں کتربونت تحریف کرنا یہ ان لوگوں کا شغل غالب ہے جس سے انکار نصوص کا شبہ ہوتا ہے پھر طرفہ یہ کہ اس ترقی کے باب میں ان لوگوں نے جس قدر تدابیر غیر مشروع اختیار کیں روز بروز اجتماعی طور پر مسلمانوں کا تنزل ہی تنزل دیکھا اور ذلت ہی گلوگیر دیکھی اور

بفرض محال اگر احکام اسلام اور شریعت مقدسہ کو پامال کر کے ترقی ہو بھی گئی تو یہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی تو کہلانے جانے کی قابل ہو گی نہیں تو پھر اپنے کو مسلمانوں میں شمار کر کے کیوں اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرتے ہو جو دل میں ہے صاف ہی کہہ دو اور جو قوم پہلے سے حکومت یافتہ اور ترقی یافتہ ہے اس میں کھلم کھلا ہی کیوں نہیں مدغم ہو جاتے باقی اس کتربونت سے کیا فائدہ کہ کہیں قرآن کے معنے بدلتے ہیں کہیں حدیث کو جھٹلاتے ہیں یہ نیچریت بھی زندقہ اور الحاد کا زینہ ہے پھر اس ترقی کے نہ حدود ہیں نہ اصول میں نے ایک مرتبہ اپنے بیان کے اندر لکھنؤ میں اس کے متعلق بیان کیا تھا اس بیان میں نو تعلیم یافتہ طبقہ زیادہ تھا جس میں اکثر وکلاء اور بیرسٹر بھی تھے میں نے بیان کیا تھا کہ ترقی ترقی کے ترانے تو سنے جاتے ہیں لیکن اس کے کچھ اصول حدود بھی ہیں یا نہیں کیا ہر ترقی مطلوب اور محمود ہے اگر کوئی حدود اور اصول نہیں اور ہر ترقی مطلوب ہے تو مرض کی وجہ سے جو جسم پر ورم ہو جاتا ہے کہ جس سے وہ فربہ نظر آنے لگتا ہے تو یہ بھی تو ترقی کی ایک قسم ہے تو اس کے انسداد یا ازالہ کی تدابیر طبیبوں اور ڈاکٹروں سے کیوں کراتے پھرتے ہو اور کیوں فیس دیتے ہو جو جواب تم اس کا ہم کو دو گے کہ وہ ترقی مطلوب اس کو شامل نہیں وہی جواب تم کو ہم اس کا دیں گے کہ جو ترقی حدود شرعیہ سے تجاوز کر کے یا احکام اسلام کو پامال کر کے تم حاصل کرو گے وہ ترقی مطلوب اس کو شامل نہیں اس پر سب خوش ہوئے اور بہت زیادہ اثر ہوا خدا معلوم تدابیر مشروع اور منصوصہ پر عمل کرتے ہوئے کیوں سر کٹتا ہے ارے بطور امتحان ہی ان پر عمل کر کے دیکھ لو کوئی زہر تو نہیں ہے کہ گلے سے اترتے ہی ہلاکت ہو جائے گی یا کوئی سانپ تو نہیں کہ ہاتھ لگاتے ہی تم کو ڈس لے گا آخر تم ہی سمجھو کہ ساری عمریں تمہاری بھی کھپ گئیں اب تو تجربہ بھی ہو گیا پھر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں مشاہدات واقعات کے بعد تو رائے بدل جاتی ہے آخر کیا اب تک دوسروں کی گداگری نہیں کر چکے ہو اب ذرا ان کے سامنے بھی سر رکھ کر دیکھ لو اور یہ سر رکھ کر دیکھنا اگر اخلاص سے نہیں تو یہ

نیت تدابیر ہی سہی بطور امتحان ہی سہی بہت کچھ بتوں کی پرستش کر کے دیکھ لیا اب ذرا خدا کو بھی سجدہ کر کے دیکھ لو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اسی کو فرماتے ہیں ؎

سالہا تو سنگ بودی دل خراش
آزموں را یک زمانے خاک باش

دیکھئے مولانا بھی آزموں راہی فرمار ہے ہیں از خلوص را نہیں فرمایا ذرا کر کے تو دیکھو پھر یہ ثمرہ ہوگا جس کو مولانا فرماتے ہیں ؎

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ
خاک شوتا گل بروید رنگ رنگ

باقی تدابیر غیر مشروعہ پر مسلمانوں کی ترقی کا خواب دیکھنا یہ اس سے کم نہیں جس کو مولانا فرماتے ہیں ؎

ہرچہ کرد نداز علاج وازدوا　　رنج افزوں گشت وحاجت ناروا
گفت ہر داروکہ ایشاں کردہ اند　　آں عمارت نیست ویراں کردہ اند
بے خبر بودند از حال دروں　　استعیذ اللہ مما یفترون

خلاصہ یہ کہ تم سب کچھ کر کے دیکھ چکے حکومت میں بھی مدغم ہو کر دیکھ لیا ہندوؤں سے بھی دوستی کر کے دیکھ لی مگر ہر قدم پر وہی قصہ ہوا کہ قرمن المطرو قرتحت المیزاب یعنی بارش سے بھاگے اور پرنالے کے نیچے جا کھڑے ہوئے ان باتوں میں کیا رکھا ہے یہ تو اس کا مصداق ہے کہ خسرالدنیا والاخرۃ نہ خداہی ملا نہ وصال صنم اسی کو کسی نے خوب کہا ہے ؎

بگاڑا دین کو اپنے کہیں دنیا ہی بن جائے
نہ کچھ دین ہی رہا باقی نہ دنیا کے مزے پائے

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم دو شنبہ

(ملفوظ ۴۴۹) جملہ مہتمم مدرسہ کو مشورہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تمام اہل مدارس دینیہ کو رائے دیتا ہوں کہ مدرسہ کی طرف سے کچھ مبلغ بھی ہونے چاہئیں یہ سنت نبویہ ہے اور پڑھنا پڑھانا مقدمہ ہے اسی مقصود کا اصل مقصود تبلیغ ہی ہے اور ایک بات اور تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ مبلغین سے چندہ کا تعلق نہ ہونا چاہئے صرف احکام بیان کرنا ترغیب اور فضائل بیان کرنا ان کا کام ہو اس سے لوگوں کو بہت نفع پہنچتا ہے مگر اہل مدارس اس طرف توجہ ہی نہیں کرتے عرصہ ہوا غالباً ان تحریکات سے چودہ پندرہ برس قبل میں نے مدرسہ دیوبند والوں کو اس کا مشورہ دیا تھا کہ ملک کے تمام اطراف میں باقاعدہ مبلغین کی جماعت جاتے رہنا چاہئے جن کا کام صرف تبلیغ ہو اور ہر شہر میں اس کی آبادی کی نسبت سے مبلغ یا ان کی آمد ورفت رہنا چاہئے مگر کوئی خاص انتظام نہیں ہوا ان مدارس کے متعلق میری ایک یہ رائے ہے کہ مدارس دینیہ میں صنعت و حرفت کا بھی انتظام کیا جائے خواہ طلبہ اس کام کو بعد میں نہ کریں لیکن سکھایا ضرور جائے اس لئے کہ آج کل عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سوائے اس کے ان کو اور کچھ نہیں آتا اس لئے اپنا محتاج سمجھتے ہیں اور اس سے تحقیر کرتے ہیں اگر کوئی دستکاری وغیرہ سیکھ لیں اور کسی وقت کسب معاش کی ضرورت ہو تو اپنے کام میں تو لگ جائیں گے اور اس طرح پر چندے کرتے اور مانگتے نہ پھریں گے کہ اس میں غایت تحقیر ہے

(ملفوظ ۴۵۰) مدعی عقلاء کی کم عقلی

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ مدعی عقلاء کہلاتے ہیں مگر باتیں ان کی جس قدر ہیں ان میں عقل کا نام و نشان بھی نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سب ایک ہی کام میں لگ جائیں جیسا یہ لوگ چاہتے ہیں یہ

کوئی کام کرنے کا طریقہ نہیں۔ اب حکومت ہی کی جماعتوں کو دیکھ لیا جائے
پولیس اپنی خدمت پر ہے فوج اپنی خدمت پر دفتری لوگ اپنے کام پر غرض ہر
جماعت اپنے اپنے کام میں مشغول ہے اگر سب سرحد ہی پر پہنچ جائیں تو اندرون
ملک کا کیا انتظام ہو اور اگر سرحد کے لوگ دفتروں میں آکر گھس جائیں تو بیرون
ملک کا کیا انتظام ہو۔ سب گڈمڈ ہو جاوے کوئی کام بھی نہ ہو سکے ایسے ہی ایک
شخص مکان بنانا چاہتا ہے اور وہ یہ چاہے کہ سب کام کرنے والے ایک ہی کام پر
لگ جائیں تو کیسے مکان تیار ہو سکتا ہے مثلاً معمار ہے مزدور ہے لوہار ہے بڑھئی
ہے تو اگر سب کے سب لکڑی ہی چیرنے لگیں تو اور کام کون کرے گا علی ہذا
اسی طرح سب کو سمجھ لیا جائے دوسرے یہ کہ ایک کا کام دوسرا اطمینان کے
ساتھ کر بھی نہیں سکتا۔ اب معمار لوہار کا کام آسانی کے ساتھ کس طرح کر سکتا
ہے بڑھئی کا کام مزدور کیسے کر سکتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ ایک ہی کام پر اگر سب
جمع ہو جائیں تب کام بھی نہیں ہو سکتا اور ایک کا کام دوسرا بھی نہیں کر سکتا جب
یہ بات ہے تو یہ ان عقلاء کا کیسے خیال ہے کہ سب جماعتیں مسلمانوں کی ایک
ہی طرف متوجہ ہو کر ایک کام پر لگ جائیں جو حجروں کے اندر ہیں ان کو حجروں
میں رہنے دو ان سے دعاء کا کام لو جو مدارس میں ہیں ان کو پڑھنے پڑھانے میں
مشغول رہنے دو تاکہ آئندہ کے لئے مسئلہ مسائل بتانیوالی جماعت تیار ہو جو
استفتے کا کام کر رہے ہیں ان سے وہی کام لو جو جماعت تبلیغ کرنے والی ہے اس کو
تبلیغ کرنے دو کام کو کام کے طریقہ سے کرو یہ گڈمڈ کیسی اس طرح سے تو کوئی
کام بھی نہ ہو گا۔

(ملفوظ ۴۵۱) بعض کفار معاصر پر غیظ و غضب کا سبب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض کفار پر تو مجھ کو بہت ہی غیظ ہے ان
کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا اور ہزاروں مسلمانوں کی جانیں تلف
ہوئیں ہجرت کا سبق پڑھایا شدھی کا مسئلہ سکھلایا مسلمانوں کو عرب چلے جانے

کی آواز انہوں نے اٹھائی قربانی گاؤ پر اشتعال ہندوؤں کو انہوں نے دلایا یہ لوگ مسلمانوں کے جانی دشمن ہیں بلکہ ایمان جان مال جاہ مسلمانوں کے سب چیزوں کے دشمن ہیں مگر بھولے بھالے مسلمان خالی الذہن دھوکہ میں آگئے اور وہ بھی بعض دوست نما دشمن لیڈروں اور ان کے ہم خیال مولویوں کی بدولت اور اس میں بھی زیادہ تر مولویوں کی وجہ سے پھر جب یہی لوگ پھسل گئے تو عوام بے چارے مسلمان بھی سمجھے کہ مولوی صاحبان تو ٹھیک ہی کہہ رہے ہوں گے اس وجہ سے زیادہ دھوکہ ہوا ایک اخبار میں سب اہل کمال کے نام چھپے تھے اس میں لکھا تھا کہ تواضع میں دنیا کے اندر کون بڑھا ہوا ہے وہ فلاں طاغوت ہے یہ چھاپنے والے یا انتخاب کرنے والے بھی کوئی آج ہی کل کے عقلاء میں سے ہوں گے مکر و فریب ذلت و چاپلوسی کا نام تواضع رکھا ہے محض کہیں تواضع کا نام سیکھ لیا ہے اس کے معنے اور حقیقت سے بے خبر ہیں ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ ہندو بالاتفاق فلاں کا اتباع کر رہے ہیں کیا مسلمانوں میں کوئی ایسی شخصیت نہیں کہ سب مسلمان اس کا اتباع کریں میں نے کہا کہ ہندوؤں میں دنیا کی عقل ہے وہ سمجھتے ہیں کہ تفرق میں ہماری دنیا کا نقصان ہے سب نے مل کر ایک کو بڑا بنا لیا دوسرے یہ کہ جس چیز کی اس نے دعوت دی وہ پہلے سے سب کے قلوب میں ہے سب اس طرف دوڑ پڑے اور اس کا اتباع کرنے لگے تیسرے یہ کہ آپ کو اس میں تو شبہ ہوا مگر اس میں شبہ نہ ہوا کہ انبیاء علیہم السلام جو مامور من اللہ ہو کر دنیا میں آئے تھے ان کے کس قدر لوگ مطیع اور فرمانبردار ہوئے اور شیطان کے کس قدر حدیث شریف میں آیا ہے کہ میدان محشر میں بعض نبی ایسے ہوں گے کہ ان کے ساتھ ایک امتی بھی نہ ہوگا اس کا کیا جواب ہے اور یہاں کیا کہو گے اور اگر اس آپ کے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ مسلمانوں میں اس کمال کا کوئی نہیں جیسا فلاں شخص ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس شخص کے پاس بھی چند دن رہئے اور میں جن کے نام بتاؤں ان کے پاس بھی رہ کر دیکھ لیجئے معلوم ہو جائے گا کہ وہ شخص صاحب کمال ہے یا جن کے میں نام بتاؤں وہ

صاحب کمال ہیں اور اگر یہ بات ہے کہ جب مسلمانوں میں ایسی شخصیتیں اور ہستیاں ہیں تو پھر مسلمان ان کو کیوں نہیں تسلیم کرتے تو یہ سوال ہم سے کرنے کا نہیں ان مسلمانوں سے سوال کیجئے کہ کیوں تسلیم نہیں کرتے جیسے ایک عالم امام ہو اور اس کے پیچھے کوئی نماز نہ پڑھے تو ان مقتدیوں ہی سے سوال کیا جائے گا کہ تم ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور اگر ان عالم سے سوال ہو گا وہ تو یہی جواب دیں گے کہ مجھ کو کیا خبر کہ میرے پیچھے کیوں نماز نہیں پڑھتے۔

(ملفوظ ۴۵۲) ایک برہمن کی پوسٹ میں سچی بات

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص پوسٹ میں قوم سے برہمن وہ کہتا تھا کہ یہ قوم ہندو بہت ہی متعصب ہوتی ہے کہ گئوہتیا سے تو بچتے ہیں مگر آدمی ہتیا کرتے ہیں اور ہے واقع میں یہی بات۔

(ملفوظ ۴۵۳) سخی اور شجاع کی ہمدردی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بخیل اور جبان آدمی کبھی کسی کی ہمدردی نہیں کر سکتا سخی اور شجاع شخص ہمدردی کر سکتا ہے سخی مال سے ہمدردی کرے گا اور شجاع جان سے۔

(ملفوظ ۴۵۴) تبحر کی دو قسمیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو اس بات پر شاکرانہ فخر ہے کہ میں نے اللہ کے فضل سے اور اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت سے فن تصوف کو بے حد سہل کر دیا مگر ایک ندوی مولوی صاحب ہیں انہوں نے مجھ سے مکاتبت کرنے کے بعد بطور نتیجہ کے اس کو سخت بتلایا اس فن کو میں نے اس مکاتبت میں سارا فن دو جملوں میں ان کے سامنے رکھ دیا تھا یعنی میں نے لکھ دیا تھا کہ اس فن میں انفعالات مقصود نہیں افعال مقصود ہیں مگر انہوں نے اس کی یہ قدر کی اس سے معلوم ہوا کہ اکثر اہل علم میں بھی فہم کی بے حد کمی ہے اصل میں وہ

یہ چاہتے تھے کہ توجہ و تصرف سے کام ہو جائے کچھ کرنا نہ پڑے سو ہمتو طالب علم لوگ ہیں ہم کو توجہ وغیرہ نہیں آتی ہم کو تو حضرات انبیاء علیہم السلام کی سی تعلیم آتی ہے حضرات انبیاء علیہم السلام کا یہی کام تھا کہ تعلیم فرماتے تھے اور اس کے ساتھ شفقت اور دعاء سے بھی کام لیتے تھے اور یہ تصوف تو پہلوانی کی سی مشق ہو گئی کہ نظر کی گر پڑے اڑنگا لگا دیا گر پڑے اور اگر اصلی کام کرنے کے بعد کسی میں پہلوانی کی بھی صنعت ہو تو یہ بھی ایک مستقل کمال ہے گو غیر مقصود ہے مگر ایسے سے کیا پہلوانی کرے کہ جو ابھی بے چارا کچھ بھی نہیں جانتا فن سے بے خبر اس پر کیا اڑنگا اور کیا داؤ اور ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ گو وہ من وجہ کمال تو ہے مگر کس درجہ کا سو لوگوں نے ان چیزوں کو ولایت کے درجہ میں سمجھ رکھا ہے مگر یہ محض لغو خیال ہے پھر استطرادا ان مذکور مولوی صاحب کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک اس پر مجھ کو تعجب ہوا کہ ان مولوی صاحب نے کہا کہ معارف قرآن میں فلاں شخص سے (اس سے میں مراد ہوں) زیادہ جانتا ہوں اور تعجب اس پر نہیں کہ میرے علم کی نفی کی اس لئے کہ واقع میں میں عالم نہیں اور یہ نفی صحیح ہے سو اس پر تعجب نہیں مگر تعجب اس پر ہے کہ اپنے کو عالم لکھا۔ اور خدا جانے معارف قرآن کے معنے بھی سمجھتے ہیں یا نہیں کس چیز کو معارف سمجھ لیا یہ سطحی لوگ ہیں پھر سطحی کی ایک مثال بیان کی کہ ایک مولوی صاحب میرے دوست ہیں اور ہیں بڑے ذہین ایک روز کہنے لگے کہ تبحر کی دو قسمیں ہیں ایک کدو تبحر اور ایک مچھلی تبحر کدو تو تمام سمندر پر پھر جاتا ہے مگر اس کو سمندر کی تہ کی خبر نہیں اور مچھلی عمق میں پہنچتی ہے تو یہ آج کل کے تبحر کدو تبحر ہیں کہ اوپر ہی اوپر سطح کے پھرتے ہیں آگے اندر کی کچھ خبر نہیں واقعی بات تو کام کی کہی۔

(ملفوظ ۴۵۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل شان نبوت ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فلاں صاحب نعمانی (یہ نعمانی خوب لگایا جس سے دھوکا ہوتا ہے کہ شاید امام صاحب کی اولاد میں ہوں) یہ بھی سر سید احمد خاں کے قدم بقدم ہی ہیں سیرت نبوی لکھی ہے جس پر آج کل کے نیچری فریفتہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو شانیں ہیں نبوت سلطنت ان میں سے صرف ایک شان سلطنت کو ان لوگوں نے لیا اسی کو شبلی نے بھی لیا ہے دوسری شان کو قریب قریب چھوڑ دیا یہ لوگ اسی کو بڑا کمال سمجھتے ہیں حالانکہ اصل شان نبوت ہے ملکیت اس کی تابع ہے مگر اس کا کہیں نام و نشان نہیں یہ سب نیچریت کا اثر ہے ان لوگوں کے قلوب میں نہ دین ہے نہ کسی کی دینی عظمت خود انبیاء علیہم السلام کی نہیں اولیاء کی تو کیا ہوتی نمونہ کے طور پر معراج ہی کو لیجئے اس میں کس قدر گڑ بڑ مچا رکھی ہے حالانکہ موٹی بات ہے اگر حضور کو خواب ہی میں معراج ہوتی بیداری میں نہ ہوتی تو جس وقت کفار نے تکذیب کی اور کہا کہ بیت المقدس کا نقشہ بیان کرو اور فلاں فلاں چیزیں بتلاؤ تو حضور فرما دیتے کہ وہ تو ایک خواب تھا اس سوال سے آپ کو خاص اہتمام کیوں ہوتا اور یہ اختلاف ہی نہ پڑتا اس حالت میں ان لوگوں کا اقرار شرائع ایسا ہی ہے جیسے کسی سر پڑی چیز کا نباہنا پڑ جاتا ہے جو جی میں آیا لکھ مارا نہ اصول ہیں نہ نقول محض ناکافی عقل سے کام لینا چاہتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ جب سلف کا اتنا بڑا طبقہ کسی چیز کا قائل ہے یہ اتنا ہی سمجھ لیتے خدا معلوم ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جب اس قدر فہم اور عقل سمجھ نہیں تو پھر اپنے منصب سے زیادہ مباحث میں کیوں دخل دیتے ہیں عقلاً و نقلاً محقق ہے کہ نصوص اپنے ظاہر پر محمول ہوتے ہیں جب تک کوئی قوی صارف نہ ہو ورنہ پھر نصوص کوئی چیز ہی نہ رہیں گے جو جس

کے خیال میں آیا یا اپنی رائے میں آیا کہہ دیا پھر یہ کہ تمہاری کوئی کس طرح مانے
گا جبکہ سلف کے اتنے بڑے طبقہ کی تم نہیں مانتے پھر تو سب معاملہ ہی درہم
برہم ہو جاوے گا پھر جب بزعم تمہارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام
تابعین تبع تابعین ائمہ مجتہدین کسی مسئلہ کو نہ سمجھ سکے تو تم بدعقل بدفہم کیا
سمجھو گے۔ چہ نسبت خاک رابا عالم پاک اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کی نظر
بالکل سطحی ہوتی ہے گو کسی کی وسیع بھی ہو کیونکہ وسعت تو تبحر ہے مگر خود تبحر
کی دو قسمیں ہیں جو ایک مولوی صاحب نے بیان کی تھیں کہ ایک کدو تبحر ہے
ایک مچھلی تبحر سو کدو تو اوپر اوپر پھرتا ہے اور تمام سمندر کو دیکھ لیتا ہے مگر اس کو
قعر دریا کی خبر نہیں اور مچھلی عمق پر پہنچتی ہے سو یہ آج کل کے اس قسم کے
لوگ اگر تبحر بھی ہوں تو کدو تبحر ہیں اوپر اوپر پھرتے ہیں حقیقت کی کچھ خبر
نہیں بس ان لوگوں کو چند چیزیں یاد ہیں وہ بھی کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان
متی نے کنبہ جوڑا نہ مبادی ہیں نہ اصول نہ فروع من گھڑت جو جی چاہا جو منہ
میں آیا بک دیا یا لکھ مارا ساری دنیا کو اپنی طرح اندھا سمجھتے ہیں اس کا بھی تو ان
لوگوں کو خیال نہیں کہ آخر اور بھی تو دنیا میں لکھے پڑھے لوگ موجود ہیں وہ
ہماری ان لچر اور بے ہودہ تحریرات کو دیکھیں گے تو کیا کہیں گے یہ سب قلوب
میں دین نہ ہونے کے آثار ہیں اللہ بچائے بددینی اور جہل سے یہ دونوں بڑی
بلائیں ہیں۔

(ملفوظ ۴۵۶) لکھنؤ کے ایک غیر مقلد عالم کی درخواست بیعت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک غیر مقلد مولوی صاحب لکھنؤ سے
یہاں آئے تھے نہایت صفائی کی باتیں کیں بڑا جی خوش ہوا خوش فہم اور سمجھدار
آدمی تھے ملتے ہی کہنے لگے کہ شاید بعد میں آپ کو یہ معلوم ہو کر کہ یہ فلاں

جماعت کا مخص ہے تنگی ہوتی اس لئے میں پہلے ہی عرض کئے دیتا ہوں کہ میں عامل بالحدیث ہوں میں نے کہا کہ میں آپ کے صدق اور خلوص کی قدر کرتا ہوں اور میں بھی صاف بتلائے دیتا ہوں کہ ہمارے یہاں اتنی تنگی نہیں کہ محض فرعی اختلاف سے انقباض ہو ہاں جن لوگوں کا شیوہ بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنا اور بد تمیزی اور بد تہذیبی سے کلام کرنا ہے ایسے لوگوں سے ضرور لڑائی ہے یہ مولوی صاحب حسین عرب صاحب کے پوتے ہیں جو بھوپال میں تھے کئی روز رہے اور بڑے لطف سے رہے ویسے بھی آنکھیں کھل گئیں کیونکہ ان لوگوں کو عامل بالحدیث ہونے کا بڑا دعویٰ ہے دوسروں کو بدعتی اور مشرک ہی سمجھتے ہیں کہتے تھے کہ یہاں پر تو کوئی بات بھی حدیث کے خلاف نہ دیکھی دو مسئلے بھی پوچھے ایک تو یہ کہ اہل قبور سے فیض ہوتا ہے یا نہیں میں نے کہا کہ ہوتا ہے اور حدیث سے ثابت ہے اس پر ان کو حیرت ہو گئی کہ حدیث سے اہل قبور سے فیض ہونا کہاں ثابت ہو گا اس لئے کہ ساری عمر حدیث میں گذر گئی کسی حدیث میں نہیں دیکھا میں نے کہا کہ سنئے ترمذی میں حدیث ہے کہ کسی صحابی نے لاعلمی میں ایک قبر پر خیمہ لگا لیا وہاں ایک آدمی سورۃ پڑھ رہا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ نے فرمایا یہ سورت مردہ کو عذاب قبر سے نجات دیتی ہے دیکھئے قرآن کا سننا فیض ہے یا نہیں اور مردے سے قرآن سنا تو اہل قبور سے فیض ہوا یا نہیں بے حد سرور ہوئے خوش ہوئے کہا کہ آج تک اس طرف نظر نہ گئی دوسرا مسئلہ سماع موتی کا پوچھا اور کہا کہ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى قرآن میں ہے جس سے اس کی نفی معلوم ہوتی ہے میں نے کہا کہ حدیث میں وقوع سماع مصرح ہے اور اس آیت سے نفی نہیں ہوتی اس لئے کہ یہاں پر حق تعالیٰ نے کفار کو موتی سے تشبیہ دی ہے اور تشبیہ میں ایک مشبہ ہوتا ہے اور ایک مشبہ بہ اور ایک وجہ تشبیہ جو دونوں میں مشترک ہوتی ہے تو یہاں وہ عدم سماع مراد ہے جو موتی اور کفار میں مشترک ہے اور اموات کا سماع و عدم سماع تو معلوم نہیں مگر کفار کا تو معلوم ہے کہ قرآن و حدیث کو سنتے ہیں مگر وہ سماع نافع نہیں

اور یہ معلوم ہے کہ مشبہ مشبہ بہ میں وجہ شبہ میں تماثل ہوتا ہے پس کفار سے جو سماع منفی ہے یعنی سماع نافع ویسی ہی سماع اموات سے منفی ہوگا نہ کہ مطلق سماع بے حد دعا دی پھر بیعت کی درخواست کی میں نے کہا کہ اس میں تعجیل مناسب نہیں پھر بیان کیا کہ میں فلاں عالم غیر مقلد سے بیعت بھی ہو چکا ہوں میں نے کہا کہ اب تکرار بیعت کی کیا ضرورت کہنے لگے کہ ان سے بیعت توبہ ہو جاوے گی آپ سے بیعت طریقت میں نے کہا کہ یہ بتلائے کہ انہوں نے بوقت بیعت آپ سے کیا عہد لیا تھا کہا کہ کتاب سنت پر عمل اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں نے کہا کہ یہی یہاں پر ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں بس مقصود حاصل ہے اس پر سوال کیا کہ کیا تکرار بیعت خلاف شریعت ہے معصیت ہے میں نے کہا کہ معصیت تو نہیں مگر بواسطہ مفضی ہو سکتی ہے معصیت کی طرف وہ یہ کہ جب شیخ اول کو معلوم ہوگا کہ یہاں کے تعلق کے بعد فلاں جگہ تعلق پیدا کیا تو بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ انقباض کا اثر قبول کرتی ہیں تو اس اثر سے حب فی اللہ میں کمی ہوگی یا بالکل ہی زائل ہو جائے گی پھر اس کیساتھ ہی تکدر ہوگا اور یہ تکدر اذیت ہے اور حب فی اللہ کا بقاء واجب ہے اور اذیت سے بچانا بھی واجب ہے اور یہ تکرار بیعت سبب ہوا اس واجب کے اخلال کا گو بواسطہ مفضی ہوا معصیت کی طرف حیرت میں تھے بے چارے کہ یہاں تو ہر چیز حدیث کے ماتحت ہے سمجھ تو گئے ہوں گے کہ ہم حدیث قرآن کو خاک نہیں سمجھتے یہ اللہ کا فضل ہے کہ ہر چیز بقدر ضرورت قلب میں پیدا فرما دیتے ہیں بحمداللہ تعالیٰ اپنے بزرگوں سے ضرورت کی ہر چیز کانوں میں پڑ چکی ہے جس نے زیادہ کتابوں کے دیکھنے سے بھی مستغنی کر دیا ہے اور کتابیں تو پہلے ہی سے نہیں آتی تھیں نہ کبھی طالب علمی کے زمانہ میں زیادہ تنخ و کاوش کی گئی اور نہ اس کے بعد کتب بینی کی طرف رغبت ہوئی بس یہ جو کچھ ہے اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت اور خداوند جل جلالہ کا فضل ہے کہ گاڑی کہیں اٹکتی نہیں۔

۲۴ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دو شنبہ

(ملفوظ ۴۵۷) ہر جگہ کی آب و ہوا کا اثر جدا ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مکہ میں جو خاندانی اصل عرب ہیں وہ نہایت خلیق ہیں مگر زیادہ تر مکہ میں سندھی ہندی بنگالی لوگ آباد ہیں بخلاف مدینہ منورہ کے کہ وہاں پر باہر کے لوگ کم ہیں نیز ہر جگہ کی آب و ہوا کا اثر بھی جدا ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۴۵۸) فنا طریق کا پہلا قدم ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق میں قدم رکھنے سے بھی پہلے فنا کی ضرورت ہے لیکن اگر قدم رکھنے کے بعد بھی فناء کی شان نہ ہوئی تو محروم ہے غرض یہاں فناء ہی کے بعد کچھ ملتا ہے۔

(ملفوظ ۴۵۹) حضرت حکیم الامت کو غیر ضروری قصوں سے وحشت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہم لوگ کام ہی کیا کر رہے ہیں اور کیا کر سکتے ہیں جس کو ظاہر اور مشتہر کیا جائے میں تو بحمد اللہ نہ صراحتہً نہ اشارۃً نہ تحریراً نہ کلاماً کبھی اس کا ذکر تک بھی نہیں کرتا کہ یہاں پر کوئی کام ہو رہا ہے دوسرے اگر کچھ ہوتا بھی تو پابندی تو آزادی کے خلاف اور بدون پابندی کے قابل ذکر نہیں اور اصل اثر اس طریق کا غیر ضروریات سے آزاد رہنا ہے چنانچہ اس آزادی ہی کے سبب جب زمانہ تحریکات میں خانقاہ خالی کرانے کا واقعہ پیش آیا تحریکات سے میری علیحدگی کے سبب اہل تحریک کو جوش اٹھا کہ خانقاہ خالی کرائی جاوے اس وقت میں سفر میں تھا یہاں یہ تجویز ہو رہی تھی کہ خانقاہ خالی کرائی جائے سفر سے واپس آنے کے بعد میرے کانوں میں پڑا کہ یہ تجویز ہے میں نے

کہا کہ وہ کیا کہتے ہیں ہم خود ہی خالی کر دیں گے الحمدللہ یہ آزادی کا اثر تھا نیز آدمی کسی بات کے پیچھے پڑ کر کیوں اپنا وقت خراب کرے یہ تو بے کار لوگوں کے کام ہوتے ہیں ماموں امداد علی صاحب کا تکیہ خالی پڑا تھا میں نے سوچا کہ وہاں جا بیٹھیں گے اور اگر وہاں بھی نہ ہو جنگل میں سہی اور تھانہ بھون اور اس کا جنگل بھی نہ ہو اور کہیں کا سہی کسی خاص جگہ میں رکھا گیا ہے مگر میں نے یہ خیال کسی پر ظاہر نہیں کیا اتفاق سے تکیہ کی نگرانی کے لئے میرے ماموں زاد بھائی نے جو اس تکیہ کے متولی تھے مجھ سے کہا کہ ایک آدمی تکیہ کے لئے تجویز کر دو ایک طالب علم نئے آئے تھے میں ان کو وہاں پہنچانے گیا ادھر خفیہ خفیہ ایک محضر نامہ پر خاص خاص لوگوں کے دستخط کرائے جا رہے تھے کہ خانقاہ خالی کرائی جاوے میں جو ان طالب کو تکیہ میں پہنچانے گیا تمام ماحول سے عام طور سے لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ یہ تکیہ میں اسی واسطے گیا ہے کہ وہاں ذاکرین کے قیام کا انتظام کر کے خانقاہ کو خالی کر دے گا خدا کی قدرت کہ جن لوگوں نے اس کا بیڑا اٹھایا تھا کہ خانقاہ خالی کرائی جائے ان ہی لوگوں نے آکر معافی چاہی اور خوشامدیں کیں میں نے بھی اس موقع کو غنیمت سمجھ کر کہا کہ یہ آپ کا محض خیال ہے کہ میں خانقاہ خالی کر رہا ہوں میں نہ خود آیا اور نہ خود جاؤں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بٹھلایا ہوا ہوں از خود کیسے خالی کر دوں گا اور دل میں یہ تھا کہ بدون کسی کی تحریک کے خود تو خالی کروں گا نہیں لیکن تحریک کرنے سے اگر بھنگی کا بچہ بھی خالی کرنے کو کہے گا فوراً خالی کر دوں گا میری کوئی ملک تھوڑا ہی ہے مال وقف ہے جس میں سب مسلمانوں کو برابر حق ہے میں تو اسی ملک نہ ہونے کے خیال سے تمام خانقاہ میں سے بقدر ضرورت جگہ تصرف میں لاتا ہوں یعنی جہاں بیٹھ کر ڈاک وغیرہ کا کام کرتا ہوں اور ڈیکس رکھا ہے اور ایک چھوٹا سا حجرہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کا جو بہت ہی مختصر ہے بلکہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ والا یہ حجرہ بھی بوقت ضرورت ذاکرین یا طلباء کے سپرد کر دیتا ہوں مجھ کو خود ہی غیر ضروری قصوں جھگڑوں سے وحشت ہے چنانچہ خود گھر

میں اگر ضرورت سے زیادہ چیز ہوتی ہے تو الجھن ہوتی ہے بعضے لوگ محبت کی وجہ
سے اکثر ایسی چیزیں لے آتے ہیں کہ جو قابل استعمال نہیں ہوتیں ان کو فروخت
کر دیتا ہوں اور ضرورت کی چیز خرید لیتا ہوں بہت جگہوں میں دیکھا گیا ہے کہ
خانقاہوں میں پشت در پشت تک کی چیزیں محفوظ ہیں اور باقاعدہ ملازم ان کی
حفاظت کے لئے رکھے ہوئے ہیں تو ان صاحبوں کا قلب کیا ایک سرائے ہے
اسی خلو خانقاہ کی تحریک کے زمانہ میں ایک عجیب قدرت لطیفہ ہوا ایک متمول
شخص تھے راندیر میں انہوں نے وصیت کی یہاں کے لئے چار ہزار اٹھائیس روپیہ
کی وہاں سے ایک صاحب نے لکھا کہ حسب وصیت چار ہزار روپیہ وہاں کا جمع ہے
باضابطہ سب رجسٹرار کے سامنے وصول یابی کی تصدیق کر دینے کی ضرورت ہو گی
جب کہ روپیہ بھیج دیا جاوے میں نے لکھ دیا کہ ہم اس تصدیق کے لئے رجسٹرار
کے پاس نہ جاویں گے انہوں نے لکھا کہ خیر کوئی مجسٹریٹ ہو قصبہ میں ان کی
تصدیق کرا دیں میں نے کہا کہ مجسٹریٹ تو ہیں اور ایسے ہی کہ گھر پر آ سکتے ہیں
مگر ہم نہ ان کو تکلیف دینا چاہتے ہیں اور نہ خود تکلیف اٹھائیں گے انہوں نے لکھا
کہ پھر کیا ہو ہم تو ضابطہ سے مجبور ہیں میں نے لکھا کہ علماء سے استفتاء کر لو کہ
ایک ایسی مشروط وصیت تھی اور ان شرائط کو فلاں مدرسہ کے کارگزاری تسلیم
نہیں کرتے اب ہم کو کیا کرنا چاہئے اس پر لکھا کہ بہت اچھا ہم روپیہ بھیجتے ہیں
اور ایسی کوئی تصدیق وغیرہ نہیں چاہتے صرف دو طالب علموں کی شہادت لکھا دو
میں نے اس کو منظور کر لیا چنانچہ روپیہ آگیا اتفاق سے اس روز یہاں پر دو
گورنمنٹ آفیسر موجود تھے ایک ڈپٹی کلکٹر اور ایک سب جج میں نے دونوں کی
تصدیق کرا کر بھیج دی بے حد خوش ہوئے انسان کو چاہئے کہ کام کرے اللہ کے
واسطے اور اللہ پر نظر رکھے تو سب مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں چنانچہ اس واقعہ میں
ایک آسانی یہ ہوئی اور اسی بناء پر میں نے اس کو قدرتی لطیفہ کہا کہ وہ زمانہ وہ تھا
جس میں خانقاہ خالی کرائی جاتی ہے اس وقت کبھی کبھی یہ وسوسہ ہوتا تھا کہ ایسا
وسیع مکان دوسرا نظر میں نہیں اللہ تعالیٰ نے چار ہزار روپیہ بھیج کر یہ وسوسہ دفع

فرما دیا اور اس واقعہ کے اجزاء سے اپنی آزادی محفوظ رہنے کا بھی انعام خداوندی ظاہر ہوا اور خادمان دین کو تو آزاد ہی رہنا چاہئے ورنہ یہ کیسی واہیات ہے کہ اہل علم دین کی خدمت بھی کریں اور اوپر سے ان دنیاداروں کے نخرے بھی اٹھائیں چاپلوسی بھی کریں اس میں تو سراسر ذلت ہے تحقیر ہے دین کی بھی اہل دین کی بھی مجھ کو ہمیشہ ان باتوں کا خیال رہتا ہے کہ دین اور اہل دین کی تحقیر نہ ہو کیونکہ یہ اہل دنیا اہل دین کو ان ہی رعایتوں کے سبب نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں اس لئے خصوص مالی معاملات میں مجھ کو بڑی احتیاط ہے۔

(ملفوظ ۴۶۰) بیت اللہ کا بقا ضروری ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کام کے لئے کسی خاص مدرسہ وغیرہ کی بقاء تھوڑا ہی مقصود ہے مقصود تو کام ہے خواہ کسی جگہ سے ہو جاوے باقی بقاء تو بیت اللہ کا ضروری ہے اور کوئی چیز بھی اس درجہ کی نہیں اگر بدل جائے بدل جانے دو اور آج کل جو زیادہ گڑبڑ ہو رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مقصود کو غیر مقصود اور غیر مقصود کو مقصود بنا رکھا ہے یہاں پر بحمد اللہ ہر چیز اپنی حد پر ہے اس لئے کچھ بھی الجھن یا گڑبڑ نہیں۔

(ملفوظ ۴۶۱) ہر شخص کو اپنی فکر کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل یہ مرض بھی عام ہو گیا ہے کہ اکثر لوگ دوسروں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اپنی مطلق فکر نہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ہر شخص اپنی فکر میں لگے تو بہت جلد سب کی اصلاح ہو جائے اور بہت سے عبث اور فضول سے نجات ہو جائے۔

(ملفوظ ۴۶۲) نجدیوں کے بارے میں ارشاد

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے لکھا تھا کہ نجدیوں کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے میں نے لکھا کہ محض نجدی ہیں اگر

تھوڑے سے وجدی بھی ہوتے تو خوب ہوتا اگر ایسا ہوتا تو مکہ سے آنے والوں سے ہم لوگ یوں کہا کرتے۔

باز گواز نجد ازیاران نجد

تادرو دیوار را آری بوجد

ایک اور مولوی صاحب نے لکھا تھا کہ مجھ کو اول تو محدثین سے محبت ہے اور پھر فقہاء سے اور پھر صوفیہ سے میں نے لکھا کہ میری محبت کی ترتیب بالکل اس کے عکس ہے پھر یہ مولوی صاحب حج کو گئے تو واپس آکر نجدیوں کی بہت شکایتیں لکھیں میں نے جواب دیا کہ ان سب شکایات کا سبب نجدیوں میں اسی چیز کی کمی ہے جس کو تم نے تیسرے درجہ میں رکھا تھا باقی اپنی اپنی رائے ہے لیکن ہر حال میں ضرورت جامع کی ہے حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس شخص کی صحبت اختیار کرو جو صوفی بھی ہو فقیہ بھی ہو محدث بھی ہو۔ وہ شخص صحبت کے قابل ہے واقعی ٹھیک فرمایا گو خود حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ پر محدثیت کا رنگ غالب ہے مگر محقق ہونے کی شان سے یہ تحقیق فرمائی اور یہ ضروری بات ہے کہ اگر حدیث نہ جانتا ہوگا تو بدعت کی طرف مائل ہو جائے گا۔

(ملفوظ ۴۶۳) حضرت حکیم الامت کی واردین کی رعایت فرمانا

ایک شخص نے بخار کا تعویذ مانگا بخار کا لفظ تو زور سے کہا اور تعویذ کو آہستہ سے جس کو حضرت والا سن نہ سکے فرمایا کیوں تکلیف دیتے ہو معلوم نہیں بخار کے بعد آہستہ سے کیا کہہ دیا اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک واعظ تھا لٹیرا اس کے گھر میں ایک مرغ آگھسا اب اس نے اس کو جائز کرنے کی صورت نکالی کہ اس کا اعلان اس طرح کیا کہ یہ مرغ تو چپکے سے کہتا اور کس کا ہے زور سے جب کوئی نہ بولا بس کھا گئے اس شخص نے عرض کیا کہ بخار کا تعویذ چاہیے فرمایا کہ چپکے سے کس مصلحت سے کہتے تھے اگر کوئی خاص حکمت اس میں تھی تو

ہم کو بھی بتلا دو تاکہ ہم بھی سمجھ جائیں اب مجھ کو کیا خبر کہ بخار کا لفظ کہہ کر تم چپکے سے دعاء کرانے کو کہتے ہو یا تعویذ لکھوانے کو کہتے ہو تم لوگوں کو کیا ہو گیا میں بیٹھا ہوا ایک ہی بات کو کہاں تک کھرل کیا کروں تم لوگ خدمت بھی لیتے ہو اور ستاتے بھی ہو ایک دو ہو تو صبر بھی کر لوں دل کو سمجھا لوں اب جب سب کے سب ایسے ہی آتے ہیں تو کہاں تک صبر کروں اور خاموش رہوں خدمت کے طریق سے خدمت لی جائے ہر وقت حاضر ہوں باقی دق کر کے پریشان کر کے خدمت لینا سو میں کسی کا نوکر نہیں کسی کا غلام نہیں اچھا اب جاؤ اور اس وقت سے پاؤ گھنٹہ بعد آؤ اور پوری بات بلند آواز سے کہو مگر اس کا بھی خیال رکھنا کہ کبھی آکر آذان دینا شروع کر دو کیونکہ جب گھر کی عقل نہیں ہوتی تو ہر بات میں گڑبڑ کرتا ہے مجھ کو تو رات دن سابقے پڑتے ہیں معترضین کا تو صرف یہ شغل ہے کہ گھر بیٹھے یک طرفہ بیانات پر فیصلے گھڑا کرتے ہیں اگر میری بھی سنیں یا یہاں چند روز رہ کر دیکھیں تو حقیقت معلوم ہو کہ کون سخت اور بد خلق ہے اور کون نہیں میری برابر تو دوسرے رعایتیں کر نہیں سکتے مثلاً ایک شخص تعویذ کو آیا اور اس وقت میں مشغول ہوں مگر اس سے یہ نہیں کہا کہ اس وقت کام میں مشغولی ہے یا طبیعت کسلمند ہے کل آنا جب کل آیا اور آیا صبح کے وقت اس سے کہہ دیا بھائی دوپہر کو آنا مگر لوگ ایسی جگہ خوش رہتے ہیں اور اس کو اخلاق سمجھتے ہیں میرے یہاں تو یہ ہے کہ صاف بات ہو پوری ہو دوسرے کاموں کو چھوڑ کر فوراً اس کا کام کر دیتا ہوں مجھ کو اس سے بے حد گرانی ہوتی ہے کہ ایک مسلمان میری وجہ سے محبوس ہے یا آنے جانے کی تکلیف میں مبتلا ہے اور ایسی رعایتوں کے ساتھ اگر کچھ کہتا سنتا ہوں وہ بالکل اصلاح کے ماتحت ہوتا ہے اب بتلاؤ کہ اخلاق وہ ہیں یا یہ ہیں۔

(ملفوظ ۴۶۴) قابل اصلاح باتیں

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں حاضر خدمت ہوا تھا

حضور نے خادم کو خدام میں داخل کرنا مناسب نہیں سمجھا میں نے لکھا کہ بوجہ یا بلا بوجہ اور یہ بھی لکھا ہے کہ میں وہی ہوں اور آپ بھی وہی ہیں اور وہی نامناسب سوال ہے ایسے ایسے سمجھدار اور فہیم لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے اب بتلائے کہ یہ باتیں کیا ہیں کیا قابل اصلاح نہیں۔

(ملفوظ ۴۶۵) جملہ خرابیوں کی اصل طریقت سے بے خبری ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ ساری خرابیاں طریق کی حقیقت سے بے خبری کیوجہ سے ہیں اور اب تو بحمد اللہ بہت لوگ واقف ہو چکے ہیں لیکن باوجود معلوم ہو جانے کے ایک چیز اب بھی راہزن ہو رہی ہے اس راہ میں اور وہ دکاندار پیر اور مشائخ ہیں جن لوگوں کے ان سے تعلقات ہیں وہ اس کو نباہ رہے ہیں چھوڑنے کی ہمت نہیں ورنہ حقیقت سے اب قریب قریب بحمداللہ تعالیٰ سب واقف ہو چکے ہیں اور یہ بات ایسی ہے جیسے کون نہیں جانتا کہ نماز فرض ہے روزہ فرض ہے حج فرض ہے زکوٰۃ فرض ہے اور یہ سب شعائر اسلام سے ہیں مگر توجہ نہیں اور ان کی ادا کی فکر نہیں لیکن معلوم سب کو ہے اسی طرح طریق کی حقیقت سے سب باخبر ہو چکے ہیں مقلد ہوں خواہ غیر مقلد حنفی ہوں یا شافعی مالکی ہوں یا حنبلی بدعتی ہوں یا وہابی خبر سب کو ہو گئی باقی عمل کرنے نہ کرنے کا سوال دوسرا ہے اللہ کا شکر ہے کہ مدتوں کے بعد طریق زندہ ہو اور نہ مردہ ہو چکا تھا افراط و تفریط دونوں طرف ہو چکا تھا منکرین طریق کو غلو کا درجہ انکار میں پیدا ہو گیا تھا اور متبعین طریق کو غلو کا درجہ اثبات میں پیدا ہو چکا تھا اب طریق بحمد اللہ بے غبار ہے صدیوں کسی نئے اہتمام کی ضرورت نہیں رہی اور جب ضرورت ہو گی اللہ تعالیٰ اپنے کسی اور خاص بندے کو پیدا فرما کر اپنا کام لے لیں گے الحمدللہ اس چودہویں صدی میں طریق کی حقیقت واضح ہوئی اور یہ سب

حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی دعاء کی برکت ہے یہ بزرگ اپنے زمانہ کے اور اس فن کے مجدد تھے مجتہد تھے محقق تھے امام تھے دیکھنے میں تو بظاہر ایک تھانہ بھون کے شیخ زادہ معلوم ہوتے تھے علم درسی بھی بظاہر نہ تھا لیکن یہ حالت تھی۔

بینی اندر خود علوم انبیاء
بے کتاب و بے معید و اوستا

ان کی فیض روحانی اور باطنی سے تمام عالم منور ہو گیا ورنہ چہار طرف سے زندقہ اور الحادو نیچریت ودھریت نے دنیا کو گھیر لیا تھا حق تعالیٰ نے ایسے پر فتن زمانہ اور پر آشوب میں ایسے شخص کو پیدا فرما کر اپنی مخلوق پر بڑا ہی فضل اور رحمت فرمائی میرے پاس جو کچھ بھی ہے حضرت ہی کی دعاؤں کا ثمرہ اور برکت ہے ورنہ میرے اندر کوئی بھی چیز نہیں نہ علم ہے نہ فضل نہ کمال (اس بیان کے وقت حضرت والا کے اندر ایک جوش کی کیفیت تھی اور آنکھوں میں آنسو ڈب ڈبا رہے تھے اہل مجلس پر بے حد اثر تھا اور قریب قریب سب پر گریہ طاری تھا۔)

(ملفوظ ۴۶۶) حضرت حکیم الامت کی آنے والوں سے شکایت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں گنہگار سہی سیاہ کار سہی لیکن آنے والوں کو تو حق نہیں کہ وہ مجھ کو ایسا سمجھ کر میرے ساتھ ایسا برتاؤ کریں ان کا تو اس میں نقصان ہے ان کو تو اپنا نفع پیش نظر رکھ کر مناسب برتاؤ کرنا چاہئے جب میں خود کسی کو نہیں ستاتا تو مجھ کو کیوں ستائیں بس اسی کی مجھ کو شکایت ہے۔

(ملفوظ ۴۶۷) مسئلہ اوقاف میں وکلاء وغیرہ سے تفصیلی گفتگو

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ علماء نے اپنے علم کی قدر چھوڑ دی اور اسی وجہ سے کتابیں سمجھ کر پڑھنا چھوڑ دیں ورنہ ان ہی

کتابوں میں سب کچھ ہے اگر ان کتابوں سے کام لیں تو آج کل کے بڑے بڑے
تعلیم یافتہ ڈگری یافتہ ولایت کے سند یافتہ ان کے سامنے گرد ہیں ابھی کچھ تھوڑا
عرصہ گذرا یہاں ایک وفد آیا تھا جو نو شخصوں پر مشتمل تھا اس وفد نے اوقاف
کے مسئلہ کے متعلق قریب قریب تمام ہندوستان کے مشاہیر علماء سے ملاقات
کی اور مسئلہ اوقاف پر گفتگو کی۔ تحقیق یہ کرنا تھا کہ اوقاف ہندوستان میں جس
قدر ہیں اس کا انتظام گورنمنٹ کے ہاتھ میں دیدیا جائے یہاں پر اس ہی مسئلہ کی
تحقیق کرنے کی غرض سے آئے تھے اس وفد میں بڑے بڑے انگریزی خواں
بیرسٹر اور وکلاء تھے میں نے گفتگو سے پہلے یہ کیا کہ اس وفد کے صدر کو بطور
اصول موضوعہ کے ایک یادداشت لکھ کر دی جس میں یہ امور تھے کہ آپ تحقیق
مسئلہ کے لئے تشریف لائے ہیں آپ کو دلائل معلوم کرنے کا حق نہ ہوگا صرف
مسائل پوچھنے کا حق ہوگا دوسرے یہ کہ ہم جو مسئلہ بیان کریں گے در مختار شامی
کنز الدقائق وغیرہ سے بیان کریں گے وہ قابل تسلیم ہوگا اس پر کسی عقلی دلیل
سے کسی اعتراض کا حق نہ ہوگا تیسرے یہ کہ جو بات معلوم نہ ہوگی مجھ کو عذر
کر دینے کا حق ہوگا پھر آگے دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو تحریری یادداشت لکھ کر
دیدی جائے جس کا جواب بعد میں بھیج دیا جائے گا یا بذریعہ خط معلوم کر لیجئے گا
چوتھے یہ کہ عقلیات میں گفتگو کا حق نہ ہوگا محض نقلیات میں حق ہوگا پانچویں جو
اول کی گویا شرح ہے یہ کہ احکام کے حکم اور لم اور اسرار اور علل کے معلوم
کرنے کا حق نہ ہوگا اس لئے کہ ہم قانون ساز نہیں قانون دان ہیں اس میں ان
کے مذاق کی رعایت تھی اس لئے کہ وہ سب بیرسٹر اور وکلاء تھے وہ ان اصول
موضوعہ ہی کو دیکھ کر پھیکے سے پڑ گئے سوال و جواب کا جوش و خروش بہت کچھ
کم ہو گیا جیسے اور جگہ ہندوستان کے مشاہیر علماء سے ملاقات اور گفتگو کے وقت
جوش خروش اور لسانی اور مہارت ظاہر کی تھی رہ گئی سب ختم ہو گئی محض دو چار
اصول موضوعہ ہی نے ترکی تمام کر دی ایک میں نے یہ کیا کہ ان کو اسٹیشن لینے
نہیں گیا کہ خود بینی نہ بڑھے مگر اپنے عزیزوں کو بھیج دیا تا کہ کسی قسم کی تکلیف

نہ ہو اور ان کو مولوی شبیر علی کے مکان پر ٹھیرایا خانقاہ میں نہیں آنے دیا اس وجہ سے کہ وہ یہاں پر آئیں گے مجھ کو تعظیم کے لئے اٹھنا پڑے گا نہ اٹھوں گا بد خلق سمجھیں گے سو کیوں بلاوجہ بد نام ہوئے اور یوں تو پہلے ہی سے کونسا نیک نامی کا تمغہ ملا ہوا ہے مگر خیر وہ بد نامی اپنی ہی جماعت اور اپنے ہی لوگوں تک ہے دوسروں میں تو نہیں اور دوسری جگہ ٹھراتے میں جب میں ان کے پاس جاؤں گا وہ اٹھیں گے نیز اگر وہ خانقاہ میں میرے پاس آتے میں ان کے اٹھنے تک محبوس ہوں گا اور جب میں ان کے پاس جاؤں گا تو وہ مقید ہوں گے اور میں آزاد رہوں گا کہ جس وقت چاہوں گا اٹھ کر چلا آؤں گا نیز میں ان کے پاس جاؤں گا ان کو قدر ہو گی کہ ہمارا اتنا اکرام کیا کہ ہمارے پاس قصد کر کے آیا ان مصالح سے ان کو مولوی شبیر علی کے مکان پر ٹھیرا دیا تھا پھر میں نے یہ کہلا کر بھیج دیا تھا کہ کھانا آپ میرے ساتھ کھائیں گے آپ میرے مہمان ہیں اس پر بعض نے مولوی شبیر علی سے دریافت کیا کہ یہ مکان کس کا ہے انہوں نے کہا کہ میرا ہے کہا کہ کیا آپ کھانا نہ کھلائیں گے انہوں نے کہا کہ آپ مہمان ان کے ہیں ان کی بدون اجازت تو میں دانت صاف کرنے کے لئے آپ کو تنکا بھی نہیں دے سکتا یہاں پر بھی ضابطہ ہے اب وہ دیکھتے تھے کہ ہر بات ہر طرف سے اصول اور قاعدہ و ضابطہ میں ہے اس کے بعد میں کہلا کر بھیجا کہ کھانے کا لطف بھی جب ہی ہو گا کہ پہلے جس غرض سے آنا ہوا اس سے فراغ حاصل کر لیا جائے انہوں نے ان سب معروضات کو منظور کر لیا پھر میں پہنچا اور وہ یادداشت اصول موضوعہ کی دیدی پھر گفتگو شروع ہوئی اس گفتگو میں ایک سوال بہت ٹیڑھا تھا اس کے متعلق میں نے ان کے آنے سے پہلے بھی اپنے بعض احباب اہل علم سے مشورہ کیا تھا کہ اگر یہ سوال ہوا تو کیا جواب ہو گا کسی کی سمجھ میں نہ آیا سب سوچ میں تھے خود میری سمجھ میں بھی نہ آیا تھا بلکہ میں نے یہ دعا کی تھی کہ خدا کرے یہ سوال ہی نہ ہو غرض مسئلہ اوقاف میں اصل قابل تحقیق جو امر تھا وہ یہ تھا کہ ہم ایسا قانون بنوانا چاہتے ہیں کہ اوقاف کا حساب کتاب گورنمنٹ لیا کرے اور یہ

اس کے ہاتھ میں رہے یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں میں نے اس کی بالکل مخالفت کی
کہ ہرگز جائز نہیں شرعاً گورنمنٹ اس میں ذرا مداخلت نہیں کر سکتی اس لئے کہ
یہ دیانات محضہ سے ہے جیسے نماز روزہ سو جس طرح اس میں دخیل ہونا گورنمنٹ
کو جائز نہیں اسی طرح اس میں بھی مثلاً آپ نماز کے متعلق گورنمنٹ سے مدد
لیں کہ ایسا قانون بنا دیجئے بس ایسی ہی اس میں مدد لینا ہے گفتگو سے قبل ہی یہ
قرار پا گیا تھا کہ گفتگو کے لئے ایک صاحب کو منتخب کر لیا جائے اور سب صاحبان
کو اجازت ہے کہ بوقت ضرورت ان کی مدد کریں مگر بولیں گے ایک ہی صاحب
اس طرف سے ایک بہت بڑے بیرسٹر ہائی کورٹ پنجاب کے جو جرح میں خاص
درجہ میں ایک ممتاز ہیں گفتگو کے لئے منتخب ہوئے تھے انہوں نے میری اس
تقریر پر سوال کیا کہ یہ قیاس محل کلام میں ہے کیونکہ یہ مسئلہ مالیات کے متعلق
ہے نماز روزہ مالیات سے نہیں میں نے کہا کہ اچھا زکوٰۃ حج تو مالیات سے ہیں ان
کے مشابہ تو ہے پھر بھی مدعا حاصل ہے تو اصل علت اس کا دیانات میں سے ہونا
ہے اس پر انہوں نے بہت سے سکوت کے بعد کہا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو
طلاق دی اور پھر بدل گیا بیوی نے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا اور گواہ پیش کر
کے طلاق کو ثابت کر دیا تو اب اس میں گورنمنٹ سے بغیر مدد لئے کام نہ چلے گا
جس کو سب جائز رکھتے ہیں حالانکہ یہ بھی دیانات محضہ سے ہے تو نکاح اور طلاق
میں مدد لینے میں اور اس مدد لینے میں کیا فرق ہے اور یہ ہی تھا وہ سوال جس کا
جواب میرے ذہن میں نہ تھا مگر عین وقت پر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی سوال کے
ساتھ ہی جواب ذہن میں القاء فرما دیا میں نے کہا کہ آپ نے غور نہیں فرمایا یہ
حادثہ مرکب ہے دو چیزوں سے ایک دیانات محضہ سے ہے وہ طلاق ہے خود اس
میں گورنمنٹ سے مدد لینا مقصود نہیں بلکہ طلاق کے بعد جو عورت کو حق آزادی
حاصل ہو چکا تو اب خاوند کا اس کو آزاد نہ کرنا اس عورت کے حق کو غصب کرنا
اور اس کو ضرر پہنچانا ہے اس ضرر کے دفع کے لئے وہ گورنمنٹ سے مدد لے
رہی ہے تو یہ دیانات محضہ میں مدد نہ ہوئی معاملہ میں مدد ہوئی اس پر انہوں نے

کہا کہ وقف بھی گو دیانات محضہ ہے مگر متولی کی بد دیانتی اور بد انتظامی کی وجہ سے
مساکین کا جو کہ اہل حق ہیں ضرر ہے اس ضرر کے دفع کے لئے گورنمنٹ سے
مدد لی جاتی ہے غرض دفع ضرر دونوں جگہ مقصود ہے میں نے کہا کہ آپ نے غور
نہیں فرمایا اس میں مساکین کا ضرر نہیں اس لئے کہ وہاں صاحب حق پہلے سے
متعین نہیں اور وہاں وہ عورت صاحب حق متعین ہے نیز مساکین کا ضرر نہیں
بلکہ عدم النفع ہے یعنی ایک عطاء تھی جو ان کو نہیں پہنچی ان کو ایک نفع ہونے
والا تھا جو بند ہو گیا اور عورت کا ایک حق آزادی حاصل ہو چکا تھا وہ ضائع ہوا یہ
ضرر ہے اور ضرر اور عدم النفع جدا جدا چیز ہیں یہ آپ کا قیاس مع الفارق ہے اور
اس کی ایک مثال ہے کہ میں آپ کو سو روپیہ کا نوٹ دینا چاہتا تھا کسی نے منع کر
دیا تو اس صورت میں آپ کا ضرر نہیں ہوا عدم النفع ہوا ہاں اس کو ضرر کہیں
گے کہ آپ کی جیب سے سو روپیہ کا کوئی شخص نوٹ نکال لے اس جواب کو سن
کر چہار طرف سے سب کی زبان سے سبحان اللہ سبحان اللہ نکلا اور یہ کہا کہ عدم
النفع اور ضرر کا فرق کبھی ساری عمر بھی نہ سنا تھا ان صاحبوں نے یہ بھی کہا کہ
سب جگہوں میں ہندوستان کے مشاہیر علماء سے مسائل میں گفتگو کرتے آرہے
ہیں مگر کہیں یہ لطف نہیں آیا اور نہ یہ تحقیقات سنیں ہم کو خبر نہ تھی کہ علماء میں
بھی اس دماغ کے لوگ موجود ہیں یہ بھی کہا کہ عجیب بات تھی کہ گفتگو کے
وقت ان کی طبیعت پر کسی کا بالکل اثر نہ تھا اور نہ تقریر میں بے ربطی تھی اور ہر
دعوے کیساتھ دلیل اس وفد میں بعض شیعہ بیرسٹر اور وکلاء بھی تھے جو شاعر بھی
تھے ان میں سے ایک صاحب نے کہا کہ اتنی دیر گفتگو رہی میں تو اس کو دیکھ رہا
تھا کہ ایک لفظ بھی تہذیب کے خلاف تقریر میں نہیں نکلا یہ بھی کہا کہ علماء میں
ہم نے کسی کو ایسا نہیں پایا یہ سب مجھ کو ایک صاحب سے معلوم ہوا کہ ایسے
ایسے کہہ رہے تھے کیونکہ میں مسئلہ ختم ہوتے ہی اٹھ کر چلا آیا تھا میں نے سن کر
کہا کہ انہوں نے علماء ابھی دیکھے کہاں ہیں میں تو علماء کی جوتیوں کی گرد کے
برابر بھی نہیں علماء تو علماء ہی ہیں ہم تو ایک ادنیٰ طالب علم ہیں ان کو ہی دیکھ کر

یہ خیال ہو گیا جس روز علماء کی شان یا ان کا علم و فضل دیکھیں گے اس روز کیا ہو گا خیر جو کچھ بھی ہو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ طالب علموں کی آبرو رکھ لی اور میں لینے کے وقت تو ریل پر گیا نہیں تھا مگر رخصت کے وقت جب وہ لوگ اسٹیشن پر پہنچ چکے ان کے بعد میں بھی ریل کے آنے کے قبل اسٹیشن پر پہنچ گیا دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ کیوں تکلیف فرمائی میں نے کہا کہ تکلیف کیا ہوئی اور میں تو آپ کے آنے کے وقت بھی ریل پر آتا مگر وہ جاہ کا اثر سمجھا جاتا جس کو میں پسند نہ کرتا تھا اور اب رخصت کے وقت آنا یہ چاہ کا اثر ہے اس پر بھی سبحان اللہ سبحان اللہ کی آوازیں بلند ہو گئیں ان میں سے جو شیعہ تھے وہ بھی بے حد محظوظ اور خوش تھے یہ سب اللہ کی طرف سے ورنہ کیا کسی کی ہستی اور کیا وجود اللہ کا فضل اور اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت ہے ورنہ مجھ میں تو کوئی بھی ایسی بات نہیں نہ علم ہی ایسا ہے نہ عمل ہی نہ کتابیں ہی غور سے پڑھیں سبق پڑھا اور کتاب بند کر دی نہ اب کتابیں دیکھتا ہوں نہ کتب بینی کا کبھی شوق ہوا محض فضل خداوندی ہے اسی کے مشابہ ایک واقعہ اور یاد آیا ایک معاملہ نکاح و طلاق کا عدالت کانپور میں کئی سال سے پڑا ہوا تھا کسی حاکم کے یہاں طے نہیں ہوا ایک جنٹ انگریز آگیا اس نے دونوں فریق مقدمہ اور ان کے وکلاء کو بلا کر کہا کہ تم اس معاملہ کو اپنے علماء سے فیصل کراؤ چنانچہ فتویٰ عدالت میں داخل کیا گیا جس پر متعدد علماء کے دستخط تھے اور میرے بھی تھے حاکم نے یہ تجویز کیا کہ ان میں کسی ایسے عالم کو جو فریقین کے سامنے سب کے نام لئے گئے کسی کو ایک نے تسلیم کیا تو دوسرے سے عذر کیا کسی کے ساتھ اس کا عکس ہوا اس وقت بسلسلہ ملازمت مدرسہ جامع العلوم کانپور میں قیام کئے ہوئے تھا عمر میری اس وقت تقریباً اکیس یا بائیس سال کی ہو گی بڑی عمر کے طلبہ بھی میری کم عمری کے سبب مجھ سے اسباق پڑھتے ہوئے جھجکتے تھے میرا نام بھی لیا گیا میرے نام پر دونوں فریق رضا مند اور متفق ہو گئے حاکم نے ضابطہ کے اندر میرے نام سمن جاری کر دیا میں نے بہت چاہا کہ کسی طرح یہ بلا سر سے ٹلے مگر سر آہی پڑی

تاریخ مقرر پر ایک پالکی گاڑی میں بیٹھ کر کچہری پہنچا میں کسی واقعہ کا گواہ نہ تھا صرف مسائل کی تحقیق کرنا تھی مجھ کو احاطہ کچہری میں دیکھ کر تمام بیرسٹر اور وکلاء جمع ہو گئے دریافت کیا کہ آپ کہاں جس فریق کی طرف سے میں بلایا گیا تھا ان کے وکیل صاحب بھی وہاں موجود تھے میں نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان حضرت کی عنایت کا نتیجہ ہے واقعہ معلوم ہونے پر سب نے اس کی کوشش کی کہ میری شہادت نہ ہو سب نے مل کر ان وکیل کو مجبور کیا کہ ایک درخواست دو کہ ہم ان کی شہادت نہیں چاہتے طوعاً وکرھا درخواست دی گئی اور ساتھ ہی ساتھ حاکم سے یہ بھی کہہ دیا کہ وہ یہاں پر آبھی گئے ہیں حاکم نے کہا کہ ضابطہ میں تو ہم کچھ کہہ نہیں سکتے اس لئے کہ درخواست گذر چکی ہے اب مستثنیٰ کرنا واجب ہے ہم کو کوئی حق ان کی شہادت لینے کا نہیں رہا بلکہ اگر وہ سمن پر بھی نہ آتے تب بھی میں ضابطہ کی کارروائی نہ کرتا مگر مشورۃً کہتا ہوں کہ اگر وہ اپنا بیان دیدیں تو دو مسلمانوں میں جھگڑا ہے شرعی مسئلہ ہے یہ معاملہ طے ہو جائے گا بشرطیکہ وہ اس کو خوشی منظور کر لیں میں اسی بیان کے مطابق حکم نافذ کر دوں گا اس کو ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ حاکم کا یہ خیال ہے اور اس طرح پر کہتا ہے مجھ کو بھی خیال ہوا کہ جب انگریز ہو کر اس کا یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کا معاملہ ہے میں تو بحمد اللہ مسلمان ہوں میرا تو فرض ہے کہ یہ معاملہ شریعت کے مطابق طے ہو جائے میں نے عدالت میں بیان دینا منظور کر لیا اب حاکم کی تہذیب ملاحظہ ہو حکم دیا کہ اور گواہوں کی طرح پکارا نہ جائے اور پیادہ اجلاس تک نہ آئیں سواری پر آئیں جہاں تک ہماری سواری آتی ہے وہاں تک ان کی بھی سواری آئے غرض کہ میں سوار ہو کر اجلاس تک پہنچا پہنچنے کے بعد مجھ کو کٹہرے کے اندر بلا لیا گیا حاکم نے اردلی کو حکم دیا کہ کرسی لاؤ مگر کرسی آنے میں دیر ہوئی میں دونوں ہاتھوں کی کہنیاں میز پر رکھ کر کھڑا ہو گیا بیان شروع ہوا بیان کے وقت یہ معلوم ہو رہا تھا کہ یہ مدرسہ ہے اجلاس نہیں ہے اور ایک طالب علم سوال کر رہا ہے میں جواب دے رہا ہوں تمام اجلاس کا کمرہ وکلاء اور

بیرسٹروں سے پر ہو گیا پہلا یہ سوال ہوا کہ تمہارا نام کیا ہے باپ کا کیا نام ہے اس کے بعد حاکم نے سوال کیا کہ آپ عالم ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ اچھا سوال ہوا اب اگر کہتا ہوں نہیں تو یہ ایشیائی مذاق کو کیا جانے کہے گا کہ سمن کی تعمیل غلط ہوئی کیونکہ سمن پر عالم لکھا ہے اور اس کی نظر میں اپنی ایک قسم کی تحقیر اور اہانت بھی ہو گی کہے گا کہ پھر آنے کی آپ نے تکلیف ہی کیوں گوارہ فرمائی جبکہ آپ عالم نہیں اس لئے کہ مسئلہ متعلق ہے اہل علم کے اور اگر کہتا ہوں کہ عالم ہوں تو یہ اپنے مسلک اور مذاق کے خلاف ہے میں نے جواب میں کہا کہ مسلمان ایسا ہی سمجھتے ہیں یہ لکھ لیا گیا دوسرا سوال اس سے بڑھ کر ہوا کہ کیا سب مسلمان آپ کو مانتے ہیں اب اگر کہتا ہوں کہ نہیں تو ایک کافر کے سامنے اپنی سبکی اور اہانت اس کو بھی جی گوارا نہ کرتا تھا بطور مزاح فرمایا کہ گو سبکی نہ تھی میری ہی تھی دوسرے یہ خیال ہوا کہ مقدمہ پر اس کا برا اثر پڑے گا کسی نہ کسی فریق کے مخالف ہو گا اس کو اس کہنے کی گنجائش ہو گی کہ وہ تو خود ہی کہتے ہیں کہ مجھ کو سب مسلمان نہیں مانتے لہذا ہم بھی نہیں مانتے اور اگر کہتا ہوں کہ سب مسلمان مانتے ہیں تو کانپور میں آئے دن ہندو مسلمانوں میں جھگڑے فساد ہوتے رہتے ہیں میرے اس اقرار کی بناء پر ایسے موقع پر کہا جاوے گا کہ مسلمانوں کا انتظام کرو اور میں ایک قسم کا ذمہ دار قرار دیا جاؤں گا میں نے کہا کہ ماننے کے دو معنے ہیں ایک تصدیق کرنا یعنی سچا سمجھنا اور ایک تسلیم کرنا یعنی ماننا اور عمل کرنا سو تصدیق کے درجہ میں تو سب مسلمان مانتے ہیں کوئی مسلمان ہمارے بتلائے ہوئے مسئلہ کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا اس سے مقدمہ پر بھی اچھا اثر ہوا اور تسلیم کے درجہ میں ہماری حکومت تو ہے نہیں محض اعتقاد ہے اس لئے کوئی مانتا ہے یعنی جس کو اعتقاد ہے کوئی نہیں مانتا یعنی جس کو اعتقاد نہیں پھر نفس مسئلہ کے متعلق بیان ہوا جب میں بیان دیکر اجلاس سے باہر آیا تو تمام بیرسٹر اور وکلاء جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ عجیب و غریب جواب ہوئے اور دوسرے سوال کے جواب میں تو ہم بھی چکر میں تھے واقعی یہ سوال خطرہ سے

خالی نہ تھا مگر جواب بھی ایسا ہوا کہ ہماری سمجھ میں بھی نہ آیا تھا میں نے کہا کہ یہ سب عربی مدارس کی برکت ہے وہاں اس قسم کے احتمالات و شقوق نکالے جایا کرتے ہیں یہ بات انگریزی تعلیم میں تھوڑا ہی پیدا ہو سکتی ہے یہ عربی ہی تعلیم میں برکت ہے تجربہ سے معلوم ہوا کہ آدمی درسی کتابیں سمجھ کر پڑھ لے پھر ان کے بعد آگے کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی مگر آج کل طلباء عربی کتابیں بھی سمجھ کر نہیں پڑھتے طوطے کی طرح رٹ لیتے ہیں اس وجہ سے ان میں بھی سمجھ نہیں پیدا ہوتی یہ جو بزرگوں نے درسی کتابیں انتخاب کی ہیں ان میں سب کچھ ہے مگر سمجھ کر پڑھ لینا شرط ہے۔

(ملفوظ ۴۶۸) امراء کے تعلق سے اجتناب کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں امراء سے تعلق کو منع نہیں کرتا تملق کو منع کرتا ہوں علماء کو خصوصیت کے ساتھ اس سے اجتناب کی ضرورت ہے اور یہ اس وجہ سے کہ دین اور اہل دین کی تحقیر نہ ہو نواب ڈھاکہ نے مجھ کو دو مرتبہ بلایا اول طلبی پر تو چلا گیا مگر آنے کے متعلق میں نے ایسے شرائط لکھے کہ جس سے تملق کا شبہ بھی نہ ہو اور تعلق معلوم ہو اور دوسری طلبی پر عذر کر دیا لیکن چونکہ اس بار دوسرے علماء دیوبند کو بھی بلایا تھا ان کا اصرار ہوا کہ میں بھی ساتھ چلوں چونکہ میں اب ان کے کہنے سے جارہا تھا اس لئے میں نے ان سے کچھ شرطیں لگائیں چنانچہ من جملہ اور شرائط کے ایک شرط یہ بھی لگائی تھی کہ میں اپنے کرایہ سے سفر کروں گا یہ اس خیال سے کہ راستہ میں اگر کوئی الجھن پیش آئے تو واپس ہو سکوں کسی کا مقید اور پابند نہ ہوں کلکتہ پہنچ کر ایک صاحب اسٹیشن پر ملے جن کو نواب صاحب نے استقبال کے لئے بھیجا تھا اور یہ وہ شخص تھے کہ جو مدرسہ دیوبند ایک مرتبہ میرا وعظ سن چکے تھے میں نے اپنے بیان میں دنیا سے نفرت دلائی تھی اور آخرت کی ترغیب دی تھی تو اس پر ان صاحب نے یہ کہا تھا کہ میں ایسے مدرسہ کی امداد کرنا نہیں چاہتا جس میں ترک دنیا کی تعلیم

دی جاتی ہو سو یہ صاحب نواب صاحب کی طرف سے مہمانداری کے انتظام کے
لئے مقرر ہوئے جب قیام گاہ پر پہنچ گئے اور لوگ بھی آبیٹھے یہ صاحب بھی آئے
بعد سلام مصافحہ کے بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ آپ کے آنے سے بہت زیادہ خوشی
ہوئی کہ نواب صاحب مایوس کر چکے تھے اور فرماتے تھے کہ انہوں نے ایسی
مشکل شرط لگائی کہ ہم اس کو پورا نہیں کر سکتے وہ یہ کہ ہم کو کچھ دیا نہ جاوے
میں نے کہا کہ یہ شرط کونسی مشکل تھی یہ تو بہت آسان تھی نہ دیتے کہنے لگے یہ
کیسے ہو سکتا ہے کہ اپنے محبوب کی خدمت نہ کی جاوے میں نے کہا کہ کیا گھر ہی
بلا کر دیا جا سکتا ہے اور بھی تو صورتیں اور ذریعے ہیں دینے کے مثلاً وطن میں
پہنچا سکتے ہیں اس پر کہا کہ معاف کیجئے پیاسا کنوئیں کے پاس جاتا ہے کنواں پیاسے
کے پاس نہیں جایا کرتا میں نے کہا اللہ اللہ آپ کے نزدیک ہم پیاسے ہیں اور آپ
کنوئیں ہیں ہمارا اعتقاد تو اس کا عکس ہے اور دلیل کے ساتھ وہ دلیل یہ ہے کہ
ہر مسلمان کو دو چیزوں کی ضرورت ہے دنیا کی اور دین کی سو قدرتی نظام سے
ایک چیز ہماری حاجت کی تمہارے پاس ہے یعنی دنیا اور ایک چیز تمہاری حاجت
کی ہمارے پاس ہے یعنی دین مگر اتنا فرق ہے کہ جو چیز ہماری حاجت کی تمہارے
پاس ہے یعنی دنیا وہ بحمد اللہ بقدر ضرورت ہمارے پاس بھی ہے اور جو چیز تمہاری
حاجت کی ہمارے پاس ہے یعنی دین وہ بقدر ضرورت بھی تمہارے پاس نہیں اس
لئے ہم تو ساری عمر تمہارے دروازوں سے مستغنی رہ سکتے ہیں اور تم ایک منٹ
بھی ہمارے دروازہ سے مستغنی نہیں تم کو ہماری ہر وقت ضرورت ہے احتیاج ہے
اب بتلاؤ کہ پیاسے کون ہیں اور کنواں کون ہے بس کچھ نہیں بولے لیکن ساتھ ہی
اس کے ناگواری بھی ان کو نہیں ہوئی اس کی میں ضرور تعریف کروں گا اور یہ
بھی دین کا قلب میں اثر ہونے کی علامت ہے مجھ کو یہ بے ہودہ گفتگو اس قدر
ناگوار ہوئی کہ میں وہیں سے وطن واپس ہو گیا نواب صاحب کو اطلاع ہوئی ان کا
تار آیا کہ اگر آپ نہ آئے مجھ کو بہت رنج ہو گا مگر میں نے اس کا جواب الہ آباد پہنچ
کر دیا مگر ان صاحب کا دماغ درست ہو گیا یہ لوگ کبر کے پتلے ہیں اپنے سامنے

کسی کو سمجھتے ہی نہیں اس لئے میں اہل علم کا امراء کے دروازوں پر جانا اور ان سے تملق پیدا کرنا پسند نہیں کرتا ایک شخص کہنے لگے کہ بدون امراء سے تعلق رکھے مدارس وغیرہ کا کام نہیں چلتا میں نے کہا کہ انا عندظن عبدی بی چونکہ تمہارا یہ ہی خیال ہے تمہارا کام نہ چلتا ہوگا اگر اہل علم استغناء اختیار کر لیں تو تمام امراء ان کے دروازوں پر آنا شروع ہو جائیں خصوص اہل مدارس کو میں چندہ کرنے سے منع نہیں کرتا لیکن اس میں دو چیزیں ضروری قابل التزام ہیں ایک تو یہ کہ چندہ کا خطاب عام ہو کسی خاص سے تحریک نہ کی جاوے دوسرے یہ کہ صرف غرباء سے تحریک کی جاوے اور غرباء سے مراد مفلس نہیں بلکہ مخلص امراء بھی ان میں داخل ہیں امراء میں بھی ہر قسم کے لوگ موجود ہیں اہل دنیا بھی اور اہل دین بھی سو یہ مسکنت مال کی نہیں بلکہ وہ مسکنت تواضع اور خلوص کی ہے اور ایک مسکنت ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ کا مصداق ہے تو یہ مسکنت عتاب ہے جو یہودیوں کے واسطے حق تعالیٰ نے تجویز فرمائی ہے اسی طرح فقر دو طرح کا ہے ایک فقر اختیاری جس کی حقیقت زہد ہے وہ مقبولین میں ہوتا ہے اور ایک فقر اضطراری یہ عذاب ہے کہ ابواب رزق بند کر دئے جاویں یہ مخذولین میں ہوتا ہے اب اس پر یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ کبھی اللہ والوں پر بھی فقر و فاقہ ہوتا ہے کیونکہ وہ فقر اختیاری ہے اور کبھی اس میں خاص حکمت ہوتی ہے جیسے لیلیٰ نے سب کو تو بھیک دی اور مجنوں کا کاسہ لے کر بھی توڑ دیا اس کو عذاب اور عتاب کہا جا سکتا ہے اور اس کا تعلق عشق سے ہے دوسرا نہیں سمجھ سکتا اور عشق وہ چیز ہے کہ آدمی کو تو اس میں لذت کیسے نہ ہوتی وہ تو جانوروں تک کو شیدا بنا دیتا ہے حدیث شریف میں ہے اور یہ بخاری کی حدیث ہے کہ حجۃ الوداع میں جس وقت حضور نے اونٹ قربان کئے تو ہر اونٹ دوسرے اونٹ سے آگے بڑھتا تھا کہ حضور پہلے مجھ کو ذبح کریں ۔

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف
بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

تو جن لوگوں کو اللہ سے محبت اور عشق نہیں جس کی علامت یہ ہے کہ اتباع سے بھاگتے ہیں وہ ان اونٹ جانوروں سے بھی کم درجہ میں ہیں۔

(ملفوظ ۴۶۹) بے فکری کا علاج ممکن ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے علماء اور مشائخ نے عوام کے اخلاق خراب اور برباد کئے یہ بے فکری لوگوں میں اسی وجہ سے ہے کہ کوئی روک ٹوک نہیں کرتا اور گو بدفہمی کا علاج تو کوئی نہیں کر سکتا اس لئے کہ غیر اختیاری ہے مگر بے فکری کا علاج تو ہو سکتا ہے اس لئے کہ یہ اختیاری ہے سو اس پر بھی کوئی توجہ نہیں کرتا۔

(ملفوظ ۴۷۰) اس راہ میں قدم رکھنے کے بعد خلاف طبع امور برداشت کرنے کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس راہ میں قدم رکھنا اور پھر خلاف طبع کا برداشت نہ کرنا عجیب ہے کوئی شخص ایک مردار کتیا بازاری عورت سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے وہ کیا کچھ ناز دکھلاتی ہے اور کیسی کیسی تکلیفیں دیتی ہے مگر یہ سب کو سہتا ہے برداشت کرتا ہے مجنوں ہی کو دیکھ لیا جائے جس کے قصے گلی کوچوں میں پڑھتے پھرتے ہیں تو کیا حق تعالیٰ کی محبت لیلیٰ کی محبت سے بھی کم ہو گئی ؂

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود
گوئے گشتن بہر او اولےٰ بود

اور جب برداشت نہیں تو کہا تھا کس نے کہ تو اس راہ میں قدم رکھ دعویٰ ہی کیوں کیا تھا اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؂

تو بیک زخمے گریزانی ز عشق
تو بجز نامے چہ میدانی ز عشق

اور فرماتے ہیں ؂

در بہر زخمے تو پر کینہ شوی
پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

(ملفوظ ۱۷۴) اللہ والوں کی عجیب شان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ والوں کی شان ہی جدا ہوتی ہے وہ اہل دنیا سے نفرت تو نہیں کرتے مگر اعراض ضرور رکھتے ہیں ان کو دوسری طرف کی مشغولی ہی سے کب فرصت ملتی ہے وہ تو ایک کے سوا دوسرے کسی کے کام ہی کے نہیں رہتے حضرت مرزا مظہر جاناں رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص ایک ہزار روپیہ لے کر آیا آپ نے فرمایا کہ آج کل میرے پاس وسعت ہے مجھ کو حاجت نہیں عرض کیا کہ حضرت کہیں کسی مصرف خیر میں خرچ کر دیں فرمایا کہ میں تمہارا نوکر نہیں ہوں منیجر نہیں ہوں خزانچی نہیں ہوں تو اہل دنیا سے اتنے تعلق کو بھی پسند نہیں کیا اس شخص کا صاحب دنیا ہونا آپ کو وجداناً معلوم ہو گیا ہو گا تو اصل وجہ اس انکار کی غالباً یہی ہو گی کہ ان حضرات کو اکثر معلوم ہو جاتا ہے کہ اس شخص میں خلوص ہے یا نہیں یہ کام خلوص سے کر رہا ہے یا فخر کی راہ سے ان حضرات کا دماغ تو بادشاہوں سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے نیز طبعاً بھی صاحب کمال میں استغنا ہوتا ہے تیمور لنگ کا قصہ ہے کہ علامہ تفتازانی جب اول اس کے دربار میں آئے تو بادشاہ کی برابر پاؤں پھیلا کر بیٹھ گئے تیمور بوجہ لنگ کے اسی طرح بیٹھا کرتا تھا تیمور کو ناگوار ہوا مگر ادب سے کہا معذورم دار مرا لنگ ست علامہ تفتازانی نے بے ساختہ کہا کہ معذورم دار مرا ننگ ست۔ ابو الفضل اور فیضی وغیرہ شاہی دربار میں کسی اور دوسرے اہل کمال کو نہیں آنے دیتے تھے ایک روز خاقانی جو نووارد تھا بوسیدہ لباس پہنے شکستہ حالت میں فیضی کو سڑک پر نظر آیا جس وقت سواری خاقانی کے سامنے آئی اٹھ کر سلام کیا اور گاڑی کے روک لینے کا اشارہ کیا اور مسافر سمجھ کر دریافت کیا کہ کون کہا کہ ماعر ہستم پوچھا ماعر کدام باشد کہا ہر کہ معر گوید پوچھا معر کرامی گویند خاقانی کہتے ہیں۔

رفتم دربار ار خریدم یک گنا
قل اعوذ برب الناملک الناالہ النا

فیضی نے یہ سمجھا کہ یہ کوئی مسخرہ ہے دربار میں نقل مجلس ہو گا دربار میں حاضر کیا اس حالت کو دیکھ کر کسی نے ان کی طرف التفات بھی نہ کیا خاقانی زمین پر بیٹھ گئے اور سب اپنے اپنے مقام پر بیٹھے ہوئے تھے خاقانی نے بے تکلف بادشاہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا:

گر فروتر نشست خاقانی
نے مرا ننگ ونے ترا ادب است
قل ہو اللہ کہ وصف خالق ماست
زیر تبت یدا ابی لھب است

مثال عجیب دی جو مسخرہ سمجھ کر لئے گئے تھے زرد پڑ گئے بادشاہ نے خاقانی کا بڑا احترام کیا اسی وقت حمام بھیج کر غسل دلوا کر جوڑا بدلوایا اور دربار میں جگہ دی یہ نشہ کمال ہی کا تھا اور اگر کمال کے ساتھ دولت باطنی ہو پھر تو کیا کہنا۔

حضرت جنید کا واقعہ ہے کہ کسی معاملہ میں بادشاہ وقت سے گفتگو ہو رہی تھی بادشاہ کی گفتگو میں کچھ تیزی آگئی تو حضرت شبلی جو کہ حضرت جنید کے ساتھ تھے قالین پر جو شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی نظر کرتے تھے تو وہ سچ مچ کا شیر بن جاتا تھا بادشاہ کی جو نظر پڑی کانپنے لگا حضرت جنید نے بادشاہ سے فرمایا کہ آپ گھبرائیں نہیں آپ کو ہم لوگوں میں تصرف کرنے کا حق ہے اور شبلی بچے ہیں بے تکلف جو چاہے کہئے آپ کو کوئی گزند نہ پہنچے گا کیونکہ حضرت جنید اس کو اپنی نظر سے مٹا دیتے تھے ایک اور بزرگ کی حکایت ہے کہ ایک بادشاہ سے ترش روئی کے ساتھ ان کی گفتگو ہوئی بادشاہ نے برہم ہو کر کہا کہ کوئی ہے ان بزرگ نے بھی غصہ ہو کر کہا کہ کوئی ہے تو کمرہ کے ایک گوشہ سے ایک نہایت زبردست شیر ببر نکل کر آیا بادشاہ تو اٹھ کر بھاگا ہی مگر یہ بزرگ بھی بھاگے ان

کو خبر نہ تھی کہ میرے کہنے سے ایسا ہو جاوے گا۔

(ملفوظ ۴۷۲) بے پردگی کے نتائج

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ کم عقل بد فہم لوگ جو بے پردگی کے حامی ہیں ان کو اس کے نتائج پر نظر نہیں یورپ میں اس بے پردگی کی بدولت عورتیں اس قدر خراب اور برباد ہو رہی ہیں کہ مر دعاجز اور پریشان ہیں کچھ نہیں کر سکتے۔

۲۵ / جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۴۷۳) اسلام کی پہلی تعلیم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں میں علم دین کی کمی ہے حدود سے آگے بڑھ جاتے ہیں ورنہ ان میں رواداری کی ایسی عمدہ صفت ہے جو دوسری غیر مسلم قوموں میں اس کا نام و نشان بھی نہیں اسی کو آج گاندھی چیخ رہا ہے اسلام کی پہلی تعلیم ہے تجربوں کے بعد اسلامی ہی تعلیم میں سب کو فلاح اور بہبود نظر آرہا ہے اور یہ مسلمان ہیں کہ دوسروں کے دروازوں پر گداگری کرتے پھرتے ہیں یہ سب علم نہ ہونے کی بدولت بڑا افسوس ہے مسلمانوں کی حالت پر۔

(ملفوظ ۴۷۴) رسالت کا ماننا ضروری ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا ایک شخص اس دھوکہ میں مبتلا تھے کہ فلاں طاغوت توحید کا تو قائل ہے ہی اور رسالت کے متعلق میری اس سے گفتگو ہوئی تو اس نے یہ کہا کہ یہ میں جانتا ہوں محمد رسول اللہ اللہ کے رسول تھے میں نے کہا کہ ایک تو جاننا ہے اور ایک ہے ماننا نرے جاننے سے کیا ہوتا ہے ماننے سے ہوتا ہے یہ جاننا ایسا ہے جیسے قیصر جرمن یہ جانتا ہے کہ جارج پنجم بادشاہ ہے اور

پھر جارج پنجم سے لڑا تو کیا یہ جاننا کافی ہو گیا جارج پنجم کے دل سے پوچھے کوئی کہ قیصر کیسا ہے اور قیصر کے دل سے کوئی پوچھے کہ جارج پنجم کیسا ہے معلوم ہو جائے گا اس سے کیا ہوتا ہے اور میں تم کیا کہتے حق تعالیٰ فرماتے ہیں یعرفونہ کمایعرفون ابناء ھم کہ یہ تم کو پہچانتے ہیں مگر کیا وہ پہچاننا کافی ہو گیا تھا تو گاندھی کا جاننا بھی ایسا ہی ہے آخر جب وہ توحید کا بھی قائل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول جانتا ہے تو اعلان اسلام کے قبول کا کیوں نہیں کر دیتا نماز کیوں نہیں پڑھتا حج کیوں نہیں کرتا زکوٰۃ کیوں نہیں دیتا قربانی گاؤ کیوں نہیں کرتا رمضان شریف کے روزے کیوں نہیں رکھتا کیا خرافات ہے جب ان صاحب کی سمجھ میں آیا ایسے لوگوں میں عناد تو ہے نہیں ناواقفی ہے صحبت نہیں کسی کا علم اتنا نہیں۔

(ملفوظ ۴۷۵) حضرت مولانا عبدالحی صاحب سے متعلق ارشاد

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مولانا عبدالحی صاحب نے نواب صدیق حسن خان صاحب کے مقابلہ میں جو مباحث لکھے ہیں بہت اچھے لکھے ہیں ان کی نظر بہت وسیع تھی نقل بہت کرتے ہیں اور آج کل کوڑ مغزوں کے لئے نقل ہی کی زیادہ ضرورت ہے درایت کا آج کل زمانہ نہیں ہاں جس درایت کی قدر ہے وہ وہ درایت جو ملحدانہ معتزلانہ ہو اس لئے کہ زمانہ بد فہمی کا ہے۔

(ملفوظ ۴۷۶) تصنع سے حضرت حکیم الامت کو طبعی نفرت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ہمیشہ یہ چاہا کرتا ہوں کہ میری اصلی حالت آنے والوں کو معلوم ہو جائے میں خفگی کے موقع پر خفگی کرتا ہوں نرمی کے موقع پر نرمی کرتا ہوں مزاح کا وقت ہو مزاح کرتا ہوں نفلیں کبھی بیٹھ کر پڑھتا ہوں کبھی کھڑے ہو کر نماز کبھی عمامہ باندھ کر پڑھاتا ہوں کبھی بلا عمامہ

غرض یہ چاہتا ہوں کہ میری سب حالت معلوم ہو جائے دھوکا نہ ہو کسی کی وجہ سے کسی حالت کا اخفاء نہیں کرتا خواہ کوئی معتقد رہے یا نہ رہے مجھ کو اس تلبیس و تصنع سے طبعی نفرت ہے کون مخلوق پرستی کرے مسلمان کا ہر کام ہر بات اللہ کے واسطے ہونا چاہئے۔

(ملفوظ ۴۷۷) لوگوں کو ترغیب دلا کر بیعت کے لئے لانے سے نفرت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک اس بات سے مجھ کو سخت نفرت ہے کہ لوگوں کو گھیر گھیر کر لایا جائے ان کو ترغیب دے کر کرامتیں اور فضائل بیان کر کر کے معتقد بنایا جائے مجھ کو تو ایسی باتوں سے غیرت آتی ہے نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ طالب مطلوب اور مطلوب طالب بن جاتا ہے بازاری عورتوں کا سا پیشہ کہ جیسے وہاں تاکا جھٹی رہتی ہیں وہ لوگوں کو پھنساتی رہتی ہیں اور خود وہ بھی شب و روز بناؤ سنگار میں رہتی ہے تاکہ لوگ پھنسیں بس یہی حالت آج کل بعض مشائخ کے یہاں ہو رہی ہے مجھ کو تو بحمد اللہ اس سے طبعی نفرت ہے میری تو کھلی ہوئی حالت ہے اگر کسی کو پسند ہو آؤ میرے پاس آکر اللہ کا نام معلوم کر لو اور اگر پسند نہ ہو تو کہیں اور جاؤ۔ نہ میں کسی کی وجہ سے اپنا طرز اور مسلک بدل سکتا ہوں نہ مروجہ اخلاق اختیار کر سکتا ہوں نہ غلامی اور چاپلوسی مجھ سے کسی کی ہو سکتی ہے ہاں خدمت کو تیار ہوں خادم ہوں مگر شرط یہ ہے کہ سلیقہ اور طریقہ سے خدمت لی جائے بے طریقہ اور بے ڈھنگے پن سے مجھ سے نہ کوئی خدمت لے سکتا ہے نہ میں خدمت کر سکتا ہوں صاف صاف جو بات ہے ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں خود بات صاف کرتا ہوں دوسروں سے بھی ایسی ہی صاف بات چاہتا ہوں پھر چاہے کوئی میرے پاس آئے خواہ نہ آئے۔

(ملفوظ ۴۷۸) کتاب سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے انحراف

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت لکھی ہے اور اس میں ایک طاغوت کی مدح بھی لکھی ہے وہ کتاب میرے پاس بھیجی میں نے واپس کر دی اور یہ لکھ دیا کہ میں ایسی کتاب کو کہ جس میں روح سیرت یعنی نبوت کے مکذب کی مدح ہو اپنی ملک میں رکھنا نہیں چاہتا انہوں نے غلطی کا اقرار کیا جزاھم اللہ تعالیٰ۔

(ملفوظ ۴۷۹) تعظیم میں ضرورت اعتدال

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو یہ بھی گراں ہے کہ کسی مخلص کے ساتھ ایسا برتاؤ تعظیم کا کیا جاوے کہ اس کو گرانی ہو اس لئے بھی میں دوستوں سے ایسا برتاؤ نہیں کرتا جو ان کی گرانی کا سبب ہو مثلاً ایک مولوی صاحب ایک بزرگ سے بیعت ہیں ایک بار پیر نے مرید کی جوتیاں سیدھی کر کے رکھ دیں دیکھئے ان کو کس قدر تکلیف ہوئی ہو گی ان کی تو کسر نفسی ٹھیری اور ان بے چاروں کو تکلیف ہوئی گرانی ہوئی میں اعتراض نہیں کرتا بلکہ آگاہ کرتا ہوں اس لئے کہ کبھی غلبہ حال تواضع میں کسی کی گرانی کی طرف التفات نہیں ہوتا میرا اس کہنے سے مطلب یہ ہے کہ ایسی باتوں سے دوسرے پر گرانی ہوتی ہے اور تکلیف ہوتی ہے ایسی باتوں کے خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔

(ملفوظ ۴۸۰) عادات کو تاثرات میں بڑا دخل ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عادت کو بھی تاثرات میں بڑا دخل ہے عادت کوئی معمولی چیز نہیں ہے عادت کے خلاف پر انسان کو ایک غیر معمولی تکلیف کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے میں

اس وقت ململ کا کرتہ پہن رہا ہوں اگر کوئی کہے کہ گاڑھے کا کرتہ پہن لو تو مجھ سے نہیں پہنا جائے گا یوں تو خدا کی نعمت ہے اور خدانخواستہ کوئی کبر بھی نہیں مگر عادت جو نہیں اس سے تعب ہوتا ہے ہاں مصلح کے ہاتھ میں ہاتھ دیدینے کے بعد پھر اپنی رائے کو اپنی عادت کو بالکل دخل نہ دینا چاہئے اگر وہ ڈھاکہ پہنائے وہ پہنو چکن پہنائے وہ پہنو ململ پہنائے وہ پہنو گاڑھا پہنائے وہ پہنو ٹاٹ پہنائے وہ پہنو جنود خداوندی کی کوئی وردی نہیں ایک مرتبہ میں نے نین سکھ پہن لیا بس معلوم ہوا کہ نین سکھ نین سکھ ہی ہے (نین آنکھ سکھ چین یعنی دیدہ اپنی آنکھوں کی چین) بدن سکھ نہیں تمام بدن میں آگ لگ گئی اس کا عادت سے تعلق ہے ایک مرتبہ میرے پاؤں میں ایک پھانس لگ گئی تھی جو دیکھنے میں بھی نہ آتی تھی اس سے کئی روز بے چین رہا اور ایک شخص ننگے پیروں پھرتا ہے بڑے بڑے کانٹے چبھ جاتے ہیں وہ پروا بھی نہیں کرتا اسی طرح کسی کو تو ذرا سی بد تمیزی کی بھی برداشت نہیں ہوتی بعض کو بڑے بڑے واقعات پر بھی احساس نہیں ہوتا یہ سب عادت پر موقوف ہے۔

(ملفوظ ۴۸۱) حدود مساوات

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل مساوات کا بڑا زور ہے نہ اس کے حدود ہیں نہ اصول نہ قواعد مساوات مطلوبہ یا محمودہ کی حقیقت سے بے خبر ہیں اس لئے فطری اور قدرتی چیزوں میں بھی دخل دینا شروع کر دیا کیونکہ بعض تفاوت تو فطری چیز ہے بڑا ہی پر فتن زمانہ ہے مساوات مذکورہ جو ہے وہ حقوق اور معاملات میں ہے نہ فضائل میں ہے نہ طبائع میں نہ احکام میں نہ امور فطریہ میں ان میں سے کسی میں بھی مساوات نہیں یہ لوگ بے سمجھے آیتیں حدیثیں بگھارتے پھرتے ہیں دیکھئے خود حضرات انبیاء علیہم السلام میں بھی جو کہ حقائق کے ہادی ہیں ان میں مساوات نہیں فرماتے ہیں تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ تو جنہوں نے مساوات سکھائی ہے خود ان میں وہ

مساوات نہیں جس کو یہ لوگ گاتے پھرتے ہیں اسی طرح ایک شخص خوبصورت ہے ایک بد صورت ایک شکیل ہے ایک بد شکل ایک حسین ہے ایک قبیح ایک جمیل ہے ایک غیر جمیل ایک قوی ہے ایک ضعیف ایک کالا ہے ایک گورا۔ ایک کو طبعی تحمل ہے ایک کو تحمل نہیں۔ آخر ایسی مساوات کہاں تک ثابت کرو گے اگر کالے آدمیوں نے کمیٹی کر کے رزولیوشن پاس کیا کہ ہم کالے کیوں ہیں اور تم گورے کیوں ہو ہم کو بھی حق مساوات ہونا چاہئے تو کیا جواب ہوگا جو جواب تم دو گے وہی ہماری طرف سے سمجھ لیا جاوے۔ حضرت مرزا مظہر جاناں رحمتہ اللہ کا کھانا لکڑی میں نہیں پکتا تھا اس میں دھویں کا اثر محسوس ہوتا تھا کوئلے کے انگاروں میں پکتا تھا۔ اب یہ خواص طبعی ہیں اس میں کسی کا کیا دخل ہو سکتا ہے۔

(ملفوظ ۴۸۲) حرکت میں برکت

ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میاں میں تو جیسا ہوں بدل نہیں سکتا اگر پسند ہوں کام لو۔ نہیں پسند تو گھر بیٹھو یا اور کہیں جاؤ مشائخ بہت ہیں۔ اور وہ شیخ ہیں۔ میں میخ ہوں۔ اور جگہ برکت ہے یہاں حرکت ہے۔ یہاں پر تو گھن کی چوٹ پڑتی ہے جب خمدار سیدھا ہوتا ہے۔ میں کسی کو ترغیب دینے تو نہیں جاتا نہ بلاتا ہوں بلکہ اور بھگاتا ہوں کہ بدفہموں سے پیچھا چھٹے اور نجات ملے تم تو کہتے ہو گے کہ کس قصائی سے پالا پڑا اور میں کہتا ہوں کہ کن بیلوں سے پالا پڑا بس اس وقت یہاں سے جاؤ بعد ظہر مجلس میں آکر بیٹھنا۔

(ملفوظ ۴۸۳) معاملات میں سوء ظن رکھنے کا مفہوم

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ معاملات میں تو سوء ظن چاہئے اور اعتقاد میں حسن ظن۔ اور معاملات میں سوء ظن سے مراد یہ ہے کہ جسکا تجربہ نہ ہو چکا ہو اس سے لین دین نہ کرے روپیہ نہ دے تو اس معنے کر معاملات میں سوء ظن رکھے۔ باقی اعتقاد میں سب سے حسن ظن رکھے کسی کو

برا نہ سمجھے یہ دونوں ایک وقت میں اس طرح جمع ہو سکتے ہیں

(ملفوظ ۴۸۴) مولانا عبدالحی لکھنوی کا جامعیت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نہایت ہی حُسن صورت حُسن سیرت حُسن اخلاق کے جامع تھے۔ معلوم ہوتا تھا کے نواب زادے ہیں اُن کے خواص سے معلوم ہوا کہ شب کی عبادت میں روتے تھے۔ دن کو امیر رات کو فقیر کثرت کام کی وجہ سے دماغ ماؤف ہو کر مرگی کا مرض ہو گیا تھا تھوڑی سی عمر میں بڑا کام کیا یہ سب تائید غیبی ہوتی ہے ورنہ انسان کا وجود ہی کیا ہے۔

(ملفوظ ۴۸۵) تبرائی مذہب

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آپ غیر مقلدوں کی اسی بات کو لئے پھرتے ہیں اس میں تو گنجائش بھی ہے ان میں تو بہت سے لوگ چار نکاح سے کیڑے پڑ رہے ہیں رو رہا ہے چلا رہا ہے اس پر یہ شبہ ہو کہ اس کے ساتھ یہ معاملہ کیوں ہے۔ یا ایک بچہ ہے اس کے ماں باپ مر گئے اس پر یہ شبہ ہو کہ اب اس کا کون ہے یہ چیزیں قلب کو مشوش کرنے والی ہیں بس خیر اسی میں ہے کہ یوں سمجھے کہ ہمارے ساتھ تو اچھا برتاؤ کر رہے ہیں ہمیں ساری دنیا سے کیا غرض کچھ وجہ ہو گی ہم کو معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے یہ سب علاج ہیں تدابیر ہیں قلب کو تشویش سے بچانے کے لئے اب دیکھئے حاکم وقت ہے جیل میں قیدیوں کے بید لگوا رہا ہے مگر جس سے حاکم کا عنایت کا تعلق ہے کبھی اس شخص کو وسوسہ بھی نہ آئے گا کہ دوسروں کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے اس وقت یہی سمجھے گا کہ میرے ساتھ تو اچھا برتاؤ ہے مجھے اپنے کام سے کام مجھے ساری دنیا سے کیا بحث میں اسی لئے کہا کرتا ہوں کہ بعض علوم حجاب اکبر بن جاتے ہیں اور بعض تحقیقات سد راہ بن جاتی ہیں آدمی کو بالکل ایسا ہو

کر رہنا چاہئے جیسے اس کو کچھ معلوم ہی نہیں اس وقت اس کی شان بچہ کی سی ہو جائے گی کہ وہ ہر حال میں محبوب ہوتا ہے اس کا غصہ بھی محبوب رونا بھی محبوب اور اس کی ان ہی اداؤں کے دیکھنے کی غرض سے کبھی بچہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیتے ہیں کبھی کان پکڑ کر کھینچ لیتے ہیں کبھی کوئی چیز دیتے وقت ہاتھ ادھر ادھر کر لیتے ہیں جو بظاہر منع ہے مگر مقصود عطاء ہے اسی طرح حق تعالیٰ کا محبوبین کے لئے منع بھی عطا ہے پس سلامتی اس عبدیت میں ہے اس کو چھوڑ کر آدمی کیوں اس فکر میں پڑے کہ یہ کیوں ہو رہا ہے وہ کیوں ہو رہا ہے ایسی تدقیقات اور علوم سد راہ ہوتی ہیں یہاں پر عقل سے کام نہیں چلتا عقل کی پرواز کے بھی پر قینچ ہیں جیسے گھوڑا دامن کوہ تک جاسکتا ہے آگے بلندی پر نہیں جاسکتا کہ ایک خاص حد تک پہنچ کر آگے معطل ہے اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

آزمودم عقل دور اندیش را
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

(ملفوظ ۴۸۶) تواضع کا درگت

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اعتراض کرنا کون سا مشکل کام ہے ایک بڑے سے بڑے انجینئر کی تعمیر اور تجویز کردہ نقشہ پر ایک لنگوٹیا سو اعتراض کر سکتا ہے دیکھنے کی بات تو یہ ہوتی ہے کہ وہ اعتراض کس درجہ کا ہے دیکھنا معقولیت عدم معقولیت کا ہوتا ہے ایک آریہ نے مسئلہ تقدیر میں شبہ کیا تھا ایک صاحب نے بغرض جواب وہ شبہ مجھ تک پہنچایا میں نے کہا کہ یہ مسئلہ عقلی ہے کیونکہ اس کے مقدمات عقلی ہیں اس کو ہم ثابت کر سکتے ہیں جب عقلی ہے تو عقلی ہونے کی حیثیت سے یہ مسئلہ مسلمانوں ہی کے ساتھ خاص نہیں تمام مذاہب سے اس مسئلہ کا تعلق ہے پھر ہم سے کیوں مطالبہ کیا جاتا ہے دوسرے بھی غور کریں ہم بھی غور کریں جس کی سمجھ میں آجاوے وہ

دوسرے کو بھی بتلا دے اگر کسی کی سمجھ میں نہ آوے سب صبر کریں اسلام ہی کے ساتھ یہ مسئلہ خاص نہیں اس لئے کسی کا منہ نہیں کہ اس مسئلہ کی بناء پر اسلام پر اعتراض کرے میں ایک مثال پر عرض کرتا ہوں اس سے سمجھ لیجئے۔

ایک جائداد ہے مشترک ایک تو اس میں پندرہ آنہ کا مالک ہے اور ایک ایک آنہ کا مالک ہے کوئی مقدمہ اس جائداد کے خلاف قائم ہو جاوے اور ایک آنہ والا پندرہ آنہ والے سے کہے کہ مجھ کو تو کچھ فکر نہیں تم کچھ کرو۔ وہ کہے گا تم کیا کہتے ہو تم کو تو زیادہ فکر چاہئے اس لئے کہ تمہارا ایک ہی آنہ ہے اور میرے پندرہ آنہ ہیں جاتے جاتے بھی میرے آٹھ سات آنہ تو رہیں گے اور تمہارا گیا تو کچھ بھی نہ رہے گا اس لئے قلیل والے کو زیادہ فکر کی ضرورت ہے اسی طرح مسلمانوں کے ساتھ اس مسئلہ میں دوسرے مذاہب کو بھی زیادہ غور اور فکر کرنا چاہئے سو مسئلہ تقدیر کو مسلمانوں ہی کے ساتھ خاص سمجھ لینے کی کیا وجہ۔

(ملفوظ ۴۸۷) ایک علمی نکتہ

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام ہے شبیر حضرت ہارون علیہ السلام کے صاحبزادوں کے نام ہیں شبیر شبر مشبر۔ ان کا ترجمہ ہے حسین حسن محسن یہ سریانی یا عبرانی زبان ہے جس کا یہ ترجمہ ہے۔

۲۲ر شعبان المعظم ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۴۸۸) اجتماعیت کی ضرورت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ خیال لوگوں کا غلط ہے مسلمانوں میں بحمد اللہ اب بھی سب کچھ ہے صرف ایک چیز کے نہ ہونے سے کچھ نہیں معلوم ہوتا وہ یہ کہ ان کی اجتماعی حالت نہیں ورنہ اور کیا چیز نہیں کس چیز کی کمی ہے علم بھی ہے عقل بھی ہے فہم بھی ہے مال بھی ہے جائداد بھی

ہے شجاعت اور قوت بھی ہے جوش و خروش بھی ہے حمیت اسلام غیرت اسلام بھی ہے ساتھ ہی میں سکون اور صبر بھی ہے اگر نہیں تو محض اجتماعی حالت نہیں اس کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں کچھ بھی نہیں اللہ کے بندہ بڑے بڑے کونوں میں پڑے ہیں اس وقت بھی مسلمان ایسے گرے ہوئے نہیں جیسا کہ سمجھ لیا گیا ہے۔

(ملفوظ ۴۸۹) اصول صحیحہ عجیب چیز ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اصول صحیحہ عجیب چیز ہے اس کو جو بھی اختیار کرے گا راحت پائے گا اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی قید نہیں جیسے ایک سڑک اعظم ہے جو پختہ ہے دونوں طرف سایہ دار درخت کھڑے ہیں اب اس پر جو بھی چلے گا راحت اور آرام پائے گا اس میں شیخ سید مسلم غیر مسلم کی کوئی قید نہیں ان اصول میں سے ایک یہ ہے جو میں کہا کرتا ہوں کہ جوش کے ماتحت کوئی کام نہیں کرنا چاہئے ہوش کے ماتحت کام کرنا چاہئے ہاں جوش سے اعانت تو ضرور ہوتی ہے لیکن کافی نہیں اس جوش کی بالکل ایسی مثال ہے کہ جیسے انجن کو خوب گرم کر دیا جائے کھڑا ہوا پھوں پھاں کرتا رہے گا اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا اب ضرورت ہے ہوش کی کہ کل کو گھمایا جائے اب راستہ قطع کر سکتا ہے اسی طرح جوش اعانت تو کر سکتا ہے مگر کافی نہیں۔

اسی سلسلہ میں ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض نے تمنا تو کی ہے جوش کی فرمایا کہ جی ہاں تمنا تو کی ہے مگر اہتمام نہیں عرض کیا کہ کیا جوش کی دعا بھی کر سکتے ہیں فرمایا کہ کر سکتے ہیں جائز ہے کیونکہ اس میں بھی ایک بات ہے وہ یہ کہ بدون جوش کے کام میں دشواری ضرور ہوتی ہے لیکن یہ بھی کوئی ضرر نہیں اول تو انسان مشقت ہی کے لئے پیدا ہوا ہے اور مشقت پر اجر کا بھی وعدہ ہے۔

(ملفوظ ۴۹۰) حقائق نہ جاننے سے عالم پریشان ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ڈپٹی نذیر احمد نے جو استباق کا ترجمہ کیا ہے کبڈی بالکل غلط ہے کبڈی میں مسابقت نہیں ہوتی کہ آگے بڑھنے کے لئے دوڑتے ہوں اور اگر صحیح بھی ہوتا تب بھی اس میں ایک نقص ہوتا وہ یہ کہ قرآن پاک کا ترجمہ ایسا ہونا چاہئے کہ اگر قرآن پاک کا اردو میں نزول ہوتا تو ان ہی الفاظ میں ہوتا جیسے بادشاہ کا کلام عامیوں سے ممتاز ہوتا ہے اس میں شوکت اور عظمت کے الفاظ ہوتے ہیں سو غور کر لیجئے کہ اگر قرآن پاک کا نزول اردو میں ہوتا تو اس میں کبھی کبڈی کا لفظ نہ ہوتا یہ تو ایک بازاری اور عامی لفظ ہے ترجمہ میں شاہی محاورات ہونے چاہئیں مگر مصیبت تو یہ ہے کہ آج کل ہر شخص مصنف بنا ہوا ہے اور خبر خاک کی بھی نہیں۔

(ملفوظ ۴۹۱) حقیقت سے بے خبری بری چیز ہے

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کو تقریظات لکھنے میں بڑی کلفت ہوتی ہو گی۔ فرمایا کہ میں کلفت کا کام ہی نہیں کرتا ایسی درخواست پر لکھ دیتا ہوں کہ میں تمام کتاب تو دیکھ نہیں سکتا نہ میرے پاس اتنا وقت ہے اگر کہو تو کوئی خاص مقام کتاب میں دیکھ کر صرف اس مقام کے متعلق تقریظ لکھ دوں اس پر اگر وہ کہتے ہیں اسی طرح لکھ دیتا ہوں باقی کہیں کہیں سے دیکھ کر تمام کتاب کے متعلق تقریظ لکھنے کو میں جائز نہیں سمجھتا خیانت سمجھتا ہوں مگر آج کل اہل علم اس کی بالکل پروا نہیں کرتے دھڑا دھڑ تقریظات لکھتے چلے جاتے ہیں اور بعض جگہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے وہ یہ کہ تقریظ کے لکھنے میں ایک کتاب ہاتھ آتی ہے کیونکہ آج کل اہل تصانیف کا معمول ہے کہ وہ تقریظ لکھوانے کی غرض سے کتاب ساتھ بھیجتے ہیں اور ملک کر دیتے ہیں اور یہ محض تقریظ لکھوانے کی وجہ سے دیتے ہیں میں وہمی ہوں مجھ پر وہم کا فتویٰ ہے اس کو وہم

لوگوں کی اصطلاح کے اعتبار سے سمجھتا ہوں کیونکہ انہوں نے فہم کا نام وہم رکھا ہے لیکن میرا وہ وہم بالکل مصلحت کے موافق ہوتا ہے سو میرا معمول اس کے متعلق یہ ہے کہ میں کتاب کو واپس کر دیتا ہوں اس کے بعد تقریظ کے متعلق رائے قائم کرتا ہوں اس لئے کہ آزادی سے جو کچھ لکھنا ہوتا ہے لکھتا ہوں مجھ کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ میری تقریظ ناپسند رہے اور پھر پچتائیں کہ ایک کتاب مفت میں بے کار ہی کھوئی کیا اس کو وہم کہیں گے اگر اللہ تعالٰی کسی کے ذہن کو حقیقت تک پہنچا دیں اس کو وہم سے تعبیر کرنا ظلم ہے میں آپ سے تجربہ کی بناء پر سچ عرض کرتا ہوں کہ اگر مصنف کو یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص تقریظ نہ لکھے گا یا لکھے گا مگر خلاف لکھے گا تو کوئی بھی کتاب نہ دے۔

(ملفوظ ۴۹۲) ذمہ داران مدارس اسلامیہ کو مشورہ

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عقل بے چاری کہاں تک رسائی کر سکتی ہے کہیں نہ کہیں پہنچ کر گاڑی اٹکے ہی گی کام تو ان کے فضل سے چلتا ہے کوئی چیز بھی کام نہیں دیتی نہ علم نہ عقل نہ فہم اور اگر کچھ کام بھی دیتی ہوں تو یہ سب چیزیں بھی خدا ہی کی ہیں وہی ان سے کام لیتے ہیں اگر فضل شامل حال نہ ہو سب بے کار ہیں آدمی کو کسی بات یا کسی کام یا کسی چیز میں اپنی ناز نہیں کرنا چاہئے ناز کی بات کونسی ہے سب اسی کی طرف سے ہے بندہ ہر وقت ان ہی کے فضل کا حاجت مند ہے اور بدون ان کی رحمت اور فضل کے یہی چیزیں ان کی راہ میں راہزن اور سد راہ ہو جاتی ہیں ایسے علوم کے باب میں جو ان کی راہ میں سد راہ ہوں مولانا فرماتے ہیں۔

جملہ اوراق و کتب در نار کن
سینہ را از نور حق گلزار کن

اور ایسی عقل کے متعلق جو کہ محبوب سے بعد پیدا کرے مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آز موہوم عقل دور اندیش را
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

بلکہ اگر یہ چیزیں صحیح درجہ پر مفید بھی ہوں دعوی تب بھی جائز نہیں وہاں دعویٰ کسی کا پسند نہیں تواضع خاکساری اپنے کو مٹانا فنا کرنا بس یہی پسند ہے۔

آج کل ایسے ہو رہا ہے کہ اندھے کے آگے روئے اور اپنے آنکھیں کھوئے یہ میری بہت پرانی رائے ہے اور اب تو رائے دینے سے بھی طبیعت افسردہ ہو گئی اس لئے کہ کوئی عمل نہیں کرتا وہ رائے یہ ہے کہ تعزیرات ہند کے قوانین اور ڈاکخانہ اور ریلوے کے قواعد بھی مدارس اسلامیہ کے درس میں داخل ہونا چاہئے یہ بہت پرانی رائے ہے مگر کوئی نہیں مانتا اور نہ سنتا ہے ایک رائے یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کی طرف کی خصوص بڑے مدارس جیسے دیوبند سہارنپور ان کی طرف سے ہر جگہ مبلغ رہیں تمام ملک کے ہر حصہ میں مستقل طور پر ان کا قیام ہو باضابطہ نظام ہو اور دیگر ممالک میں بھی مبلغ تیار کر کے بھیجے جائیں یہ بھی پرانی رائے ہے ایک رائے یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کے ماتحت صنعت و حرفت کا شعبہ ضرور ہونا چاہئے تاکہ فراغ کے بعد کسی کے محتاج نہ ہوں یہ ضرب المثل ہے کہ یہ لکھ پڑھ کر اور کچھ نہیں کر سکتے سوائے چندہ مانگنے کے اور بھی بعض مفید رائیں ہیں مگر جب کوئی ایک بات پر عمل کرے تو اور بھی مشورہ دیا جائے ورنہ بے کار ہے۔

(ملفوظ ۴۹۳) سادہ لفافہ بھیجنے کا دلی مرض

ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ بعض لوگ یہ عقل مندی کرتے ہیں کہ جواب کے لئے سادہ لفافہ بلا پتہ لکھا ہوا بھیج دیتے ہیں میں نے ایک شخص سے اس کی وجہ پوچھی لکھا کہ آپ کا لکھا ہوا ہو گا تو برکت ہو گی میں نے لکھا کہ سارا جواب بھی تو میرا ہی لکھا ہوا ہے اس سے برکت نہیں ہوتی زیادہ

تروجہ اس کی یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے لئے القاب کے طالب ہوتے ہیں جو دوسرے کے لکھنے میں متوقع ہے اور اپنے ہاتھ سے پتہ لکھنے میں یہ مقصود حاصل نہیں ہو سکتا یہ ہی وہ مرض جس کی وجہ سے سادہ لفافہ بھیجتے ہیں نہ برکت ہے نہ حرکت ہے چور ہے۔

(ملفوظ ۴۹۴) اہل حمص کی چند حکایات

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شام میں ایک شہر ہے حمص وہاں کے لوگ کم عقل مشہور ہیں ایک شخص وہاں گیا تو دیکھا کہ ایک شخص اذان دے رہا ہے اور بجائے اشهدان محمد ارسول الله کے یہ کہہ رہا ہے کہ اهل القرية يشهدون ان محمد ارسول الله اذان کے بعد پوچھا یہ کیا قصہ ہے معلوم ہوا کہ موذن رخصت پر گیا ہے اور ایک یہودی کو عوضی پر چھوڑ گیا ہے چونکہ وہ رسالت کا قائل نہیں اور نیابت میں اس کا کہنا بھی ضروری ہے لہذا یہ اضافہ کیا وہاں ہی کا ایک یہ قصہ ہے کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور ایک ٹانگ ایک طرف کو اٹھا رکھی تھی کسی نے پوچھا کہ یہ ٹانگ الگ کیسے کر رکھی تھی کہ کہا کہ اس پاؤں پر کچھ چھینٹ وغیرہ پڑ گئیں تھیں اس لئے ناپاک تھی اور دھونے کی فرصت نہ تھی اس لئے میں نے اس کو نماز سے خارج کر دیا ایک قصہ جھانسی کا ایک ثقہ دوست بیان کرتے تھے کہ ایک امام نے سجدہ سہو کیا اور ظاہرا کوئی سہو نہ تھا لوگوں نے پوچھا کہ کیا بات ہو گئی تھی کہتا ہے کہ ایک پھسکی نکل گئی تھی یعنی خفیف سی ہوا خارج ہو گئی تھی اس لئے سجدہ سہو کیا ایسے ایسے بھی ذہین موجود ہیں۔

(ملفوظ ۴۹۵) حضرت شاہ نجات اللہ کرسویؒ کا تقوی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شاہ نجات اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کرسوی ضلع بارہ بنکی اس درجہ کے بزرگ تھے کہ حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ

علیہ ان کی زیارت کے قصد سے تشریف لے گئے تھے اور ان کے تقوی کی یہ حالت تھی کہ کوئی شخص مسلسل تخت پر لکڑی مار رہا تھا فرمایا کہ یہ معارف میں داخل ہے اس قدر متبع سنت تھے۔

(ملفوظ ۴۹۶) حضرت عالمگیرؒ کی قوت ایمانی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ کے واقعات تواریخ میں بھی دیکھے ہیں اور سنے بھی ہیں بڑی ہی عجیب ہستی تھی نہایت شجاع متبع سنت یہ سب دین ہی کی برکت تھی کہ ذرہ برابر کسی مخالف چیز کا ان پر اثر نہ ہوتا تھا تانا شاہ کے قلعہ کو جب فتح کیا عین شباب جنگ کے وقت جبکہ دونوں طرف سے گولہ باری ہو رہی تھی نماز جماعت کے ادا کرنے کا حکم دیا امامت کی کسی کی ہمت نہیں ہوئی خود امام ہو کر نماز پڑھی کیا ٹھکانا ہے اس وقت قلبی کا یہ قوت ایمانیہ تھی جو غیر مسلم میں نہیں اس وقت جو ملک میں فتنہ فساد ہو رہے ہیں ان کا فرو کرنا کون مشکل تھا اگر اسلامی سلطنت ہوتی جس کے لئے شجاعت ایمانی لازم ہے تب دیکھتے کہ کیا رنگ ہوتا اور اس کے لئے اس کی ضرورت نہیں کہ توپوں اور بندوقوں سے مخلوق کو ہلاک کیا جائے زیادہ ضرورت قوت قلب کی ہے اور یہ سوائے مسلمان کے اور کسی کے پاس نہیں معتدل سیاست اور فراست بھی مسلمان ہی کا حصہ ہے اگر ہم سچے مسلمان ہوتے تو ایسے پریشان نہ ہوتے لیکن ہم نے خدا کی اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری چھوڑ دی لیکن اب بھی گو ہم نالائق ہیں گنہگار ہیں سیاہ کار ہیں نابکار ہیں گستاخ ہیں مگر پھر بھی جب وقت آتا ہے تو عین وقت پر خلوص نیت کی بدولت نصرت اور مدد فرماتے ہیں واقعات شاہد ہیں۔

(تمت بالخیر)